ترجمان السنة

عربی - اردو

چہارم

استاذ المحدثین، زبدۃ الفقہاء، فخر العلماء

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی قدس سرہ

MAKTABA-E-REHMANIA

ترجمان السنۃ
عربی - اردو
جلد چہارم
جدید دور کی ضرورت کے مطابق جدید عنوانات اور
مباحث کے ساتھ احادیثِ مبارکہ کا مستند، جامع اور خوبصورت مجموعہ
استاذ المحدثین، زبدۃ الفقہاء، فخر العلماء
حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی قدس سرہ
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر
غزنی سٹریٹ، اردو بازار
لاہور

نام کتاب .... ترجمان السنة

مؤلف .... حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی

طابع .... مقبول الرحمٰن

ناشر .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع .... لٹل سٹار

ملنے کے پتے

- مکتبۃ العلم نمبر ۱۸ اُردو بازار لاہور
- خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
- اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ اُردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

فہرست مضامین ترجمان السنہ جلد چہارم

وہ معجزات جو ترجمان السنہ کی تین جلدوں میں پہلے گذر چکے ہیں

نمبر شمار	معجزات	اسماء کتب	ترجمان السنہ
	جلد اوّل		
۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حضرت عمرؓ کے یقین کی کیفیت کا	بخاری شریف	ملاحظہ کیجئے فہرست جلد اوّل صفحہ نمبر ۷
	آنِ واحد میں بدل جانا	بخاری شریف	
۲	حضرت علیؓ وعباسؓ کے مقصد کی ان کی آمد سے پہلے اطلاع دے دینا	بخاری شریف	
۳	آپؐ کی برکت سے بارش۔	مسلم شریف	
۴	آپؐ کی مسجد شریف کا مساجد انبیاء علیہم السلام میں آخری مسجد ہونا	بخاری ومسلم وغیرہا	
۵	بے سروسامانی کے باوجود ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آپؐ کا رعب پڑنا	خصائص الکبریٰ	
۶	گوہ جانور کا آپؐ کی نبوت کی شہادت دینا۔	= =	
۷	زید بن خارجہ کی بعد وفات آپ کی نبوت کی شہادت دینا	کنز العمال	
۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شفایاب ہونا	متفق علیہ	
۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں محدثیت کی بشارت دینا	مسلم شریف	
۱۰	تیس مدعیان نبوت کی پیش گوئی فرمانا	فتح الباری	
۱۱	مسلیمہ، عنسی اور مختار کی پیشگوئی فرمانا	بخاری شریف	
۱۲	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پشت کی جانب سے دیکھنا		
۱۳	ایک بار صحابہ کے ہرقسم کے سوال کا جواب دینے کا اعلان فرمانا اور قیامت سے قبل کے بعض حالات کی خبر دینا	بخاری شریف	
	جلد دوم	متفق علیہ	ملاحظہ کیجئے فہرست جلد دوم صفحہ نمبر ۳
۱۴	بقرہ کا عبرت آموز کلام کرنا۔	مسلم شریف	
۱۵	ایک سفر میں کھانے کی برکت۔	مسلم شریف	
۱۶	دست مبارک کی ایک ضرب سے عالم آخرت کا سامنے آجانا۔	مستدرک وغیرہ	
۱۷	غزوۂ تبوک میں بے اندازہ برکت۔	بخاری شریف	
۱۸	نجوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کا مشاہدہ ہونا	ابوداؤد وغیرہ	
۱۹	یہودیوں کے ایک سوال کا جواب دینا۔	متفق علیہ	
۲۰	ظاہر کے خلاف چند افراد کے دوزخی ہونے کی اطلاع دینا		
۲۱	صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کو خلاف امید مصائب کا مقابلہ کرنا اور اس کی پہلے اطلاع دے دینا۔	متفق علیہ	

نمبر شمار	معجزات	اسماء کتب	ترجمان السنہ
٤٦	اہل کتاب کے سوالات اور ان کے جوابات دینا۔	مسلم شریف	
٤٧	اہل کتاب کے سوالات اور ان کے جوابات دینا۔	الجواب الصحیح	
٤٨	اصحاب کہف کے قصہ کی مفصل اطلاع دینا۔	الجواب الصحیح	
٤٩	رکانہ پہلوان کا زیر کر دینا۔	خصائص الکبریٰ	
٥٠	بکری کے دست کا آپؐ کو زہر آلود کھانے کی اطلاع دینا۔	بخاری شریف	
٥١	آپ کا خبر دینا کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے	ابوداؤد شریف	
٥٢	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان کہ آپؐ کی وفات کے دن میں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا پھر کھاتی پیتی رہی مگر مشک کی خوشبو میرے ہاتھوں سے نہ گئی۔	خصائص الکبریٰ	
٥٣	آپؐ کو غسل دینے کے وقت صحابہ پر نیند کا طاری ہو جانا۔	ابن ماجہ	
٥٤	فرشتوں کا آپ کے اہل بیت کی تعزیت کرنا۔	مستدرک	
٥٥	بعثت سے قبل ایک پتھر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا۔	مسلم شریف	[illegible]
٥٦	نزول وحی کے وقت صحابہؓ کا آپؐ کی طرف نظر نہ اٹھا سکنا۔	مسلم شریف	
٥٧	اہل کتاب کے سوال کا جواب دینا۔	بخاری شریف	
٥٨	آپؐ کے جسم مبارک میں وفات کے بعد کوئی تغیر نہ ہونا	ابوداؤد شریف	
٥٩	آپؐ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آنا۔	خصائص الکبریٰ	
٦٠	زمین کا آپؐ کے فضلہ کو نگل جانا۔	افراد دار قطنی	
٦١	آپؐ کے پسینہ کا معطر ہونا	متفق علیہ	
٦٢	زمانہ طفولیت میں شق صدر۔	مسلم شریف	
٦٣	عریانی کی وجہ سے بیہوش ہو کر آپؐ کا زمین پر گر پڑنا۔	بخاری شریف	
٦٤	آپؐ کی مبارک صورت میں شیطان کا متمثل نہ ہو سکنا۔	بخاری شریف	
٦٥	حضرت حفصہؓ کے ہاتھوں کی شفایابی۔	خصائص الکبریٰ	
٦٦	آپؐ کی نقلیں اتارنے والے کا منہ ٹیڑھا ہو کر رہ جانا	مستدرک	
٦٧	آپؐ کی بد دعاء پر ایک شخص کا ہاتھ شل ہو جانا۔	مسلم شریف	
٦٨	منیٰ میں آپؐ کے خطبہ کی آواز کا سب خیموں میں یکساں پہنچنا۔	خصائص الکبریٰ	
٦٩	آپؐ کا پشت کی جانب سے بھی دیکھ لینا۔	بخاری شریف	

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عرضِ حال

قطبِ عالم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب قدس سرہ کے بارے میں لکھنا انھیں زیب دیتا ہے جو مولانا کے مرتبہ سے روشناس ہوں- یہ ہیچ مدان تصوف کی حقیقت سے ناواقف ولایت کی ماہیت سے ناآشنا' آدابِ مریدین کی معلومات سے کورا' نکات و معارف مشائخ سے آگاہ نہیں لیکن قلب کا داعیہ مجبور کرتا ہے کہ کچھ گذارش کروں لہٰذا یہ چند سطور حاضر ہیں-

مثل مشہور ہے کہ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' مولانا کی ذاتِ گرامی سے اور ان کی صفاتِ عالیہ سے علمی حلقہ اچھی طرح واقف ہے کہ وہ اس دور میں کس پایہ کے عالم اور شیخ رہے ہیں- بیسویں صدی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ انگریزوں کی غلامی کا پورا اثر ہمارے معاشرے پر محیط ہو گیا تھا جس میں معصیت اور بد دینی کی گھنگھور گھٹائیں اُمنڈ اُمنڈ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لگائے ہوئے باغ کو ویران کر رہی تھیں- جسے دیکھو انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرت کا دلدادہ- سیدھے سادھے مسلمان تو درکنار اچھے خاصے دیندار حلقے بھی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا ہی راہِ نجات سمجھتے تھے الا ماشاء اللہ- اس زمانے میں ایک سعید روح کا اپنے آپ انگریزی تعلیم سے بقدرِ ضرورت استفادہ کے بعد دینی تعلیم میں منہمک ہو جانا یقیناً اس بات کا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے کوئی مخصوص کام لینا چاہتا ہے- چنانچہ مولانا قدس سرہ کی مختصر سوانح حیات سے جس کو صاحبزادہ حاجی حافظ مولوی آفتاب احمد صاحب نے رقم فرمایا ہے' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مولانا قدس سرہ نے صحت' علالت' سازگار اور ناسازگار تمام حالات میں کس کس طرح دین کی خدمت کی ہے محض قال نہ کسی کو متاثر کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے- زندگی ہمیشہ زندگی سے بنتی ہے' چراغ سے چراغ جلتا ہے- زبانی پھونک سے تو چراغ گل ہوتا ہے' حالت یہ پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ اسلام کے قائل بھی ہیں وہ اس طرح کہ اسلام کو صرف نماز' روزہ اور حج و زکوٰۃ کی من موجی تشریح کر کے بیٹھ جاتے ہیں' ظاہری اور باطنی حالات کی درستگی سے بمشکل علاقہ رکھتے ہیں- نشست و برخاست' معاشرے کے دوسرے مسائل مثلاً کھانا' پینا' تجارت' ملازمت' صلہ رحمی' اصلاحِ نفس' معاملات کی صفائی' تعلیم' اخلاق کی تفہیم' الوہیت و رسالت کی تعظیم غرضیکہ دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح خدمت جبھی ممکن ہے کہ انسان جو کچھ کہے اسے عملاً کر کے دکھائے- بدقسمتی سے عوام تو عوام علماء بھی اِلّا ماشاء اللہ تہذیب نفس کے اس راز کو نہیں برتتے- اس تاریک زمانے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشگوئی کے مطابق علمائے امت میں ایک ایسے عالم باعمل کی ضرورت تھی جو من کل الوجوہ قابل اعتماد مصلح اور سنت نبویہؐ کے زیور سے آراستہ' اتباع شریعت کاملہ میں مخلوق کے لئے نمونہ اور حجت ہو اور طریقت کی دشوار گزار گھاٹیوں کا راہبر-

مولانا قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات انہی خوبیوں کی حامل تھی' حرص و ہوس' غیظ و غضب' حسد و بغض' بخل و حب مال'

رعونت، تکبر ونخوت، خود پسندی، درشتی وسختی پاس بھی نہ گذرتی تھی، عبادات کے علاوہ عادات اور امورِ مباحہ مثلاً حرکات وسکنات تک میں سنت مصطفویہ کے اتباع کی فکر رہتی تھی۔ صبر وشکر، اخلاص وصدق، توکل ومحبتِ الٰہی اور رضا بر قضا پر اس درجہ عامل تھے کہ شاید وباید۔ صوری وجاہت، معنوی ہیبت، کریمانہ اخلاق، حکیمانہ اشفاق، مادرانہ ترحم، پدرانہ شفقت، لطافتِ طبع، نظافت وطہارتِ نفس، حسبی شرافت، نسبی نجابت، خاشع وخاضع، مہمان نواز، متواضع، غرضیکہ تمام اوصاف میں یکتائے روزگار تھے۔ بیسویں صدی کا یہ در شہوار بدایوں میں پیدا ہوا اور اپنی نورانیت سے دیوبند، ڈابھیل، بھاولنگر، ٹنڈوالہ یار اور کراچی کو منور کرتا ہوا مرکزِ ثقل یعنی اپنے جد امجد کے سایہ عاطفت میں پناہ گزیں ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میری خوش قسمتی ہے کہ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب کو چھپانے اور اس کی اشاعت کے لئے میری درخواست قبول فرما کر مجھے ہی اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور کتابت کے مصارف کا بیشتر حصہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی نے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ والد صاحب مرحوم جناب خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب اور میرے بڑے بھائی مرحوم صاحبزادہ حاجی حافظ جمیل الدین صاحب کی قائم کی ہوئی حاجی وجیہ الدین چیری ٹیبل ایسوسی ایشن کی وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں کوئی دشواری بھی پیش نظر نہیں ہے۔ میں ایسے حضرات کو بھی اس کتاب نایاب کی اشاعت کی اجازت دے رہا ہوں جن کا مقصد اشاعت دین ہو اور صرف جلب منفعت نہ ہو، بشرطیکہ کتاب من وعن چھاپی جائے اور کوئی حصہ اس کا حذف نہ کیا جائے۔ بہ شمول ''عرض حال''

اللہ تعالیٰ اس پاک ذات کے طفیل ہم سیاہ کاروں کی مغفرت فرمائے اور صاحبزادہ مولوی حاجی حافظ سید آفتاب احمد صاحب کو حقیقی معنوں میں مولانا قدس سرہ کا جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین

ادنیٰ خادم آستانہ
فریدالدین احمد الوجیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرتِ اقدس والد صاحب قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ کی ہلکی سی ایک جھلک

الحمدللّٰہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و امام المتقین و علی الہ و اصحابہ اجمعین

ترجمان السنہ کی جلد چہارم زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کے سامنے اس وقت آ رہی ہے جبکہ اس کے مؤلف حضرت العلامہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں- انا للہ وانا الیہ راجعون

اس جلد میں انہوں نے معجزات پر ایسی محققانہ و عالمانہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کو پڑھ کر ایک صاحب فہم انسان سمجھ لے گا کہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے' اور جب اس کا غور سے مطالعہ کرے گا تو ان شاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات اس طرح صاف ہو جائیں گے جیسے آئینہ ہوتا ہے' اسی لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلد کے طبع ہونے کا بے چینی سے انتظار لگا ہوا تھا' اور بہت مسرور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم کام لے لیا- ان کی مسرت کا اندازہ انھیں کے ان اشعار سے فرمالیں ؎

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو — اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کو
کر لیں اگر قبول تو کیسا شرف ملے — پشتوں کو اس حقیر کی اور اس غلام کو
ہو جائے یہ نصیب تو رہ جائے یادگار — بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو

اور جس طرح بستر علالت پر یہ کام حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے' وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کھلی کرامت ہے' ورنہ اس قدر اہم موضوع جس میں اتنے دقیق وعمیق مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہو' ایسی حالت میں املاء کرانا ممکن نہ تھا- اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سعی کو قبول فرمائے' اور ایسا صلہ عطا فرمائے جو اس کے نزدیک بہتر سے بہتر ہو- آمین- اور مزارِ مبارک کو نور سے بھر دے- ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے' ان کی حیات مبارکہ کا تو ہر پہلو ایسا زریں اور عجائبات پر مشتمل ہے کہ اگر ہر پہلو پر تفصیل و بسط سے کام لیا جائے تو ایک ایک کتاب بن جائے' لیکن اس جگہ نہ اس کا محل ہے نہ گنجائش ہے لہٰذا نہایت مختصر ومجمل طریقہ سے کچھ حالات سپرد قلم کرنا ہی مناسب معلوم ہوا-

زندگی کے ابتدائی حالات ٭ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کاتب ازل نے شہر بدایوں کے حصہ میں لکھی تھی' اس لئے یہ مجسم سعادت وعلم وحکم کا سرچشمہ (۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء) میں وہیں ظہور پذیر ہوا-

میرے دادا صاحب مرحوم ومغفور پولیس آفیسر تھے- اس وقت بدایوں میں تعینات تھے اس جگہ چند سطور ان کی حیاتِ طیبہ

کے متعلق لکھنا بھی ضروری محسوس ہوا- یہی حال ان کے کمالات کا ہے کہ کیا کیا لکھوں- بہت ہی با اخلاق صادق القول والوعد تھے' ان کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ سولہ سال کی عمر سے سفر وحضر کبھی تہجد ناغہ نہیں ہوا- چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے' آخر عمر میں ذکر اللہ اَسی اَسی (۸۰٬۰۰۰) ہزار مرتبہ یومیہ کیا کرتے تھے' تلاوت کلام ودیگر وظائف کے علاوہ سات حج کیے تھے' اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو اس ملازمت کے لحاظ سے محیر العقل معلوم ہوتا ہے اور وفات کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہم نے تم لوگوں کے لئے روپیہ نہیں چھوڑا لیکن تمہارے جسم میں حرام کا ایک پیسہ نہیں لگایا ہے' تمام عمر کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا- اور ان صفات والے انسان سے اس قسم کی مذموم حرکت کب سرزد ہوسکتی تھی- اسی سے آپ ان کی دیانت وامانت کا اندازہ لگالیں- اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ دے- آمین

کرامت بروقت ولادت ✹ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت وقبولیت کے آثار ولادت سے قبل ہی رونما ہونے شروع ہوگئے تھے- ولادت کے وقت لیڈی ڈاکٹر انگریز موجود تھی لیکن ولادت میں تاخیر ہورہی تھی' اس نے بہت سعی کی لیکن سب میں ناکام رہی- آخر کار اس نے کہا کہ اب تو آپریشن کرنا ہوگا جس میں بچہ کا مرجانا ممکن ہے- آخر کار دادا صاحب مرحوم کو اجازت دینی پڑی اور اس نے آپریشن کی تیاری شروع کردی- صرف اتنے وقفہ کے لئے ایک مسلمان سعید دائی آبیٹھی- بس کیا تھا فوراً ولادت ہوگئی گویا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ انگریز کافر کے ہاتھ میں ایسا جسم مبارک جو اتنی صفات کا مالک ہونے والا تھا دے دیا جائے' چنانچہ ان کا ایک مسلمان عورت کے ذریعہ سے دنیا میں آنا مقدر ہوا' یہ ایک کھلی کرامت ہے-

سلسلۂ تعلیم ✹ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی بہت نفیس اور نازک مزاج تھے- حسب دستور پہلے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی' پھر انگریزی تعلیم کے لیے اسکول میں داخل ہوئے- تقریباً میٹرک تک پڑھا تھا کہ تقدیر نے اپنا اصل رخ بدلا اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے نکال کر اپنے اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو دین اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا اسی دین کی اشاعت کے لیے اس پاک روح کو منتخب فرمایا- چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز کے لیے الہ آباد صوبہ یوپی کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے' وہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ تھا اس کو سن کر ایک گیارہ سالہ بچہ نے توفیق ایزدی سے فیصلہ کرلیا کہ انگریزی تعلیم کو ترک کردیا جائے-

علم دین کی طرف رجحان ✹ گھر واپس ہوکر دادا صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں تو دینی تعلیم حاصل کروں گا- دادا صاحب مرحوم کو یہ خیال ہوا کہ یہ وہی بچوں کی طرح بدشوقی ہے چنانچہ انھوں نے کافی سختی اور تادیب سے کام لیا پھر صبح کو دریافت فرمایا اب تمہاری کیا رائے ہے؟ جواب وہی تھا کہ جی عربی پڑھوں گا- وہ ارادہ کیسے تبدیل ہوسکتا تھا جو پختہ عزم کی شکل میں چٹان کی طرح تھا تمام سختیوں کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوا' یہ حالت دیکھ کر دادا صاحب سمجھ گئے کہ یہ واقعی کچھ راز الٰہیہ ہے چنانچہ انھوں نے فوراً محدث عصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا' جس میں پورا واقعہ من وعن تحریر فرمایا- مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظیم کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں' بلکہ آپ کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہزاروں خوشی ومسرت کے ساتھ اس کی

اجازت دینی چاہئے- چنانچہ یہ مجسم سعادت وعلم گیارہ سال کی عمر میں اپنے شفیق والدین سے جدا ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت وشفقت انہی کی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کی تکمیل فرمائی جس میں آٹھ سال صرف ہوئے اور انیس سال کی عمر میں اردو' فارسی عربی تعلیم حاصل کر کے اسی مدرسہ میں مدرس بھی ہو گئے اور دو سال درس دینے کے بعد قسمت نے وہاں سے کھینچ کر دیوبند بحر العلوم رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی گود میں لا ڈالا اور وہاں ان کے نورِ نظر بنے رہے-

درس وتدریس ❋ دارالعلوم جیسے علمی مرکز میں مدرس کے عہدے پر فائز کیے گئے وہاں سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جانا ہوا' جس کی ابتدا انہی متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور آج تک اس جامعہ سے سینکڑوں علماء بن کر نکل چکے ہیں اور یہ سلسلہ الحمدللہ ابھی تک جاری ہے- حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار مرتبہ صحیح بخاری سبقاً سبقاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طالب علموں کی صف میں بیٹھ کر پڑھی ہے حالانکہ اس وقت خود دورے کے مدرس تھے-

احترام استاد ❋ لیکن کمال ادب دیکھئے کہ باوجود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار کے اس طرف نہیں بیٹھے- اس وقت کو کیا کہئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی کبھی اس جگہ بیٹھ کر درس نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اس جگہ سے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قیام بھی دونوں کا اس طرح ساتھ رہا کہ دونوں کے کمرے برابر تھے حتیٰ کہ درمیان میں دروازہ بھی تھا لیکن کمال ادب دیکھئے کہ چار سال کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہنسی تک کی آواز نہیں سنی اور اپنے اس محبوب اور فاضل تلمیذ کو ایسی سند اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر عنایت فرمائی جو فل اسکیپ سائز کے ایک صفحہ پر ہے جو کچھ اس میں تحریر فرمایا ہے وہ ایک محدث کے لیے بجا طور پر قابل فخر ہے میرے علم میں ایسی سند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی تلمیذ کو نہیں عنایت فرمائی جو اتنی طویل اور اتنی خصوصیت کی حامل ہو-

تصنیف وتالیف ❋ اسی دوران میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن ہمام کی کتاب زاد الفقیر پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام مستزاد الحقیر ہے آپ اس نام کی خوبی سے ہی اس حاشیہ کی نفاست کا اندازہ فرما لیں- حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد فیض الباری جیسی اہم تالیف کے لیے قدرت نے حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت انھیں کے سپرد کی گئی- چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ضعیف کاندھوں پر اس اہم کام کو اٹھا لیا اور جس طرح اس کو انجام دیا وہ علمی طبقہ کے سامنے ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادق مضامین وعلمی تقاریر کو اس سلاست اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا کہ اب ایک مطالعہ کرنے والا غور کرتا ہے کہ وہ ادق مضامین کونسے تھے' اور اس دو ہزار صفحات کی کتاب کو ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد صرف دو سال میں مرتب فرمایا گیا- درس کے ساتھ اور اس وقت جبکہ ایک شدید مرض میں مبتلا تھے یعنی دق کے انجکشن لگ رہے تھے اور رات کو کھانسی اس قدر اٹھتی تھی کہ نصف نصف شب بیٹھ کر گذرتی تھی' اس حالت میں چودہ گھنٹے یومیہ کام کرتے تھے- اس کیفیت میں اور اس محنت شاقہ کے بعد یہ علم کا سمندر کوزہ میں بند کیا جو انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے اور اب اس میں سے ہر صاحب ذوق اپنے اپنے ذوق کے موافق موتی چن چن کر فائدہ اٹھا چکا ہے اور اٹھا

رہا ہے- اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا اجر عظیم مرحمت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے- آمین- جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں سترہ سال حدیث کا درس دیا پھر وہاں سے تشریف لے آئے مشیت ایزدی کے تحت اور وہ اس لیے کہ ایک دوسرے مقام پر علم کا دریا بہانا منظور تھا چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھاولنگر تشریف لے گئے جہاں ایک مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور درختوں سے عبارت تھا- گویا کہ اس علمی درس گاہ کی تاسیس بھی انھیں متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور اب وہاں بڑا مدرسہ ہے جس کا نام جامع العلوم ہے' کتب خانہ بھی بہت اچھا ہے تعمیر بھی اچھی خاصی ہو چکی ہے- اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس بھاولنگر کے شہر کو علم کی دولت سے نوازا' اور یہ سب کچھ صرف ایک سال کے قیام کا نتیجہ تھا- اب اندازہ لگایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ بندے کو کس طرح اپنی رحمتوں میں گھیرے گھیرے لئے لئے پھر رہا ہے-

ترجمان السنہ کی تالیف ✽ پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے اور ندوۃ المصنفین جس کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم رفقاء حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے قائم فرمایا تھا اسی کی ایک کڑی بن گئے جس پر اب یہ ادارہ فخر کرتا ہے کہ حضرت' والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت اس کے رکن رہ چکے ہیں' وہاں ترجمان السنہ کا سلسلہ شروع ہوا- اس کتاب کی ترتیب وتبویب سب کچھ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی جانب سے ہے- یہ کتاب اس قدر نفائس وعجائبات سے معمور ہے کہ کیا تحریر کیا جائے' اس کے عنوانات ہی دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے ورنہ یہ کام انسان کا نہیں' اس کام کے لئے کس قدر فہم وذکاوت اور کیسا حافظہ اور کتنا احادیث پر عبور درکار ہے اس کا اندازہ صرف عالم مشتغل ہی لگا سکتا ہے- عنوان ہی لگانا مشکل کام ہے اور پھر اس کے لئے حدیث تلاش کر کے نکالنا یہ کتنا مشکل ہے اس کا بیان اور سمجھانا پھر کار دارد-

پاکستان میں تشریف آوری ✽ ترجمان السنہ کی پہلی جلد تو چھپ گئی لیکن جب دوسری جلد کا نمبر آیا تو تقسیم ہند ہو گئی اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے آئے اب یہاں نہ لائبریری تھی نہ علمی مجالس کا کوئی ذریعہ لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی کتنی دور جا جا کر اور کس قدر محنت شاقہ برداشت فرما کر مطالعہ فرمایا اور اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ کو جاری رکھا- ان کو تو صرف علمی گفتگو یا مطالعہ سے ہی راحت وآرام ملتا تھا جس طرح مچھلی کو سمندر میں خواہ کتنا ہی طوفان کیوں نہ ہو اور خشکی میں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی- بالکل یہی حال حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا-

پاکستان میں دینی مدرسہ کا اجراء ✽ یہ سلسلہ جاری تھا کہ قدرت کو ایک اور اہم ترین کام کی سپردگی منظور ہوئی اور وہ یہ کہ پاکستان جیسی بڑی اسلامی حکومت میں کوئی بڑی دینی علمی درسگاہ نہ تھی' اس کا قیام کس قدر ضروری تھا اس کا احساس ان کو بہت تھا- چنانچہ دیگر رفقاء کی معاونت سے یہ درسگاہ قائم ہوئی جو اب جامعہ اسلامیہ کہلاتا ہے اور تقدیر نے اس علمی مرکز کے لئے ٹنڈوالہ یار کی سرزمین کو پسند فرمایا جس کی تمام تر ابتدائی ذمہ داریاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ہی تھیں- مثلاً چیدہ چیدہ علماء کا جمع کرنا' قواعد کی تدوین کرنا' تمام نظم ونسق چلانا یہ سب کچھ انھیں کے سپرد تھا اور انھوں نے یہ سب کچھ جس حسن وخوبی سے انجام دیا اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے- الحمد للہ یہ علمی مرکز دینی کام بہت اچھی طرح انجام دے رہا ہے-

مدینہ منورہ کی ہجرت ❋ پھر قدرت نے اپنے اس محبوب ترین بندہ کو اُس سرزمین سے نکال کر اس سرزمین مقدسہ پر پہنچا دیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا تھا - یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے' ان کو لکھوں تو پھر طول ہوتا ہے' اس لئے سب کو ترک کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے- غرض یہاں بھی تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور تالیف کے سلسلہ میں ایک نئی جگہ میں جو صعوبتیں ہو سکتی ہیں اُن کا پیش آنا ضروری تھا لیکن پھر بھی قدرت نے بہت مساعدت فرمائی -

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۵۴ء میں حج سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی انگلی شہید ہو گئی اور سر میں بھی زخم آئے اور دائیں ہاتھ میں بہت چوٹ آئی - بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا -تقریباً چھ گھنٹے جنگل ہی میں پڑے رہے پھر خدائی امداد آئی اور چند عرب پہنچے اور انھوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدہ لے جاؤ - کار کا چورا ہو چکا تھا لیکن قدرت خدا انجن بالکل ٹھیک تھا اتفاقاً ہم لوگ جدہ میں موجود تھے فوراً لبنانی ہسپتال میں داخل کیا گیا وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمالیا چونکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ سے جدائی کی تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی جان ہے. بس دسویں ہی دن مدینہ منورہ تشریف لے آئے یہاں بھی علاج جاری رہا-

کرامتِ حسی و معنوی ❋ لیکن تالیف کی طرف توجہ ان معذوریوں کے باوجود رہی اور الحمدللہ تیسری جلد شائع ہو گئی- ترجمان السنۃ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ تقریباً آٹھ گھنٹہ یومیہ حرم شریف میں رہتے تھے اور وہ بھی اس ادب و احترام کے ساتھ جو اس مقام بلند کے مناسب تھا یعنی حرم شریف میں نہ نشست بدلتے تھے نہ گفتگو فرماتے تھے نیچی نظر کئے ہوئے چلتے تھے اور اپنی پوری توجہ حق تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف مرکوز رکھتے تھے-

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ مخلوق خدا کو کس طرح فائدہ پہنچایا جائے - چنانچہ اسی فکر میں مسائل حج کے متعلق ایک نہایت مختصر و جامع رسالہ جس کا نام خلاصہ زبدۃ المناسک ہے مرتب فرمایا' جو بہت عام فہم ہے اور ضروری مسائل سب اس میں موجود ہیں یہ بھی طبع شدہ ہے- اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس وقت اس کا انگریزی اور گجراتی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے اور انگریزی کا تو تیسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے- الحزب الاعظم کا ترجمہ اس قدر عمدہ فرمایا ہے کہ پڑھنے والے کے قلب میں اثر کرتا ہے' یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکا ہے-نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رسالہ جو دراصل ایک حصہ ترجمان السنۃ کا ہے لیکن اُس کو علیحدہ اس نام سے رسالہ کی صورت میں بھی شائع کرایا ہے' چونکہ اس میں نزول کی بحث اس جدید انداز میں کی گئی ہے کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بلا مبالغہ آج تک ایسا رسالہ طبع نہیں ہوا ہے اس کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے اور شائع بھی ہو چکا ہے اسی سلسلہ کا ایک رسالہ قیام ڈابھیل کے زمانے میں تالیف فرمایا تھا اس کا نام ''آوازِ حق'' ہے' یہ بھی طبع ہو چکا ہے کتنے عجائبات پر مشتمل ہے کیا لکھا جائے - ناظرین خود مطالعہ فرما کر اندازہ لگا سکتے ہیں-

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حادثہ کے بعد سے ضعف بہت ہو گیا تھا جس قدر خون نکل گیا تھا اس کی تلافی نہ ہو سکی' اور اب چار سال سے تو بالکل بستر علالت پر تھے' نماز تک لیٹ کر اشارہ سے ادا فرماتے تھے' کھانا بالکل نام کو تھا یعنی روٹی' گھی' مصالحہ' پھل وغیرہ سب بند' بس انجکشن اور طاقت کی ادویہ اور غذا میں اُبلی ہوئی اشیاء استعمال ہوتی تھیں- اتنی شدید علالت میں بھی چوبیس گھنٹے ان کو اسی کا خیال لگا رہتا تھا کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ عَلَیہِ وسلم کو کس صورت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے چنانچہ جواہر الحکم املاء کرانا شروع فرما دی جس کے مضامین بہت اہم اور بہت سہل انداز سے بیان کئے گئے ہیں- تیسرا حصہ تو موجودہ دور کی مشکلات کا حل ہے' اور کمال یہ کہ سب کچھ حدیث ہی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی عنوان قائم کیا گیا اور حدیث نکالی گئی کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ آخری رسول ہیں اس لیے وہ تو قیامت تک کی ضروریات اور مشکلات اور اُن سے بچنے کی سب صورتیں بیان فرما گئے ہیں- یہ صرف ہماری کوتاہ عقلی اور کم فہمی ہے کہ ہم نہ ان کو سمجھتے ہیں نہ اس کی جستجو میں سرگرداں- جن حضرات نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ حیران ہیں کہ یہ کام اس وقت بھی ایک کھلی کرامت کی حیثیت رکھتا ہے' بعض صاحبان نے لکھا کہ ہم اس کو ترجمان السنۃ سے بھی زیادہ اہم تصور کرتے ہیں- الحمد للہ اس کا ترجمہ گجراتی میں شائع ہو چکا ہے اور اس وقت فرانسیسی میں ہو رہا ہے-

پھر جب طبیعت بہت زیادہ علیل ہو گئی تو خیال ہوا کہ سب احباب کو ایک خط لکھوا دیں تاکہ بار بار جواب دینا نہ پڑے اور سب مخلصین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایسی نصائح اس میں تحریر فرما دیں کہ جو ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کا باعث ہوں- چنانچہ اس ارادہ سے قلم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے تو نصیحت نامہ کی صورت اختیار کر لی اور الحمد للہ وہ بھی فوراً طبع ہو گیا اور اس کا ترجمہ انگریزی گجراتی زبانوں میں ہو گیا اور شائع بھی ہو گیا-

پھر کچھ ایام ایسی محویت کے گذرے کہ ہر وقت اشعار فرمایا کرتے تھے جو عجیب وغریب نصائح پر مشتمل تھے اور ایک نعت بھی جو بہت علمی ہے یہ سب علیحدہ علیحدہ شائع بھی ہو چکے ہیں جن کے نام شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم' قسمت کا ستارہ' فریاد مظہر' عزیزوں کے نام دردمندانہ مکتوب ہیں- اس مکتوب کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع ہو چکا ہے- یہ سب کچھ عجیب وغریب نصائح پر مشتمل مجموعہ طبع شدہ ہے جس کو ناظرین پڑھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس قدر دقیق و مشکل مضامین کس سہل انداز میں اور مختصر طریقے سے بیان فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے بغیر ممکن نہ تھے- حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب ہی فنون سے دلچسپی لی تھی مثلاً فقہ' تفسیر فقہ' ادب' منطق' فلسفہ اور علم حدیث میں تو ما شاء اللہ کمال حاصل تھا-

سلسلۂ بیعت ❋ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تصوف میں بھی کامل و اکمل تھے اور اس کے حصول کی ابتداء خانقاہ قدوۃ السالکین حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمٰن عثمانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی- حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا اگر ذکر چھیڑا گیا تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا ان کے نام نامی سے تو ہر شخص واقف ہے اور ان کے کمالات وصفات سے دنیا آشنا ہے الحمد للہ جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع فرمایا تو شروع ہی سے حالات بہت رفیعہ تھے' رکوع وسجود کی تسبیحات کا فیضان علیحدہ علیحدہ محسوس فرماتے تھے اس کی صحت کی تصدیق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی- اس میدان کو

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی پورا طے نہ فرمایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور رخصت ہو گئے - اناللہ وانا الیہ راجعون - اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ مرحمت فرمائے - آمین

پھر انہی کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت فرمائی انھوں نے نہایت شفقت و مہربانی سے اس طرح تربیت فرمائی کہ اولاد سے بھی زیادہ - آپ ان کی محبت و شفقت کا اندازہ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کا اندازہ بھی اُن کے اس فرمانِ مبارک سے لگالیں فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دریافت کرے گا کہ کیا لائے ہو تو میں مولانا محمد بدر عالم سلمہ کو پیش کر دوں گا -

مسند رشد و ہدایت پر فائز ہونا ✵ اور اسی پر بس نہیں بلکہ خلافت خاصہ سے بھی سرفراز فرمایا - حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس درجہ کے بزرگ تھے اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے وہ ایسے باکمال اور صاحب تصرف بزرگ تھے کہ میری نظر سے آج تک ایسا بزرگ نہیں گذرا' ان کا ہر عمل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنت پر تلا ہوا ہے اور ان کی مجلس میں بے کار باتوں کی تو گنجائش ہی نہ تھی' ایسے بااخلاق اور مجسم محبت و مروت تھے کہ انسان ایک مرتبہ ملاقات کر کے فریفتہ ہو جاتا تھا - اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجاتِ عالیہ مرحمت فرمائے ع

کیا کیا لکھوں صفات کہ ہر شان ہے نئی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض کا زمانہ جس قدر طویل ہو گیا اتنا ہی ضعف و نقاہت بھی بڑھتی گئی - اتنے طویل مریض کا مزاج کیسا ہو جاتا ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی - ایسے خوش اخلاق تھے جس کا تحریر کرنا مشکل ہے اور اللہ و رسول کی محبت و معرفت کا ایسا جام پیے ہوئے تھے کہ نہ پوچھئے' چہرۂ مبارک ایسا منور و بشاش تھا کہ دیکھنے والا یہ اندازہ ہی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ آدمی مریض بھی ہے یا نہیں' ایسے نفیس مزاج مجسم محبت اور ایسے قدر دان کہ ہماری والدہ مرحومہ مغفورہ کے وصال کے بعد شادی ہی نہیں کی جن کے وصال کو پچیس سال گذر چکے تھے اور ان میں کیا صفات ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی برگزیدہ ہستی کے لیے رفیقۂ حیات تجویز فرمایا تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس مرحمت فرمائے - آمین

اس سے ان کی محبت و مروت کا اندازہ فرمالیں اور ہم تینوں بچوں پر کیسی شفقت ہوگی کہ اس اندیشہ سے کہ ہم کو کہیں تکلیف نہ ہو دوبارہ شادی نہ کرنے کا سبب تھا - جب ہماری والدہ مرحومہ کا وصال ہوا تھا تو ہم سے فرمایا تھا کہ میں تمہاری والدہ اور والد دونوں کا کام کروں گا ان شاء اللہ اس کو کس طرح پورا فرمایا اس کا بیان کیا کروں - اللہ تعالیٰ ان کے ایسے درجات بلند فرمائے جو ہمارے خیال وفہم سے بالاتر ہوں - آمین

آخری عمر کے معمولات ✵ اب آخر میں قرآنِ کریم کا ترجمہ سماعت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خیال تھا کہ تفسیر کا مطالعہ کروں لیکن اندازہ ہوا کہ انسان تفسیر میں لگ جاتا ہے اور تفسیر اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حائل بن جاتی ہے' اس لئے اب صرف ترجمہ پر کفایت کرتا ہوں' ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جس کو سماعت فرماتے تھے' حجاج کرام کی جب آمد ہوتی تھی تو عصر کے بعد درس کی صورت ہو گئی تھی' سینکڑوں حجاج کرام مستفیض ہوتے تھے' غرض یہ کہ لیٹے لیٹے بھی مخلوق خدا

کی فیض رسانی کی فکر فرماتے رہے، علاج مسلسل تھا، ڈاکٹر صاحبان اتنی محنت سے منع کرتے تھے لیکن فرمایا اگر اس طرح جان بھی نکل جائے تو کیا غم بس ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وفات سے چند ہفتے قبل عالم آخرت نظر آنا شروع ہوگیا تھا فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم کو بتلا دوں تو برداشت نہیں کرسکتے، اسی طرح ایسی خوشبو محسوس فرماتے تھے جو کہ یہاں کے عطروں میں نہیں، ہم سے فرماتے دیکھو کتنی نفیس خوشبو آ رہی ہے، ہم عطر لاتے کہ دیکھئے ایسی، فرمایا نہیں، ہم کو کیا خبر تھی کہ یہ وہ مہک تھی جو بساتین جنت سے آ رہی ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کون سا مکان ہے، یہ کوئی دوسری بہت عمدہ کوٹھی ہے، وصال سے ایک ہفتہ قبل میری چھوٹی ہمشیرہ کو کراچی سے بلوالیا تھا، اس طرح انہوں نے اپنے تینوں لخت جگروں کو جمع فرمالیا تھا کہ ان کو غم کی تکلیف دور رہ کر نہ ہو، اب ان کی محبت کا کیا بیان کروں۔

وصال مبارک ✲ بالآخر ۵؍رجب المرجب ۸۵ھ ۲۹؍اکتوبر ۶۵ء شب جمعہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے برضاء وتسلیم جان جانِ آفرین کے سپرد کردی اور لقاء اللہ کو اختیار فرمالیا، من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وفات کے بعد چہرۂ مبارک اس قدر منور اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے، اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ اس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہ دینا ناممکن ہے، جمعہ کی نماز کے بعد نمازِ جنازہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا ہوئی، جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے، اور اب جنت البقیع میں امہات المؤمنین کے عین قدموں میں ان کی آخری آرام گاہ ہے اور اس کی ان کو بہت تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی، حقیر قبر کے اندر تک ساتھ رہا، یہ ان کی اس تمنا کا اندازہ انہی کے اشعار سے کرلیں ؎

ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمرؓ کے تھی
ہو جائے گر نصیب غلامِ غلام کو

اس طرح یہ بدرِ کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا تھا، عالم دنیا میں غروب ہوگیا اور عالم آخرت میں طلوع ہوا اور وہ منبع علم وفیض وبرکات جس سے مخلوق خدا فیض یاب ہو رہی تھی ظاہری طور سے بند ہوگیا، اور ہم اس عالم میں اس کے دیدار سے بھی محروم ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○

آخر میں اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنے ذمہ فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے ان کتب کی اشاعت میں بڑے جذبہ وشوق

وذوق سے کام لیا ہے آنفۃ الذکر کتب میں یعنی جواہر الحکم' نزولِ عیسیٰ انگریزی' الحزب الاعظم کا ترجمہ' نصیحت نامہ' خلاصہ زبدۃ المناسک' اشعار وغیرہ ان سب کو خان بہادر حاجی محمد وجیہ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ہمت اور پورے جذبہ وخلوص وللّٰہیت سے شائع کرایا جس میں تجارت کا کوئی شائبہ بھی نہیں' ماشاء اللہ اس کا صلہ ان کو دنیا میں بھی مل گیا اور وہ یہ کہ وہ آج اس سرزمین مقدسہ یعنی مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور مغفرت فرمائے' آمین' اب ان کے خلف الصدق حاجی حافظ فریدالدین احمد صاحب اسی جذبہ وشوق سے اس کام میں مصروف ہیں اور ترجمان السنۃ جلد چہارم کی طباعت کا سہرا اس وقت انھیں کے سر ہے' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین ودنیا میں بہترین اجر مرحمت فرمائے' آمین' ان کو بھی دنیا میں ایک صلہ یہ ملا کہ وہ حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے قبل مدینہ منورہ حاضر ہو گئے اور وفات کے وقت یہاں موجود تھے' یہ اتنی بڑی سعادت ہے' جس کا حاصل کرنا اپنے قبضہ میں نہ تھا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ ایک قطعۂ تاریخ وفاتِ حسرت آیات بھی لکھتا ہوں جس کو ہمارے محترم جناب ناصر علی وجدی صاحب نے کہا ہے' بہت مخلص ومحبت کے انسان ہیں'

باغ جہاں سے سوئے خلدِ بریں گئے وہ
خلق خدا کے حق میں تھے رحمتِ خدا جو
تاریخِ رحلت ان کی پوچھے جو کوئی تم سے
وجدی تم ارتحالِ قدسی صفات کہہ دو
۱۳۸۵ھ

﴿و اخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین﴾

آفتاب احمد
ابنِ حضرت العلامہ السید محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہٗ
نزیل مدینہ منورہ'
۲۰؍شعبان المعظم ۸۵ھ، یوم الاثنین'
۱۳؍دسمبر ۱۹۶۵ء

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ علی النبی الامی الذی لا نبی بعدہٗ

امابعد ' اس خدائے وحدہ لاشریک لہ کا کس زبان سے شکر ادا کروں' جس نے ایک بے بضاعت اور معذور در معذور کے قلم سے ترجمان السنۃ کی تیسری جلد بھی پوری کرادی' اور الحمدللہ کہ وہ طبع ہو کر مدتیں گذریں کہ مسلمانوں کے سامنے آ چکی' کیا کہیئے کہ قلم کے اس درماندہ مسافر نے ابھی کچھ دم نہ لیا تھا کہ بے سوچے سمجھے چوتھی جلد کی تالیف میں اپنا قدم ڈال دیا' ابھی وہ چند قدم ہی چلنے پایا تھا کہ ایسے عوارض میں گھر گیا کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون اس کے سامنے آ گیا' آخر تھک کر اس کو راستہ پر ہی بیٹھ جانا پڑا' اب ادھر شدتِ علالت ایک قدم اٹھانے سے مانع تھی اور ادھر حرص و شوق کا یہ عالم تھا کہ اس کٹھن منزل کو بن پڑے تو چشم زدن میں طے کر ڈالا جائے' اسی فکر میں بستر علالت پر کروٹیں بدلتا رہا اور آئندہ چلنے کی مختلف راہیں سوچتا رہا تو خیال میں یہ آیا کہ گذشتہ جلد میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ' ان کی شخصیات کے تعارف کے لئے پیش کیا گیا تھا تا کہ مادی عقول کچھ نہ کچھ یہ اندازہ لگا سکیں کہ ایک طرف اگر وہ اپنی بشریت میں کامل ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام بشری خصائل سے کتنے ممتاز اور بلند بھی ہوتے ہیں۔

اس کی مزید تشریح کے پیش نظر اب چوتھی جلد کے لئے جو مضمون ذہن میں آیا' وہ معجزات ہی کا مضمون تھا' کیونکہ ہمیشہ جو تعارف انبیاء علیہم السلام کو عوام الناس سے ہوتا رہا ہے' وہ عام نظروں میں اسی راہ سے حاصل ہوتا رہا ہے' اس کو کیا کیجئے کہ یہاں عہد قدیم میں جہل و عناد ان سے فائدہ اٹھانے میں ایک سدِ سکندری بنے رہے اور آج اس مادی دور میں مادی لہریں ان کی حقیقت سمجھنے میں حائل ہیں۔ تعجب ہے کہ یہاں بعض وہ اہل علم بھی جو اس مسئلہ کو قریب الی الفہم بنانے کے لئے باہر نکلے تھے وہ چلتے چلتے خود کہیں سے کہیں جا نکلے ہیں' بلکہ خود بھی وہ منکرینِ معجزات کی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں' جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے یہ نکل جاتا ہے کہ
ع مسیحا آپ ہی بیمار ہے۔

ہمیں تعجب ہے کہ جو معجزات سب سے زیادہ بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں' ان کو تو خود قرآن کریم نے اپنے بیان معجز نظام میں سمیٹ لیا ہے اور جو ان سے کچھ کمتر ہیں وہ صحیحین کے مختلف ابواب میں منتشر طور پر مدون ہو چکے ہیں' اب رہے وہ جو مادی عقول کے سامنے بھی چنداں مستبعد نہیں وہی ہیں' جو متوسط درجے کی حدیثوں میں مذکور ہیں' پھر معلوم نہیں کہ ان کے گلے پر بے رحمی کے ساتھ تاویلات کی چھری پھیرنے سے کیا فائدہ لیکن جب ایک انسان قرآن کریم کی صریح آیات اور صحیح سے صحیح حدیثوں کی تاویلاتِ بعیدہ کرنے سے بھی نہ ہچکچائے وہ بھلا ان حدیثوں پر کب رحم کھانے والا تھا' ہم نے تو اس باب کو جب کبھی اپنی صحت کے زمانے میں اٹھا کر دیکھا تو قدرتِ مطلقہ کے ان ظاہر و باہر نشانات کے سامنے بے اختیار سرنگوں ہو جانا پڑا' اور کیوں نہ ہوتا' جب

عقول اس سبق کو سمجھ لیں جو سب سے مشکل ہے، یعنی اعتقاد الوہیت اور نبوت تو اس کے بعد پھر معجزات کا سمجھنا کیا مشکل ہے، ہم گذشتہ جلد میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جس نے معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش کیا ہے، اس کو خدائے تعالیٰ کی قدرت ہی میں شاید تردد ہے، اسی کا شکوہ حسب تقریر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ، میں فرمایا گیا ہے جس کی مفصل تقریر تیسری جلد میں گذر چکی ہے۔

اب ہمارے سامنے ایک فریق تو یہ ہے اور دوسرا وہ جس نے چن چن کر صرف انہی معجزات سے اپنی محلفوں کو گرم بنا رکھا ہے، جو یا تو موضوع ہیں یا خود محدثین معروفین کے نزدیک ناقابل التفات ہیں، اب ان متضاد خیالات کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے قلم اٹھانا کتنا مشکل ہے، لیکن ترجمان السنۃ کا مقصد شروع ہی سے نہ کسی کی بے وجہ دلداری ہے نہ بے جا دل آزاری، اس کا مقصد وحید مسلمانوں کے برباد شدہ عقائد کی پورے انصاف واعتدال کے ساتھ اصلاح کرنی ہے اور بس، اس لئے اس جلد میں بھی اسی مقصد کو سامنے رکھ کر قلم اٹھایا گیا ہے، اس سے قطع نظر کہ کوئی اس کے بیان سے اتفاق کرے گا یا اختلاف، مدح کرے گا یا قدح،

ع مانمی خواہیم ننگ و نام را

اس لئے اس جلد میں معجزات کی صحیح صحیح حقیقت بلا رو رعایت صاف صاف بیان کردی گئی ہے اور اس کی تفہیم میں ذرہ برابر بھی کسی ادنیٰ سی لچک کو برداشت نہیں کیا گیا کیونکہ صرف منکرین کی خاطر صحیح بات کو قلم دبا دبا کر لکھنا نہ تو معجزات کی حقیقت ہی کو پورا پورا واضح کرتا ہے اور نہ منکرین ہی کے لئے کسی تسلی و تشفی کا باعث ہوسکتا ہے، اسلام کسی کی ادنیٰ سی رعایت کرنے کا نام مداہنت رکھتا ہے، چنانچہ صاف الفاظ میں فرماتا ہے، ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الحجر: ۹۴) کسی شخص یا طائفہ کا نام لے کر نہیں فرمایا گیا۔

ترجمان السنۃ کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرما سکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم رد و قدح کرنے سے ہمیشہ کتنا بچ بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس جلد میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے، مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے وہاں بادل ناخواستہ کچھ ارشادات کردیئے گئے ہیں۔ جس کے لئے ہم اس مذاق کے قارئین کرام کے سامنے یہ شعر پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں۔

رکھنا غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ ترجمان السنۃ کا قدم جتنا آگے بڑھتا گیا، اس کی جولانگاہ کا میدان اتنا ہی اور زیادہ تنگ ہوتا چلا گیا، اب یہ جلد جو اہم تر مباحث پر مشتمل ہے وہ پانچ سال کے بعد ان حالات میں آپ کے سامنے آرہی ہے، جبکہ مؤلف تین سال سے خود صاحب فراش ہے، صرف گذشتہ غیر مرتب مسودہ ہی کو پیش کر کے اپنے سر سے ایک بڑی ذمہ داری کا بار کسی قدر ہلکا کردینا چاہتا ہے اور اس امید پر پیش کرتا ہے ۔

و ذلک فی ذات اللہ و ان یشاء یبارک علی اوصال شلو ممزع

ہم نے سب سے اول یہاں ان معجزات ہی کو ذکر کیا ہے جن کو معجزات کی تاویل کرنے والوں نے جھوٹ و افتراء اور خرافات کے علاوہ اور نامعلوم کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے بلکہ ان کے مصنفین پر بھی جو تیسری صدی سے لے کر چھٹی صدی تک سب

کے درمیان مسلم شخصیات بار زہ رہی ہیں' خوب ہاتھ صاف کیا گیا ہے' مجھ جیسے بے بضاعت کو تو ان الفاظ کے نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی' انہی سے ہم نے سب کچھ سیکھا' پھر ان پر بے وجہ آوازے کسنا ہمارے نزدیک ایک جرم عظیم ہے' آپ کو ان مؤلفین کی اسانید پر اُن کے احکام کو دیکھ کر یہ اختیار ہے کہ ان احادیث کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں' لیکن یہ خود ہی انصاف فرمالیں کیا اس درجہ کی حدیثوں پر جھوٹ اور افتراء کا حکم لگایا جا سکتا ہے' میرا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جائے' لیکن اب یہ ذخیرہ یوں ہی لکھا ہوا جوں کا توں آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے' جن میں استیعاب کا ارادہ تو کیا ہوتا ترتیب بھی قائم نہ رکھی جا سکی - صرف مشتے نمونہ از خروارے' جو معجزات زیر قلم آ چکے تھے وہی پیش کر دیئے گئے ہیں اور جو بطور یاداشت کتب' اور صفحات میں مقید تھے' ان کو بصورت تفصیل پیش نہیں کیا جا سکا' یہاں ہم نے ان معجزات کی ایک فہرست بھی پیش کر دی ہے' جو گذشتہ جلدوں میں ضمنی طور پر آ چکے ہیں' حالانکہ گذشتہ جلدوں کے موضوع کا معجزات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا مگر اس کو کیا کیجئے کہ معجزات حدیثوں میں اس طرح جا بجا مذکور ہیں کہ ان سے حدیثوں کا خالی کرنا ناممکن ہے' پھر اسی پر دوسری کتب کو قیاس کر لیں کہ ان کے بھی متفرق ابواب میں معجزات کے دریا کس طرح بہہ رہے ہوں گے' جو متفرق ابواب میں بکھرے ہونے کی وجہ سے نظروں میں نہ آ سکے' ایک صحیح بخاری ہی میں از اول تا آخر بڑے سے بڑے معجزات ذکر میں آ گئے ہیں' اگر چہ امام موصوف نے علامات نبوت کا باب اس میں بہت مختصر پیمانے پر لکھا ہے' یہ اختلاف زمان اور موضوع کا باعث ہے' معجزات کی قلت اس کا سبب نہیں' صحابہ و تابعین کی نظریں اٹھیں تو سب سے پہلے احکام کے موضوع کی طرف اٹھیں' قرآن کریم کے ہوتے ہوئے ان کے لئے کوئی اور معجزہ ایسا نہ تھا کہ جس کا ان کی نظر میں اتنا اہتمام ہوتا' کیونکہ وہ بڑے سے بڑے معجزات کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے تھا' دیگر معجزات ان کے لئے روزمرہ کی بات تھی' افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ احادیث معجزات پر جس طرز پر نوٹوں کے لکھنے کی تمنا تھی وہ دل کی دل ہی میں رہ گئی' لیکن یہ کرشمہ قدرت ہے کہ اس نے حسب دستور اہم مقالات کا حصہ صحت کے زمانہ میں پہلے ہی لکھوا دیا تھا' جن کے بعد اب حدیثوں پر تفصیلی نوٹوں کی ضرورت ہی کم باقی رہتی ہے' اہل فہم و بصیرت کے لئے ان ہی کی روشنی میں معجزات کو پڑھ لینا انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا' یہ موضوع اگر چہ ہمیشہ سے اہل علم کے زیر قلم آتا رہا ہے' لیکن ان ژولیدہ خیالات کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود ہی فرمالیں گے کہ کیا اس میں جدید اضافات اور معلومات مہمہ ہیں یا صرف ان ہی فرسودہ خیالات کو دہرایا گیا ہے' اس مقالہ میں ضمنی مختصر عنوانات کے علاوہ خاص خاص ضرورتوں کے پیش نظر کچھ خاص عنوانات بھی آپ کی نظر سے گذریں گے' جو انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لئے بہت موجب بصیرت ثابت ہوں گے۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ یہاں وقت کے اس مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے کہ مآثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سلف کی نظروں میں کیا رہی ہے جس کا تذکرہ پانچویں جلد میں مفصل ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا - کیونکہ یہاں عام مسلمان افراط و تفریط میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں' اس کے بعد کچھ کرامات صحابہؓ کا ذکر کیا گیا ہے' جس کو لوگوں نے صرف صوفیاء کے ساتھ خاص سمجھ لیا ہے اس کے بعد پھر امام مہدی علیہ السلام اور دجال کے متعلق وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں' جو صحیح بخاری و مسلم جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور بہت سے مسلمانوں کے کان تک ان سے ناآشنا ہیں۔

امتنان وتشکر

سب سے پہلے مجھے مولانا مکرم جناب سراج الحق صاحب الٰہ آبادی کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے جنھوں نے اپنے حج کے قیمتی ایام کسی سابق تعارف کے بغیر ان بکھرے ہوئے اوراق کی ترتیب دہی کے لئے وقف فرمائے اور بڑی سخاوت کے ساتھ ان اہم کاغذات کو مرتب فرما کر ایک جگہ کر دیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے احادیث کا ترجمہ بھی فرمایا' اس کے بعد عزیزم حافظ انصار فرید صاحب سلمہ نے اپنی نوعمری کے باوجود کتاب کے سو صفحات کا فل اسکیپ سائز پر حک و فک سے لبریز مقدمہ بڑی دلچسپی کے ساتھ مجھ کو سنایا اس کے بعد بقیہ حصص کے سنانے میں جو احادیث نبویہؐ پر مشتمل تھے' عزیز القدر حافظ مولوی آفتاب احمد سلمہ نے حصہ لیا' پھر عزیزم حافظ اسمٰعیل بلبلیہ سلمہ نے میری ہدایات کے موافق کتب احادیث اور اقتضاء الصراط المستقیم کی مختلف عبارات لکھیں' اس لئے یہ منتشر اوراق میری موجودہ حالت میں مختلف اشخاص کی مدد سے جمع ہو گئے' **فجزاھم اللّٰہ تعالٰی خیرا**۔

اتفاق یہ کہ اس اہم جلد کا مقدمہ میں اپنی پنج سالہ علالت سے قبل ہی بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی کے بعد ضبط تحریر میں لا چکا تھا' اگرچہ علمی ہوس کبھی بھرا نہیں کرتی' تاہم جس حالت میں یہ مقدمہ سو صفحات کے اندر موجود ہے' اسی کو کتاب کی جان سمجھنی چاہیے' اس کے بعد تشریحی نوٹوں کی کوئی حاجت نہیں رہتی' تاہم کہیں کہیں ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں اور ان میں ضروری مسائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے گئے ہیں' جو امید ہے کہ اہل فہم و بصیرت کے لئے بہت کافی ہوں گے۔

ضروری گذارش

یہ گذارش کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی مشہور کتاب الجواب الصحیح سے ماخوذ ہے' آج سے دس سال قبل میں نے یہ کتاب ایک عالم سے مستعار لی تھی' پھر ضروری نشانات کر کے اس میں سے بہت سے معجزات اور ضروری عبارات کی نقول بعض علماء کی معرفت کرالی تھیں' اس کے بعد کتاب صاحب کتاب کو واپس کر دی تھی' اس لئے اس وقت ان ضروری عبارات کی نقول اور احادیث کے مقابلہ کرنے سے معذوری رہی۔ ہوسکتا ہے کہ ان احادیث میں بعض مقامات پر کوئی لفظی تغیر ہو گیا ہو' اس لئے قارئین کرام سے ان اسقام کی معذرت کر دینی ضروری ہے یہ جلد جس درجہ اہم ہے' اسی قدر میری انتہائی معذوری اور ضعف کی حالت میں آپ کے سامنے آ رہی ہے' اس لئے ہر ہر قدم پر آپ کو مؤلف کی معذوری اپنے سامنے رکھنی چاہئے' حالات کچھ ایسے ہیں کہ اب اس میں زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں ہے' اس لئے بعد انتظار بسیار یہ مسودہ کسی ترمیم و اصلاح کے بغیر بلا کسی نقش و نگار کے یوں ہی اپنی بگڑی ہوئی صورت لے کر آپ کے سامنے حاضر ہو رہا ہے۔

محمد بدر عالم عفی اللہ عنہ
نزیل المدینۃ المنورہ

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

"الایات البینات اعنی بھا المعجزات و خوارق العادات و ھی باب جدید لمعرفۃ رب العالمین یفتح علی ایدی الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوات والتسلیم"

"معجزات رب العالمین کی معرفت کا ایک جدید دروازہ ہیں جس کو صرف انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر کھولتے ہیں"۔

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام اس عالم میں تشریف لا کر عالم انسانی کو ایک ایسے غیر محسوس عالم سے خبردار کرتے ہیں جو عام نظروں میں صرف غیر محسوس ہی نہیں ہوتا' کچھ غیر معقول بھی ہوتا ہے وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس عالم کے ماوراء ایک دوسرا عالم بھی ہے' جو اس سے کہیں زیادہ وسیع' کہیں زیادہ پائیدار اور پر از عجائبات ہے اور یہ تمام عالم ایک ایسی ہستی کی مخلوق ہیں جو ان سب سے ماوراء ہے جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ کا وجود و عدم ہے۔ اس عجیب دعویٰ کے ساتھ وہ دوسرا عجیب دعویٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ اس "وراء الوراء" ہستی کی جانب سے وہ اس کے پیغمبر ہیں اور اب دارین کی فلاح و صلاح صرف ان ہی کی اتباع میں منحصر ہے۔

چونکہ انسان ہمیشہ سے صرف اپنے مشاہدات و تجربات پر یقین کرنے کا عادی رہا ہے اور محض عقلی طور پر کسی بات کا وہ اگر یقین کرتا بھی ہے تو اسی کا' جو اس کے مشاہدات کا ثمرہ ہوتی ہے' اس لئے رسولوں کے ان غائبات پر جزم و یقین حاصل کرنے کے لئے وہ کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقہ کا متلاشی رہتا ہے' اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہاں کوئی ایسا طریقہ موجود نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ دعوت انبیاء علیہم السلام کی فوری تصدیق کرنے میں کچھ معذوری سی محسوس کرتا ہے' اس لئے یہ ضروری ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر دنیا کے سامنے ایک "جدید طریقہ استدلال کا آغاز کریں جو عالم غائبات" پر ایمان لانے کے لئے انسانی فطرت کو بہت آسانی کے ساتھ مطمئن کر سکے اور وہ یہی کہ ان کی فطرت کے مطابق ایسے دلائل پیش کر دیں جن کا تعلق "مشاہدات" ہی سے ہو' ان ہی کا نام "معجزات و خوارق عادات" ہے۔ جب ایک سلیم الفطرت انسان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیتا ہے کہ اشیاء میں خواص و تاثیر کا جو اصول اس نے اپنے ذہن سے تراش رکھا تھا وہ خود باطل تھا تو اب اس میں ایک ایسی بالاتر طاقت کے تسلیم کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے' جو خود مادہ کا خالق ہو اور اس کے تمام خواص کا بھی خالق ہو' اور چونکہ ایک مشاہدہ دوسرے مشاہدہ کی تکذیب کر سکتا ہے اس لیے اس کو یہ یقین کر لینا آسان ہو جاتا ہے کہ جس طرح مادہ کے یہ خواص مادہ میں کسی کی قدرت کی جانب سے پوشیدہ رکھے گئے تھے اسی طرح اسی کی قدرت سے سلب بھی ہو سکتے ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ اس میں تمام "غائبات"

پر یقین لانے کا رجحان پیدا ہونے لگتا ہے اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ اس کے دماغ میں ان سے کوئی انحراف باقی نہیں رہتا۔

پھر جب وہ یہ دیکھ لیتا ہے کہ ان عجائبات کا رشتہ ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مربوط ہے تو اب اس کے لیے ان کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کرنے اور غیب کے صحیح ترجمان ہونے میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر معجزات وخوارقِ عادات بھی ''عالم اسباب'' ہی کے محکوم ٹھہریں تو پھر جس طرح تمام عالم ان ہی کے اردگرد حرکت کر رہا ہے یہ بھی اسی جنس کی ایک نوع ہوں گے جن کا راز اگر آج نہیں تو کل فاش ہو کر رہے گا۔ جنھوں نے خوارقِ عادات کو ''نوامیس طبیعیہ'' ہی کے تحت لانے کی کوشش کی ہے' انھوں نے اس طرف نظر نہیں کی کہ اس صورت میں پھر معجزات وخوارق کو ''آیات ودلائل'' نبوت ٹھہرانے کا مطلب کیا رہے گا۔ اگر قادرِ مطلق کی قدرت کا متلاشی اس کی قدرت علی الاطلاق کے مظاہر کا مشاہدہ کرنا چاہے تو آخر وہ کہاں جا کر کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ''احیاء واماتۃ'' کے معجزات کا جابجا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ ان واقعات کی تصدیق کرنے والا دیگر خوارقِ عادات کی بھی تصدیق کر سکے جنھوں نے ان حقائق کی قرآن کریم میں بھی تاویل کر ڈالی ہے۔ انھوں نے قدرت علی الاطلاق کے ان مظاہر کے مٹانے کی کوشش کی ہے۔

معجزات وخوارق کا صحیح عنوان ''آیات وبراہینِ نبوت'' ہے ✵ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں بہت اصرار کے ساتھ اس پر زور دیا ہے کہ معجزات وخوارق کا صحیح عنوان ''آیات وبراہین'' ہیں اور یہی عنوان قرآن کریم اور سلف نے اختیار فرمایا ہے اور معجزہ کی صحیح حقیقت سمجھنے کے لیے یہی تعبیر بہت آسان بھی ہے۔ لفظ آیت کا ترجمہ ''علامت اور نشانی'' ہے تو اب یہ ایک بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جس طرح ہر شے کی شناخت کے لیے کچھ مخصوص علامات ہوتی ہیں' جس سے وہ شے بہت جلد اور آسانی کے ساتھ پہچان لی جاتی ہے' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسی ''علامات ونشانیاں'' ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر بآسانی ان کی نبوت ورسالت کا یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ بس ان ہی کا نام ''آیاتِ نبوت'' ہے اور چونکہ یہ علامات ان کے ''فرستادۂ الٰہی'' ہونے کا بین ثبوت ہوتی ہیں' اس لیے قرآن کریم نے ان کا نام ''برہان'' بھی رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''عصا'' اور ''ید بیضاء'' کے دو معجزات عطا فرما کر ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَذٰلِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (القصص: ۳۲) لیکن یہ ظاہر ہے کہ علامت اور جس چیز کی وہ علامت مقرر ہو' اس کے درمیان کوئی خصوصیت ہونی چاہیے تاکہ اس علامت کو دیکھ کر فوراً اس دوسری چیز کا یقین حاصل ہو سکے' منطق کی اصطلاح میں ایسی علامت کا نام ''خاصہ'' ہے۔ مثلاً ہم افق کی سفیدی کو دیکھتے ہیں تو فوراً طلوع نہار کا یقین حاصل کر لیتے ہیں' اسی طرح افق پر تاریکی نمودار ہوتی ہے تو اس کو دیکھتے ہی ہم کو شب کی آمد کا یقین ہو جاتا ہے' پس جس طرح ان محسوسات اور ان کی علامات کے درمیان ایک ایسا محکم ''ربط'' موجود ہے کہ ایک کے وجود سے دوسرے پر استدلال کرنا معقول سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ''نبوت ورسالت'' اور ان کی ''علامات وآیات'' کے درمیان بھی کوئی ایسا خاص ''ربط'' موجود ہو جس کو دیکھ کر ایک مادہ پرست کے لیے بھی نبوت ورسالت کی معرفت کا دروازہ کھل جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی ورسول کی ہستی خود اگرچہ محسوس اور مشہود ہوتی ہے' لیکن اس کی نبوت ورسالت یہ محسوسات اور مشاہدات میں داخل نہیں۔ یہ ایک ''غیبی'' حقیقت ہے اس لیے جو چیز اس کی علامت اور نشانی کی حیثیت سے مقرر کی جائے' اس کو بھی ''عالم غیب'' سے کوئی

صاف علاقہ ہونا چاہیے خود مادہ اور مادہ کے خواص میں یہ صفت موجود نہیں - وہ سب ایک عادی نظام کے تحت ہوتے ہیں اس لیے ان کو دیکھ کر نبوت کے اقرار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوتا - لہٰذا قدرت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ ایسے خارق عادات افعال بھی ظاہر فرماتی ہے' جن کو فطرت انسانی ''نوامیس طبیعیہ'' سے خارج دیکھ کر ایک دم چونک پڑتی ہے اور ان کے اسباب وعلل کی جستجو میں پڑ جاتی ہے اور جب ان کو ''اسبابِ عادیہ'' سے خارج دیکھتی ہے تو اس میں کسی ''غیبی طاقت'' کے اقرار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے - علم کلام کی اصطلاح میں ایسے ہی افعال کا نام ''معجزات'' ہے اگر یہ بھی ظاہری علل واسباب کے مطابق ہوں تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط وعلاقہ کی دلیل کیوں کر بن سکتے ہیں؟ کفار اُن کو دیکھ کر آج نہیں تو کل یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے تھے - اسی لیے انبیاء علیہم السلام یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ جتنے معجزات ان سے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب ان کی قدرت سے نہیں' بلکہ ''خدا کی قدرت'' سے ہیں - امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان کا عنوان ''علاماتِ نبوت'' رکھا ہے اور جن مؤلفین نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں انھوں نے اپنی مؤلفات کا نام ''دلائلِ نبوت'' رکھا ہے -

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''معجزہ'' کے عنوان سے یہاں بہت سی الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں جو سینکڑوں صفحات لکھنے کے بعد بھی سلجھ نہیں سکیں' ہم یہاں ان سب مباحث کا نقل کرنا موجبِ طوالت سمجھتے ہیں' بالخصوص جبکہ بڑی بڑی بحثوں کے بعد بھی اربابِ قلم کا قلم کسی ایک رائے پر جم نہیں سکا' کوئی کہتا ہے ''معجزہ'' اگرچہ ان ہی اسباب وعلل کی ایک کڑی ہوتی ہے' مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ان اسباب کا علم ہم کو اس وقت بھی حاصل ہو - ہوسکتا ہے کہ آئندہ زمانے میں اس کے اسباب ہم کو معلوم ہو جائیں'' اور کسی کا خیال ہے کہ ''وہ اس سلسلۂ اسباب ہی سے باہر ہوتا ہے'' پھر ان بیانات کے ضمن میں جو جو مقدمات استعمال کئے گئے ہیں' ان سب کی انتہا بھی صرف تجربیات اور ظنیات پر ہے' بلکہ کسی کسی نے تو یہاں تک بھی لکھ ڈالا ہے کہ ''معجزات کا وجود خارج میں تسلیم کرنا ہی کیا ضرور ہے - ہوسکتا ہے کہ صرف مخاطبین کے ذہنوں میں اس کی ایک صورت قائم ہو جاتی ہو اور دیکھنے والا اس کو یہ سمجھتا ہو کہ یہ اس کا خارجی وجود ہے'' - ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سب کارخانہ ''وجود خارجی'' کے ساتھ قائم ہے' پھر ان کی دعوت کے مخاطبین بھی سب خارج میں موجود ہوتے ہیں اور ذہنی وخارجی وجود میں بدیہی فرق بھی سمجھتے ہیں پھر ان کی شریعت کا تعلق بھی تمام تر ''خارجی وجود'' سے ہوتا ہے' اس لیے ہم ان مباحث کو دعوتِ انبیاء علیہم السلام ہی کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس منطق پر اپنا وقت صرف کرنا اضاعتِ وقت تصور کرتے ہیں -

اب رہا یہ مسئلہ کہ پھر معجزہ کی حقیقت سمجھنے کا راستہ کیا ہے؟ تو ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ معجزہ کی حقیقت کا پورے طور پر حل کر دینا نبوت کی حقیقت کی طرح مشکل ہی ہے بلکہ معجزات کی صحیح تفہیم ''نبوت'' کے اقرار کے بغیر ممکن ہی نہیں - جس طرح کہ نبوت کی صحیح تفہیم ''الوہیت'' کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں - ہاں جو شخص پہلے خدائی تسلیم کر لے پھر اس کے لیے نبوت کا اقرار کچھ مشکل نہیں رہتا اور اسی طرح جو نبوت کا اقرار کر لے اس کے لیے معجزہ کی تصدیق کچھ مشکل نہیں رہتی - ہمارے نزدیک معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لیے سب سے صحیح راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حدیثی اور قرآنی معجزات ''پر بحث ومناظرہ'' کئے بغیر اور ان کی ''تاویلات'' کے درپے ہوئے بغیر بار بار نظر ڈالی جائے تو کچھ عرصہ کے بعد معجزہ کی اجمالی حقیقت خود بخود ذہن میں منقش ہو

جائے گی- گو اس کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو یا نہ ہو‘ بس اس سے زیادہ معرفت کی تمنا کرنا ’’کوہ کندن و کاہ برآوردن‘‘ کا مصداق ہے- یہی راستہ ہم نے نبوت کے باب میں اختیار کیا تھا اور وہاں بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ نبوت اور نبی کی معرفت کا آسان راستہ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا بار بار مطالعہ کرنا ہے- اس لیے یہاں ایک ’’دہریہ‘‘ کو جو نہ الوہیت کا قائل ہو نہ نبوت کا‘ براہِ راست معجزہ کی تفہیم ناممکن ہے‘ جیسی کہ اقلیدس کی کسی ’’شکل‘‘ کی تفہیم‘ اس کے ’’مقدمات اور موقوف علیہ اشکال‘‘ کے بغیر ناممکن ہے- جن فضلاء نے اس ذیل میں اوراقِ تصنیف سیاہ کئے ہیں ان کا قلم چلتے چلتے ایسے جنگل میں پہنچ کر متحیر ہو گیا ہے‘ جہاں صحیح راستہ خود ان کے سامنے سے بھی گم ہو گیا ہے‘ اب اگر اس کا نام ’’جہل‘‘ اور ’’اعتراف عجز‘‘ ہے تو اس صحیح حقیقت کے اعتراف کر لینے میں ہم کو کوئی تامل نہیں ہے-

آیاتِ الوہیت ❋ آیئے ایک چھوٹا سا قدم ہم آگے بڑھائیں اور شرعی روشنی میں ’’آیتِ نبوت‘‘ کا مفہوم کچھ سمجھنے کی کوشش کریں‘ اس کے لیے ایک مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے ہم ’’آیاتِ الوہیت‘‘ کا مطالعہ کریں پھر معجزات یعنی آیاتِ نبوت کو آیاتِ الوہیت کے پہلو بہ پہلو رکھ کر سمجھ لیں- قرآن کریم نے ’’آیاتِ الوہیت‘‘ کو اتنی شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے کہ ان پر تفصیلی نظر کرنی ایک طویل اور مستقل موضوع پر نظر کرنی ہے‘ لیکن جہاں تک اجمال سے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو خود اس کی ’’خالقیت‘‘ سے متعلق ہیں یا ان ’’تصرفات‘‘ سے متعلق ہیں جو اس کی مخلوقات میں مقدورِ بشری سے خارج نظر آتے ہیں- مثلاً زمین کو نسل انسانی کے لیے قابل استقرار و رہائش بنا دینا اور اس غرض کے لیے اس کے اطراف و جوانب میں مناسب طور پر پہاڑوں کا نصب کر دینا‘ حیاتِ حیوانی کی بقا کے لئے اس میں پانی کے چشمے بہا دینا اور ایک ہی زمین میں اس کی مختلف غذاؤں کا سامان ودیعت فرما دینا آسمان کو کسی ستون کے بغیر ایک مضبوط اور مزین چھت بنا دینا‘ آفتاب و ماہتاب کا انسانی معیشت کے مطابق ایک نظامِ مقرر پر طلوع ہونا اور غروب ہو جانا‘ انسانی کاشت کے لیے پانی کے معلق بادلوں کو مسخر کر دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب افعال وہ ہیں جو انسانی قدرت سے خارج ہیں‘ جب انسان اپنی علمی وسعت کے باوجود اس عظیم الشان اور غیر متبدل نظام کو دیکھتا اور کچھ سمجھ لیتا ہے پھر اس کی ذرہ برابر تبدیلی پر اپنے اندر کوئی قدرت نہیں دیکھتا تو بے اختیار ہو کر کسی بالاتر ہستی کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے‘ اسی لیے ان کا نام ’’آیاتِ الوہیت‘‘ رکھا گیا ہے‘ یعنی یہ افعال ایک ’’مافوق ہستی‘‘ کے وجود کے لئے شاہد صدق ہیں-

مذکورہ بالا یہ تمام آیات اگرچہ ’’مقدورِ بشری‘‘ سے خارج ہیں‘ مگر انسان ان کو ’’خارقِ عادت‘‘ نہیں سمجھتا اگرچہ یہ صرف ایک ’’مغالطہ‘‘ ہے کیونکہ بلحاظِ حقیقت ہمارے اس ’’نظام عادی‘‘ اور خارق عادت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے پس جو نظام ابتداء عالم سے محض قدرت کی فیاضی سے ہمارے مشاہدہ میں چلا آتا ہے ہم اس کو ’’نظامِ عادت‘‘ سے تعبیر کرنے لگتے ہیں اور اسی کا نام ’’نوامیس طبیعیہ‘‘ رکھ دیتے ہیں- اگر ابتدا سے عالم کی عادت اس کے برخلاف ہوتی تو اسی کو ہم ’’نظام عادی‘‘ کہنے لگتے - مثلاً اب جو ’’نظامِ ولادت‘‘ انسان کی دو صنفوں کے اتصال سے قائم ہے‘ ہم اسی کو ’’طبعی نظام‘‘ سمجھتے ہیں‘ لیکن اگر ابتداء ہی سے انسانی پیدائش صرف ایک ہی صنف سے ہوا کرتی تو یقیناً ہم اسی کا نام ’’نظامِ عادی‘‘ رکھتے‘ آخر بہت سے حشرات الارض اب بھی ایسے موجود ہیں جو اتصالِ جنسی کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں اور دنیا اسی کو ان ’’کا عادی نظام‘‘ سمجھتی ہے پس ’’عادی‘‘ اور ’’غیر عادی‘‘

کا فرق خالق کی نظر میں کچھ نہیں صرف ہمارے تجربے اور مشاہدہ کا فرق ہے۔

خرق عادت کا مفہوم ❋ تاہم قدرت ہمارے تجربیات اور مشاہدات کے برخلاف بھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ہمیشہ ایسے افعال ظاہر فرماتی رہی ہے جن کو ہم بھی خارق عادت سمجھتے ہیں۔ اگر چہ جب ''مجموعۂ عالم'' میں کچھ ''شخصیات بارزہ'' کے ذریعہ سے ہمیشہ ایسے افعال کا نمودار ہوتے رہنا عالم کی ''عادت'' میں داخل ہے تو پھر مجموعۂ عالم کے لحاظ سے ان کو بھی خارقِ عادت کہنا محل تأمل ہونا چاہیے۔ اب اگر ان کو ''خارقِ عادت'' کہا جاسکتا ہے تو صرف اس معنی سے کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں' بلکہ خاص خاص زمانے اور خاص خاص افراد کے دور کی ''عادت'' ہیں لہٰذا اب ایک بحث یہ بھی ضروری ہے کہ ''خارقِ عادت'' کا مفہوم ہے کیا؟ دیکھئے یہ کسوف وخسوف عالم کی روزمرہ کی عادت تو نہیں تاہم ان کو بھی ہم عالم کی ''عادت'' میں شمار کر لیتے ہیں اور ''خارق عادت'' نہیں کہتے اسی طرح ہمارے اصطلاحی خوارق کا ظہور بھی جب عالم کی مجموعی تاریخ میں مختلف زمانوں میں ثابت ہے تو ان کا نام بھی ''خارق عادت'' کیوں رکھا جائے یہاں کسوف وخسوف کے اسباب معلوم ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے خوارق کے اسباب معلوم نہ ہونے سے ان کے خوارق عادات ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بالفرض اگر ہم کو کسوف وخسوف کے اسباب معلوم بھی ہوں تو کیا ان کے تغیر وتبدل پر کسی کو کسی نوع کی ادنیٰ سی قدرت بھی حاصل ہے؟ پھر جن اسباب کے علم کا ہم کو گھمنڈ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح وہ ''نظام'' آج حرکت ارضی کی بنا پر درست ثابت ہوتا ہے اسی طرح ہیئت بطلیموسی کی بنا پر بھی صحیح اترتا ہے۔ مشاہدہ کا دعویٰ دونوں ہی نے کیا ہے' ہمیں اس وقت ان دونوں فریق کے ''نظریات'' سے کوئی بحث کرنی نہیں ہے۔ ان میں جو بھی صواب پر ہو کہنا صرف یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ''متضاد اسباب'' کے ساتھ ان کے مسببات کا نظام درست رہتا ہے تو اب اس لحاظ سے خرق عادت کا لفظ اور بھی ''مبہم'' بن جاتا ہے۔ اب اگر خرق عادت کا کوئی مفہوم ہوسکتا ہے تو یہی کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں ہے اس لحاظ سے کسوف وخسوف بھی خوارق میں داخل ہوں گے اور اسی لحاظ سے حدیث میں ان کو بھی ''آیاتِ الوہیت'' میں شمار کرایا گیا ہے' چنانچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ وفات پر جب کسوفِ شمس ہوا تو آپ نے منبر پر تشریف لا کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ'' **ان الشمس والقمر ایتان من ایات الله** الخ یعنی یہ آفتاب اور ماہتاب کسی کی موت پر ماتم کرنے کے لیے گہن نہیں لگتے' بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک کھلی ہوئی علامت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو بڑے بڑے کرات جو کبھی کسی کے حکم کے تحت نظر نہیں آئے تھے وہ بھی کسی قادر مطلق ہستی کے محکوم ہیں وہ جب ارادہ فرمائے تو ان کے اس نظام کو توڑ ڈالے۔

نظام فطرت اور نظام قدرت ❋ سلسلہ ''اسباب'' وعلل جتنا بھی ہے وہ سب عالم کے لئے ہے خالق عالم کے لئے نہیں' کیونکہ خود عالم بھی اور اس کے اسباب وعلل بھی سب کے سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہم نے جب دنیا میں قدم رکھ کر اپنے ماحول میں ایک مقرر نظام دیکھا اور اپنے حق میں اس کو غیر متبدل پایا تو بس اٹھا کر اسی کا نام ''نظامِ فطرت'' رکھ ڈالا اور طرہ یہ کہ خالق کے حق میں بھی اس کو غیر متبدل قرار دے ڈالا۔ یہاں ایک حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے اور وہ یہ کہ دین اسلام میں نظام فطرت' نظام قدرت سے بالاتر نظام نہیں ہے بلکہ خود قدرت ہی نے ''نظام فطرت'' بنایا ہے یعنی اشیاء کی فطرت میں جو نظام بھی ہمارے مشاہدہ

میں آتا ہے یہ سب نظامِ نظامِ قدرت کے ماتحت ہے' اسی لیے "فطرت" ہمہ وقت "قدرت" کی محتاج ہے' عالم میں اشیاء جس طرح خود مخلوق ہیں' اسی طرح ان کی فطرت بھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے آگ اگر جلاتی ہے تو بیشک یہ اس کی فطرت ہے' مگر اس میں جلانے کی فطرت پیدا کس نے کی؟ اس کے خالق نے یہ آگ کی فطرت کا کوئی طبعی اقتضا نہ تھا' اس لیے جب یہ ہے تو اگر وہ چاہے تو اپنے خلیل کی خاطر اس خاصیت کو بدل بھی سکتا ہے- دیکھئے آگ ہمیشہ جلانے کا کام کرتی تھی' مگر جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ نہ صرف یہ کہ سرد پڑ گئی' بلکہ ان کے حق میں سلامتی کی ایک محل سرا بن گئی- حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں ایک لاٹھی لئے کھڑے ہیں اور اس کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کے لئے سہارا اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے کا ایک معمولی سا آلہ ہے' یہاں ان کو کسی خاص جنگل کی لکڑی کے متعلق حکم نہیں ہوا کہ اس میں پھر سو طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے' بلکہ اُسی معمولی سی لکڑی کے متعلق ارشاد ہوا اس کو زمین پر ڈال دو' پھر دیکھو کہ اس کا پیدا کرنے والا کس طرح اس کی فطرت بدل کر اس کو حیوان مہیب بنا سکتا ہے- اسی طرح پانی کی فطرت سیلان ہے' مگر اس کی یہ فطرت پانی کی طرح خود اس کی مخلوق ہے اس لیے اگر وہ چاہے تو اپنے کلیم کے لیے اس کو انجماد سے تبدیل کر سکتا ہے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو وہ پھٹ کر پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کی طرح الگ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا- قرآن کریم نے بھی فطرت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور حدیث میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر انسان کی فطرتِ اسلام پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی صلاحیتوں پر پیدا کیا گیا ہے کہ اگر خارجی اثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہ کرے- اسی طرح آگ کی فطرت جلانا ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کو اسی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ اگر مشیتِ الٰہی اس کے خلاف نہ ہو تو جب کوئی چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ اس کو جلا دے-

قائلین مادہ کے نزدیک اشیاء اور ان کی فطرت میں لزوم عقلی ہے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ آفتاب طلوع کرے اور دھوپ نہ نکلے اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے موجود ہو اور اس کی فطرت اس سے متخلف ہو جائے ان کے نزدیک فطرت اور اس کی تاثیرات یہ سب اضطراری ہیں' بلکہ کہیں غیر شعوری بھی اسی لئے "نوامیس طبیعیہ" اور قائلین فطرت کے نزدیک نظام عالم کے لئے کسی خارجی "فاعل بالارادہ" کی ضرورت ہی نہیں ہے- بس نظام عالم کے لئے خود اس کی فطرت ہی کافی ہے- اس کے بعد جب اسلامی دور آیا تو اس کے صحیح معنی سمجھے بغیر یہ لفظ مسلمانوں میں بھی مستعمل ہو گیا اور رفتہ رفتہ غیر شعوری طور پر دوسرا مقدمہ یعنی نظام فطرت کا کافی ہونا بھی ان کے ذہن نشین ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ جب کہیں فطرت کے ساتھ قدرت کا ذکر آتا تو اس کو فطرت کے مترادف سمجھا جانے لگا حالانکہ دین اسلام میں "نظامِ فطرت" مخلوق ہے اور نظامِ قدرت کے تحت چلتا ہے- جب اسلامی عقائد اور اسلامی لٹریچر سے اور بیگانگی پیدا ہوئی تو کفر و اسلام میں جوڑ لگانے والوں نے یہ بہانہ تراش لیا کہ نظام فطرت اگرچہ نظام قدرت کے تحت سہی' مگر خود قدرت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اس نظام کو بدلے گی نہیں- حالانکہ اس پر بھی غور کر لینا ضروری تھا کہ اس مسئلہ کی شاخیں اور کہاں کہاں تک پھیلتی ہیں کیا صرف اتنا کہنے سے آئندہ بھی وہ قائلین فطرت کا ساتھ دیں گے کیا وہ اس عالمی نظام کو کسی "فاعل بالارادہ" سے مستغنی تسلیم کر لیں گے کیا "خواص اشیاء" کو مادہ کا اقتضاء طبعی کہہ دیں گے؟ اگر نہیں تو پھر پیچھے لوٹ کر اصل سوال کا جواب

سوچئے کیا ہونا چاہیے' کیا یہ خواص اشیاء ان کی طبیعت کا تقاضا ہیں یا یہ کہ خالق کی حکمت کا تقاضا ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے فرق ضالہ کی ایک خصوصیت ہی یہ لکھی ہے کہ وہ عجائبات قدرت کو خالق کا تصرف نہیں سمجھتے' بلکہ ان کو ''قویٰ نفسانیہ'' اور ''اسباب طبیعیہ'' میں منحصر سمجھتے ہیں' اس کے برخلاف جماعت حق ہے۔ وہ ان اسباب کا انکار بھی نہیں کرتی' لیکن اس کے ساتھ وہ ایک ایسی بالاتر ہستی کا اقرار بھی کرتی ہے' جو ہر ضابطہ و قاعدہ سے باہر ہے خود مادہ اور اس کے خواص سب اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی صداقت و اکرام کے لئے اپنی عام عادات کا خلاف بھی کرتی رہی ہے اور اپنے مؤمن بندوں کی خاطر ایسے ایسے افعال بھی ظاہر فرماتی رہی ہے' جو ان کی قوت نفس اور جسم و روح کے تصرفات سب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۶۲)

نظام فطرت کی تبدیلی ممکن ہے اور نظام قدرت کی تبدیلی محال ہے ✱ قرآن کریم نے جہاں کہیں ''فطرت'' کی تبدیلی کا انکار کیا ہے اس میں اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی تبدیلی پر قادر نہیں جس طرح عالم کی خالقیت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں' اسی طرح فطرت عالم کی پیدائش میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں' یہ ایک جگہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ خود بھی اس کی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ بیشک اس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ سنۃ اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا اور نہ خود وہ اس کو بدلتا ہے۔ اس میں بھی الجھنا بالکل بے وجہ ہے۔ قرآن کریم نے جابجا قوموں کی اطاعت اور ان کی نافرمانیوں کے عواقب بیان فرمائے ہیں اور اس کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ ہماری اس سنت کی تبدیلی نہیں ہوتی اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ مطیعین اور عاصین کے ساتھ یہی ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے اور نہ وہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ پلٹا جاسکتا ہے اس کی تبدیلی یہ ہے کہ جو عاصین اور مستحق عذاب ہوں ان پر انعام کیا جائے اور جو مطیعین ہوں' ان پر انعام کی بجائے عذاب نازل کیا جائے اور اس کی تحویل اور پلٹنا یہ ہے کہ مکذبین سے اس کا رخ پھیر کر غیر مکذبین کی طرف کردیا جائے لہٰذا عذاب آکر رہے گا اور ضرور ان ہی پر آکر رہے گا' جو اس کے مستحق ہیں پھر استعمال کرنے والوں نے ''سنت اللہ'' اور ''فطرت اللہ'' دونوں کو ہم معنی سمجھ کر دوسری غلطی یہ کی کہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا شروع کردیا اور جو حکم درحقیقت ''نظام قدرت'' کا تھا وہ ''سنت اللہ'' کا سمجھ لیا۔ دین اسلام یہ کہتا ہے کہ ''جو فاعل بالارادہ چاہے اس کی تبدیلی محال ہے'' اور ہم کہنے یہ لگے کہ ''جو نظام فطرت ہے اس کی تبدیلی محال ہے حتیٰ کہ خود خالق کے لئے بھی'' والعیاذ باللہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اسلام بھی فطرت اور سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں' مگر ان کے نزدیک یہ سب ''قدرتِ مطلقہ'' کے افعال اور تصرفات ہیں آخر ان کے عقائد کا ایک اہم رکن ''قیامت'' ہے' جو اس تمام سلسلہ اسباب و علل کے بکھر جانے ہی کا دوسرا نام ہے' ان کے نزدیک مادہ اور اس کے مقتضیات میں لزوم عقلی کہاں ہوسکتا ہے' یہ دونوں قدرت کی مخلوق ہیں اور اسی کے محکوم ہیں۔

آیاتِ الوہیت کی دوسری قسم جو ہماری نظروں میں بھی خارق عادت ہیں ✱ خلاق عالم نے عالم کے گوشہ گوشہ میں اپنی ''آیاتِ الوہیت و خالقیت'' پھیلائیں تو اس لئے تھیں کہ انسان ان میں ''تدبر و تفکر'' کے راستے سے بہت جلد اس کو پہچان لیتا مگر ان سب میں سے گذر کر یہ کوتاہ عقل ایسی کیچڑ میں جا پڑا جہاں جواہرات کے بجائے صرف سنگریزے اس کے ہاتھوں میں آئے۔ اس نے اس پُر از حکمت نظام کو دیکھا اور اس سب کو اٹھا کر ایک بے شعور مادہ کے حوالہ کردیا اور یہ سمجھ لیا کہ اس کارخانہ کا یہ

سب اندرونی نظام خود اسی کی گردش سے گھوم رہا ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت کا تقاضا ہوا کہ اسی عالم میں وہ اپنی الوہیت کی کچھ ایسی نشانیاں بھی دکھلاتا رہے' جو خارق عادت ہوں تاکہ ان کو دیکھ کر اسباب کا سارا بھرم کھل جائے اور اس کو یہ معلوم ہوسکے کہ مسببات کی دنیا اسباب کے ساتھ صرف ایک ظاہری اور کمزور رشتہ رکھتی ہے ان کا قائم رکھنے والا دراصل کوئی اور ہی ہے۔ اس نے بنی آدم کو دو صنفوں کے اتصال سے پیدا فرمایا اور اس کو اس کی نسل کی سنت مستمرہ قرار دیا' پھر اس کو توڑ کر بھی دکھلا دیا' اور اس کی آنکھوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک صنف سے اتصال جنسی کے بغیر پیدا فرما کر بھی دکھلا دیا۔ اب اس کی دو انواع جو باقی رہ گئی تھیں ان کے متعلق یہ اطلاع دے دی کہ ہم پہلے ایسا بھی کر چکے ہیں۔ تخلیق کی ان چاروں قسموں میں سے یہ بات اس کی مرضی پر رہی کہ کس نوع کو وہ عالم انسانی کا دستور العمل بنائے اور کس کو اس کی خلقت سے پہلے پہلے ظاہر فرمائے۔ اور کس کو عام عادت خرق کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے دکھلا دے۔ ایک ناقص العقل انسان بھی اتنا تو سمجھ سکتا ہے کہ انسان جب عدم محض سے وجود میں آیا تھا تو جو دو قسمیں اس کے وجود میں آنے سے پہلے ظاہر فرمائیں یہی اس وقت کے مناسب تھیں کیونکہ اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا تھا کہ سب سے پہلے اس کو بلا واسطہ یا صرف ایک صنف سے پیدا کیا جاتا۔ پھر جو نوع کہ عالم اسباب کے مناسب تھی وہ یہی نوع تھی جو آج اس کی ''عادت'' ہے۔ اب خرق عادت کے لئے صرف ایک ہی قسم باقی تھی اس کو بھی پورا فرما کر دکھلا دیا گیا' مگر افسوس کہ مکذبین نے اس کو بھی تسلیم کرنے میں شبہ کیا **فویل للذین کفروا من** الخ۔ اب آپ کو اختیار ہے اس کو جس عنوان سے چاہیں تعبیر کریں' مگر قادر مطلق کے لئے نہ وہ پیدائش کچھ مشکل تھی نہ یہ کچھ مشکل ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام خود بوڑھے اور بی بی بانجھ جب ان کو ایک مبارک نونہال کی بشارت ملی تو ششدر ہو کر رہ گئے اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کو جب انتہائی پاکبازی اور ناکتخدائی کے عالم میں ایک مبارک فرزند کی بشارت پہنچی تو وہ بھی حیرت زدہ ہو کر رہ گئیں' لیکن ان دونوں کو جو جواب ملا وہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا' بلکہ صرف ایک ہی کلمہ تھا جو ان دونوں کے فطری تعجب کو ختم کرنے کے لیے کافی ہو گیا اور وہ یہ تھا ﴿هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''ہمارے لیے یہ بھی بہت آسان ہے'' یہ سچ ہے کہ صرف ایک صنف سے ولادت عالم انسانی کی عام عادت نہیں ہے' لیکن قدرت مطلقہ نے کبھی کبھی کسی ادنیٰ سے عجز کے بغیر اپنی عام عادت کو بھی خرق کر کے دکھلا دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جس طرح اس پر قادر تھا' اس پر بھی قادر ہے۔ اس کے نزدیک یہ دونوں باتیں آسان ہیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نمرود کا ایک مکالمہ ❊ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو فہمائش کرتے ہوئے سب سے پہلے تو اپنے رب کی ''علامت'' میں یہی موت و حیات کا عادی نظام رکھا' لیکن اپنی غباوت (کم فہمی) سے جب وہ اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکا تو پھر اُس کے نظام کے خرق کا مطالبہ کیا اور وہ یہ کہ اچھا تو پھر تو اس کے قائم کردہ نظام شمسی کو خرق کر کے دکھلا' یعنی مشرق کے بجائے مغرب سے آفتاب نکال دے۔ اس پر وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ خرق نظام اور نظام اگر چہ یہ دونوں ''علاماتِ الوہیت'' میں سے ہیں' مگر خرق نظام اور زیادہ بدیہی علامت ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ اشراطِ ساعت یعنی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے ایک بار مغرب سے طلوع کر آئے گا۔ غالباً اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عالم کی عمر میں ایک بار یہ مشاہدہ بھی ہونا چاہیے

کہ نمرود جس بات پر لاجواب ہو کر رہ گیا تھا رب ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس پر بھی قادر ہے- پس جب خوارق کا وجود ہمارے مشاہدہ میں کسی انکار کے باوجود ''آیاتِ الوہیت'' میں ثابت ہے اور ان میں ایسی علامت تو ایک بھی نہیں ہے' جو بشری قدرت کے تحت ہو تو اب آیاتِ نبوت کا مفہوم سمجھنا بھی آسان ہے- ان کو خوارق عادات سے نکالنے کی سعی کرنی بالکل ایک عبث اور خلافِ واقع سعی ہے-

آیاتِ نبوت ✱ آیاتِ نبوت کیا ہیں؟ یعنی قدرت کی وہ نشانیاں جن کو وہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے خرق عادت کے طور پر ظاہر فرماتی ہے- اب اگر آپ ان کے تمام معجزات کو قدرت کے ان افعال کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر عالم میں موجود ہیں تو دونوں آپ کو ایک ہی جنس کے نظر آئیں گے- نہ وہ مقدور بشری ہیں نہ یہ مقدور بشری ہوتے ہیں- اسی طرح جیسے وہ خارق عادت ہیں یہ بھی خارق عادت ہوتے ہیں' فرق یہ ہے کہ جب وہ افعال کسی رسول کے واسطہ کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں تو قدرت مطلقہ کے شاہد صدق اور ''آیاتِ الوہیت'' کہلاتے ہیں اور جب رسولوں کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں تو ان کے لئے شاہد صدق اور ''آیاتِ نبوت'' کہلاتے ہیں-

اصل حقیقت یہ ہے کہ ''معجزات'' پر بحثیں کرنے والے اگر اس طرف بھی نظر کر لیتے کہ معجزات رسول کی طاقت سے نہیں خدائے تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتے ہیں تو آیاتِ نبوت کو ''نوامیس طبیعیہ'' کے بجائے ''نوامیس الٰہیہ'' پر قیاس کر کے دیکھتے اور یہ تمام بحثیں جو ایک محکوم مادہ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں' خود بخود ساقط ہو کر رہ جاتیں اسی لیے امام رازی نے لکھا ہے کہ جس طرح رسولوں کی بعثت خدا تعالیٰ کی صفت ''ملوکیت'' کا تقاضا ہے اسی طرح رسولوں کے معجزات یہ اس کی صفت ''قدرت'' کا تقاضا ہیں جو شخص رسولوں کے معجزات کا قائل نہیں وہ درحقیقت حق تعالیٰ کی صفت قدرت کا بھی قائل نہیں ہے-

مؤلف تفسیر المنار ایک بلند پایہ روشن خیال محقق ہونے کے باوجود معجزات کی حقیقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور اور تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ بات ثابت کر دے کہ نوامیس طبیعیہ خود اس کے محکوم ہیں وہ ان کا محکوم نہیں جس طرح وہ چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے''- (ج ۱ص ۳۱۵)

امور عادیہ کے درمیان عقلی طور پر کوئی لزوم نہیں اس لیے خرق عادت کو محال سمجھنا صحیح نہیں ✱ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

''انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری سے قبل انسان اپنے ماحول میں چونکہ ہمیشہ اسباب و مسببات کا ایک مسلسل نظام مشاہدہ کرتا چلا آتا ہے اور کسی خارجی قدرت کے تحت اس کے محکوم ہونے کا اس کو تصور بھی نہیں ہوتا اس لیے وہ ان کے درمیان عقلی لزوم سمجھنے لگتا ہے اور اسی لیے وہ خرق عادت کو محال کہہ دیتا ہے- اگر کہیں انبیاء علیہم السلام تشریف نہ لاتے تو شاید اس کا علم یہیں تک محدود ہو کر رہ جاتا' لیکن جب انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر کچھ خوارق عادات بھی ظاہر فرماتے ہیں تو اب اسباب کا راز فاش ہو جاتا ہے اور ایک جدید علم بڑی آسانی کے ساتھ یہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ان امور عادیہ کے درمیان لزوم عقلی کچھ بھی نہ تھا' بلکہ یہ صرف صانع حقیقی کی خالقیت کا ایک کرشمہ تھا جب اسباب میں تاثیر اسی نے پیدا

فرمائی تھی تو یقیناً وہ اس کے سلب کرنے پر بھی قادر ہے۔ بھلا یہ کون ثابت کرسکتا ہے کہ آتش کا جلانا ایک دائمی تجربہ کے سوا کسی عقلی دلیل کا تقاضہ ہے۔لہٰذا جب امور عادیہ کے درمیان یہ ارتباط کسی عقلی دلیل کا تقاضہ نہ ہوا تو اب خرق عادت کو محال سمجھنا بھی غلط ٹھہرا''۔ (دیکھو الاعتصام ج ۲ص ۲۸۰ و کتاب الفصل لابن حزم)

اگر آپ یہ سمجھ گئے ہیں تو اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات پر نظر ڈالیے وہ معاندین کی نظروں میں خواہ کتنے ہی خلافِ عقل اور محال ہوں' لیکن قدرت مطلقہ کے قائلین کے نزدیک سب معقول ہی معقول ہیں۔ان کے کانوں میں ہر ہر معجزہ سے جو صدا آئے گی وہ صرف ایک ہی صدا آئے گی۔ ﴿هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''ہمارے لیے یہ بھی بہت آسان بات ہے''۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال دیکھیے تو وہ بھی حیرت انگیز ہے۔قدرت نے یہاں ظہور اعجاز کے لیے کسی خاص بن کی لکڑی ان سے طلب نہیں کی جس میں منحرف طبائع کسی مستور مادی خاصیت کا احتمال نکال کھڑا کرتیں' بلکہ جو عصا وہ اس وقت اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے اسی کے زمین پر ڈالنے کا حکم دیا۔عصا کا ڈالنا تھا کہ جو ابھی ابھی ان کی بکریوں کے ہانکنے اور پتے جھاڑنے کی لاٹھی تھی اور ان کے چلنے کا سہارا تھی وہ ایک خوفناک اژدھا بن گئی۔جس قدرت کے لیے اس لکڑی کی پیدائش میں کوئی دشواری نہ تھی اس کے سامنے اس کے اژدھا بنا دینے میں بھی کوئی دشواری نہ ہوئی پھر جب اس اژدھے کو ہاتھ میں اٹھانے کا حکم ہوا تو گو فطری ضعف کی بناء پر یہ مرحلہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے بہت خطرناک تھا' مگر قدرت کے سامنے جس طرح لاٹھی کا اژدھا بنا دینا آسان تھا' اسی طرح اژدھے کا پھر لاٹھی بنا دینا آسان رہا۔عام طور پر اس کو صرف ایک ہی معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بھی ان دو معجزوں پر مشتمل تھا جس میں سے ہر ایک سے یہی آواز آتی تھی: ﴿هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ کون ہے جو خالق کے ان خارق عادات افعال کو مادی قوانین کے شکنجے میں کسنے کی کوشش کرسکے؟ دیکھیے پانی کی اصل خاصیت سیلان ہے اور آگ کی خاصیت جلانا' مگر خدا تعالیٰ کے دو مقدس رسولوں کے لیے دونوں جگہ ان کی مادی خاصیتیں بدل دی گئیں یا نہیں؟ تعجب ہے کہ یہاں ہماری نظریں تقاضائے فطرت کی طرف تو جاتی ہیں' تقاضائے قدرت کی طرف کیوں نہیں جاتیں؟

قرآن کریم کی نظر میں معجزہ کی حقیقت

نصوصِ قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا' اس کا ظہور بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے رسولوں کے ارادہ سے نہیں ہوتا رسولوں میں ''معجزہ نمائی'' کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزہ میں ان کی قدرت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا یہ ''ایجابی'' اور ''سلبی'' دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں۔

معجزہ رسالت و نبوت کی طرح موہوبِ الٰہی ہوتا ہے رسولوں کے کسب سے نہیں ہوتا ❋ یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے تو ہمیشہ اسی تنبیہ کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ رسالت کی طرح رسولوں کو اپنی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت سے بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جب ان کو نبوت عطا

ہوئی تو اس کے ساتھ ساتھ رب العالمین کی طرف سے ان کو خاص طور پر دو معجزے بھی مرحمت ہوئے اور ارشاد ہوا فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ -

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے تو ضرور ان کو کچھ اشیاء ایسی عطا ہونی چاہئیں جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لئے بطور دلیل و حجت پیش کر سکیں - اس لئے جب ان کو قوموں کی دعوت کے لئے بھیجا گیا تو ہمیشہ ''برہان و حجت'' دے کر بھیجا گیا ہے - اب آیاتِ ذیل پر غور فرمایئے -

(۱) ﴿وَ مَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ (بنی اسرائیل:۵۹) اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لئے موقوف کیں کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا -

(۲) ﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا﴾ (بنی اسرائیل:۵۹) اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں تو ڈرانے کو -

(۳) ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً﴾ (الانعام:۳۷) کہہ دے کہ اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ نشانی اتارے -

(۴) ﴿وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ﴾ (الانعام:۴) اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی، مگر اس سے تغافل کرتے ہیں -

(۵) ﴿اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (آل عمران:۴۹) بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں -

(۶) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَکُوْنَ﴾ (الزخرف:۴۷) پھر جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو لگے ان پر ہنسنے -

اسی طرح جب بھی کفار نے معجزات کی فرمائش کی ہے تو اسی نکتہ کو سمجھ کر کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح پہلے رسولوں کو ان کے رب کی طرف سے ان کی نبوت کی کچھ نشانیاں اور معجزات ملتے رہے ہیں آپ بھی اپنے رب کی طرف سے ہم کو کچھ نشانیاں دکھلائیں -

(۱) ﴿لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (العنکبوت:۵۰) کیوں نہ اس پر اس کے رب سے نشانیاں اتریں -

(۲) ﴿لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (یونس:۲۰) کیوں نہ اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اتری -

(۳) ﴿لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (طٰہٰ:۱۳۳) یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے -

(۴) ﴿لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (الرعد:۷) کیوں نہ اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اتری -

ان سب آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک بھی معجزات رسولوں کا اپنا فعل نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو خود اپنی جانب سے دے کر بھیجتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کسی کسب کے بغیر ''رسالت'' وہی عطا کرتا ہے تو اس کے لئے براہین و حجج بھی اسی کو عطا کرنے چاہئیں جیسا کہ ایک موقعہ پر جب جنگ کا میدان لشکرِ اسلام پر بہت تنگ ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینک دی قدرت خدا کا کرشمہ کہ ان میں کوئی فرد بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں وہ جا نہ پڑی ہو آخر کار دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر ان کو بھاگ جانا پڑا - ظاہر ہے کہ یہ خاک کی مٹھی پھینکی تو آپؐ نے ہی تھی، مگر اس کا یہ اعجازی کرشمہ آپؐ کی قدرت سے نہ تھا اس لئے ارشاد ہوا: -

﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾ (الانفال:۱۷) اور خاک کی مٹھی جس وقت کہ پھینکی تھی، تو نے نہیں پھینکی تھی، لیکن اللہ

نے اس کو پھینکا۔
گذشتہ آیات میں ''ایجابی'' نسبتوں کے ساتھ جب اسی ''سلبی'' نسبت کو ملا لیجئے تو یہ حقیقت اور زیادہ عیاں ہو جاتی ہے کہ معجزات خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتے۔

اسی طرح جب کبھی رسولوں سے معجزہ کی فرمائش کی گئی ہے تو ان کو ہمیشہ یہی ایک جواب تعلیم کیا گیا ہے :۔

﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (الانعام:۱۰۹ و العنکبوت:۵۰) تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ کا ظہور ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے رسولوں کے ارادہ پر معجزہ ظاہر نہیں ہوتا۔

رسولوں میں معجزہ نمائی کی کوئی قدرت نہیں ہوتی اور نہ ان میں ان کی نفسی تاثیر کا کوئی دخل ہوتا ہے ٭ کفار نے حسب عادت آپؐ سے خاص خاص معجزات دکھانے کی فرمائش کی تو اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا۔

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ ''تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں''

اسی طرح جب آپؐ کے قلب میں یہ جذبہ زیادہ ابھرا کہ اگر ان کی حسب فرمائش معجزات دکھلا دیئے جائیں تو شاید یہ نافہم اسلام قبول کرلیں تو تلطف آمیز لہجہ میں آپ کو یہ تنبیہ کی گئی۔

﴿فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَاءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ﴾ (الانعام:۳۵) تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈھ نکالے پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے۔

آیاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص معجزات کی فرمائش کی گئی ہے تو آپؐ نے ہمیشہ یہی ایک جواب دیا ہے کہ ''معجزات کا دکھانا میرے قبضۂ قدرت میں نہیں'' بلکہ جب کبھی رسولوں سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہے تو اس وقت بھی وہ یہی اعلان کرتے رہے ہیں کہ یہ معجزہ ہماری طاقت سے نہیں صرف حکم الٰہی سے صادر ہوا ہے۔ اگر معجزات آپؐ کے قبضے میں ہوا کرتے تو احد کے میدان میں شکست کیوں ہوتی' بلکہ جنگ کی ضرورت ہی کیا رہتی اور دشمنوں پر ایک مٹھی خاک پھینک کر ہمیشہ فتح نصیب ہو جایا کرتی مگر یہ کیسے ہوسکتا تھا جبکہ معجزہ آپؐ کی قدرت و اختیار ہی کی چیز نہ تھی۔ اسی نکتہ کو سمجھ کر ہرقل نے جب ابوسفیان سے یہ سن لیا کہ آپؐ کو شکست بھی ہوتی ہے تو آپؐ کی رسالت کے دلائل میں اس کو بھی شمار کرلیا تھا۔ اسی طرح جب کبھی کفار کے اسلام قبول کرنے کا جذبہ آپؐ کے قلب میں زیادہ موجزن ہوا تو آپؐ کو یہی ارشاد ہوا کہ ''تم اپنی پوری جدوجہد صرف کر کے دیکھ لو پھر ہو سکے تو کوئی معجزہ لا کر ان کو دکھلا دو''۔ اس سے ثابت ہوا کہ معجزات میں رسولوں کی ''نفسی توجہ'' کا ادنیٰ سا دخل بھی نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات ان کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ قدرت ابھی ابھی ان کے ہاتھوں سے کیا معجزہ دکھانے والی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا اپنا عصا ڈال دو' انھوں نے عصا ڈال دیا' اچانک وہ ایک خوفناک اژدھا بن گیا' موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے' ارشاد ہوا موسیٰ! ڈرومت اور اپنا عصا پھر ہاتھ میں اٹھالو''۔ اب سوچئے کہ یہاں ان کی توجہ یا تاثیر نفسی کا کیا دخل ہوسکتا تھا وہ توجہ کرتا تو کجا خود ہی اس سے خوفزدہ نظر آرہے ہیں اسی لئے ان کی تسلی کے لئے یہ ارشاد ہوا:۔

﴿سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی﴾ (طٰہٰ:۲۱) ہم اس کو پھر اس کی پہلی فطرت پر لوٹا دیں گے۔

ہمارے لئے نہ وہ کچھ مشکل تھا نہ یہ کچھ مشکل ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک طرف فرعونی لشکر اور دوسری طرف خوفناک سمندر کی دوموتوں کے درمیان گھر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو یقین تو رکھتے ہیں کہ ضرور ان کو نجات ملے گی مگر ان کو کچھ خبر نہیں ہے کہ تقدیر اس کی صورت کیا پیدا کرے گی کہ اچانک ان پر وحی آتی ہے۔

﴿فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ﴾ (الشعراء:۶۳)

''ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو لاٹھی کا مارنا تھا کہ وہ پھٹ کر الگ الگ پہاڑ کے بڑے بڑے دو ٹکڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔

ظہورِ معجزہ کی یہ شکل یقیناً اس سے بڑھ کر تھی کہ سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے اس پر بالا بالا عبور کر جاتے لیکن چونکہ یہاں نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرا اعجاز ''غرقِ فرعون'' بھی دکھانا منظور تھا اس لئے یونہی مناسب تھا کہ پہلے ایک کشادہ اور خشک راستہ بنا دیا جائے تاکہ فرعون اور اس کے ساتھی بھی بے کھٹکے اس میں قدم ڈال سکیں اگر سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا تو موسیٰ علیہ السلام کے عبور کر جانے کے بعد شاید فرعونیوں کو اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی اس لئے یہ معجزہ ایک ہی معجزہ (یعنی نجات موسیٰ علیہ السلام کا) بن کر رہ جاتا اور اب نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کا دوسرا معجزہ بھی بن گیا۔ اب آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن کریم نے نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کو علیحدہ کیوں ذکر فرمایا ہے۔ نیز جس طرح عصائے موسیٰ علیہ السلام دو معجزوں پر مشتمل تھا، یعنی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور پھر اژدھے کا لاٹھی بن جانا اسی طرح یہ ایک معجزہ بھی دو معجزوں پر مشتمل ہو گیا۔ یعنی ایک بار سیال پانی کا منجمد چیز کی طرح پھٹ کر الگ الگ کھڑا ہو جانا پھر اسی منجمد چیز کا صفت انجماد سے سیلان کی صفت اختیار کر لینا۔ ہم کو یہ امید نہیں کہ یہاں کوئی بے عقل اس عظیم واقعہ کو برف کی چٹان پر قیاس کرے گا اس لئے اس کی تردید میں وقت صرف کرنا عبث سمجھا۔

یہاں ایک صورت یہ بھی ممکن تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریا پر پہنچنے اور ان کے عصا مارنے سے قبل ہی سمندر میں یہ شاہراہ کھول دی جاتی، مگر کسی معاند کو اس میں یہ شبہ رہ سکتا تھا کہ یہ کوئی حسن اتفاق ہو گا اس لئے ہوا یوں کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا، عصا مارنا تھا کہ فوراً سمندر دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو گیا۔ اعجاز کی اس واضح سے واضح صورت میں بھی تاویل کئے بغیر منحرف طبائع باز نہ آئیں اور اس خرق عادت کو بھی آخر انھوں نے دریا کے عام ''مدوجزر'' کے ماتحت گھسیٹ دیا۔ غرض اس صورت اعجاز کو جس پہلو سے دیکھئے اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس معجزہ میں موسیٰ علیہ السلام کا ذرہ برابر بھی دخل تھا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آگ میں ڈالے گئے تو رضاء و تسلیم کے علاوہ ان سے بھی کوئی اور عمل ثابت نہیں ہوتا، اس کے بعد ''نار'' کا ''گلزار'' بن جانا بنص قرآن اس حکم ربانی کے ذریعہ سے ہوا جو براہِ راست خالق نار سے نار کو پہنچا تھا۔

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الانبیاء:۶۹) ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیمؑ پر۔

اس بات کو اور کہاں تک طول دیجئے۔ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہیں وہ ایک سے ایک بڑھ کر اس کی دلیل ہیں کہ

معجزات میں خود رسولوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آخر میں جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت آئی تو آپ کا سب سے درخشاں معجزہ ''قرآن کریم'' تھا' یہاں اسی حقیقت کے اظہار کے لئے قدرت نے یہ اہتمام فرمایا کہ خود آپ کو 'امی' بنایا اور جس ملک میں پیدا فرمایا اس کو بھی ''امی'' کا لقب دیا' پھر اس اعجاز کی حالت بھی یہ تھی کہ اس کا مثل لانے سے جس طرح ساری دنیا عاجز تھی آپ خود بھی اسی طرح اس سے عاجز تھے۔ اور یہی اس کے کلام الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا وہ تمام ذخیرہ جو آپ نے دین اسلام کی تشریح میں اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا ہے' آج بھی محفوظ ہے۔ لیکن جب اس کو نظم قرآن کے سامنے رکھا جاتا ہے تو یہ وہم بھی نہیں گذرتا کہ یہ دونوں ایک ہی متکلم کے کلام ہو سکتے ہیں۔ صاف واضح ہوتا ہے کہ ان کے متکلم بالکل الگ الگ ہیں۔ تعجب ہے کہ لغت ایک' کلمات ایک' نوع ترکیبی ایک' لیکن جب ان کو دو جگہ بالمقابل بشکل کلام دیکھا جاتا ہے تو دونوں میں نسبت تبائن کی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر قرآن پاک میں ذرا سا بھی آپ کا کوئی دخل ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جس کلام کو آپ نے خدا تعالیٰ کا کلام کہہ کر تلاوت فرمایا تھا وہ آپ کے عمر بھر کے کلام سے کہیں ذرا بھی ملتا جلتا نظر نہ آتا۔ (الجواب الصحیح ج ۴ ص ۷۵) اب ایک ایک آیت کو حدیثوں کے دفتروں سے ملا ملا کر دیکھ لیجئے کیا مجال کہ کوئی آیت قرآن ذرہ برابر بھی کسی حدیث سے ملتی جلتی نظر آ سکے۔ اس لئے یہ سمجھنا کس قدر غلط ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کے کسی عمل کا دخل ہو سکتا ہے۔

معجزہ کبھی اضافی نہیں ہوسکتا ✵ مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت ہو چکا کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے اس میں رسول کی قدرت' اس کے اختیار' اس کے ارادہ اور اس کی توجہ و تاثیر نفسی کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر یہ فیصلہ بدیہی ہے کہ معجزہ کبھی اضافی بھی نہیں ہوسکتا یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ جو کل تک کسی نبی کا معجزہ ہو وہ مادی ترقیات کے بعد معجزہ باقی نہ رہے۔ مثلاً دوسرے ملک کی آواز سن لینا اگر کل معجزہ تھا تو وہ ''لاسلکی'' کی ایجاد کے بعد بھی معجزہ رہے گا' کیونکہ معجزہ کی حقیقت میں اس کا ''بلا واسطہ اسباب ظاہری'' ہونا رکن لازم ہے۔ لہٰذا اگر آج بھی آلات کے بغیر کوئی شخص دوسرے ملک کی آواز سن لیتا ہے تو بیشک وہ آج بھی معجزہ کہلائے گا اور اگر بالفرض کل جو آواز سنی گئی تھی وہ اسی لاسلکی کے اصول پر تھی خواہ اس وقت لوگوں کو اس کا علم تھا یا نہ تھا تو جس طرح وہ آج اس ایجاد کے بعد معجزہ نہیں' کل بھی اس کو معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہوئے ہیں آپ سب پر نظر ڈال جایئے نبی کے فعل اور اس کے معجزہ کے درمیان آپ کو کوئی علاقہ تاثیر نظر نہیں آئے گا اور اسی حیثیت سے ہمیشہ اس کو معجزہ سمجھا بھی گیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمایئے کہ انگلی کے ایک اشارہ اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے میں کیا علاقہ تاثیر ہے؟ یا مثلاً لاٹھی کے ڈالنے اور اس کے اژدھا بن جانے میں کیا سببیت ظاہرہ ہے؟ اسی طرح آپ کے انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے اُبل پڑنے میں کس علاقہ تاثیر کا دخل کہا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہ افعال جب بھی اسباب کی دنیا سے بالاتر ظاہر ہوں تو ہمیشہ ان کو معجزہ ہی سمجھا جائے گا اور اسی حقیقت کو بتانے کے لئے علماء کلام نے معجزہ کو ''خارق عادت'' سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ اس نظام ہی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے زمانے کے کسی انکشاف سے ان کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ کہنا صرف معجزہ کی حقیقت سے لاعلمی کا ثمرہ ہے کہ ''زمانہ کی ترقیات کے ساتھ چونکہ ہر معجزہ

کی مادی توجیہ نکل آنے کا امکان موجود ہے لہٰذا معجزہ اضافی ہوسکتا ہے۔'' اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اکتشافاتِ جدیدہ معجزات کے اعجاز پر کچھ اثر انداز ہوسکتے ہیں تو کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں کہ جو شے کل تک کسی رسول کے رسالت کی دلیل تھی وہ زمانے کی ترقیات کے بعد اس کی دلیل باقی نہ رہے اور اس طرح معجزات کی توجیہات کے ظہور کے ساتھ ساتھ تمام رسولوں کی رسالت بھی مشتبہ ہوتی چلی جائے۔ والعیاذ باللہ۔

پھر اس کی بھی کیا ضمانت ہے کہ جن اسباب وعلل کے تحت کسی معجزہ کی آج توجیہ کی گئی ہے' آئندہ چل کر انکی وہی تاثیر مسلم رہے گی پس اگر بالفرض آج کسی اصول کے ماتحت کسی معجزہ کی توجیہ کر بھی دی جائے تو یہ اطمینان کیسے دلایا جاسکتا ہے کہ اس کے خلاف دوسرے جدید اکتشاف کے بعد بھی وہ توجیہ قائم رہ سکے گی' اس کے علاوہ اگر چند معجزات میں یہ طفل تسلیاں کسی حد تک کارآمد ہو بھی جائیں تو اکثر معجزات میں تو جیہات کی یہ ''ترقی بھی تمام'' ہو جاتی ہے۔ اب یہاں اس کا انتظار کرنا کہ شاید زمانے کی ترقیات آئندہ چل کر ان کی بھی کوئی نہ کوئی توجیہ منصۂ شہود پر لے آئیں گی' ٹھیک ایسا ہی انتظار ہے جیسا کہ منکرین الوہیت کو آیاتِ ربوبیت کے متعلق لگ رہا ہے۔ شمس وقمر کا یہ مقررہ نظام' ہواؤں کی یہ الٹ پلٹ' سمندروں کے طوفان' زمین کے زلزلے اور آسمان کے بادلوں پر بھی قابو پالینا ان کے نزدیک مستقبل قریب یا بعید میں متوقع ہے۔ ان کے نزدیک اس عام تسخیر کو ''آیاتِ الوہیت'' میں سمجھ لینا بھی صرف اشیاء کے خواص وتاثیر سے بے علمی کا ثمرہ ہے۔ آیاتِ نبوت اور آیاتِ الوہیت کی ان توجیہات کے نکالنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس سے پہلے قیامت کا انتظار کریں۔ ﴿فَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾

اب آپ یہاں ان چند کلمات کو سامنے رکھئے جو ہمارے دور میں منکرین معجزات کے لئے لکھے گئے ہیں مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''معجزہ اسی حد تک معجزہ ہوتا ہے جب تک کہ اس کے نفسی یا مادی قوانین وعلل کا انکشاف نہیں ہوتا۔ ''لاسلکی'' کے انکشاف سے پہلے اگر کوئی شخص ہندوستان میں بیٹھ کر امریکہ کا کوئی واقعہ معلوم کرلیتا تو یہ کسی معجزہ سے کم نہ ہوتا لیکن اب معمولی بات ہے''۔

اس کے جواب میں یہ لکھنا کہ:

''بے شبہ اس معنے کر کے معجزہ یقیناً اضافی شے ہے اور ہمیشہ رہے گا کوئی معجزہ ایسا نہیں پیش کیا جاسکتا جو اس احتمال اضافیہ سے خالی ہو کیونکہ انسان کا علم ہی تمام تر اضافی ہے' اگر اس کا علم قطعی اور مختتم طور پر تمام قوانین فطرت کا احاطہ کرسکتا تو البتہ کسی حد تک معجزہ کی نسبت یہ مطالبہ بجا ہوسکتا تھا کہ ابدالاباد تک کسی قانون فطرت سے اس کی توجیہ نہ ہونی چاہئے' لیکن جب ہمارا علم ہی اضافی ہے تو کوئی معجزہ احتمال اضافیہ سے کیسے خالی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جو شے آج معجزہ ہے' بالفرض کل وہ طبعی واقعہ ثابت ہو جائے تو بھی اس سے آج اس کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا اور معجزہ کی غرض وغایت کو پورا کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے''۔

عبارت مذکورہ میں ایک طرف ''قطعی اور مختتم'' کی قید لگانا اور دوسری طرف اس کے بعد بھی ''کسی حد تک'' کا لفظ لکھنا اور آخر میں کسی معجزہ کے طبعی واقعہ ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس کے معجزہ باقی رہنے کو تسلیم کرلینا' یہ سب ایسے امور ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزات کی طرف سے ان جوابدہی کرنے والوں کے خود اپنے ذہن میں ہی معجزہ کی حقیقت منقح نہیں ہے۔

یا مثلاً ان لوگوں کے جواب میں جو معجزہ اور نظر بندی اور سحر میں کچھ فرق نہیں کرتے یہ کہنا کہ :

''معجزہ بجائے خود نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہیں ہے' بلکہ جس شخص میں ظاہری و باطنی کمالات یعنی اصلی خصائص نبوت و اوصاف حمیدہ عام انسانوں کے مقابلے میں فوق العادت حد تک مجتمع ہوتے ہیں' اس کے حق میں معجزہ محض ایک طرح کی مزید تائید کا کام دے سکتا ہے''۔

اس عبارت میں بھی عجیب طریقے پر اپنے عجز وضعف کا اظہار ہے' کیونکہ یہاں معجزہ کو صرف ایک طفل تسلی کے درجے میں تسلیم کرلیا گیا ہے۔ حالانکہ شریعت میں اس کا نام دلائل نبوت رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں معجزات دکھانے کی ایک حکمت یہ بھی بیان کی ہے کہ اس سے خصوم کی حجت ختم ہو جاتی ہے۔ اب غور فرمایئے کہ قرآن کی نظر میں جس امر کو'' قاطع حجت'' سمجھا جائے' اس کو دلائل کی فہرست سے خارج کر کے صرف ایک تائید کا مقام دے دینا کتنی نادانی ہے۔ درحقیقت یہ معجزہ کی قاہرانہ حقیقت تک نارسائی کا نتیجہ ہے پھر فرض کرلو کہ ان لچر جوابات سے کسی سادہ لوح منکر کی تسلی ہو بھی جائے' مگر کیا اس سے معجزہ کی وہ حقیقت بھی ثابت ہو سکے گی جو شریعت کی نظر میں اس کی صحیح حقیقت ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر ایک دہریہ کو معجزہ کی حقیقت اور اس کا امکان سمجھانے کی اور صورت کیا ہے؟ تو ہمارے نزدیک نبوت اور الوہیت کے اثبات کے بغیر اس موضوع پر اس سے گفتگو کرنا عبث ہے اور اگر یونہی کرنا ہے تو اس کا مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے خود اسی سے معجزات کے محال ہونے کا ثبوت طلب کیا جائے۔ آخر خرق عادت عقلاً محال ہے کیوں؟ اور اگر یہ محال نہیں تو ممکن کا وقوع فرض کرنے سے کوئی محال کیسے لازم آ سکتا ہے؟ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں معجزہ کے لئے حسب ذیل پانچ شرائط لکھی ہیں' جن سے اس کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

الشرط الاول ان تکون مما لا یقدر علیه الا الله سبحانه .	معجزہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اس جنس کا ہونا چاہئے' جس پر سوائے اللہ کے کسی کو قدرت نہ ہو۔
والثانی هو ان تخرق العادة فمن قال ایتی مجیئ اللیل بعد النهار وان کان لا یقدر علیه الا الله تعالی لکنها لیست خارقة.	دوم یہ کہ وہ خارق عادت ہو لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ رات کے بعد دن آئے گا تو یہ معجزہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں ہے' لیکن یہ خارق عادت بات نہیں ہے۔
والثالث ان یستشهدبها مدعی الرسالة علی الله عزوجل فیقول ایتی ان یقلب الله سبحانه هذا الماء زیتا او یحرک الارض عند قولی لها تزلزلی.	سوم یہ کہ مدعی رسالت اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے کہنے پر یہ معجزہ دکھلا دے گا مثلاً وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کے لئے اس پانی کو تیل بنا دے گا یا جب وہ زمین کو یہ حکم دے گا کہ وہ حرکت میں آ جائے تو فوراً ہلنے لگے گی۔
الرابع هو ان تقع علی دعوی التحدی بها المستشهد بکونها معجزة له فلو نطقت الدابة انه کذب و لیس بنبی.	چہارم یہ کہ وہ معجزہ مدعی رسالت کے دعویٰ کا مؤید بھی ہوتا کہ وہ اس کو اپنی نبوت کی دلیل بنا سکے پس اگر کوئی جانور اس کے حکم سے بولنے لگے مگر یہ بولے کہ یہ شخص جھوٹا ہے نبی نہیں ہے تو اگرچہ جانور کا بولنا خارق

....	عادت ہے مگر اس کے دعویٰ کے برخلاف ہے۔
الخامس ان لا یأتی احد بمثل ما اتی به المتحدی علی وجه المعارضة	پنجم یہ کہ مقابلہ میں کوئی شخص اس کی مثل نہ لا سکے۔ اگر کوئی شخص اس کے مقابلہ میں اس جیسا عمل دکھلا دے تو پھر بھی اس کو معجزہ نہیں کہہ سکتے ۔
لدجال یدعی الربوبیة و بینهما من الفرقان ما بین العمیان والبصراء۔	دجال اگرچہ ان شروطِ خمسہ کے مطابق عجائبات دکھلائے گا مگر وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور ظاہر ہے کہ ان دونوں دعووں میں بینا اور نابینا کا سا فرق ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ہزاروں خوارق دکھا کر بھی کوئی شخص خدا نہیں بن سکتا اس لئے یہ خوارق عقلاً اس کے دعویٰ کے مؤید نہیں ہو سکتے ۔ اس کے برخلاف اگر کوئی نبی خوارق دکھلائے تو نبی چونکہ انسان ہی ہوتا ہے اس لئے قدرت کسی کاذب کے ہاتھ پر کبھی ایسے امور ظاہر نہیں کرتی ورنہ اس سے ایک باطل در باطل کی تائید ہوگی اور معجزہ صرف حق کی تائید کے لئے ہوتا ہے۔

امام قرطبیؒ اور قدماء محققین کی ان نقول کی روشنی میں جو اس مضمون میں جا بجا پیش کی گئی ہیں' معجزہ کی اسلامی حقیقت بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ میری تمنا یہ تھی کہ اگر اس کے متعلق متاخرین علماء کی رائے بھی معلوم ہو جاتی تو جدید و قدیم علماء کے اتفاق آراء سے یہ مسئلہ ہمارے لئے اور زیادہ قابل اطمینان ہو جاتا ۔ خوش قسمتی سے ہماری نظر سے اس سلسلہ میں حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر گذری جس میں نہایت اختصار کے ساتھ وہ سب کچھ موجود ہے' جو ان قدماء محققین کے کلمات میں مذکور ہو چکا ہے اور جو کچھ ہم نے ان کی مراد سمجھ کر اپنی جانب سے ان کی توضیح کی ہے وہ بھی تقریباً اسی طرح حضرت کی عبارت میں موجود ہے۔ الحمدللہ کہ اب احقر کو یہ اطمینان ہے کہ جو کچھ میں نے سلف کی مراد سمجھی ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہے۔

حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے نزدیک معجزہ کی حقیقت

''معجزہ صرف یہ ہے کہ ان کے صدور میں (۱) اسباب طبعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا نہ جلیہ کو' نہ خفیہ کو نہ (۲) صاحب معجزہ کی کسی قوت کو' نہ (۳) خارجی قوت کو۔ وہ براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلاتوسطِ اسبابِ عادیہ کے واقع ہوتا ہے' جیسا صادر اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے (یعنی فلاسفہ کے نزدیک) پھر (۴) قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سبب طبعی نہیں بتلا سکتا' کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کر سکتا ہے۔ ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانہ خاص میں صاحب معجزہ کی تائید ہو جاتی تو دوسرے زمانے میں اس کے سبب خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہو جاتی تو کسی نبی کی نبوت پر یقین مؤید نہیں ہو سکتا۔ وھذا کما تری۔ یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سببِ خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا' نہ اس کی مثل کو ظاہر کر کے مقاومت کر سکے بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا ۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَاءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ۔ (الانعام : ۳۵) اور (۵) استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ وہ

دیگر عجائب طبیعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں رہتا......اور (۶) انضمام اخلاق وکمالات کے ساتھ جو اس کو دلیل کہا گیا ہے تو ان اخلاق کی مخصوصہ نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہوسکتی ہے وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے۔''

(بوادر النوادر ج ۲ ص ۳۸۲)

حضرت قدس سرہ نے ان مختصر کلمات میں وہ سب کچھ فرمادیا ہے' جو اس سے قبل کے اوراق میں لکھا جاچکا ہے' بلکہ اس کی تقریر وتوضیح میں کچھ اضافہ بھی فرمادیا ہے۔ جملہ نمبر ۴ سے یہ صاف واضح ہے کہ معجزہ کبھی اضافی نہیں ہوسکتا اور انسان کے علم کے اضافی ہونے کے باوجود یہ حقیقت پھر اپنی جگہ ثابت رہتی ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اس کا سبب طبعی نہیں بتا سکتا۔ چھٹے جملے میں اس کی پوری وضاحت کردی گئی ہے کہ کسی نبی کے اخلاق وکمالات میں اگرچہ اعجاز کی کتنی ہی روح موجود ہو' لیکن ان کا یہ اعجاز نظری ہوتا ہے' لہٰذا ان کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے کہ حسی معجزات کا سطحی اور اخلاق وکمالات کا حقیقی معجزہ نام رکھنا ان کی صحیح تعبیر نہیں ہے' بلکہ بہت زیادہ غلطی میں ڈالنے والی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز کی کتاب حجۃ الاسلام کے چند ضروری اقتباسات

حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''مدارِ نبوت تین باتوں پر ہے۔ اول یہ کہ محبت اور اخلاص خداوندی اس قدر ہو کہ ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ لہٰذا لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوں اور مرتبہ تقرب سے برطرف بھی نہ کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ اخلاق حمیدہ وپسندیدہ ہوں اور اخلاق کا اچھا یا برا ہونا اس پر منحصر ہے کہ خدا تعالیٰ کے اخلاق کے موافق یا مخالف ہو۔ جو خدا تعالیٰ کے خلق کے موافق ہوگا وہ اچھا سمجھا جائے گا جو مخالف ہوگا وہ برا سمجھا جائے گا۔ تیسری بات عقل وفہم ہے۔

معجزہ ثمرہ نبوت نہ مدارِ نبوت ✵ الغرض اصل نبوت تو ان دو باتوں کو مقتضی ہے کہ فہم سلیم اور اخلاق حمید اس قدر ہوں' رہے معجزات تو وہ نبوت کے بعد عطا فرمائے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ جس نے اظہارِ معجزات کے امتحان میں نمبر اول پایا اس کو نبوت عطا کی ورنہ ناکام رہا۔

معجزات علمیہ وعملیہ ✵ معجزاتِ عملی اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعوئے نبوت کر کے ایسا کام کر دکھائے کہ اور سب اس کام کے کرنے سے عاجز آجائیں۔ اس صورت میں معجزات علمی اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعوئے نبوت کر کے ایسے علوم ظاہر کرے کہ دوسرے افراد اس کے مقابلہ میں عاجز آجائیں۔ (از ص ۲۹ تا ص ۳۳)

معجزات حدیثیہ کا ثبوت تورات وانجیل سے کم نہیں ✵ احادیث نبویؐ اس بات میں تو تورات وانجیل کے مساوی ہیں کہ مضامین دونوں کے الہامی ہیں اور یہود ونصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ الفاظ تورات وانجیل کے بھی الہامی نہیں' مگر باوجود اس تساوی کے یہ فرق ہے کہ اہل اسلام کے پاس حدیث کی سندیں من اولہ الی آخرہ موجود ہیں اور تورات وانجیل کی سند کا آج تک پتہ نہیں تو پھر جب حضرات نصاریٰ سے مقابلہ ہو تو ان حدیثوں کے پیش کردینے میں بھی حرج نہیں' جن کی ہمارے پاس کوئی سند نہ ہو۔ یہ کیا انصاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو ان روایات کے بھروسہ پر

تسلیم کر لئے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باوجودیکہ ان کی سندیں متصل ہوں تسلیم نہ کئے جائیں - پھر تماشہ یہ کہ یہ بے معنی حجتیں نکالی جائیں - کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ معجزے قرآن میں مذکور نہیں' عجب اندھیر ہے کہ تاریخوں کی باتیں تو جن کے مصنف اکثر سنی سنائی لکھتے ہیں اور راویوں کی کچھ تحقیق نہیں کرتے حضرات نصاریٰ کے دل میں نقش کالحجر ہو جائیں اور نہ مانیں تو احادیث محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانیں -

علاوہ بریں اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی معجزہ قرآن میں مذکور نہیں' تو یہ ''دروغ گویم بر روئے تو'' کا مصداق ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ سارے معجزات قرآن میں موجود نہیں تو ہماری یہ گذارش ہے کہ ایمان کے لئے ایک بھی کافی ہے - علاوہ ازیں مدار قبول صحت سند پر ہے نہ خدا کے نام لگ جانے پر' اور جب یہ ہے تو احادیثِ نبویہ واجب التسلیم ہوں گی اور سنئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں معجزات دکھلانے سے انکار ہے - اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ ایسا ہی انکار ہے' جیسا انجیل میں معجزات دکھلانے سے انکار موجود ہے - (از ص ۴۷ تا ص ۴۸ مختصراً)

معجزہ کی اقسام

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور تاریخ البدایہ والنہایہ میں معجزہ کی دو قسمیں تحریر فرمائی ہیں (۱) حسی اور (۲) معنوی -

معنوی معجزات ❋ معنوی معجزہ سے مراد مدعی نبوت کے وہ نمایاں اوصاف و ملکات ہوتے ہیں' جو قدرت کسی کسب کے بغیر شروع سے اس میں ودیعت فرماتی ہے مثلاً اس کی صداقت و امانت' اس کے معالی اخلاق' اس کی علو ہمتی اور اس کی تعلیم و تزکیہ وغیرہ بے شبہ یہ سب امور ایسے ہیں' جو خالق فطرت اور ایک مدعی نبوت کے درمیان رابطہ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں' لیکن ادھر بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ جس دور میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے ہیں اس میں طغیان وفساد اور ضد وعناد کی بادِ صرصر اتنی تیز و تند ہو جاتی ہے کہ عام عقول یکسر غور وفکر سے عاری ہو کر رہ جاتی ہیں' باطل عقائد دماغوں میں اس طرح پیوست اور راسخ ہو جاتے ہیں کہ ان صفات و ملکات پر غور کرنا تو کجا اپنے عقائد کے خلاف ذرا سی آواز سننا بھی کسی کو گوارا نہیں ہوتا - ان حالات میں خود نبی اور اس کی تعلیمات و تزکیہ یہی چیزیں سب سے پہلے مورد نزاع بن جاتی ہیں اب ایسے بد مذاقوں کے سامنے بھلا ان امور کو بطور معجزہ و برہان کیسے پیش کیا جا سکتا ہے -

علاوہ ازیں انسانی دماغ کے انحطاط و ارتقاء کے لحاظ سے ان سب امور کا کوئی خاص معیار مقرر کرنا بھی مشکل ہے اعمال و اخلاق کا اگرچہ ایک حصہ ایسا ہے جس میں کبھی کسی کو اختلاف نہیں رہا تو اس کا ایک حصہ وہ بھی ہے جس میں زمانہ' انسانی طبائع اور بلاد کے اختلاف سے بڑا اختلاف رہا ہے - مثلاً عریانی' بنی اسرائیل میں کوئی عیب ہی نہ تھی اور عہد جاہلیت میں بھی اس کو ادنیٰ سی بد اخلاقی بھی تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ موجودہ دور میں آج تو بہت سے ایسے افراد ہیں' جو عریانی کو ایک فیشن سمجھتے ہیں - اس کے علاوہ عہد جاہلیت میں جن امور کو شجاعت کا جوہر اور شرف کا معیار سمجھا جاتا تھا یہ وہی امور تھے جن کو اسلام نے بدترین جرائم اور بد اخلاقی قرار دیا ہے - رہا تعلیم کا مسئلہ تو آج بھی اس میں جتنے مختلف نظریات موجود ہیں وہ محتاج بیان نہیں - اب رہی انبیاء علیہم

السلام کی نصرت و تائید تو یہ بھی گو ان کی حقانیت کا واضح ثبوت ہو' مگر اس کو بھی فیصلہ کن معیار ٹھہرانا مشکل ہے' کیونکہ نصرت کے ساتھ ہزیمت کے واقعات بھی ان کی زندگیوں میں ملتے ہیں' بلکہ کوئی کوئی نبی ایسا بھی گزرا ہے جس کے متبعین صرف معدودے چند افراد ہی ہوئے ہیں- ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کر لی جائے تو اخلاق کا معاملہ قدرت کی ایک ایسی عام بخشش ہے جس میں بہت سے کفار بھی شریک رہے ہیں- ان کا کوئی ایسا معیار مقرر کرنا جس سے انبیاء علیہم السلام کی فوقیت اس قسم کے انسانوں پر اعجازی رنگ میں ثابت کی جا سکے' الفاظ کی حدود میں سمانا مشکل ہی ہے- یہی وجہ ہے کہ جب ایک سطحی علم کا شخص کہیں تاریخ میں اس قسم کے افراد کا تذکرہ دیکھ لیتا ہے تو وہ بے جھجک ان کے متعلق نبوت کا حسن ظن کرنے لگتا ہے' حالانکہ ان چند اوصاف کے علاوہ اس کے پاس ان کے ایمان کے لئے بھی کوئی شہادت نہیں ہوتی' بلکہ اس کے خلاف ان کے کفر کا ثبوت ملتا ہے' لیکن اس پر بھی اس کا قلم چاہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان کے اس پہلو کو دبا دیا جائے- پھر یہ امر بھی قابل فراموشی نہیں ہے کہ ''ملکاتِ حسنہ'' اور ''اخلاق طیبہ'' کا اعجاز صرف مشاہدہ کرنے والوں تک ہی محدود ہوتا ہے- جو لوگ غائب ہوں' ان کے حق میں ان اخلاقی صفات کی صرف حکایت کرنی تشفی بخش نہیں ہوتی- اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ان صفات کی اعجازی صورت کا تصور عام اذہان میں آنا مشکل ہوتا ہے- غالباً اسی وجہ سے جب حضرت ابوذرؓ کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آ کر ان سے بیان کیا کہ ''میں نے ایک شخص دیکھا جو بلند اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور ایک ایسا کلام سناتا ہے' جو شعر معلوم نہیں ہوتا'' تو صرف اتنی بات سے ابوذرؓ کی تشنگی بجھ نہ سکی' لیکن جب انھوں نے خود حاضر ہو کر آپ کے روئے انور کا مشاہدہ کر لیا تو اب ان کے سامنے ایک ایسا ظاہرو باہر معجزہ تھا- جس کے بعد وہ کسی اور معجزہ کے محتاج نہ تھے- رخِ انور پر نظر پڑی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے-

غالباً ان ہی اسباب و علل کی بنا پر جب انبیاء علیہم السلام سے معجزات طلب کئے گئے تو انھوں نے گو اپنی زندگیوں پر غور و فکر کی دعوت دی' مگر اپنی صفات کو اپنا معجزہ بنا کر پیش نہیں فرمایا- ظاہر ہے کہ نبوت خود ایک عقلی شے ہے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز نہیں- اب اگر اس کا ثبوت یعنی معجزات بھی صرف علمی اور عقلی رہ جائیں تو بتایئے کہ معجزات سے نبی کی معرفت میں سہولت کے بجائے کتنی الجھن اور بڑھ جائے- اس لئے انھوں نے اپنی قوموں کے سامنے ہمیشہ ایسے ہی معجزات پیش کئے ہیں' جو بدیہی اور فیصلہ کن ہوں اور یہ وہی اشیاء ہو سکتی ہیں' جو قابل بحث ہی نہ ہوں اور وہ صرف حس و مشاہدہ کی اشیاء ہیں' جو کسی غور و فکر کی محتاج نہیں- اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کی صفات اور اس کے اخلاق و ملکات میں اعجاز کی روح نہیں ہوتی' بلکہ مطلب یہ ہے کہ منکرین اور خصوم کے سامنے ان کو بطور اعجاز پیش کرنا فیصلہ کن نہیں ہو سکتا-

حسی معجزات ✻ حسی معجزات وہ کہلاتے ہیں' جو قدرتِ الٰہیہ کے قاہرانہ افعال و عجائبات رسولوں کے ہاتھوں پر ان کے دعوئے نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں- ان کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا ادراک کرنا کسی بڑی عقل و فہم کا محتاج نہیں ہوتا' بلکہ ادنیٰ سا حس و شعور بھی اس کے لئے کافی ہوتا ہے- اس میں شبہ نہیں کہ معنوی معجزات بھی نبی کی صداقت کا بڑا ثبوت ہوتے ہیں' مگر ان میں پھر غور و فکر کرنے کا محل باقی رہتا ہے اس کے برخلاف حسی معجزات ہیں' جب وہ اسباب ظاہری کا پردہ چاک کر کے سامنے آتے ہیں تو اب غور و فکر کا میدان تنگ ہونے لگتا ہے اور جتنا یہ میدان تنگ ہونے لگتا ہے' اتنا ہی ایمان نہ لانے والوں کے لئے

عذر و مہلت کا میدان تنگ ہوتا چلا جاتا ہے اور اب ایمان نہ لانا قابل معافی نہیں رہتا' بلکہ یہ قلوب پر مہر ہونے کی ایک علامت ہوتی ہے' کیونکہ ان کا دیکھ لینا گویا قدرت علی الاطلاق کا مشاہدہ کر لینا ہے- اگر کہیں رسولوں کے ''توسط'' کا ذرا سا حجاب درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو شاید موت کے وقت ایمان لانے کی طرح ان معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان لانا قابل قبول نہ ہوتا اور خاص معجزات کی فرمائش کر کے پھر ایمان نہ لانا تو گویا عذاب الٰہی کو آخری دعوت دے دینا ہے- اس لئے معجزات کی یہ نوع روح اعجاز میں معنوی معجزات سے کسی طرح کم نہیں' بلکہ معجزات اگر پیغمبر وقت کے فرستادۂ الٰہی ہونے کی دلیل ہیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے لئے ''محسوسات''، ''معقولات'' سے زیادہ کھلی ہوئی دلیل ہیں اس لئے معجزات حسی ہوں یا معنوی یہ دونوں قسمیں نبی کی صداقت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر دلائل ہیں-

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے وجود کی تصدیق کے لئے عالم میں حسی اور معنوی دونوں ہی قسم کے دلائل پیدا فرمائے ہیں ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِيٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (حم السجدة : ۵۳) اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل و معجزات ظاہر فرمائے ہیں اور جس طرح خالق کی تصدیق کے لئے حسی آیات' معنوی آیات سے کچھ کم نہیں اسی طرح یہاں بھی حسی معجزات کا پلہ معنوی معجزات سے ہلکا نہیں ہے-

حقیقت یہ ہے کہ فہم و عقل کے لحاظ سے چونکہ انسانوں کے طبقات مختلف ہیں پھر کفر و شرک کے اثرات سے جوہر عقل کا ادراک اور ناقص ہو جاتا ہے اور اس کا تمام ادراک اپنے محسوسات و مشاہدات ہی میں منحصر ہو کر رہ جاتا ہے اور ''مجردات'' کے فہم کی قابلیت بہت ناقص اور ضعیف پڑ جاتی ہے- اس لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ وہ اپنی ربوبیت کی معرفت کی طرح اپنے رسولوں کی معرفت کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل ظاہر فرمائے تا کہ اس وقت کے ہر طبقہ کے لئے سامان ہدایت میں سہولت پیدا ہو جائے اور ایک جاہل کے لئے بھی ان کی معرفت میں کسی قسم کی دشواری باقی نہ رہے- اگر ایک طرف ذی فہم طبقہ ان کے صفات و اخلاق پر نظر کر کے ان کی نبوت کا یقین لا سکے تو دوسری طرف ایک کم فہم شخص کے لئے بھی ایمان و یقین کا سامان موجود ہو ؎

بہارِ عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد   برنگ اصحاب صورت را ببوار باب معنی را

لہٰذا یہاں ''حسی معجزات'' کو ہلکا کرتے کرتے شمار ہی نہ کرنا یہ ''باب معجزات'' میں ایک اصولی بلکہ خطرناک غلطی ہے-

کتب کلام میں معجزہ اور نبوت کا ربط ❋ یہاں حدیث و قرآن کے بیانات سے صرف نظر کر کے علم کلام کے معتقدین نے صرف اپنے مقصد کی تائید اور معجزات کی تاویل کے لئے یہ ایک اور منطق چلائی ہے کہ علماء کلام کے نزدیک معجزات لوازم نبوت ہی میں سے نہیں اگر کوئی نبی ایک معجزہ بھی نہ دکھلاتا تو بھی اس پر ایمان لانا واجب ہوتا اور اس ''علمی طریقہ'' سے معجزات کے باب کو دھکا لگانے کی ایک اور سعی ناکام کی ہے- شاید ان کلمات کے لکھنے کے وقت اُن کو اس بات سے ذہول ہو گیا ہو گا کہ ان علماء کے نزدیک حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی کوئی ضروری امر نہیں' کیونکہ منعم حقیقی کی معرفت عقلاً واجب ہے لہٰذا اگر ایک بھی نبی کی بعثت نہ ہوتی جب بھی حق تعالیٰ کا وجود تسلیم کرنا واجب ہوتا - اب فرمائیے کہ علماء کلام کے ان عقلی گدوں کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا اس کی ضرورت میں کیا کوئی ادنیٰ سا تردد بھی کرنے کا حق رکھتا ہے- لہٰذا جس طرح منعم حقیقی نے اپنی

معرفت کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر انبیاء علیہم السلام اور دیگر ڈرانے والوں کو بھیجا اور اتنی وسعت کے ساتھ بھیجا کہ ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا :

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ. اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

اب اگر اسی ذات وحدہ لاشریک لہ نے اپنی رأفت و رحمت سے اپنے انبیاء و رسل کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر معجزات بھی دکھلائے تو پھر یہاں لزوم عقلی کا ایک اور شاخسانہ نکال کھڑا کرنے سے سوائے ان نعماتِ الٰہیہ کی ناقدری کرنے کے اور کیا فائدہ ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حمد و ثنا کی زبان بے ساختہ کھل جاتی اور شکر کے دونوں ہاتھ بے اختیار اٹھ جاتے۔ انصاف کیجئے کہ جس قادر علی الاطلاق ذات نے حیلہ جو انسان کے لئے اس عذر کا موقع نہیں چھوڑا کہ وہ یہ کہہ سکتے کہ :

مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ. (المائدہ : ۱۹) ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا۔

وہ ان کو یہ موقع کب دے سکتی تھی، جنھوں نے معجزات پر معجزات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی یہی رٹ لگائے رکھی :

لَوْ لَا اُوْتِيَ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ مُوْسٰى. (القصص : ۴۸) کیوں نہ دیا گیا اس کو مثل اس کے جو موسیٰ کو دیا گیا۔

اور کبھی کہا :

لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّه. (طٰہٰ : ۱۳۳) یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے۔

ایسے ہٹ دھرموں کے لئے بھلا آپ کے علم کلام کی ''لزوم عقلی'' یا ''عدم لزوم'' کی بحثیں کیا تشفی بخش ہو سکتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کلام کے یہ سب مباحث اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف عقلی بحثیں تھیں، خارجی دنیا سے ان مباحث کا کوئی علاقہ نہیں، اسی لئے ان عقلی موشگافیوں کے باوجود اس کو کیا کیجئے کہ نبوت کی تاریخ سے ان میں ایسا لزوم ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی کی زندگی ان معجزات سے خالی نہیں ملتی، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی جتنا اولوالعزم ہوا ہے، اس کے معجزات بھی اتنے ہی عظیم الشان ہوئے ہیں اور اسی تاریخ کی بنا پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپؐ سے بھی معجزات طلب کئے گئے۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ. اس کو چاہئے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے، جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں (معجزات) لے کر آئے تھے۔ (الانبیاء : ۵)

اسی کے ساتھ صحیح بخاری میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ان الفاظ میں موجود ہے :۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ، الخ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا، جس کو کچھ نہ کچھ معجزات نہ دیئے گئے ہوں۔

پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ''حسی معجزات اور نبوۃ کے درمیان کوئی ربط ہی نہیں ہے''۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسی معجزات خود انبیاء علیہم السلام کی صفات نہیں ہوتیں وہ قدرت قاہرہ کے افعال ہوتے ہیں، جو رسولوں کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا ظہور بھی خود رسولوں کی قدرت و اختیار سے نہیں ہوتا اور وہ قوموں کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے اور رسولوں کے ساتھ ہمیشہ قائم نہیں رہتے، اس کے برخلاف معنوی معجزات ہیں وہ خود رسولوں کی صفات ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور مخلوق کے لئے بہترین نمونہ بھی ہوتے ہیں۔ امتوں کو ان کی اتباع کی دعوت بھی دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کلام نے حسی

معجزات کو مقاصد نبوت میں شمار نہیں کیا اور ان معجزات میں اور نبوت میں تلازم نہیں لکھا۔

علم کلام کی اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات نہیں ✲ مگر اسی کے ساتھ ساتھ دوسری طرف اس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ ان کی اصطلاح میں معجزات صرف ''حسی معجزات'' ہی کا نام ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ معنوی معجزات اور نبوت میں بھی کوئی تلازم نہیں ہے۔ کیا ہر نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ اخلاق وملکات اور عمدہ تعلیم وتزکیہ کا مالک ہو' صدق وامانت کا مرقع ہو' اور رحمت ورافت کا مجسمہ ہو؟ اگر اس میں یہ صفات نہیں تو یقیناً وہ نبی بھی نہیں پس اگر اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات ٹھہریں اور حسی معجزات صرف سطحی اور ظاہری معجزات ہوں تو پھر یہ دوسرا مسئلہ بالکل غلط ہو کر رہ جائے گا کہ نبوت اور معجزہ میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب نااہل قومیں اپنے رسولوں کی صفات دیکھ کر متاثر نہیں ہوتیں تو پھر ''شانِ مہر'' کی بجائے ''شانِ قہر'' کا ظہور ہوتا ہے' تاکہ اگر وہ ایک صحیح راستہ سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اب ڈر کر ہی ایمان قبول کر لیں' اور درحقیقت یہ بھی رحمت کا ایک کرشمہ ہوتا ہے: وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیَاتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا۔ (بنی اسرائیل: ۵۹)

اس کے بعد جب کتب حدیث وسیر کا تتبع کیا جاتا ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی معجزات محدثین کی اصطلاح میں بھی صرف ''حسی معجزات'' ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس بات میں انھوں نے صرف آپ کے حسی معجزات ہی جمع کئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر بھی معجزات کی تقسیم کر کے آپ کے معنوی معجزات کی طرف صرف دو تین صفحات میں اشارات کر کے چل دیئے ہیں۔ اس کے بعد چھٹی جلد کا بڑا حصہ ان ہی حسی معجزات پر صرف کیا ہے۔ ان سب سے بڑھ کر جب قرآن پاک پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس میں بھی انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کے ساتھ سب سے زیادہ نمایاں ان کے حسی معجزات ہی کا تذکرہ نظر آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حسی معجزات کو مادی اور ظاہری کے الفاظ سے تعبیر کرنا کس قدر غلط تعبیر ہے اور ان کلمات سے تو ایک مسلمان کی روح کانپ اٹھتی ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں حسی معجزات کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ کیا یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ حسی معجزات خود رسولوں کے افعال نہیں ہوتے' بلکہ ہمیشہ الٰہی افعال ہوتے ہیں' کوئی قلم یہ تحریر کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ کلام الٰہی کی نظروں میں خود افعال الٰہیہ کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ۔

قرآن کریم کی نظر میں حسی معجزات کی حیثیت

بعض اہل علم کو یہ دیکھ کر کہ قرآن کریم معجزہ طلبی کی ممانعت کرتا ہے یہ مغالطہ لگ گیا ہے کہ شاید یہ ممانعت اس لئے ہے کہ حسی معجزات میں اصل اعجاز کی روح نہیں ہوتی یا کمزور ہوتی ہے۔ اس کے بعد علم کلام میں یہ دیکھ کر کہ نبوت اور معجزہ میں کوئی تلازم نہیں ہے' یہ مغالطہ اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے' بلکہ زورِ قلم میں یہاں تک بھی نکل گیا ہے کہ حسی معجزات کی قرآنی نظر میں کوئی حیثیت ووقعت ہی نہیں۔ حالانکہ سب سے پہلے ایک موٹی سی بات قابل غور یہی تھی کہ قرآن کریم جن معجزات کے مطالبہ کی ممانعت کرتا ہے کیا وہ رسولوں کے معنوی معجزات ہیں؟ اگر وہ معنوی معجزات نہیں صرف حسی معجزات ہیں اور ان ہی کے مطالبہ کی وہ ممانعت کرتا ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ صاف برآمد نہیں ہوتا کہ ہمیشہ سے معجزات صرف حسی معجزات ہی کو سمجھا جاتا تھا' پھر ان کے اعجاز کو پھیکا کرنا کہاں تک

درست اور معقول بات ہے۔

یہاں قرآن کریم کی اصل مراد سمجھنے سے پہلے اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہر رنگ کے رسول گذر چکے تھے اور ان کے ساتھ واضح سے واضح معجزات بھی ظاہر کئے جا چکے تھے' جن کو دنیا یا تو خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھی یا ان کی تاریخ مستند طریقوں سے مسلسل منتقل چلی آئی تھی اور جس طرح ہر تاریخ آئندہ نسلوں میں اپنے کچھ نہ کچھ اثرات چھوڑ جاتی ہے' اسی طرح ان معجزات کی تاریخ نے بھی انسانوں کے قلوب پر شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے کچھ نہ کچھ اثرات چھوڑ دیئے تھے پھر ان ''فرمائشی معجزات'' کے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لانے والوں کا جو حشر ہوا وہ قرآن کریم میں جابجا مذکور ہے۔ اس لئے منصفانہ نظر میں اب حسی معجزات پر زور دینے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی' لہٰذا آخر میں عالم کی ہدایت کا جو دستور العمل تھا' خود وہی ایک مجسم اور دائمی بلکہ حسی اور علمی معجزہ بنا کر عالم انسانی کے سامنے بھیج دیا گیا' یعنی قرآن کریم۔ اور جب کبھی کسی نے حسی معجزہ کی فرمائش کی تو ان کو گذشتہ تاریخ کی طرف متوجہ کر کے یہ تنبیہ کر دی گئی کہ جب واضح سے واضح معجزات پر بھی قوموں نے فائدہ نہیں اٹھایا تو اب پھر اس مطالبہ سے کیا فائدہ۔ پس قرآن کریم کا حسی معجزات کے مطالبہ سے منع کرنا ہرگز اس لئے نہیں کہ اس کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں' بلکہ اس لئے ہے کہ دنیا کے خاتمہ پر اگر مخلوق اب بھی اسی بحث میں الجھی رہی اور فرصتِ عمل کو ضائع کر بیٹھی تو پھر یہ ان کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا' کیونکہ اگر آج تک عاقبت نااندیش انسان اس فرصت کو ضائع کرتا رہا تو بعد میں پھر ایک بار ان کو فرصت عمل مل گئی' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ اب نہ کوئی رسول تھا' نہ کوئی شریعت اور اب یہ ان کے لئے آخری فرصت تھی اس لئے ان کے بارے میں رحمتِ الٰہی کا تقاضہ یہی تھا کہ انسانی دماغ کو ان فضول مطالبات سے ہٹا کر اصل مقصود کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ اپنے اسی مقصد کی وضاحت خود قرآن کریم نے ان الفاظ میں کر دی ہے:۔

وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ. (بنی اسرائیل :۵۹)

اور ہم کو نشانیاں (معجزات) کے بھیجنے سے صرف یہ امر مانع رہا ہے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

ان تمام آیات کی روح تھی تو درحقیقت عالم انسانی کی سراسر ہمدردی و فلاح۔ اُس کو فنا کر کے ان سب کا رخ بالکل دوسری طرف پلٹ دیا گیا ہے اور پھر اس کو اس طرح پھیلایا گیا ہے کہ عوام تو درکنار ایک مرتبہ تو سطحی علم والے شخص کو بھی یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں بھی ان حسی معجزات کی کوئی وقعت نہ ہوگی (والعیاذ باللہ)۔ حالانکہ ان کی روح میں یہ عظیم الشان موعظت ہے کہ معجزات منکرین کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر منکرین کی درشت طبائع ان سے مستفید بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ کتنا نامناسب ہے کہ اس کے نتائج و عواقب دیکھ لینے کے بعد بھی آج پھر اپنے آپ کو منکرین ناعاقبت اندیشوں ہی کی صف میں کھڑا کر لیا جائے اور وہی مطالبات جاری رکھے جائیں' جو ہمیشہ پورے کئے جاتے رہے ہیں اور ان کے عواقب بھی ہمیشہ سامنے آتے رہے ہیں۔ اب اتنی کھلی ہوئی حقیقت کے بعد بھی معجزات طلبی کی ممانعت سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ یہ حسی معجزات کی بے وقعتی پر مبنی تھا کہاں تک صحیح ہے۔ اسی طرح قیصر و ابوسفیانؓ کے ''مکالمہ'' کو بھی اس حقیقت پر چپکانا کہ اہل کتاب کے نزدیک حسی معجزات کی کوئی

حیثیت نہ تھی' بالکل خلاف واقع ہے- آیئے ملاحظہ فرمایئے کہ اس مکالمہ میں آپ کے متعلق جن اوصاف کا سوال کیا گیا ہے وہ کیا ہیں؟ یہی امور تو ہیں کہ آپ کے خاندان اور اس میں کسی بادشاہ کا ہونا' آپ کی راست بازی' آپ کا وفائے عہد' آپ کے جنگی نتائج اور آپ کے تعلیم وتزکیہ کی تفصیلات- فرمایئے کہ اگر یہ نبوت کے حقیقی اجزا ہوں تو کیا صرف ان کے ثبوت سے کسی کا نبی ہونا ضروری ہے یا ان میں سے بعض کے موجود نہ ہونے سے کسی نبی کی نبوت سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ کیا سلیمان علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام بادشاہ نہ تھے' کیا کذب وعہد شکنی دنیا کے دوسرے افراد کے نزدیک بھی معیوب نہیں؟ خود اسی مکالمہ میں ابوسفیانؓ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ اگر کفار کی طعنہ زنی کا خطرہ مجھ کو لاحق نہ ہوتا تو اس موقعہ پر میں ضرور جھوٹ بول کر رہتا- اسی طرح شکست وفتح کا تذکرہ بھی دوسرے ملوک اور انبیاء علیہم السلام دونوں کی تاریخوں میں موجود ہے وغیرہ وغیرہ- پس اس مکالمہ سے یہ سمجھ لینا کہ اس کی بنیاد صرف اس پر تھی کہ معنوی معجزات ہی اصل معجزات ہوتے ہیں' حسی معجزات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی' محض خوش فہمی ہے- ان صفات کو تو نبوت کے اجزاء حقیقی بھی نہیں کہا جا سکتا- البتہ یہ ضرور ہے کہ جو نبی ہوگا اس میں یہ صفات ضرور ہوں گی' مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ جس میں بھی یہ صفات موجود ہوں وہ ضرور رسول ہوگا' جیسا کہ یہ ضروری ہے کہ ہر نبی سے خوارق ظاہر ہوں' مگر یہ بالکل ضروری نہیں کہ جس سے بھی خوارق ظاہر ہوں بس صرف اتنی سی بات سے اس کو رسول بھی سمجھ لینا چاہئے-

ہم جلد ثالث کے اوائل میں لکھ چکے ہیں کہ ''ان سوالات کی بنیاد دراصل اس پر تھی کہ ایک آنیوالے رسول کی بشارت پہلے سے کتب سابقہ میں چلی آ رہی تھی اور اس کی آمد آمد کا اہل کتاب کو انتظار لگ رہا تھا اور اسی لئے وہ چھانٹ چھانٹ کر ایسے ہی سوالات کرتے تھے' جو ان کی کتب میں اس آنے والے رسول کے لئے مرقوم تھے''- ان کے سامنے نبوت ورسالت کی عقلی کوئی بحث نہ تھی' بلکہ ایک آنے والے رسول کی صرف معرفت کا سوال درپیش تھا- چنانچہ اسی گفتگو کے آخر میں خود قیصر کے اپنے بیان میں یہ نکتہ بصراحت موجود ہے وہ کہتا ہے کہ ''میں پورے یقین کے ساتھ ایک رسول کی آمد کا علم رکھتا تھا' مگر مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا''- لہٰذا اس کے لئے صرف مختصر سا اشارہ کافی ہوگیا- قرآن کریم بھی اسی حقیقت کی بنا پر ان کو یہ الزام دیتا ہے اور آپ کی صفات میں صاف یہ کہتا ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ.	وہ لوگ جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں' جو نبی امی ہے کہ جس کو اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں-

بہر حال اہل کتاب کے سامنے اہم سوال یہی تھا کہ وہ آنے والے پیغمبر کو ان صفات پر جانچیں' جو ان کی کتابوں میں اس کی صفات بیان ہوئی ہیں- ان کے سامنے حسی معجزات کے اعجاز وعدم اعجاز کا کوئی سوال نہ تھا' ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ یہود ونصاریٰ ہی تو تھے جنھوں نے اپنے اپنے رسولوں سے وہ وہ احمقانہ معجزات طلب کئے ہیں' جن کو کسی رسول کی صداقت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں ہوسکتا- اب آپ ایک بار ان کی تاریخ قرآن کریم میں اٹھا کر پڑھ لیجئے' اس سب کا اعادہ موجب طوالت ہوگا- اس لئے ہم یہاں اس کو نقل نہیں کرتے- اس کے بعد جب آپ کا دور آیا تو کیا انھوں نے ہی آپ سے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا؟

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ. (النساء:۱۵۳) اہل کتاب تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو اُن پر لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لاوے۔

کیا ان کا یہ سوال کرنا اسی معجزہ طلبی کی عادت پر مبنی نہ تھا؟ ان کے خیال کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ ان کو آسمان سے تورات عنایت ہوئی تھی۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جیسا پہلے نبیوں نے معجزات دکھائے ایسے ہی معجزات آپؐ بھی دکھائیں۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ. (الانبیاء:۵) اس کو چاہئے کہ ہم کو کوئی ایسا معجزہ دکھائے' جیسے پہلے رسولوں نے دکھائے اس لئے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایسی قوم کے نزدیک حسی معجزات کی کوئی حیثیت نہ تھی؟

خلاصہ یہ ہے کہ حسی معجزات عوام اور خواص سب کی اصطلاح میں حقیقی معجزات ہوتے ہیں۔ وہ کسی کے نزدیک بھی صرف سطحی اور ظاہری نہیں ہوتے۔ خود قرآن کریم نے ان کا نام ''آیات'' ہی رکھا ہے یعنی ''معجزات وخوارق'' اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں ان حسی معجزات ہی کا ذکر فرمایا ہے۔ محدثین نے بھی ان ہی کو ہمیشہ اعتنا کے ساتھ جمع فرمایا ہے اور کتب دلائل کا بیشتر حصہ ان ہی کے لئے وقف ہوا ہے۔ اہل کتاب اور منکرین کی طرف سے بھی ان ہی کا مطالبہ ہوتا رہا ہے اور اس بنیاد پر ہوتا رہا ہے کہ یہی وہ نوع تھی' جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں میں ثابت ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شق القمر' اسطوانہ حنانہ' انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے ابلنا' کھانوں میں برکت' پانی میں برکت وغیرہ وغیرہ جو تواتر سے ثابت شدہ واقعات ہیں' یہ سب آپؐ کے حسی ہی معجزات تھے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ حسی معجزات صرف سطحی اور ظاہری ہوتے ہیں اور قرآن پاک کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں اور وہ آپؐ کی زندگی میں نمایاں طور پر موجود نہ تھے؟

ان کے علاوہ آپؐ کی ولادت سے قبل یا ولادت کے وقت جن عجائبات کا ظہور ہوا تھا وہ سب حسی ہی واقعات تھے۔ ''اسنادی'' لحاظ سے جس درجہ کی اسناد تاریخی واقعات کے لئے ہوسکتی ہے' اس سے زیادہ مضبوط اسانید باعتراف محدثین ان کے لئے بھی موجود ہیں' پھر محض ایک غلط بنیاد پر ان کو قبول نہ کرنا' بلکہ ان کو ''موضوع'' قرار دے ڈالنا اور ان کے راویوں کے سر ''وضع'' کی تہمت لگا دینا یہ اسلامی تاریخ پر کتنا بدنما داغ ہے۔ ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اسناد اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں' مگر یہ لکھ ڈالنا تو اسلامی تاریخ کے متعلق ایک بڑی جسارت ہے کہ

''مثلاً آپؐ کے زمانہ میں بت پرستی کا استیصال ہوگیا' کسریٰ وقیصری سلطنتیں فنا ہوگئیں' ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہوگیا' شام کا ملک فتح ہوا۔ ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہوگئے' قیصر وکسریٰ کے کنگرے ہل گئے' آتش کدۂ فارس بجھ کے رہ گیا' نہر ساوہ خشک ہوگئی' ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے''۔

اب سوچئے کہ صرف زور قلم میں آ کر محض اپنی بے تکی قیاس آرائی پر یہ لکھ دینا کہ واقعات تو یہ تھے' مگر راویوں نے ان کو خود معجزہ بنالیا ہے' کیا یہ شرعاً واخلاقاً درست ہے؟ یہاں راویوں پر صرف ایک وضع ہی کی تہمت نہیں بلکہ ان کے سر اس حماقت کا الزام بھی ہے کہ جو واقعات آپؐ کے عہد نبوت کے بعد کے تھے انھوں نے ان کو آپؐ کے زمانۂ ولادت کا بنا ڈالا۔

اگر آپ ذرا غور کریں گے تو یہ تمام نتائج اسی کے ہیں کہ حسی معجزات چونکہ مادی دنیا کو ایک بڑا زبردست چیلنج ہوتے ہیں' اس لئے کمزور طبائع ہمیشہ ان کے مقابلے سے عاجز آ کر چاروں طرف کوئی نہ کوئی سہارا تکا (دیکھا) کرتی ہیں- ظاہر ہے کہ کسی قدیم رسم کا خاتمہ کر دینا یا اپنی سیاست سے کسی سلطنت کا فنا کر دینا یا علم و عدالت' صداقت و امانت اور عفت و دیانت اس نوع اعجاز کا تسلیم کرنا مادی عقول کے لئے بھی کچھ مشکل نہیں' مگر یہاں دوسری مشکل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ اعجاز دکھانا گو مشکل نہ ہو' مگر ان کی بناء پر نبوت کا تسلیم کرنا یہ سب سے بڑی مشکل ہے- اس کے برخلاف حسی معجزات ہیں- جیسے چاند کا شق ہو جانا یا لکڑی کا چیخ پڑنا وغیرہ یہ ایسے معجزات ہیں' جن کو ''عقول سافلہ'' محالات میں سمجھتی ہیں' تعجب اور صد تعجب ہے کہ اگر دنیا میں یہی واقعات کسی اتفاقیہ صورت میں پیش آ جاتے ہیں تو کسی کے نزدیک بھی قابل انکار نہیں ہوتے' بلکہ ان کی تحقیقات کے لئے فوراً ایک کمیٹی بیٹھ جاتی ہے' لیکن جہاں ان حوادث کا رشتہ ذرا بھی مذہب سے وابستہ ہوتا نظر آتا ہے' بس فوراً وہ لغویات کی فہرست میں شمار ہو کر تحقیق سے پہلے قابل انکار سمجھ لئے جاتے ہیں- لہٰذا معنوی معجزات پر زور دینے والے صرف حسی معجزات کی حقیقت ناشناسی کے جرم کے ہی مرتکب نہیں بلکہ غیر شعوری طور پر ''انکار'' یا ''تاویل معجزات'' کی دلدل میں پھنس گئے ہیں اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے بہت سے معجزات کی حیثیت نظروں سے گرا کر ایک طرف تو مادی عقول کو اسلام کے قریب کر دیا ہے اور دوسری طرف علمی و اخلاقی معجزات کا پایہ نظروں میں بلند کر دیا ہے' اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ-

ایک اور اہم غلطی کا ازالہ، معجزات کی تقسیم و تحلیل میں

جس طرح کہ معجزات کے حقیقی اور اضافی ہونے کی تقسیم غلط ہے' یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کل تک معجزہ تھا وہ علوم جدیدہ اور اکتشافاتِ جدیدہ کے بعد معجزہ باقی نہ رہے اسی طرح معجزہ کی یہ تحلیل بھی غلط ہے کہ ''معجزہ کا خارقِ عادت ہونا''-

(۱) ''کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ نفس واقعہ تو خلافِ عادت نہیں ہوتا' مگر اس کا وقتِ خاص پر رونما ہونا خارقِ عادت ہوتا ہے' مثلاً طوفان آنا' آندھی آنا' زلزلہ آنا' کفار کا باوجود کثرت تعداد کے بے یار و مددگار اہل حق سے خوف کھا جانا وغیرہ تمام تائیداتِ الٰہیہ اسی قسم میں داخل ہیں''-

(۲) ''کبھی اس واقعہ کے ظہور کا وقت بھی خارقِ عادت نہیں ہوتا' مگر اس کا طریق ظہور خلافِ عادت ہوتا ہے' مثلاً انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے پانی برسنا' بیمار کا اچھا ہو جانا' آفتوں کا ٹل جانا- کہ نہ تو پانی کا برسنا' یا بیمار کا اچھا ہونا' یا کسی آتی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلاف عادت ہے اور نہ اس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے' لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب و علل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خارقِ عادت ہیں استجابت دعاء کی قسم اسی میں داخل ہے''-

(۳) ''کبھی نہ تو واقعہ خارقِ عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریق ظہور خارق عادت ہوتا ہے' بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے مثلاً انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں''-

''اس تقسیم کی تفصیل یہ ہے کہ معجزہ کا سبب اور علت براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے کبھی یہ مشیت اور ارادہ

عاداتِ جاریہ اور ظاہری علل و اسباب کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً قوم نوح (علیہ السلام) کے لئے طوفان آنا' قوم ہود کے لئے کوہِ آتش فشاں کا پھٹنا' یا زلزلہ آنا- حضرت ایوبؑ کا چشمہ کے پانی سے صحیح وتندرست ہوجانا' قوم صالح کے لئے آندھی آنا' مکہ میں قحط عظیم کا رونما ہونا' غزوۂ خندق میں آندھی چلنا' یہ تمام نشانیاں ظاہری اسباب اور عادات جاریہ کے خلاف نہیں' لیکن ان اسباب کے ظہور کا سبب جس میں حق کی فتح اور باطل کی شکست ہو محض بخت و اتفاق نہیں بلکہ ارادہ ومشیت الٰہی نے خاص ان موقعوں کے لئے بطور نشان کے ان کو پیدا کیا اور کبھی یہ مشیتِ الٰہی عاداتِ جاریہ اور اسبابِ ظاہری کا نقاب اوڑھ کر نہیں' بلکہ بے پردہ نشان بن کر سامنے آتی ہے' مثلاً عصا کا سانپ بن جانا' انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا' مردہ کا جی اٹھنا' چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا' پتھر سے چشمہ کا ابلنا' درختوں کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا' بے جان چیزوں میں آواز پیدا ہونا کہ ان چیزوں کی تشریح موجودہ علم اسباب وعلل کی بنا پر نہیں کی جاسکتی اور نہ ان کو عاداتِ جاریہ کے مطابق کہا جاسکتا''۔

معجزہ کی مذکورہ بالا تحلیل پر نظر کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معجزہ کی تینوں قسموں میں سے کوئی ایک قسم بھی خارق عادت نہیں ہوتی' بلکہ کبھی کبھی اس کے ظہور کا وقت بھی خارقِ عادت نہیں ہوتا اور کبھی نہ نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے نہ اس کے ظہور کا وقت' اور نہ اس کے ظہور کا طریقہ خارق عادت ہوتا ہے' بلکہ صرف اس کا قبل از وقت علم یہ خارقِ عادت ہوتا ہے- اس بنا پر معجزات کی ان سب اقسام کا تجزیہ اور تحلیل کر کے یہ ثابت کرنا کہ یہاں نفس معجزات میں کوئی امر خارقِ عادت نہیں ہوتا' معجزات کی روح فنا کر دینا ہے' پھر جس پہلو میں خرق عادت تسلیم کیا گیا ہے وہ اس کا مادی پہلو ہی نہیں' ایک علمی سا پہلو ہے- مثلاً وقت یا طریق ظہور یا اس کا قبل از وقت علم ہونا ان میں بحث ونظر کو بہت گنجائش مل سکتی ہے- کیا اس تجزیہ وتحلیل کا حاصل قدرت کے بدیہی نشانات کو پھر نظری بنا دینا نہیں؟

پھر جب اس تقسیم کی تفصیل پر نظر کی جاتی ہے تو انسانی عقل اور متحیر ہو کر رہ جاتی ہے- کس بیباکی کے ساتھ اس میں نوح علیہ السلام کے طوفان کو عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل کر لیا گیا ہے' وہ طوفان جس کی ابتداء ایک تنور سے شروع ہوئی' یعنی صرف آسمان ہی سے بارش نہیں ہوئی' بلکہ زمین سے بھی پانی ابل پڑا' وہ طوفان جس میں جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ عالم انسانی کی تمام آبادی کو محیط تھا وہ طوفان جو کفار کے اس طرح تعاقب میں تھا کہ اگر کوئی کافر پہاڑ کی چوٹی پر جاچڑھا تو اس نے وہاں بھی اس کو جا پکڑا- وہ طوفان جس سے پناہ کی صورت ''رحمت'' کے سوا ''نبی'' وقت کے سامنے بھی کوئی نہ تھی: ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ (ھود: ۴۳) اور وہ طوفان جس نے اس وقت تک دم نہ لیا جب تک کہ ایک ایک کافر کو ختم نہ کر لیا اور جب تک کہ اس کو خالق زمین وآسمان کا خطاب ان الفاظ میں براہ راست نہیں پہنچ گیا ﴿يَا اَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ﴾ (ھود: ۴۴) وغیرہ وغیرہ- کتنی بڑی جرأت ہے کہ اس طوفان کو دنیا کی عادتِ جاریہ میں دھر گھسیٹا جائے' یا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کا آنا کتنا تعجب ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا صحابی تو اس معجزانہ بارش پر ششدر ہے وہ قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ مدتوں سے آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا کہیں نظر نہ آتا تھا' بس اِدھر آپؐ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے اور اُدھر ایک چھوٹی سی بدلی پہاڑ کے پیچھے سے اٹھی وہ تمام آسمان پر پھیلی اور ابھی آپؐ کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ ہونے پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کا پانی ٹپکنا شروع ہو گیا- یہ

موسلادھار بارش اگلے ہفتہ تک مسلسل رہی یہاں تک کہ قحط کا شاکی اب بارش کا شاکی بن گیا وہی ہاتھ پھر اٹھے اور وہی بادل جو حیرت میں ڈال دینے والی صورت سے آ گھرے تھے' اسی حیرت ناک صورت سے پھٹنے شروع ہو گئے - راوی پھر قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ بس جس طرف انگشت مبارک کا اشارہ ہوتا تھا' فوراً اسی سمت سے بادل پھٹ پھٹ کر مدینہ کے چاروں طرف کا رخ کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ آپؐ کی دعا کے مطابق -

اللھم حوالینا و لا علینا... خدایا اب بارش ہمارے اردگرد رہے اور ہم پر نہ ہو-

بارش نے درمیان سے ہٹ کر مدینہ کا حلقہ باندھ لیا - راوی کا پھر حیرت سے بیان ہے کہ اب مدینہ کا نقشہ ایک تاج کی طرح تھا کہ درمیان سے مدینہ خالی تھا اور چاروں طرف بادل کھڑے تھے - اب آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ ہمت کریں تو اس کے متعلق بھی یہ کہہ ڈالیں کہ نہ یہ بارش خارقِ عادت تھی نہ وقت خاص پر اس کا ہونا یہ خلافِ عادت تھا بلکہ جن اسباب وعلل سے یہ بارش ہوئی بس وہ خارق عادت تھے -

مذکورہ بالا تقسیم میں ''بیمار کا اچھا ہونا'' بھی اسی دوسری قسم میں شمار کیا گیا ہے' اب اس باب کے دو ایک معجزات بھی ملاحظہ فرمایئے - صحیح بخاری میں ہے کہ فتح خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اس وقت ان کی آنکھوں میں سخت آشوب تھا' آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن مل دیا - بس ان کو ایسا معلوم ہوا کہ آنکھوں میں کبھی آشوب تھا ہی نہیں - اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عتیکؓ جو ابورافع یہودی کے قتل کے لئے گئے تھے واپسی پر زینہ سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اور فوراً یہ معلوم ہونے لگا کہ کبھی ان کے چوٹ لگی ہی نہ تھی - اسی طرح سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے تلوار کا زخم لگا آپؐ نے اس پر دم کیا اور وہ بھی فوراً صحت یاب ہو گئے - ایک مرتبہ عثمان بن حنیفؓ نابینا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی کے لئے عرض کی - آپؐ نے ان کو دعا تعلیم فرمائی' وہ کہتے ہیں کہ اسی مجلس میں بینائی پیدا ہو گئی - کیا ان سب قسم کے معجزات کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ فی نفسہٖ یہ واقعات خارق عادت نہ تھے اور ان واقعات کے ظہور کا وقت بھی خارق عادت نہ تھا' صرف اس کا سبب خارقِ عادت تھا؟

معلوم نہیں جو لوگ معجزات کے قائل ہیں ان کو معجزات میں اتنی تحلیل اور اتنی کتر بیونت کی ہمت اور اہمیت کیوں ہے؟ یہی حال ان زلازل اور آندھیوں کا ہے' جو منکر اقوام کی ہلاکت کے لئے نمودار ہوئیں - یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ پہلے ان کے متعلق صرف قرآنی پوری تفصیلات ہی کو سامنے رکھئے جو ان واقعات کی اس نے ذکر کی ہیں' پھر جو اسلوب بیان ان کے متعلق اختیار کیا ہے وہ بھی پیش نظر رکھئے تو آپ پر بداہۃً واضح ہو جائے گا کہ یہ طوفان روزمرہ کے ہوائی جھکڑ نہ تھے' بلکہ کرۂ ہوائی کا کوئی خاص ''تمرد'' تھا - یہ زلزلے زمین میں معمول کے مطابق کسی بخار کی لہر کا اثر نہ تھے' بلکہ خدائی طاقت کا ایک انتقامی جھٹکا تھے - اس کے علاوہ یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جو واقعات عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل ہوں ان کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ کسی رسول کی تکذیب کا نتیجہ تھے' کیا منکرین پر کچھ حجت ہو سکتا ہے؟ چہ جائے کہ ان کو معجزہ قرار دیا جائے - یہاں صرف اسباب وعلل کی بحث اٹھانی یہ پھر ایک عقلی بحث ہے' جس میں مخالف کے لئے بڑی گنجائش نکل سکتی ہے - اگر صورتِ واقعہ اور وقت کی بحث ختم کر دی

جائے تو کیا ایک معاند کے لئے تشفی بخش ہوسکتا ہے کہ اس بارش کے برسنے میں یا اس بیمار کی شفایابی میں صرف میری دعا کا دخل ہے[1]

اس سے بڑھ کر یہ کہ "تمام تائیدات الٰہیہ" کے متعلق بھی یہ لکھ ڈالنا کہ ان سب صورتوں میں نفس واقعہ یعنی نفس فتوحات میں کوئی اعجاز کی صورت نہ تھی اور ان میں بھی منطقی تحلیل شروع کر دینی درحقیقت ان تمام آیات ربانیہ کی روح فنا کر ڈالنی ہے۔ "غزوۂ بدر" کے متعلق جو آیات ہیں، آپ ذرا آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالئے مگر خالی الذہن ہو کر "فتح حنین" کی آیات پڑھئے، مگر منصفانہ نظر سے۔ کیا ایک لحہ کے لئے بھی یہ تصور دماغ میں آ سکتا ہے کہ یہ فتوحات کچھ خارق عادت نہ تھیں صرف ایک بخت واتفاق تھا؟ اور بس اسی اتفاق کا نام یہاں خرق عادت رکھ دیا گیا تھا پھر ہمارے تعجب کی حد نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کی حالت میں بہادر کفار کا مرعوب ہونا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ صرف یہ کہ اس کو اپنے معجزات میں شمار فرمائیں، بلکہ اس کو اپنی خصوصیات میں شمار کریں اور لکھنے والے اس کو بھی دنیا کے معمولی واقعات کی صف میں دھر گھسیٹیں۔ نا منصف قلموں نے تو صرف ایک آپ ہی کے ساتھ قدرت کی تائید کو عالم کے عام واقعات میں داخل نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک عظیم الشان تائید کو بھی یعنی غرق فرعون کو بھی عالم کی عادت جاریہ میں داخل کرنے کی سعی کی ہے اور اس کو بھی سمندر میں جوار بھاٹے کی ایک عام شکل کہہ کر ٹال دیا ہے۔

اب رہیں انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں تو اس میں بھی قطع و برید کے لئے مقراض لگا دینا بہت زیادہ تعجب خیز ہے، جبکہ خود اس کا عنوان ہی پیشگوئی ہے۔ یعنی دنیا کے معمول کے مطابق جو واقعات پیش آمدہ یا پیش آمدنی ہیں نہ صرف قبل از وقت بلکہ کسی کی تعلیم و علم کے بغیر اُن کی اطلاع دے دینا۔ ظاہر ہے کہ اگر "نبی وقت" ان کی اطلاع نہ دیتا تو جو واقعات ان میں سے گزر چکے تھے وہ تو گزر ہی چکے تھے اور جو آنے والے ہیں وہ پیش آ کر ہی رہتے۔ ان دونوں قسموں میں خود نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اسی لئے کسی نبی نے خود ان واقعات ہی کو اپنا معجزہ قرار نہیں دیا ہے۔ پہلی دونوں قسموں کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے وہاں خود ان واقعات ہی کو معجزہ قرار دیا ہے اور ان میں بظاہر نبی کے تصرف کا دخل بھی ہوا ہے مثلاً اگر نوح علیہ السلام منکرین کے حق میں عام ہلاکت کی بددعا نہ فرماتے، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام خاص خاص عذابوں کا وعدہ نہ فرماتے تو نہ وہ طوفان آتا، نہ وہ زلزلے اور آندھیاں آتیں، یہاں ان تمام تائیدات الٰہیہ کی بھی تحلیل کر ڈالنی درحقیقت اُن کی اصل روح فنا کر دینی ہے۔ اگر اس تقسیم کے بجائے معجزات کی تقسیم یوں کی جاتی کہ بعض معجزات "علمی" ہوتے ہیں اور بعض "عملی" تو بہت صحیح اور مناسب ہوتا۔ یعنی بعض

---

[1] ہمارا آج بھی بارہا کا تجربہ ہے کہ جب کسی مولوی ملا کی دعا سے کوئی بیمار اچھا ہو جاتا ہے تو بعض مرتبہ وہ لوگ جو دعاؤں پر زیادہ اعتقاد نہیں رکھتے اس شفا کو طبیب و ڈاکٹر کی ہوشیاری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور دعا کی طرف ان کا خیال بھی منتقل نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دعا کے ساتھ فوراً شفا ہو جائے یعنی یہاں وقت کا لحاظ بھی رکھا جائے تو اب اس کے معجزہ یا کرامت ہونے میں کسی منکر کو بھی مشکل سے ہمت کرنی پڑے گی۔ پس اس قسم کے معجزات میں خاص وقت کا لحاظ نہ کرنا یہ بھی بڑی فروگذاشت ہے۔

معجزات وہ ہوتے ہیں جن میں نبی کے تصرف کا کچھ دخل نظر آتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں' جن میں نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف علمی معجزات ہیں' جیسے نبی کی پیشگوئیاں وغیرہ - لیکن مذکورہ بالا تقسیم کی بنا پر تو اکثر معجزات میں اعجاز کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی اور جب وہاں ارادۂ الٰہیہ کا ظہور صرف عادتِ جاریہ کے ماتحت قرار دیا جائے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان معجزات کے ''معجزات ہونے کا'' ثبوت ہی کیا رہتا ہے؟ کسی واقعہ کے متعلق یہ اقرار کر لینے کے بعد کہ ''نفس واقعہ میں تو کوئی امر خارقِ عادت نہ تھا' صرف وقت خاص پر اس کا ظہور یا صرف اس کا طریق ظہور خارق عادت تھا'' اس کے معجزہ ہونے میں کتنا تردد کا باعث بن سکتا ہے - اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ ''تمام تائیداتِ الٰہیہ'' ''اخبار غیب'' اور ''استجابتِ دعا'' کی انواع جن میں ہزاروں معجزات داخل ہیں' ایسی سطح پر کھینچ لائے جائیں جن میں عقول مادیہ کے لئے کوئی تعجب کی جگہ باقی نہ رہے' مگر جبکہ ان کی تحلیل منطقی کرنے کے بعد خرقِ عادت کا ''شاخسانہ'' کسی نہ کسی مرتبہ میں پھر بھی لگا ہی رہے تو ایک فہیم انسان کے لئے اس تقسیم کا فائدہ تطویل مسافت کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا -

آیئے اب اُن معجزات پر نظر کریں جن کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ ان میں مشیتِ الٰہیہ عالم کی عادتِ جاریہ کے خلاف پس پردہ نہیں بے پردہ ہو کر سامنے آ گئی ہے - اس کی مثالوں میں سے پتھر سے پانی کا نکلنا' بے جان چیزوں میں آواز پیدا ہونا شمار کیا گیا ہے -

ہم کو معلوم نہیں کہ اس سے مراد کیا ہے کیونکہ پتھروں سے پانی نکلنا یہ بھی عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل ہے خود قرآن کریم میں ہے: ﴿وَ اِنَّ مِنهَا لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنهُ الْاَنهَارُ وَ اِنَّ مِنهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخرُجُ مِنهُ الْمَاءُ وَ اِنَّ مِنهَا لَمَا يَهبِطُ مِن خَشيَةِ اللّٰهِ﴾ (بقرہ : ۷۴)

غیر ذی روح میں آواز کا پیدا ہو جانا تو آج کل ٹیلیفون' تار' گراموفون اور ریڈیو وغیرہ میں عام بات ہے اگرچہ وہ کسی ذریعہ سے ہو' اور سامری کے ''گوسالہ'' میں آواز کا پیدا ہونا اور اس کی علت اور سبب خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے - اسی طرح ''شق القمر'' کی توجیہ ''تاویل معجزات'' کے عنوان کے تحت ان ہی اوراق میں آپ کے سامنے آنے والی ہے - تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی معجزات کا ظہور ہوا ہے تو ہمیشہ بہیئت مجموعی کسی بھی تحلیل کے بغیر ان کو معجزہ تسلیم کیا گیا ہے اور کبھی ان کی تحلیل کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا - خدانکردہ اگر اسی قسم کا تجزیہ اور تحلیل آیاتِ قرآنیہ میں بھی شروع کر دی جائے تو نوبت الحاد تک بھی پہنچ سکتی ہے - اگر یہ تمام تفصیلات اور تقسیم کسی منکر معجزات کے قلم سے ہوتیں تو ہم کو نہ کچھ تعجب ہوتا نہ تاسف' افسوس تو یہ ہے کہ یہ ایسے قلم سے نکلی ہیں' جو منکرین کے مقابلے کے لئے میدان میں نکلا ہے: يَفعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يَحكُمُ مَا يُرِيدُ -

یہاں ایک اور ''مغالطہ'' کا رفع کر دینا بھی ضروری ہے جو نہ صرف عوام کو بلکہ بعض خواص کو بھی پیش آ سکتا ہے - ایک انسان جب صفحاتِ تاریخ میں خطرناک زلزلے اور ہیبت ناک آندھیوں کا تذکرہ پڑھتا ہے اور کسی نبی کی تکذیب سے ان کا تعلق نہیں دیکھتا اور آج بھی جب تباہ کن طوفانوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ ان اشیاء کو عالم کی ''عادتِ جاریہ'' سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ان کے متعلق کسی نبی کی تکذیب کا نتیجہ کہنے میں تامل کرنے لگتا ہے اِدھر جب ایک مذہبی دماغ ان ہی واقعات کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی فہرست میں درج پاتا ہے تو وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کے معجزہ بنانے کی کوئی ایسی معقول ''توجیہ'' پیدا کرے' جو

ایک آزاد دماغ کے لئے بھی قابل تسلیم ہو سکے۔

ہمارے نزدیک یہ فکر معجزہ کی صحیح حقیقت تک نارسائی پر مبنی ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان واقعات کو نبی کے معجزات سے الگ شمار کرنا ہی درست نہیں' بلکہ یہ حوادث بھی نبی کی پیش گوئیوں میں داخل ہیں۔ حدیثوں میں آخر زمانے میں ''زلازل'' اور ''حوادث'' کی کثرت بصراحت موجود ہے اور اس کے اسباب تک بھی مذکور ہیں' پھر ان کو بھی کیوں نہ معجزات کی فہرست میں شمار کیا جائے۔ لیکن اگر اس سے بھی تشفی نہ ہو تو پھر یہ سمجھئے کہ معجزہ کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت۔ معجزہ کی صورت وہ ہو سکتی ہے' جو عالم کے اور واقعات کی صورت ہوتی ہے' لیکن اس کی حقیقت ہر جگہ اور ہمیشہ ان سے مختلف ہوتی ہے اور کبھی ان سے متحد نہیں ہو سکتی۔ اس صوری اشتراک کی وجہ سے ہمیشہ مغالطہ پیدا ہو جاتا ہے اور جب تک حقیقت کے انکشاف کا وقت نہیں آتا یہ مغالطہ باقی ہی چلا جاتا ہے۔ مثلاً عصائے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے جس کو عالم کی عادتِ جاریہ کے خلاف شمار کیا گیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ظاہر فرمایا تو ساحرین فرعون نے اس کو یہی سمجھا کہ وہ بھی ان ہی کے سحر کی ایک نوع ہے۔ حتیٰ کہ اس کے مقابلہ کے لئے ایک دن بھی مقرر کر لیا اور اپنی رسیاں لے کر آ دھمکے اور ایسا تماشا دکھلایا کہ ایک مرتبہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعونیوں کی ''غلط فہمی'' کا خطرہ پیدا ہونے لگا' لیکن جونہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا اور دونوں حقیقتیں بالمقابل ہوئیں تو یہ بات صاف ہو گئی کہ معجزہ کی حقیقت کچھ اور تھی اور ساحرین کے تماشا کی کچھ اور۔ یہی وجہ تھی کہ فرعونیوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے وہی تھے' جو سب سے پہلے مقابلے کے لئے نکلے تھے انھوں نے دیکھ لیا کہ یہ معجزہ حقیقت میں ان کے تماشے سے بالکل علیحدہ حقیقت رکھتا ہے' پس صورت تو دونوں کی سانپ ہی کی تھی' مگر حقیقت میں دونوں کے درمیان وہی فرق تھا' جو سونے اور ملمع میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بارش' زلزلے اور آندھیاں اور استجابتِ دعاء کو سمجھ لیجئے۔ ان سب مقامات پر معجزہ اور حوادث جاریہ میں گو صوری اشتراک نظر آتا ہے' مگر ان کی حقیقتوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی' یہی وجہ تھی کہ جب بھی گھٹا آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل و حرکت میں پریشانی کے اثرات نمایاں ہونے لگتے تھے' یہاں تک کہ بارش ہو کر برس نہ لیتی تھی۔ آپ فرماتے تھے ''عائشہؓ! مجھ کو خوف ہوتا ہے کہیں یہ وہ بادل نہ ہوں جو ''وافد عاد''[1] لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تھا'' اور جب بارش ہونے لگتی تو آپ مطمئن ہو جاتے اور یہ بات صاف ہو جاتی کہ یہ وہ خاص بادل تھے یا عالم کی عادتِ جاریہ والے بادل۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے پانی اُبلا' صحابہؓ نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے اس کو محفوظ کرنا شروع کر دیا' مگر حضرت ابن مسعودؓ کا بیان یہ ہے کہ میں تو کوشش کر کر کے جتنا مجھ سے ہو سکا اس کو اپنے پیٹ میں ڈالتا رہا' کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ عام پانی سے الگ کوئی برکت والا پانی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ اس اعجازی پانی

---

[1] یہ شخص عاد کی قوم نے بارش کی دعا کے لئے روانہ کیا تھا۔ مکہ مکرمہ قدیم سے استجابت دعا کی جگہ مشہور تھی۔ مختصر یہ کہ اس کی دعا پر دو بادل اٹھے اس نے ایک سیاہ بادل کو یہ سمجھ کر پسند کیا کہ اس میں زیادہ پانی ہوگا جب وہ اس کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آیا تو اس میں سے عذاب کی بارش برسی اور سب قوم ہلاک ہو گئی۔

کو عام پانی سے ممتاز سمجھ رہے تھے- اسی حقیقت کو ادراک نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے علماء کو معجزات اور کرامات میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے- آخر انھوں نے لکھا ہے کہ ولی کی کرامات جس نبی کی اتباع سے حاصل ہوتی ہیں وہ اس نبی کا معجزہ ہوتی ہیں- یہ بھی درست ہے- لیکن حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ نبی کا ایک معجزہ کسی ولی کی مدت العمر کی کرامات کے مقابلے میں زیادہ وزنی ہوتا ہے- میرا مطلب یہ ہے کہ ولی کی کرامت گو نبی کا معجزہ سہی' مگر حقیقت اس کرامت کی پھر بھی اس معجزہ کے برابر نہیں ہوتی' جو نبی سے بلاواسطہ ظاہر ہوتا ہے- اس فرق کو ایسا ہی سمجھئے جیسا وحی اور الہام- الہام اگرچہ نبی کے اتباع ہی کا نتیجہ ہوتا ہے' لیکن پھر ''وحی'' کہاں اور ''الہام'' کہاں- وحی کی شوکت اور قطعیت کے مقابلے میں الہام میں نہ وہ شوکت ہوتی ہے نہ قطعیت نہ وزن نہ اتنی صفائی- یہی وجہ ہے کہ وحی حجت ہے اور الہام حجت نہیں- اگر اس تحقیق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو بہت سے اشکالات رفع ہو سکتے ہیں- اور اگر یہ حقیقت سمجھنی بھی آپ کو مشکل ہو تو ایک سیدھی سی بات یہ ہے کہ ''معجزہ'' اور ''آیات'' میں اصطلاحاً کچھ فرق ہے- آیت کا ترجمہ نشانی ہے پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے سب معجزات کا نام ''آیات'' رکھنا ہی پسند فرمایا ہے- اس لحاظ سے اس قسم کے زلازل اور آندھیاں وغیرہ تاریخی جتنے واقعات بھی ہیں وہ بہت آسانی کے ساتھ آیت (نشانی) کی فہرست میں آ جاتے ہیں- فرق صرف یہ ہے کہ جب یہی واقعات انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر ظاہر ہوں تو وہ ''آیات'' اللہ یعنی خدا تعالیٰ کے وجود کی نشانی اور آیت کہلاتے ہیں اور جب انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ظاہر ہوں تو وہ ان کی تصدیق کے لئے نشانی اور ''آیت نبوت'' کہلاتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی ان غیر معمولی حوادث کا نام دنیا میں خدائی عذاب رکھا جاتا ہے- اور اس قسم کے واقعات کو قرآن کریم میں جا بجا قدرت کی آیات کے ذیل میں شمار کرایا گیا ہے-

معجزہ و سحر

قدرت نے اس عالم کو روزِ اول سے ''خیر و شر'' کا مجموعہ بنا کر پیدا فرمایا ہے- ایک طرف اپنے ''مقرب فرشتے'' پیدا کئے تو اس کے بالمقابل ''شیاطین'' کا ناپاک گروہ بنایا- اسی طرح ایک طرف انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت مبعوث فرمائی تو اس کے بالمقابل ''دجالوں'' کا ناپاک گروہ بھی ظاہر فرمایا- پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ نبوت کے مقابلے میں کوئی دوسری شے پیدا نہ فرمائی جاتی؟ اور وہ ''کہانت و سحر'' تھی- خیر و شر کی ان مرکزی طاقتوں میں بھلا کیا مناسبت تھی' مگر اس ''دارالالتباس[1]'' میں آ کر ان میں پھر اتنا التباس رہا کہ ایک ملعون جماعت نے مسیح ہدایت کو دجال قرار دے ڈالا اور دجال کو مسیح ہدایت ٹھہرانے کا فیصلہ کر لیا-

ترجمان السنہ کی جلد سوم میں آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ معجزہ و سحر میں کوئی التباس ہی نہیں ہے- یہ دونوں چیزیں اپنی ماہیت' اپنے فاعل اور اپنی غایت ہر لحاظ سے ممتاز ہیں- معجزہ کا ظہور تضرع و ابتہال اور کلماتِ طیبہ وغیرہ سے ہوتا ہے اور سحر کا کلمات شرکیہ' نفسی توجہ اور ارواحِ خبیثہ کی استعانت سے- صاحبِ معجزہ قدسی صفات ہوتا ہے اور ساحر خبیث النفس- معجزہ کی غایت و غرض معرفت

---

[1] اشتباہ کی دنیا

ربوبیت اور نجاتِ آخرت ہے اور سحر کا مقصد متاع دنیا- صاحب معجزہ کا انجام نجاح وفلاح ہے اور ساحرین کا خیبت وخسران-

آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں مقابل حقیقتیں کتنی علیحدہ علیحدہ ممتاز ہیں' لیکن اس دنیا کے نہاد میں چونکہ التباس رکھا ہوا تھا' اس لئے پھر ان میں اتنا التباس باقی رہ گیا کہ تصنیف کا قلم جتنی جتنی اس کی وضاحت کرتا رہا یہ مشکل نافہموں کے لئے اتنی ہی اور الجھتی چلی گئی- مگر یہ کشمکش جتنی بھی رہی صرف ذہنی اور کاغذی حد تک ہی رہی اور جب کبھی نبی و دجال اور معجزہ وسحر مقابل آ گئے تو یہ دونوں حقیقتیں نور وظلمت کی طرح ہر خواندہ و ناخواندہ کے لئے ایسی ممتاز ہو گئیں کہ کسی کو ان کے درمیان کوئی اشتباہ باقی نہ رہا اس لئے اگر آپ کے ذہن میں معجزہ وسحر کے درمیان کچھ التباس باقی ہے تو اس کو ان کی حقیقتوں کا اشتباہ نہ سمجھئے بلکہ اس عالم کی فطرت کا نتیجہ سمجھئے تمیز اور امتیاز کامل کا مقام آخرت ہے جہاں خیر وشر کے درمیان پورا پورا امتیاز بدیہی ہو کر سامنے آ جائے گا- اگر یہ قطعی فیصلہ کلیۃً آج یہیں ہو جائے تو عالم غیب وشہادت کا فرق ختم ہو جائے- ثواب وعذاب کا سارا فلسفہ غیب کے ذرا سے پردہ ہی میں تو مستور ہے- اس کے باوجود اگر آپ اس کو الفاظ کے حدود میں سمجھنا چاہتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ-

(۱) معجزہ قدرت کا فعل اور ایک آیت ربانیہ ہوتا ہے اور سحر ساحر کا اپنا بنایا ہوا کھیل-

(۲) معجزہ نبی کے اپنے ارادے کے تابع نہیں ہوتا کہ جب وہ چاہے دکھا سکے اور سحر ساحر کے اپنے ارادہ کے تابع ہوتا ہے اور وہ جب چاہے اس کو دکھا سکتا ہے- اسی لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر قرار دیا گیا تو جس طرح ہر بشری صنعت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اسی طرح ان کے مقابلے کرنے کے لئے بھی ساحرین کو دعوت دی گئی' مگر جب ساحرین نے آ کر یہ دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قدرت بشری سے خارج ہے اور ایک ''آیت ربوبیت'' ہے تو وہ فوراً ''رب موسی و ھارون'' پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہو گئے- پھر اس فیصلہ کے لئے کوئی مدت خرچ نہیں ہوئی' بلکہ جونہی- معجزہ وسحر مقابل ہوئے بس فوراً اسی وقت دونوں حقیقتیں نور وظلمت کی طرح ممتاز ہو گئیں-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ایک اجمالی نظر

جس سے معجزہ اور سحر وغیرہ کے درمیان امتیاز کرنے میں مدد ملتی ہے

(۱) کسی واقعہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی معجزہ کے اظہار سے آپؐ کا مقصد کبھی اپنی اظہار برتری تھا اور نہ کبھی نام ونمود کے لئے اس کا تذکرہ کرنا آپؐ سے ثابت ہوتا ہے- ہاں اگر آپؐ کی پیشگوئی کے مؤید کوئی واقعہ اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو گیا ہے تو آپؐ نے ضرور اس کو اپنی نبوت کی صداقت کے ظہور کے لئے بنگاہ استحسان دیکھا ہے-

(۲) یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپؐ نے اپنے معجزات کے لئے ہمیشہ کسی بڑے مجمع کی تلاش کی تھی بلکہ حسب مشیتِ ایزدی کبھی جماعتوں میں اور کبھی بہت ہی محدود افراد میں اور کبھی ایک ہی شخص کے سامنے معجزہ کا ظہور ہوا ہے- ایک بار قضائے حاجت کے وقت آپؐ کے حکم سے دو درختوں کا بغرض ''ستر'' اپنی جگہ سے ہٹ کر آ جانا اور آپؐ کی فراغت کے بعد پھر ان کا اپنی اپنی جگہ واپس ہو جانا صرف اس صحابی کا بیان ہے جو اس وقت آپؐ کے ساتھ حاضر تھا-

(۳) آپؐ کے بعض معجزات اس قسم کے بھی ہیں جن میں نباتات و جمادات وحیوانات نے از خود آپؐ کے احترام یا حفاظت میں آپؐ کے لئے یا آپ کے کسی صحابیؓ کے لئے حصہ لیا ہے اور ظاہری طور پر وہاں آپؐ کا کوئی عمل نہ تھا' مثلاً مکڑی کا غارِ ثور پر جالا تننا' یا شہد کی مکھیوں کا عامرؓ یا عاصمؓ کے جسم کی حفاظت کرنا۔

(۴) آپؐ کے بعض معجزات آپؐ کی ذات کے برکات سے متعلق ہیں' جیسا کہ ''لعابِ دہن'' سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کا آشوب دور ہو جانا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کا درست ہو جانا وغیرہ' مگر جب جنگ احد میں آپؐ خود زخمی ہوئے تو ایسے نازک وقت میں بھی پھر اس اعجاز کا ظہور نہ ہوا۔

(۵) کھانے' پینے میں برکت اور انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے ابلنے کی برکات خاص آپؐ کے گھر کی بجائے اکثر سفروں میں یا دوسروں کے گھروں میں ظاہر ہوئی ہیں اور زیادہ تر اس کا فائدہ دوسروں ہی نے اٹھایا ہے۔

(۶) آپؐ کے بعض معجزات کے آثار آپؐ کی وفات کے بعد تک بھی باقی رہے ہیں اور بعض ایسے ہیں' جن کا ظہور ہی آپؐ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی کھجوروں میں برکت پہلی قسم کی اور ''اخبارِ غیب'' کا ایک بڑا حصہ دوسری قسم کی مثال ہے۔ سحر میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں وہ ساحر کے وجود کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

(۷) آپؐ کے معجزات کا جو حصہ ''اخبارِ غیب'' سے متعلق ہے اس میں اس عالم کے حوادث کے علاوہ اشراط ساعت' مبدأ و معاد اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اہم حالات زندگی بھی شامل ہیں' جن میں قیاس و تخمین کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ان کے متعلق لب کشائی کر سکا ہے۔

(۸) آپؐ کے معجزات میں ایک بڑا حصہ آپ کی ''استجابتِ دعا'' سے متعلق ہے۔

(۹) آپؐ کے معجزات کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے' جو کسی شدید ضرورت میں ظاہر ہوا تھا مگر اس سے بڑھ کر ضرورتوں میں آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف صبر و سکون کی تلقین فرمائی اور آپؐ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔

(۱۰) قرآن کریم کے علاوہ کسی اور معجزہ کے متعلق یہ یاد نہیں آتا کہ آپ نے کبھی کافروں کو اس کے مقابلے کی دعوت دی ہو۔

(۱۱) آپؐ کے معجزات میں کھانے پینے کی اشیاء میں برکت ہمیشہ اس وقت ظاہر ہوئی ہے جب کہ آپؐ نے پہلے تھوڑا سا پانی یا کھانا وغیرہ منگا لیا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ یونہی محض عدم سے کھانا یا پانی موجود ہو گیا ہو اور کھانے کے ڈھیر لگ گئے ہوں یا پانی کے چشمے پھوٹ پڑے ہوں جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

و كذلك الجن كثيرا ياتون الناس بما يأخذونه من اموال الناس من طعام و شراب و نفقة ماء و غير ذلك و هو من جنس ما يسرقه الانسي و ياتي به الى الانسي لكن الجن تأتي بالطعام و الشراب في مكان العدم و لهذا لم يكن مثل هذا اية النبي و انما كان النبي صلى الله عليه وسلم يضع يده في الماء فينبع الماء من بين اصابعه و هذا لا يقدر عليه لا انس و لا جن و كذلك الطعام القليل يصير كثيرا و هذا لا يقدر عليه لا الانس و لا الجن و لم يأت النبي صلى الله عليه وسلم قط بطعام من الغيب و لا

شراب و انما کان هذا قد یحصل لبعض اصحابه کما أتی خبیب بن عدی و هو اسیر بمکة یقطف من عنب و هذا الجنس لیس من خصائص الانبیاء و مریم علیها السلام لم تکن نبیة و کانت تؤتی بطعام. الخ (کتاب النبوات ص ۱۱۵)

''اور اسی طرح جن بھی بسا اوقات لوگوں کے پاس ایسی کھانے پینے اور خرچ کرنے وغیرہ کی چیزیں لاتے ہیں جو وہ لوگوں کے اموال میں سے لیتے ہیں اور یہ اسی قسم کی چیزیں ہوتی ہیں جو ایک انسان چرا کر دوسرے انسان کے پاس لاتا ہے۔ لیکن جن یہ کھانے پینے کی چیزیں اس جگہ لاتے ہیں جہاں وہ نہیں ہوتیں۔ اسی لئے اس قسم کے تصرفات نبی کے تصرفات کبھی نہیں ہوتے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کی صورت تو یہ ہوا کرتی تھی کہ آپؐ (کسی برتن وغیرہ کے) پانی کے اندر دست مبارک رکھ دیتے تھے اور پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمے کی طرح) پھوٹ نکلتا تھا' یہ ہے وہ معجزہ جس پر نہ کوئی انسان قدرت رکھتا ہے نہ جن۔ اسی طرح تھوڑا سا کھانا (آپؐ کے ہاتھ لگانے سے) بہت سا ہو جاتا تھا اس پر بھی نہ کوئی انسان قادر ہے نہ جن۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بطور معجزہ) غیب سے کوئی کھانے پینے کی چیز کبھی نہیں لائے۔ ہاں آپؐ کے بعض صحابہؓ سے کبھی کبھی اس قسم کے واقعات ظہور میں آئے ہیں جیسا کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ کفار کی قید میں تھے انگوروں کے خوشے مہیا کر دیئے گئے۔ اس قسم کے امور حضرات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے نہیں ہیں۔ (دیکھئے حضرت مریم علیہا السلام نبی نہ تھیں مگر ان کے پاس کھانے کی چیزیں (اور بے فصل میوے) مہیا کر دیئے جاتے تھے''۔

غرض سحر اور عمل تنویم وغیرہ سب کسبی فنون ہیں ہر کسی کو کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں اور دیگر ملکات کی طرح ہر وقت وہ انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ ان میں آخرت کی فلاح کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور اسی لئے خدا تعالیٰ کی مخلوق کی نظروں میں ساحر یا عمل تنویم کرنے والوں کا کوئی احترام نہیں ہوتا۔ سحر اور عمل تنویم کی تفصیلات معجزات کی مذکورہ بالا تفصیلات سے بالکل جدا ہیں۔

(۱۲) سحر کا بیشتر تعلق دنیوی معاملات یا دنیوی تصرفات و اخبار سے ہوتا ہے۔ ''مبدأ و معاد'' سے اس کا تعلق بالکل نہیں ہوتا' اس کے برخلاف نبوت ہے کہ اس کا تمام تر تعلق مبدأ و معاد سے ہوتا ہے اُس کی دعوت ''الوہیت و وحدانیت'' کی اور اسی طرح صفاتِ الوہیت کی تفصیلات کے بیان کرنے سے ہوتا ہے' سحر کا ان اہم امور سے کوئی ادنیٰ رشتہ بھی نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح قرآن کریم میں مذکور کیوں نہیں؟

ہمارے نزدیک یہ سوال ہی ساقط ہے سب سے پہلے تو اس لئے کہ اگر سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ کے تمام معجزات کیوں مذکور نہیں تو یہ سوال ہی لغو ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ ''کوئی معجزہ بھی مذکور نہیں'' تو یہ غلط ہے' جبکہ حسی اور معنوی ہر قسم کے معجزات

اس میں موجود ہیں' کیا شق القمر' معراج جسمانی اور عظیم الشان پیشگوئیاں وغیرہ وغیرہ اس میں مذکور نہیں' لیکن چونکہ اس مہمل سوال پر بھی علماء کا قلم اُٹھ چکا ہے۔ بنا بریں چند سطریں ہم بھی یہاں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

(۱) ہمارے نزدیک انبیاء سابقین کے معجزات کا اہتمام قرآن کریم میں اگر کیا گیا ہے تو اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ سب عملی تھے ان کا ثبوت مستقبل زمانوں میں اس کے سوا اور کیا تھا کہ خود وحی سماوی ان کی تصدیق کر دیتی ورنہ وہ معجزات اپنے اپنے زمانوں میں ظاہر ہو کر خود بھی معدوم ہو چکے تھے اور گزشتہ امتوں کے ہاتھ میں ان کے ثبوت کے مستند ذرائع بھی سب معدوم ہو چکے تھے۔ اس لئے اب یہی ایک صورت باقی تھی کہ قرآن کریم ان پر مہر تصدیق ثبت کرتا' اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات کو تو خود دنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی تھی اور مستقبل میں اس کے لئے انبیائے سابقین کے معجزات کی تصدیق آپؐ کے ان معجزات کی تصدیق کے لئے بھی کافی تھی' کیونکہ دونوں ایک ہی جنس کے تھے۔ جب قرآن کریم نے ایک بار ان کی تصدیق فرما دی تو اب اس کی اہمیت کیا رہی کہ ان ہی انواع کے معجزات کا تذکرہ بار بار پھر کیا جاتا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ خیال ہی درست نہیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تذکرہ ان کے اصل مقصود ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے' بلکہ اصل مقصد انبیاء سابقین کا تذکرہ کرنا تھا اور جب ان کی نبوتوں کا ذکر کیا گیا تو اب ان کے دلائل نبوت کا ذکر کرنا بھی خود بخود لازم ہو گیا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تھی۔ اُس کی تصدیق کے لئے ایک طرف قرآن کریم درخشاں ثبوت موجود تھا اور آپ کے دوسرے معجزات کے لئے تواتر اور احادیث معتبرہ گواہی دے رہی تھیں اس لئے آپؐ کی نبوت حال و مستقبل میں یکساں ثابت تھی۔ آپؐ کے دوسرے معجزات کے ذکر کرنے کی احتیاج ہی کیا رہی تھی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جن معجزات کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے وہ ان کے خاص خاص معجزات ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاص معجزہ'' قرآن کریم ہے۔ اس لئے جب ان کے عام معجزات قرآن کریم میں مذکور نہیں تو پھر آپؐ کے عام معجزات مذکور کیوں ہوں؟

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم تھا تو شاید اب حکمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ دوسرے معجزات اسی نمبر پر نہ آئیں' خواہ اپنی اپنی جگہ وہ کتنے ہی عظیم الشان تھے' مگر ظاہر ہے کہ وہ پھر ''افعال الٰہیہ'' تھے اور یہ ''کلام الٰہی'' ہے اور جو نسبت کلام کو متکلم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ افعال کو نہیں ہوتی اسی لئے پہلی امتوں کو خدا تعالیٰ کی ذات کا جو تعارف کرایا گیا تھا وہ اس کے خاص خاص افعال سے کرایا گیا اور جب ان میں کچھ استعداد پیدا ہو گئی تو آخر میں ''تعارف ایزدی'' کے لئے خود ''کلام ایزدی'' نازل ہو گیا جس سے بڑھ کر اس عالم میں رب العالمین کے تعارف کی کوئی اور صورت ممکن نہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی نمبر ہے تو وہ مشاہدہ کا ہے' جو اس عالم میں ایک مقدس اور بزرگ ترین ہستی کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا اور وہ برگزیدہ ہستی وہی تھی' جس پر یہ کلام نازل ہوا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ لہٰذا یہی ایک معجزہ ہر معجزہ سے مستغنیٰ کرنے والا تھا۔

(۵) انبیاء سابقین کی نبوت دائمی نہ تھی اور مستقبل زمانوں کے ساتھ ان کا تعلق بجز ان پر ایمان لانے کے اور کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے ان کو وہی معجزات عطا ہوئے جو اپنے زمانوں میں ایمان لانے کے لئے کافی تھے' پھر ان کی نبوتوں کا دور ختم ہو جانے اور ان کے ان معجزات کے معدوم ہو جانے کے بعد یہ مناسب تھا کہ کم از کم ان کا تذکرہ بیان میں آتا رہتا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائمی تھی' اس لئے آپ ؐ کا سب سے بڑا معجزہ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا' جو دائمی ہو اور خود بے شمار[1] معجزات پر مشتمل ہو۔ دوسرے معجزات جو آپ ؐ سے سرزد ہوئے وہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کی حد تک محدود رہے۔ ان میں سے کچھ تو منکرین کی فرمائش پر ظاہر ہوئے جیسا ''شق القمر'' اور بہت سے کسی شدید ضرورت میں ظہور پذیر ہوئے گو وہ کتنے ہی عظیم الشان تھے مگر پھر بھی آپ ؐ کی نبوت کے ثبوت کا اصل مدار نہ تھے یہ شان تھی تو ایک قرآن کریم کی تھی اب اگر ان سب حسی معجزات کو نظم قرآنی میں لے لیا جاتا تو مستقبل میں خود ان کا وجود باقی نہ رہنے کی وجہ سے پھر ان میں عقلی بحثیں شروع ہو جاتیں اور بدنصیبوں کے لئے ان کے ایمان لانے میں نہ معلوم کتنی بیشمار رکاوٹوں کا باعث بن جاتیں۔ اس لئے رحمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ ایک بار اُن کا مشاہدہ کرا کے حدیثوں تک ان کو محدود رکھا جائے اور ان سب کو قرآن کی قطعیت کے رتبہ میں نہ پہنچایا جائے' جہاں پہنچ کر چون و چرا کا میدان ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ ان حدیثی معجزات میں کافر نہیں خود مسلمان آج تک کتنا الجھ رہے ہیں۔ اگر یہ سب معجزات قرآن کریم میں مذکور ہو جاتے تو بولئے آج ان متشککین مسلمانوں کا حشر کیا ہوتا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم ہے وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب بن کر خود صفحۂ عالم پر جگمگا رہا ہے۔ جس کو دیکھ کر کفار بھی حیرت زدہ خاموش ہیں۔ اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اگر یہ فرسودہ کہانیاں ہیں تو جاؤ تم سب مل کر اس کا مثل' اس کی ایک سورۃ کا مثل' بلکہ ایک آیت ہی کا مثل لے آؤ۔ تاریخ سے پوچھ کر دیکھو دوسرے قسم کے معجزات میں شبہات نکالنے والے یہاں پہنچ کر کیسے مبہوت اور لاجواب کھڑے ہیں۔ اس معجزہ کے بعد اور کسی معجزہ کے ذکر کی حاجت ہی باقی نہ رہی۔ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ۔

(۶) چھٹی وجہ جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ ''کلام الٰہی'' دراصل دنیا میں یہ روح پھونک دینا چاہتا ہے کہ اب ''عجائب پرستی'' کا شوق ختم ہو جانا چاہئے۔ دنیا کی آنکھوں کے سامنے قدرت کے عجیب سے عجیب کرشمے آ چکے اب ان کے بجائے ''خدا پرستی'' کا شوق پیدا ہو جانا چاہئے کہ ان عجائبات کے ظہور کا اصل منشا یہی خدا پرستی کا شوق تھا۔ جب اصل مقصد منظر عام پر آ چکا ہے تو اب اسباب و ذرائع کی طرف نظریں کیوں تک رہی ہیں۔ اگر آپ ؐ کی نبوت کے اثبات میں بھی آپ ؐ کے تمام معجزات کا ایک ایک کر کے تذکرہ کر دیا جاتا تو بقول ''دیوانہ را ہوئے بس است'' پھر دنیا اپنے اسی قدیم ذوق میں جا پھنستی' اس لئے جب اس قسم کے عجائبات کا تذکرہ آیا تو قصۂ ماضی بن کر آیا اب خدائے تعالیٰ کی ''تازہ وحی'' آنکھوں کے سامنے ہے' جس کی ایک ایک آیت سے اعجوبہ پرستی کے بجائے خدا پرستی کا نشہ پیدا ہو جاتا ہے: ﴿فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ. وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ﴾ (الروم: ۱۷-۱۸)

---

[1] حافظ ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں کہ تنہا قرآن کریم دس ہزار معجزات پر مشتمل ہے۔ (دیکھو الجواب الصحیح)

(۷) آخر میں ساتویں یہ وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ جتنے ''عملی معجزات'' ہیں' ان میں اور سحر میں ہر پہلو سے امتیاز ہونے کے باوجود پھر ذرا سا التباس بھی موجود رہتا ہے' حتیٰ کہ آج تک کتب کلام وغیرہ میں ان کے درمیان کوئی ایسا واضح فرق مذکور نہیں ہے' جس کے بعد مادی طبائع کے لئے بھی کوئی تشنگی باقی نہ رہے' لیکن قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس میں اور سحر میں کسی قسم کا کوئی التباس ہی نہیں ہے' نہ سلیم طبائع کے لئے نہ مادی طبائع کے لئے یہی وجہ ہے کہ اس معجزہ پر کسی کی زبان نہیں کھل سکی کہ ''یہ بھی ایک سحر اور جادو ہے''- اس کے علاوہ جو اعتراضات اس پر کئے گئے- اس کی جوابدہی کا تکفل خود قرآن کریم نے کرلیا ہے اور اس کے دندان شکن جوابات خود دے دیئے ہیں حتیٰ کہ بقول ''دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید'' یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر یہ ''قدیم افسانوں کا مجموعہ'' ہے تو جاؤ تم بھی ایسے ہی ''من گھڑت افسانے'' بنا کر اس کے مقابلے پر لے آؤ- ان حالات میں اگر دوسری نوع کے عملی معجزات کی قرآن کریم استیعاب کی نیت کرلیتا تو یقیناً ان میں پھر بحث کھڑی ہو جاتی' آخر ضدی مزاجوں نے ''شق القمر کو'' بھی سحر کہہ ہی دیا-

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (القمر: ١)

اس لئے مناسب یہ تھا کہ جو معجزہ خود ہزاروں معجزات اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے' اس کو اپنی نوع میں یکتا ہی رہنے دیا جائے اور اس میں دوسری قسم کے معجزات کا بار بار ذکر کر کے آپ کی نبوت میں کسی کے لئے لب کشائی کا موقع ہی باقی نہ رہنے دیا جائے- رہ گئے آپؐ کے دوسرے عملی معجزات تو ان کی طرف سے صرف اس مدافعت کو کافی سمجھا جائے' جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے جواب دہی میں ایک سے زیادہ بار کردی گئی ہے- ان کے علاوہ' اس مہمل سوال کے جو عیسائیوں کی طرف سے بے وجہ دہرایا جاتا ہے' اور جوابات بھی ہو سکتے ہیں' مگر ہم نے یہاں فرصت وقت کے لحاظ سے ان ہی چند جوابات پر کفایت کرنا مناسب سمجھا ہے-

ہمارے نزدیک آپؐ کے دوسرے معجزات کی قرآن کریم میں مذکور نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ حسی تھے اور حسی معجزات کی قرآن کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں اور نہ یہ ہے کہ احادیث کے مستند ذخیروں میں ان کی موجودگی کو کافی سمجھ لیا گیا ہے اور عدم اہتمام کی وجہ سے ان کو اس قابل ہی نہیں سمجھا گیا کہ قرآن کریم میں ان کو جگہ دی جاتی' (والعیاذ باللہ) اور یہ وجہ بھی نہیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پاس صرف وہی گنے چنے معجزات تھے- اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اتنے ''متنوع'' تھے کہ ان کے تذکرہ کے وقت ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرانے کی حاجت نہ تھی اور نہ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ذاتِ محمدیؐ کی طرف منسوب ہو کر نہیں' بلکہ قدرتِ الٰہیہ کی طرف منسوب ہو کر بیان ہوئے- اس لئے عام لوگوں کا خیال ان کو دلائل محمدیؐ سمجھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا-

یہ سب وجوہات معجزہ کی حقیقت تک نارسائی اور ان کی تاریخ سے ناآشنائی کے ثمرات ہیں-

ہم یہ پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ حسی معجزات کی قرآن کی نظر میں بڑی اہمیت ہے' بلکہ معجزات کے ذیل میں جب کہیں تذکرہ آتا ہے تو اُن ہی کا آتا ہے لہٰذا پہلی اور دوسری وجہ جو اسی پر مبنی ہے وہ دونوں صحیح نہیں اور یہ فقرہ تو کسی طرح نوکِ قلم پر آنے کے قابل نہیں ہے کہ ''آپ کے دوسرے درخشاں معجزات صفحاتِ قرآنی پر آنے کے قابل ہی نہیں تھے'' (والعیاذ باللہ)- آخر یہ

معجزات کیا قدرت مطلقہ ہی کے مظاہر نہ تھے؟ تیسری وجہ اس لئے صحیح نہیں کہ وہ اس پر مبنی ہے کہ انبیائے سابقین کے پاس گویا اتنے ہی گنے چنے معجزات تھے' حالانکہ قرآن کریم میں ان کے جن معجزات کا ذکر کیا گیا ہے یہ معجزات صرف وہی ہیں' جو ہر نبی کو خاص خاص عطا ہوئے ہیں- اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی معجزہ کسی نبی سے ظاہر ہی نہیں ہوا' اسی لئے جب آپ آیاتِ قرآنیہ پر نظر فرمائیں گے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ ان میں جو معجزات ایک نبی کے ذکر کئے گئے ہیں وہ دوسرے کسی نبی کے ذکر نہیں کئے گئے- یہ اس کا ثبوت ہے کہ یہاں ان کے خاص خاص معجزات ہی کا ذکر کرنا مقصود ہے- یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب اپنے ''خاص معجزہ'' کا تذکرہ فرمایا ہے تو صرف ایک قرآن پاک کا ذکر فرمایا ہے' جیسا کہ صحیح بخاری کی روایات میں صاف موجود ہے- کیا اس کا مطلب بھی یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کے پاس بھی صرف ایک ہی معجزہ یعنی قرآن کریم ہے- پس جس طرح صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپؐ کا خاص معجزہ قرآن کریم ہے' اسی طرح انبیائے سابقین کے معجزات کا مطلب سمجھ لینا چاہئے- ترجمان السنہ جلد ثالث میں حافظ ابن تیمیہؒ کی شہادت سے یہ گذر چکا ہے کہ ''احیاء موتی'' کا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ثابت ہے- حالانکہ قرآن کریم میں ان کے معجزات میں اس کا کہیں ذکر نہیں پھر جب حسب بیان حافظ ابن تیمیہؒ ''احیاء موتی'' اولیاء کرام سے بھی کرامت کے طور پر ثابت ہے تو اس اولوالعزم نبی کے متعلق شک وشبہ کرنے کی کس کو گنجائش ہوسکتی ہے- اگر تھوڑا سا اس پر غور کرلیا جائے کہ ان خاص خاص معجزات کی عطا کچھ صرف بخت واتفاق کا نتیجہ نہ تھی' بلکہ انبیاء علیہم السلام کے الگ الگ ماحول اور جدا جدا فطری مناسبات کا ثمرہ تھی تو پھر ان کے ان معجزات کے خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک لطیف وجہ اور بھی نکل آتی ہے- دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ایک طرف ان کی ''درشت مزاج'' قوم اور دوسری طرف ان کی ''شانِ جلالی'' کے کتنے مناسب تھے- اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات' ان کے عہد کے ''طبی ارتقاء'' اور ان کی ''شانِ روحانیت'' سے کس قدر ملتے جلتے تھے- اس تناسب سے یہ معجزات ان کو عطا ہوئے تھے اور اسی تناسب سے وہ قرآن کریم میں مذکور بھی ہوئے ہیں- اگر یہ بات اور پیش نظر رکھیں کہ جب انبیاء علیہم السلام کی کتب وصحف کے صرف خلاصوں ہی پر اکتفا کیا گیا' حالانکہ یہی ان کے سب سے عظیم کمالات تھے تو اب ان کے عام معجزات کے احاطہ واستیعاب کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے- لہٰذا صرف ان کے چند گنے چنے معجزات کا تذکرہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ ان کے علاوہ ان کے پاس کچھ اور معجزات نہ تھے' تاریخ انبیاء علیہم السلام سے بڑی غفلت ہے-

یہ بات بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کثرت میں سب سے بڑھ کر تھے مگر یہ لکھنا صحیح نہیں کہ ''دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں کثرت ہی نہ تھی اس لئے ان کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرایا گیا ہے''- یہ فقرہ بھی حقیقت سے کتنا بعید ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرایا گیا ہے' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات خود قرآن کریم نے شمار کرکے نو معجزات بتلائے ہیں' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بھی متعدد انواع شمار کرائی گئی ہیں- اگر ان انواع کے الگ الگ وقائع اور افراد شمار کئے جائیں تو خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ان کی تعداد کیا ہوگی ان کثیر التعداد معجزات کو صرف ایک سوال کے جواب کے سیدھا کرنے میں حذف کرکے اس طرح ادا کر جانا گویا دوسرے انبیاء علیہم

السلام کے پاس کچھ معجزات ہی نہ تھے' کتنی بڑی خطرناک غلطی ہے' یہی غلطی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں تقلیل ثابت کرنے کی ایک بنیاد بن گئی ہے۔

چوتھی وجہ سب سے زیادہ عجیب ہے کسی نبی کے معجزہ کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہونی یہی تو اعجاز کی اصل روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب معجزات میں ''باذن اللہ'' کی قید لگی ہوئی ہے اور یہی قید ان کے معجزات ہونے کا سب سے واضح ثبوت ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر یہ کھلے ہوئے ''قدرت مطلقہ'' کے افعال (جن سے قوت بشری عاجز ہو) عوام کی نظروں میں بھی دلائل نبوت نہ ہوں تو پھر یہ دلائل ہیں کس کے لئے؟ اہل علم وفہم تو پہلے ہی ان کے متلاشی نہیں ہوتے ان کی نظریں سب سے اول ''اخلاق وتعلیم'' پر جاتی ہیں اب اگر یہ عوام کی نظروں میں بھی دلائل باقی نہ رہیں تو پھر ان کا فائدہ کس طبقہ کے لئے ہوگا؟ اس کے علاوہ یہ بھی تو سوچئے کہ اگر ان کی نظروں میں یہ افعال معجزہ نہ تھے تو پھر وہ ان ہی معجزات کی انبیاء علیہم السلام سے فرمائشیں کیوں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ آپ کے معجزات کی نسبت آپ کی ذات ستودہ صفات سے کچھ نہ تھی۔ حضرت مولانا نانوتویؒ ''حجۃ الاسلام'' میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر آپ ﷺ کے معجزات کی برتری ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھر میں سے پانی نکلنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور آپ ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے پانی نکلنے میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی ﷺ منبع فیوض الانہار ہے ...... علیٰ ہذا القیاس کنوئیں میں آپ کے لعاب دہن ڈالنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا آپ ﷺ کے کمال جسمی پر دلالت کرتا ہے اور فقط یونہی روٹیوں کا زیادہ ہو جانا...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا...... ہاں یہ مسلّم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے ...... اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ اور بگڑی ہوئی آنکھ کا اچھا ہو جانا بیماریوں کے یونہی اچھے ہو جانے سے کہیں زیادہ ہے' کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتے ہی بیماروں کو اچھا کر دیا۔ کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں''۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۲ و ۴۳ مختصراً)

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ ذاتِ نبی کی طرف معجزات کی نسبت بھی جتنی آپ ﷺ کے معجزات میں نمایاں تھی اتنی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں نمایاں نہ تھی۔ اب ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کون سے عوام تھے جو یہ نسبت دیکھ کر ان کو دلائل محمدی شمار کرنے کی طرف مائل نہ ہوتے تھے۔ شاید عوام کے پردہ میں کہیں یہ کچھ خواص ہی نہ ہوں۔

ظہورِ قدسی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملوک وراہبین میں غائبانہ تعارف

نہ دانم آں گل رعنا چہ رنگ وبو دارد　　　　کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا تعارف اتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا تھا کہ وہ ''شاہانِ تخت

نشین ہوں'' یا '' راہبین گوشہ نشین'' آپؐ کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی- اہل کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوششیں کرتے' مگر چھپا نہ سکتے تھے اسی بنا پر قرآن کریم نے جا بجا ان کو قائل کیا ہے اور اس تعارف کے کتمان وتحریف کا مجرم بھی قرار دیا ہے- علماء نے اس موضوع پر بھی مستقل تصانیف فرمائی ہیں اور کتب شروح وتفاسیر میں جہاں جہاں اس پر ضمنی بحث آ گئی ہے' اس کا تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا- حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے لائق تلمیذ کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے- حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں' جن کا تھوڑا سا تفصیلی تذکرہ انھوں نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں بھی کیا ہے- لیکن جن لوگوں کو کتب سابقہ کا مطالعہ حاصل نہ ہو وہ حافظ موصوف کی بات کو کب باور کر سکتے ہیں وہ تو اس کو '' مبالغہ'' یا '' خوش عقیدگی'' کہہ کر ٹال دیں گے- ہم یہاں صرف صحیح بخاری کی چند حدیثیں اور قرآن کریم کی چند آیات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں' جن سے آپ کو یہ یقین ہو جائے گا کہ کتب سابقہ نے آپؐ کے تعارف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا' حتیٰ کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو اس طرح تشریف لائے جیسا کہ پہلے سے ایک '' بڑی متعارف شخصیت'' تھے- صحیح بخاری میں ہے کہ '' ورقہ بن نوفل نے آپؐ کے اور جبرئیل کے نزول کے حالات سن کر فوراً آپؐ کی رسالت کی شہادت دی اور کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر نازل ہوا تھا'' - اس کے بعد آپ کی حیاتِ طیبہ کے ایک جزئی واقعہ یعنی ہجرت کا بھی اس طرح ذکر کیا گویا آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کے سامنے ہے اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا '' اے کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا تو آپ کی جو خدمت مجھ سے بن پڑتی میں بھی اس کو سو جان سے ادا کرتا'' - '' وطن' قدرۃً محبوب ہوتا ہے آپؐ سے یہ سن کر رہا نہ گیا اور آپؐ نے بڑے تاثر کے انداز میں اُن سے پوچھا '' او مخرجی ھم '''' کیا میری قوم مجھ کو وطن سے بے وطن کرے گی؟'' اب اندازہ فرمایئے کہ '' نبوت'' اور '' نزولِ ملکی'' کا معاملہ کوئی معمولی بات نہ تھی جس کا فیصلہ صرف ایک مختصر سی سرگذشت پر فوراً کر دیا جاتا' مگر یہاں یہ زبردست نصرانی عالم یہ فیصلہ اس طرح فوراً کر گذرتا ہے' گویا اس کے نزدیک وہ ایک طے شدہ بات تھی اور اس ضمن میں آپ کی زندگی کے ایک ایسے جزئی واقعہ کا بھی ذکر کر جاتا ہے' جو آپ کی فتح ونصرت کا ایک '' نیا باب'' تھا-

اسی طرح ہرقل وابوسفیان کی گفت وشنید بھی صحیح بخاری میں موجود ہے اس کے حرف حرف سے آپ کو یہ یقین ہوتا چلا جائے گا کہ ہرقل کے علم میں ضرور آپ کی بعثت کا وقت آ چکا تھا اور بڑے اضطراب کے ساتھ وہ آپ کی آمد کا منتظر تھا- اسی لئے یہاں وہ آپ کا '' نامہ مبارک'' کھولتا بھی نہیں اور چند تحقیقی سوالات شروع کر دیتا ہے اور کسی بحث وتمحیص کے بغیر وہ بھی اسی فیصلہ پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے وہی رسول ہیں جن کی آمد کا اُس کو انتظار لگ رہا تھا- سوال وجواب کے بعد آخر میں وہ تصریح بھی کر دیتا ہے کہ '' کتبِ سابقہ سے مجھ کو آپ کی بعثت کا پورا یقین پہلے سے حاصل تھا'' - اگر ہو سکتا تو میں ضرور آپ کی خدمت میں پہنچتا اور آپ کے مبارک قدم اپنے ہاتھوں سے دھوتا'' -

یہ واقعہ بھی صحیح بخاری میں ابن ناطور کی زبانی منقول ہے کہ شاہ ہرقل '' علمِ نجوم'' کا بھی ماہر تھا' ایک دن ایسا ہوا کہ وہ بہت سراسیمہ حال اٹھا اور دریافت کرنے پر بڑی پریشانی کے ساتھ اس نے یہ کہا کہ '' جو قوم ختنہ کرتی ہے' ان کا بادشاہ ظاہر ہو گیا'' -

ابھی یہ گفت و شنید چل ہی رہی تھی کہ ادھر سے شاہِ غسان کا قاصد بھی آ پہنچا اور اس نے خبر دی کہ ''عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے''- اسی درمیان میں ہرقل نے ایک دوست کو اس کے متعلق لکھا' جو رومیہ میں اسی کی ٹکر کا عالم تھا- اس نے بھی شاہ روم کی رائے سے موافقت کی- اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علم نجوم رکھنے والے آپ کی بعثت کے اثرات ستاروں میں بھی مشاہدہ کر رہے تھے- یہ بحث یہاں نہیں ہے کہ شرعی طور پر علم نجوم کی حیثیت کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ ملوک و راہب ہوں یا کاہن و نجومی وہ آپ کی بعثت سے قبل صرف آپ کی معرفت ہی نہیں' بلکہ آپ کی زندگی کے جزئی جزئی واقعات کی معرفت' حتیٰ کہ آپ کا ''وقتِ بعثت'' اور ''دارالہجرت'' کی معرفت بھی کتنی رکھتے تھے کیا یہ معرفت صرف ''اجمالی'' اور استعارہ و کنایات والی پیشگوئیوں سے حاصل ہو سکتی تھی؟

سلمان فارسیؓ کی سرگذشت کا اجمالی تذکرہ بھی صحیح بخاری میں موجود ہے- جس کی تفصیل ترجمان السنہ جلد سوم میں آپ کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے وہ کس طرح احبار و رہبان کی مسلسل ہدایات کے تحت مدینہ طیبہ پہنچے اور کس طرح مدینہ طیبہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں پہچان گئے کہ یہ مقام وہی ہے جو آپ کا ''دارالہجرت'' ہے- شاہ تبع کا سینکڑوں سال قبل مدینہ طیبہ سے گزرنا اور آپ کی یہاں تشریف آوری کی بشارت دینا' سیرت کے مسلم حقائق میں سے ہے- غرض آپ کی بعثت کے اثرات سے خدا تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہ تھی جو متاثر نہ ہو- اگر خدا تعالیٰ کے آسمانوں میں آپ کا ذکر خیر رہتا تھا تو اس کی زمین پر بھی آپ کی آمد کی بشارتوں کا غلغلہ مچا ہوا تھا- آسمانوں پر شیاطین کی بندش سے ''جنات اور کاہنوں'' میں الگ ایک ہل چل پڑی ہوئی تھی- اس کا ثبوت بھی قرآن اور صحیح حدیثوں میں موجود ہے- اس کے علاوہ متفرق طور پر شیاطین کی سراسیمگی اور ان کی گفتگو کا تذکرہ حدیثوں میں مروی ہے- اور درحقیقت ایک ایسے اولوالعزم رسول کے لئے جس کے بعد پھر کوئی اور رسول نہ ہو' ایسے ہی تعارف کی ضرورت بھی تھی- اب ان صحیح حدیثوں کے ساتھ قرآنِ کریم کی آیاتِ قطعیہ بھی ملاحظہ فرمایئے اور ان کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمالیجئے کہ ''کتب سابقہ میں آپ کا تعارف کیا صرف استعارات و کنایات اور اجمالی پیشگوئیوں کی صورت میں ہوگا''؟

قرآن کریم کہتا ہے کہ آپؐ کی ذات اور آپ کی خاص خاص صفات کا تذکرہ تورات و انجیل میں موجود تھا اور اتنی وضاحت کے ساتھ موجود تھا کہ آپؐ کے سوا ان کا مصداق کوئی اور ہو نہیں سکتا تھا اور یہ تذکرہ بھی اشارۃً نہیں' بلکہ صاف صاف لکھا ہوا موجود تھا' جس کے لئے کسی بڑی فہم و دانائی کی ضرورت بھی نہیں' بلکہ صرف آنکھوں سے ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہے اور یہ تمام نوشتے ابھی تک ان کے پاس موجود بھی ہیں- ارشاد ہے:-

(۱) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الاعراف:۱۵۷)

جو ہمارے اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں' جن کی بشارت وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں وہ رسول ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کام سے ان کو منع کرتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور سخت احکام کے بوجھ جو اُن کے سروں پر لدے ہوئے تھے اور پھندے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے ان سب کو ان پر سے دور کرتے ہیں-

حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی مشہور تصنیف میں اسی آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ بعض بادشاہوں کے پاس آپ کی تصاویر تک موجود تھیں اور اس روایت کو قابل اعتبار قرار دیتے ہیں' جیسا کہ تفصیلی معجزات کے بیان میں آپ کے ملاحظہ سے گزرے گا۔

(۲) وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِه. (البقرة:٥٩)

اور پہلے تو وہ کافروں کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح و کامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے' لیکن جب ان کے پاس وہ ذات آ گئی جسے دیکھ کر پہچان گئے تو وہ لوگ ان کا انکار کر بیٹھے۔

(۳) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ. (البقرہ:١٤٦'الانعام:٢٠)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اسی طرح ہمارے ان پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔

دنیا میں باپ اور بیٹے کی معرفت سے زیادہ کوئی اور رابطۂ معرفت نہیں ہوتا' پھر جبکہ قرآن کریم نے اس آخری رابطۂ معرفت کو استعمال کیا ہو تو اس کو "استعارہ" اور "مجاز" کیسے کہا جا سکتا ہے۔

(۴) وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ. (الصف:٦)

اور میں ایک پیغمبر کی خوشخبری دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا اسم مبارک "احمد" ہوگا۔

آیت سورۃ الصف سے معلوم ہوا کہ آپ کی بشارت آپ کی خاص خاص صفات کے علاوہ آپ کے نام کے ساتھ بھی دے دی گئی تھی اور اسی تنبیہ کے لئے یہاں "اسمہ" کے لفظ کا اضافہ فرمایا گیا ہے۔

تنبیہ ✱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آپ کے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلائی گئی ہے' لہٰذا ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی بعثت کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوتا کہ "بعدیت" کا لفظ صادق آ جائے یہی وجہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کی بشارت کے ساتھ یہ بھی تنبیہ کی گئی تھی کہ اس رسول کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں بھی **انا اولی الناس بعیسی ابن مریم لیس بینی و بینہ نبی** کا لفظ آیا ہے اس نکتہ کو اہمیت سے سمجھ لیجئے اس طرف کم اذہان ہیں' جو متوجہ ہوئے ہوں۔ (ملاحظہ فرمایئے ترجمان السنہ ج ۳ ص ۱۶۶ حدیث نمبر ۱۰۹۷)۔ اس میں مغیرہ بن شعبہؓ ایک بڑے پادری کے بیان میں آپ کے اسم مبارک احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی صفات اور آپ کی امت کی صفاتِ خاصہ کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہیں "اُن کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے"۔ اس پادری کے بیان کی تصدیق آج آپ کے سامنے اس نص قرآنی میں موجود ہے۔ اس کے بعد آپ کو حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کی "**انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی و بینہ نبی** "اہمیت محسوس ہوگئی ہوگی' جس میں آپؐ نے بھی یہی تنبیہ فرمائی ہے کہ میرے اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ ہمیشہ اس نفی کی اہمیت دل میں کھٹکتی ہی رہی' کیونکہ دو رسولوں کے درمیان کسی نبی کے ہونے نہ ہونے کی بحث چنداں قابل اہتمام معلوم نہ ہوتی تھی' مگر جب آیت بالا پر نظر گئی تو اب یہ واضح ہوگیا کہ جو رسول بشارتِ عیسوی کا مصداق ہو اس کے لئے یہ اعلان کرنا کتنا ضروری تھا۔ یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے اپنی بشارت میں "میرے بعد" کا لفظ فرمایا تھا تو آپ کا یہ اعلان کرنا بھی بہت ضروری تھا کہ "ان کے بعد میں آنے والا رسول میں ہی ہوں" - وللہ الحمد - پھر جب مغیرہ ابن شعبہ کی حدیثوں میں پادریوں کے بیان میں بھی اس کا تذکرہ دیکھا تو اس کی "اہمیت اور بڑھ گئی اب جس رسول کے متعلق اتنی اتنی سی بات مذکور ہو اس کے دوسرے حالات کے تذکرہ کو آپ خود ہی قیاس فرمالیں کہ کیا وہ "استعارات اور مجاز" کے رنگ میں ہی ہوگا - فیا للعجب و لضیعة الادب -

خلاصہ یہ کہ آیاتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات وانجیل میں آپ ؐ کی ذات آپ کا نام مبارک اور آپ کے خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ کی صورت دیکھنا چاہیں تو ان کے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے - اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے - شاید قرآنی لفظ "یجدونہ مکتوبا" میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ ؐ کی تصویر موجود ہونے کی روایت اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے اور اس پر معتبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے - تفاسیر میں منقول ہے کہ "جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تم کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی" تو انھوں نے جواب دیا" بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر - کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے' جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان "صحف سماویہ" کے ذریعہ سے حاصل تھی' جس میں شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی -

آپ کے اسی سابق تعارف کی بنا پر کتب سیر و تاریخ سے "اہل کتاب کا آپ کا منتظر رہنا' بلکہ معین وقت پر تلاش کے لئے نکل کھڑا ہونا" بھی ثابت ہے اور آپ کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہور قدسی سے قبل اہل کتاب میں بڑی گرما گرمی سے آپ کا چرچا تھا' بلکہ ایک دوسرے سے مقابلے کے وقت آپ کے ساتھ مل کر دوسروں کی جنگ کی دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے - اگر یہ تعارف غیر معمولی اور اتنا عام نہ تھا تو تمام مدینہ ہمہ وقت آپ کے ظہور کے انتظار میں آسمان کی طرف نظریں لگائے کیوں بیٹھا تھا؟

ہم یہاں صحیحین کی ان احادیث اور آیات قرآنیہ کا پورا استیعاب کرنا باعث تطویل سمجھتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے سامنے آپ کے تعارف کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا گیا تھا' بلکہ ان ہی چند احادیث اور آیات کی روشنی میں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ان حالات میں کیا یہ لکھنا ممکن ہے کہ "کتب سابقہ میں آپ ؐ کا تعارف صرف مجمل اور استعارات وکنایات کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے؟" پھر یہاں یہ لکھ ڈالنا کتنا تعجب انگیز اور بعید از حقیقت ہے کہ

"اس واقعہ کو دروغ گو راویوں نے یہاں تک وسعت دی کہ یہودیوں کو دن' تاریخ' سال' وقت اور مقام سب کچھ معلوم تھا' چنانچہ ولادت نبویؐ سے قبل علماء یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے اور عیسائی راہبوں کو تو ایک ایک خط و خال معلوم تھا' بلکہ پرانے گھرانوں اور دیروں اور کنیسوں میں ایسی مخفی کتابیں موجود تھیں' جن میں آپ کا تمام حلیہ لکھا تھا اور اگلے لوگ ان کو بہت چھپا چھپا کر رکھا کرتے تھے' بلکہ بعض دیروں میں تو آپ کی تصویر تک موجود تھی - تورات وانجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض پیشین گوئیاں حقیقت میں موجود تھیں اور وہ آج بھی ہیں' لیکن وہ

استعارات و کنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں- ان کو ضعیف اور موضوع روایتوں میں صاف صاف آپ کے نام و مقام کی تخصیص و تعین کے ساتھ پھیلایا گیا ہے-''

وہ روایات جن سے آپ کی تصاویر کا ملوک و راہبین کے پاس ہونا ثابت ہوتا ہے' آئندہ آپ کے سامنے آنے والی ہیں اور محدثین نے جو حکم ان پر لگایا ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گزرنے والا ہے- اس کے بعد یہ فیصلہ آپ خود فرما سکتے ہیں کہ ان روایات کو کیا صرف دروغ گو راویوں کی وسعت کا نتیجہ کہہ دینا آسان ہے؟

شاید یہاں آپ کے ظہور سے قبل آپ کی تصاویر میں یہ شبہ کھٹکے کہ جب ابھی تک آپ عالم وجود میں تشریف فرما ہی نہ ہوئے تھے تو پھر یہ آپ کی تصاویر کیسی؟ پھر یہ کہنا تو اور زیادہ مشکل ہوگا کہ یہ تصاویر ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کے پاس تھیں' گویا ایک طرح سے وہ بھی آسمانی تحائف میں داخل تھیں- آل موسیٰ کے تحائف تو تابوتِ سکینہ میں محفوظ رہ سکتے ہوں جس کو خدائی فرشتے لئے پھرتے ہوں-

و بقیة مما ترک ال موسیٰ

پھر کیا تعجب تھا اگر یہ تصاویر بھی پہلے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں سماوی طور سے موجود ہوں' لیکن جب فن تصویر کشی کا کمال یہ ہو کہ کسی شخص کا حلیہ غائبانہ کھینچ دیا جائے بلکہ تخیل کا مصور کرنا تو آج بھی موجود ہے تو پھر ہمارے انکار کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی- اگر اسانید کے ساتھ ان تصاویر کا ثبوت ملتا ہے تو کم از کم تاریخی درجہ میں اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی کلام نہ ہونا چاہیے-

تواترِ معجزات

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ'' یہ خیال محض غلط ہے کہ حدیثوں میں جتنے معجزات مذکور ہیں وہ سب کے سب ظنی ہی ہیں' بلکہ بہت سے معجزات ایسے بھی ہیں' جو تواتر سے ثابت ہیں- ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض معجزات کا تواتر تو عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے اور بعض کا تواتر صرف خاص افراد ہی کو معلوم ہے- مثلاً آپ کے انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا' یا تھوڑا سا کھانا بڑی بڑی جماعتوں کے لئے کافی ہو جانا یا ایک کھجور کے درخت کا جس کو'' حنانہ'' کہتے ہیں' آپ کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اس قسم کے معجزات اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہیں- اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معجزات بڑے بڑے مجمعوں کے سامنے ظاہر ہوئے جن کی تعداد بالاتفاق اتنی عظیم الشان تھی کہ یہ تعداد دوسرے متواتر امور کے لئے جمع نہیں ہو سکی یا مثلاً حدیبیہ کے کنویں کا پانی جب خشک ہو گیا اور ایک قطرہ بھی اس میں باقی نہ رہا تو صحابہؓ کے صورتِ حال عرض کرنے پر آپ نے اپنے وضو کا پانی کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا- اس کے بعد فوراً پانی میں وہ کثرت نمایاں ہوئی کہ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اس سے بخوبی سیراب ہو گیا- اسی طرح کا واقعہ غزوہ ذات الرقاع' غزوۂ تبوک' اور خیبر سے واپسی میں بھی پیش آیا ہے- جن میں لشکر کی تعداد ہزاروں تک تھی ان مواقع پر چونکہ صحابہ کی بڑی تعداد ایک ہی جگہ جمع تھی' اس لئے بیک وقت اس کے مشاہدہ کرنے والے اور نقل کرنے والے اس کثرت کے ساتھ موجود تھے کہ دوسرے متواترات کے لئے نہیں ہو سکے- اس قسم کے تواتر کو تواترِ عام کہتے ہیں-

تواتر کی دوسری قسم-تواتر خاص ہے- اس کا علم ہر شخص کے لئے ضروری نہیں' مثلاً انبیاء علیہم السلام کا وجود- جو جماعت ان کی قائل ہی نہیں ہے اس کو ان کے اسمائے مبارکہ کی بھی کوئی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ بہت سے مسلمانوں کو جو تاریخی معلومات نہیں رکھتے وہ اپنے بہت سے خلفاء اور ملوک کے ناموں سے بھی آشنا نہیں اور نہ اُن کو ان مشہور معرکوں کی خبر ہے جو خود مسلمانوں میں گزر چکے ہیں' مثلاً جنگ یرموک' واقعہ حرہ' فتنہ ابن المہلب' فتنہ ابن الاشعث وغیرہ حالانکہ اصحاب تاریخ کی نظروں میں یہ سب واقعات تواتر سے ثابت ہیں''- خلاصہ یہ کہ بعض خبریں جو غیر اصحاب فن کے نزدیک خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں وہ خود اصحاب فن کے نزدیک متواتر ہوتی ہیں- مذہبی دنیا کے لحاظ سے اگر دیکھئے تو بہت سے علماء کو ان واقعات کی کوئی خبر تک نہیں جو اہل کتاب کے نزدیک تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں- اسی طرح اہل فن کو لے لیجئے تو اس فن کے کارنامے اس فن والوں کے نزدیک آپ کو تواتر سے ثابت ملیں گے' حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان بھی ان سے آشنا نہ ہوں گے- دیکھئے اطباء میں جالینوس' بقراط' محمد بن زکریا وغیرہ' فن ہیئت میں بطلیموس' ثابت بن قرہ اور ابوالحسین صوفی' اہل نحو میں سیبویہ' اخفش' مبرد' زجاج' فراء وکسائی' اہل تجوید میں ابوعمرو' ابن کثیر' حمزہ' کسائی' ابن عامر' یعقوب' اسحاق' خلف بن ہشام اور ابوجعفر اور اسی طرح جملہ فنون میں جو جو اس کے ماہرین گزرے ہیں ان کے جو جو کارنامے خود ان فن والوں کے نزدیک ثابت ہیں' دوسرے اصحاب فن بسا اوقات ان کو مبالغہ آمیز داستانیں تصور کر سکتے ہیں- اس کا باعث ان واقعات کا خفا اور عدم ثبوت نہیں بلکہ اپنی اپنی توجہ اور التفات کا فرق ہے جس کی توجہ ان خبروں کی طرف ہوگئی اس کو ان کے ''تواتر'' کا علم ہوگیا اور جس نے اس طرف توجہ نہ کی اور اپنی اسی لاعلمی کے عالم میں پڑا رہا اور اگر زیادہ جسارت پر اترا تو ان کا مضحکہ بھی اُڑانے لگا-

اس موقعہ پر یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ بعض باتیں عوام کی محض خوش عقیدگی کی بنا پر بھی مشہور ہو جاتی ہیں' مگر خود ان کے مشاہدہ کرنے والوں میں ان کی کوئی شہرت ثابت نہیں ہوتی تو اس قسم کی شہرت اور تواتر ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتا- بالخصوص جبکہ اس کے برعکس تواتر ثابت ہو مثلاً کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کے علاوہ کوئی اور حج بھی کیا تھا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ آپ کے مشاہدہ کرنے والوں میں ایک شخص بھی اس کا راوی نہیں ملتا- دوم جو اس فن کے ماہرین ہیں ان کے نزدیک اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا' بلکہ اس کے برعکس ثبوت ملتا ہے- اس قسم کی جتنی خبریں ہیں وہ جاہلوں کے نزدیک اگرچہ کتنی بھی مشہور ہوں' مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا-

تواتر کی تیسری قسم تواتر معنوی ہے' یعنی اگر واقعات پر علیحدہ علیحدہ نظر کی جائے تو ان کو تواتر کا رتبہ حاصل نہ ہو' لیکن کسی ایک مشترک بات پر یہ سب واقعات متفق ہوں' جیسا خالد بن ولیدؓ اور عنترہ کی ''شجاعت'' کی داستانیں یا حاتم ومعن بن زائدہ کی ''سخاوت'' کی حکایات یا امرالقیس' نابغہ اور غالب و ذوق و داغ کے ''اشعار'' یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نوشیرواں کا عدل و انصاف' ان سب کے واقعات اگرچہ علیحدہ علیحدہ تواتر سے ثابت نہ ہوں' مگر ان کے مجموعہ پر نظر کرنے سے ان کی اپنی اپنی صفات میں باکمال ہونا اس درجہ متواتر ہے کہ آج عوام میں بھی یہ شخصیتیں ان صفات میں ضرب المثل ہیں اگر آپ یہاں اسنادی تواتر کا مطالبہ کریں تو اس کا ثبوت مشکل ہے-

تواتر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ کوئی واقعہ کسی بڑے مجمع کے سامنے پیش آئے پھر وہ اس کو دوسروں کے سامنے بیان کرے اور اسی طرح ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے بیان کرتا چلا آئے، جس میں کسی سازشی روایت کا احتمال بھی پیدا نہ ہو سکے اور کسی سے اس کا انکار بھی منقول نہ ہو تو اس کو بھی ''متواتر'' کہا جائے گا اور یہ بھی اس کی صحت وصداقت کا بدیہی ثبوت ہوگا اس تواتر کا نام ''استفاضہ'' ہے۔ قرآن کریم اور شریعت مطہرہ کا ایک بڑا حصہ بطریق استفاضہ بھی ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد عہدِ صحابہ میں قرآن کریم اور شریعت کا بہت بڑا حصہ پڑھنے پڑھانے والوں کے اور عمل کرنے والوں کے سامنے آتا رہا اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ کی ''روایات'' اور ''عمل'' کو کسی انکار کے بغیر تسلیم کرتا رہا پس یہ صورت بھی یقین کرنے کے لئے کافی ہے یہاں بھی اگر آپ اس حصہ کی روایت کے لئے علیحدہ علیحدہ شہادت طلب کریں تو اگر چہ وہ متواتر نہ ہوگی، لیکن طبقہ بطبقہ روایت کے لحاظ سے متواتر کہلائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس معجزات کا ثبوت تو اس درجہ متواتر ہے کہ اس میں مسلمان وکافر کی بھی کوئی تفریق نہیں ہے۔ آپؐ کے عہد مبارک میں کافروں کی ایک اچھی مردم شماری ایسی ملتی ہے جو صرف آپ کے معجزات ہی کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئی، اگر چہ فہیم اور سمجھ دار طبقہ آپ کی اخلاقی زندگی اور تعلیمات سے متاثر ہوا، جیسا کہ بادشاہوں اور عمائد کفار کی تاریخ سے ثابت ہے۔ لیکن جن طبیعتوں میں اس باریک بینی کی استعداد نہ تھی وہ پہلے صرف ان ''خوارق'' ہی سے متاثر ہوئیں اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوئیں تو کم از کم ان کی قائل ضرور ہوگئیں، آج بھی جو مخالفین اسلام منصف ہیں اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ آپؐ کے ''خوارق'' کے قائل نظر آتے ہیں اگر چہ ان معجزات کے اس وقت سامنے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور ان کو اپنے دائرہ فہم میں لانے کی سعی کر رہے ہوں۔

اب رہ گئے آپ کے خاص خاص معجزات تو ان میں بھی ایک بڑا حصہ وہ ہے جو تواتر کے ان چاروں طریقوں سے ثابت ہے اور ان میں سے ایسا معجزہ تو بہت ہی کم ہے، جس کو شہرت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل نہ ہو۔

اس کے بالمقابل جب آپ دوسری قوموں کے نقل کردہ ''عجائبات'' بلکہ اہل کتاب کے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ''معجزات'' کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے موازنہ فرمائیں گے تو بشرطِ انصاف آپ کو یہ روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہر اعتبار سے اور ہر میزان میں ان سب سے زیادہ درخشاں اور وزنی ہیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا کے ملوک وسلاطین کے واقعات کا یقین جن جن طریقوں سے حاصل ہوا ہے آپ کے معجزات کا ثبوت ان سب سے زیادہ محکم اور واضح طریقوں سے موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان پر غور وخوض کی نظر ہی نہ ڈالی جائے۔

(دیکھو الجواب الصحیح از ج ۴ ص ۲۲۴ تا جلد ۴ ص ۲۴۹)

تعدادِ معجزات

ہر کس نہ شناسندۂ راز است وگرنہ ایں ہا ہمہ راز است کہ معلومِ عوام است

حق یہ ہے کہ چشمِ بینا کے لئے تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات از سر تا پا ''آیتِ نبوت'' اور معجزہ ہی معجزہ تھی، لیکن اس کو کیا کیجئے کہ عوام کی نظریں آپ کی زندگی کے صرف چند غیر معمولی واقعات ہی کا نام ''معجزہ'' رکھنا چاہتی ہیں۔ بے شبہ آپ کے علمی کمالات واخلاق اور آپ کے دیگر معجزانہ خصائل وشمائل کے مقابلے میں دوسرے قسم کے معجزات وہ نسبت بھی نہیں رکھتے، جو ایک قطرہ دریا کے سامنے رکھتا ہے، مگر جب اس قطرہ کو علیحدہ اٹھا کر دیکھا جاتا تو وہ بھی ایک بحرِ بیکراں نظر آتا ہے۔ سچ کہا ہے حافظ[1] ابن تیمیہؒ نے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جس طرح عالم میں اپنی ربوبیت کی معرفت کے لئے فرش سے لے کر عرش تک آیات ونشانیاں پھیلائی ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے لئے بھی آیاتِ نبوت عالم کے گوشہ گوشہ میں بکھیر دی ہیں۔ جن کو اگر کوئی شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا''۔ (دیکھو الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۴۸)

بیشک جس عہدِ میمون کے عام برکات یہ ہوں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ بیان ہو کہ ''ہم کھانا کھاتے تھے اور اپنے کھانے کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے'' اُس زمانے کے معجزات اور آیات کا بھلا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی مثال ٹھیک ایسی سمجھئے جیسی سمندر کی متلاطم موجوں کی کہ ان کا اندازہ وہ شخص نہیں لگا سکتا، جو خود ان موجوں میں پڑا کھیل رہا ہو، ان کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو ساحل پر کھڑے ہو کر دور سے ان کا تماشہ دیکھے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کا حال تھا وہ جس عہدِ مبارک میں تھے، اس میں آیات ومعجزات کا بحرِ ذخار موجیں مار رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک جو ان تمام معجزات وبرکات کا سرچشمہ تھی وہ خود ہمہ وقت ان کے مشاہدہ میں جلوہ گر تھی۔ ان حالات میں ان کی توجہ کسی دوسری طرف کیسے منعطف ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ معجزات کا بہت بڑا حصہ وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، عبادات اور اشراطِ ساعت وغیرہ کے ابواب میں ضمنی طور پر ذکر میں آجاتا ہے اس کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ وہ بھی ہے، جو کسی معمولی واقعہ کے ضمن میں اتفاقی طور پر کسی کی زبان پر آ گیا ہے جیسا دو صحابیوں کا آپ کی مبارک محفل سے ایک تاریک شب میں نکلنا اور راستہ میں ان کے عصا کا روشن ہو کر ان کے لئے مشعلِ راہ بن جانا۔ یہ اور تسبیح طعام جیسے واقعات صحیح بخاری میں موجود ہیں، پھر تسبیح طعام کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان صرف ایک اپنے گھر کا نہیں ہے، بلکہ اس انداز میں ہے گویا اس وقت یہ ایک عام بات تھی۔ اس کے باوجود ان واقعات کا اور اس قسم کے دوسرے واقعات کا کوئی چرچا صحابہ کے درمیان عام طور پر آپ کو نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے ثبوت اور معجزہ ہونے میں کوئی ضعف تھا، بلکہ اصل بات یہی تھی کہ اس وقت اُن کی تمام تر توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آپ کے لائے ہوئے دین کے جمع کرنے کی طرف رہا کرتی تھی اس لئے اُن کی حیات میں معجزات کا موضوع ایک

---

[1] فان تعداد دلائل النبوۃ مما لا یمکن لبشر الاحاطۃ بہ اذ کان الایمان واجبا علی کل احد فبین اللہ لکل قوم لکل شخص من الایات والبراھین ما لا یبین لقوم اخرین کما ان دلائل الربوبیۃ و ایاتھا اعظم و اکثر من کل دلیل الخ (الجواب الصحیح ج ٤ ص ٢٤٨)

مستقل موضوع بنتا تو کیسے بنتا - یوں بھی دنیا کا طریقہ ہے کہ دنیا کی کسی عظیم شخصیت کے فضائل و کمالات کا باب ہمیشہ اس کی وفات کے بعد ہی مرتب ہوا کرتا ہے' پھر یہاں ایک بڑا حصہ تو وہ ہے جو جرح و تعدیل کی زد میں آ کر ساقط ہو چکا ہے اور بقیہ ایک حصہ وہ بھی ہوگا' جو ہم تک پہنچ ہی نہیں سکا اُس کا اندازہ ہی کیا لگایا جا سکتا ہے - ان حالات میں جو معجزات قید روایت میں آ چکے ہیں' ان کو ایک بحر بیکراں کے چند قطرات ہی سمجھنا چاہئے -

اب رہ گئیں وہ آیات و براہین جو قید و ضبط میں حد ثبوت کو پہنچ چکی ہیں تو ان کی تعداد حافظ ابن حجرؒ نے ایک ہزار سے تین ہزار تک لکھی ہے - (فتح الباری ج ٦ ص ٤٧٦) [1] یہ تعداد کچھ اتنی بڑی تو نہ تھی کہ اس کی '' نسبت '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم القدر رسول کی طرف '' مبالغہ آمیز '' سمجھی جاتی - اگر ایک ہزار کا عدد آپؐ کے عہد نبوت ہی پر پھیلایا جائے تو ہفتہ میں صرف ایک معجزہ اور اگر پوری عمر پر پھیلایا جائے تو ایک ماہ میں تقریباً ایک معجزہ کا اوسط آتا ہے اور اگر اس میں آپ کی ولادت سے قبل کے عجائبات بھی شامل کر لئے جائیں تو یہ اوسط بھی مشکل سے آئے گا - لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ذوق نہ رکھنے والے اصحاب پر یہ عدد بھی گراں ہے - وہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کے معجزات میں صرف آپ کے '' اخلاق و شمائل '' ہی کا ایک باب نظر آئے اور دوسرے عجائبات جو ہر نبی کی زندگی میں ثابت ہوتے ہیں وہ یہاں سے قلم زد کر دیئے جائیں ورنہ کم از کم ان کو پھیکا ضرور کر دیا جائے' انا للہ -

درحقیقت '' اصحاب دلائل '' نے آپ کے معجزات کی یہ تعداد صرف تکثیر معجزات کے شوق میں جمع نہیں کی بلکہ اس لئے جمع کی ہے کہ وہ حقیقتاً تھی ہی بہت بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں برعکس اور تقلیل کی سعی کی ہے اگر وہ صرف عام شہرت پر اکتفا کر لیتے اور '' اسانید '' کی قید و بند اٹھا دیتے تو یہ باب آپ کو اس سے کئی حصے زیادہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے' مگر افسوس ہے کہ آج مذکورہ بالا عدد بھی ہماری نظروں میں کھٹکتا ہے اور '' خرق عادت '' کا ہوا سر پر اس طرح سوار ہے کہ مستند سے مستند معجزات میں بھی ہمارا قلم کتر بیونت کی مقراض لگائے بغیر نہیں رکتا - ممکن ہے کہ کسی کے دماغ پر یہاں وزن اس کا بھی ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا عدد قرآن پاک میں صرف نو ہی بتایا گیا ہے اس لئے ہمارے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا جو عدد لکھا ہے وہ صرف آپ کی '' خوش عقیدگی '' ہوگی' حالانکہ سرے سے ان کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ مذکورہ بالا عدد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے '' مجموعہ معجزات '' کا عدد ہے' بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ عدد صرف ان خاص معجزات کا ہے جو خاص طور پر ان کو عطا ہوئے تھے - اس کے علاوہ جو دیگر معجزات ان سے ظاہر ہوئے ہیں' ان تمام کا عدد نہیں ہے اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ جو خاص طور پر آپ کو مرحمت ہوا وہ صرف ایک قرآن پاک ہے اور اسی لئے صحیح بخاری کی حدیث میں آپ نے اسی ایک معجزہ کو ذکر فرمایا ہے -

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے عدد سے '' گھبرانے '' سے قبل اگر یہاں محدثین کی '' اصطلاح '' کا تھوڑا سا لحاظ کر لیا جائے تو شاید اس گھبراہٹ میں کچھ تخفیف ہو سکتی ہے - اصل اصطلاح کے لحاظ سے معجزہ صرف ان خارق عادت امور کا نام

---

[1] و ذکر النووی فی شرح مسلم ان معجزاته صلی اللّٰه علیه وسلم تزید علی الف و مائتین و قال البیهقی فی المدخل بلغت الفا قال الزاهدی من الحنفیه ظهر علی یدیه الف معجزة و قیل ثلاثة الاف و قد اعتنی بجمعها جماعة من الائمة کابی نعیم والبیهقی -

ہے جو کسی نبی ورسول کے ہاتھ پر اس کے دعوئے نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں جو خوارق اس کے دعوئے نبوت سے قبل ظاہر ہوں' اصل اصطلاح میں وہ معجزہ نہیں ''ارہاص'' کہلاتے ہیں- اس کے بعد پھر آپ کے دیگر عام فضائل وکمالات پر بھی معجزہ کا اطلاق کر دیا گیا ہے اور ان علمی ''توسعات'' کی بنا پر معجزات کا باب اور زیادہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے- یہ تمام ''توسعات'' کتب دلائل کے ادنیٰ ملاحظہ سے واضح ہو سکتے ہیں' بلکہ اس کے بعد بہت سے وہ اعتراضات جو صرف اس نکتہ کے فروگذاشت کرنے سے پیدا ہو گئے ہیں' دفع ہو جاتے ہیں- مثلاً آپ کے فضائل کے بہت سے وہ واقعات جو معجزہ کے صرف اپنے دماغی معیار پر نہ اترنے سے پیدا ہو گئے ہیں اور اس لئے ان کو دنیوی معمولی واقعات کی فہرست میں داخل کر دیا گیا ہے- وہ سب دفع ہو جاتے ہیں- اس کے ساتھ ہی یہاں جو مذکورہ بالا ''توسع'' حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے' اگر اس کا بھی لحاظ کر لیا جائے تو پھر معجزات کا نقشہ کچھ اور ہی بدل جاتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ تکثیر معجزات کے شوق میں صرف ''متساہل مزاج'' محدثین مبتلا نہیں ہیں' بلکہ ''متشدد'' سے متشدد مزاج بھی اس میں گرفتار ہیں- حافظ موصوف لکھتے ہیں :-

ایات النبوۃ و براهینها تکون فی حیات الرسول و قبل مولدہ و بعد مماته لا تختص بحیاته فضلاً عن ان تختص بحال دعوی نبوته او حال التحدی کما ظنه بعض اهل الکلام. (الجواب الصحیح ج ٤ ص ٢٤٩)

آیاتِ نبوت کا ظہور صرف رسول کی زندگی کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے چہ جائے کہ اس کے دعوئے نبوت کے ساتھ خاص ہو یا ''تحدی'' اور مقابلے کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ بعض علمائے کلام کا گمان ہے' بلکہ آیات نبوت اس کی زندگی میں' بلکہ اس کی ولادت سے قبل اور وفات کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں-

دوسری جگہ اور وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

و محمد صلی اللّٰہ علیه و سلم جعلت له الایات البینات قبل مبعثه و حین مبعثه و فی حیاته و بعد موته الی یوم القیامة.

(الجواب الصحیح ج ٤ ص ٢٦٤)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخشاں علاماتِ صداقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور بعثت کے دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی' بلکہ وفات کے بعد قیامت تک جاری ہیں-

اب اندازہ فرمائیے کہ اگر آیاتِ نبوت میں آپؐ کے وہ معجزات بھی شمار کر لئے جائیں جو تا قیامت ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہیں گے تو پھر آپؐ کے معجزات کا عدد کیا ہوگا- عجیب بات ہے کہ یہاں شق صدر کو معجزات کی فہرست میں شمار کرنے سے کسی کا قلم بھی نہیں رکا- حالانکہ یہ واقعہ ایک بار آپؐ کے دورِ طفولیت میں بھی پیش آیا تھا- اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ ولادت کو سب ہی نے معجزانہ ولادت میں شمار کیا ہے' حالانکہ وہ بھی ولادت سے قبل کا واقعہ ہے- پھر اگر یہ کوئی معجزہ ہے تو حق جل شانہ کی قدرت کا معجز نما نمونہ ہے- یہاں ضرورت کیا تھی کہ اس کی تاویلات پر خامہ فرسائی کی جاتی ؟ جس خدا نے کسی تاویل کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کی دونوں صنفوں کے بغیر صرف حرف ﴿کُــنْ﴾ سے پیدا فرما دیا تھا' اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک صنف سے پیدا فرما دیا- اس کے باوجود اس کو ان عام معجزات کی فہرست میں شمار کرنا جو انبیاء علیہم السلام سے بظاہر خود

صادر ہوئے ہیں۔ کیا یہ اسی توسع پر مبنی نہیں جو حافظ موصوف نے سطور بالا میں تحریر فرمایا ہے؟ اسی طرح آپ کی مختون پیدائش کا شمار بھی ایک نادر خصوصیت کے ذیل میں آ گیا ہے۔ بشرطیکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ آپؐ سے قبل بھی ایسی ولادتیں ہوتی رہی ہیں۔ رہی آپ کے بعد مختون ولادت تو بعد کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے، مگر آج بھی ایسے مولود کا لقب عام و خاص عرف میں ''رسولیہ ولادت'' مشہور ہے۔ اس ولادت کو آپؐ کے اسم مبارک پر قیاس کرنے کی گنجائش ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ سے قبل عرب میں محمدؐ نام کسی نے نہیں رکھا تھا، پھر جب آپ کے ظہور کا زمانہ قریب آ تا گیا تو چند لوگوں نے اس تمنا میں کہ اس نام کا مبارک اور الوالعزم مولود ہمارے گھر میں پیدا ہو، اپنے بچوں کا یہ نام رکھنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق دنیا میں سب سے پہلا نام ہونے کی شہادت تو خود قرآن پاک نے دی ہے۔ ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ (مریم: ۷)

اس قسم کے معجزات میں قلم کی شدت دکھانے سے کسی خاص حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا اور اگر اس کو عشق نبوت کا اثر بھی کہا جائے تو اسلامی نقطہ نظر سے اس کو عیب بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ صحابی نے (عشق نبویؐ میں ڈوب کر) حسب روایت ترمذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ حسینؐ کہہ دیا تو کسی نے ان کی تکذیب نہیں کی، بلکہ لاکھوں نہیں بے شمار قلوب کو ان پر ''غبطہ'' ہے کہ کاش عشق نبویؐ کی اس تڑپ کا کوئی ذرہ ان کو بھی نصیب ہو جاتا۔ عالم میں محبت اور حقیقت کے بازار گو الگ الگ ہیں، مگر کوئی میدان ایسا بھی ہے جہاں یہ دونوں دریا ایک جگہ جا کر مل جاتے ہیں، یہاں پہنچ کر ہی حقیقت کا کچھ سراغ لگتا ہے اور جو اس حقیقت کا پیاسا ہو اس کو محبت کی موجوں میں کھیلنا ہی پڑتا ہے: **ومن لم یذق لم یدر۔**

ذوقِ ایں بادہ نہ دانی بخدا تانہ چشی

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علما کی ایک جماعت اس کے درپے ہوئی ہے کہ جتنے آپؐ کے معجزات قرآن کریم سے مستفاد ہو سکتے ہیں تلاش کر کے ان کا صحیح عدد لکھے تو انھوں نے ان کی تعداد دس ہزار سے متجاوز بیان کی ہے جیسا کہ اپنے محل میں اس کی تفصیل موجود ہے:۔

فان الایات المستفادۃ بالقرآن قد تجردلها طوائف من المسلمین ذکروا من انواعها و صفاتها ماهو مبسوط فی غیر هذا الموضع حتی بینوا ان مافی القرآن من الایات یزید علی عشرۃ الاف من الایات. (الجواب الصحیح ج۴/ ۲۴۸)

وہ نشانیاں اور معجزات جو قرآن کریم سے مستفاد ہو سکتے ہیں، مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کو علیحدہ کیا ہے اور ان کی اقسام و صفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان معجزات کی تعداد دس ہزار سے اوپر پہنچتی ہے، جن کی تفصیل اپنے محل میں بیان کی گئی ہے۔

یہ بیان ایسے ''متشدد مزاج حافظ حدیث'' کا ہے، جس پر غلط جذبہ محبت کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور وہ ہے بھی ایسی کتاب میں جو ''مولود خوانوں'' کی صرف گرمی محفل کے لئے نہیں لکھی گئی بلکہ نصاریٰ کی تردید کے لئے تالیف کی گئی تھی، اب اگر ان جیسے حضرات بھی کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں تو ہم کو بھی اسی کا شکار سمجھ لینا چاہئے بقول امام شافعیؒ۔

ان کان رفضا حب الِ محمدؐ   فلیشهد الثقلان انّی رافض

تنبیہ ٭ یہاں یہ تنبیہ کردینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کی تعداد و شمار پر حیرت کرنے والوں نے ایک طرف تو معجزات کا مفہوم ہی اپنے ذہنوں میں بہت محدود قرار دے لیا ہے، دوسری طرف اکثر ''اخبارِ غیب'' کو اس فہرست سے عمداً یا سہواً خارج سمجھ لیا ہے مثلاً:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ''غیوب'' میں تاریخ کے معمولی یا غیر معمولی واقعات کے سوا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے، جس کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا جیسے پیدائش عالم کے حالات حضرت آدم علیہ السلام اور سجود ملائکہ کا واقعہ، ابلیس کی عداوت اور شجرۂ ممنوعہ کے کھانے کے لئے وسوسہ اندازی اور اس میں کامیابی، حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا، نوح علیہ السلام کا ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو دعوت دینا اور ان کی بددعا سے خارقِ عادت پانی کے طوفان سے ان کی قوم کا تباہ ہو جانا- حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود کا واقعہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا مفصل تذکرہ پھر فرشتوں کا مہمانوں کی صورت میں ان کے پاس آنا اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی اُن کو بشارت دینا، پھر فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جانا اور ان کی قوم کا ہلاک ہونا- حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر میں ان کی ''اسارت'' اس کے بعد ''حکومت'' کی مفصل سرگذشت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے ساتھ معرکہ آرائیاں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی مناجات اور سرگوشیاں اور ان کے معجزات عصا، ید بیضاء، مینڈک، جوں، خون کا عذاب، دریائے نیل کا دوٹکڑے ہو جانا، فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا صحیح وسالم پار لگ جانا، بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ فگن رہنا اور ان کے لئے ''من وسلویٰ'' کا نازل ہونا، ان کے پانی کے انتظام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک پتھر پر اپنا عصا مارنا اور اس سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا، بنی اسرائیل کا گوسالہ پرستی کرنا اور ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے بعض کا بعض کو قتل کرنا، ایک قاتل کی سراغ رسانی کے لئے گائے کے ذبح کا حکم ملنا اور اس کے گوشت کا میت کی لاش کے ساتھ لگا دینا اور قاتل کا سراغ لگ جانا، ایک بڑی جماعت کا موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل پڑنا اور سب پر موت واقع ہو جانا اور پھر ان کا جی اٹھنا، ایک شخص پر سو سال تک موت کا طاری رہنا، پھر اس کا زندہ ہونا، حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور اس کے سوا بنی اسرائیل کے دوسرے واقعات و حالات کا مفصل تذکرہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات اور اپنی قوم کے لئے ان کا دعا کرنا، ان کا ''بجسدہ العنصری'' زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور آخر زمانہ میں نازل ہونا اور ان کی حیات طیبہ کے دوسرے مفصل حالات، اس کے علاوہ اصحاب کہف، ذوالقرنین اور دوسرے صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے وغیرہ وغیرہ، پھر ان سب کا ایسے ماحول میں بیان کرنا، جہاں ان واقعات کا عالم کوئی نہ تھا ''خود ''امی'' تھے اور ساری قوم بھی امی تھی- مزید براں یہ کہ سب جانی دشمن- اس لئے اگر خفیہ طور پر ان معلومات کو حاصل فرماتے تو اس کا کوئی امکان نہ تھا کہ یہ راز مخفی رہ سکتا- چنانچہ قرآن کریم نے متعدد سورتوں میں اسی معقول بات کی طرف توجہ دلائی ہے- سورۂ یوسف کے آخر میں اشارہ ہے:-

ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْکُرُوْنَ. (یوسف:۱۰۲)	یہ بعض غیب کی خبریں ہیں، جو ہم آپ کو بھیجتے ہیں اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کیا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

سورۂ ہود میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی پوری تفصیلات بیان فرما کر ارشاد ہوا:۔

تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ. (هود:۴۹)	یہ قصہ من جملہ اخبارِ غیب کے ہے، جس کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم، سو صبر کیجئے، یقیناً نیک انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی سرگذشت کا ذکر فرما کر ارشاد ہے۔

ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ. (آل عمران:۴۴)	یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ جن کی وحی ہم آپ کے پاس بھیجتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے، جبکہ وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون مریمؑ کی کفالت کرے، اور آپ نہ اس وقت ان کے پاس تھے، جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی منصب نبوت سے سرفرازی کا واقعہ ذکر فرما کر ارشاد ہو:۔

وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا کُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ. (القصص:۴۴)	اور آپ مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اور آپ دیکھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آیاتِ بالا کے نزول کے بعد تاریخ سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ''آیاتِ بالا کے سننے کے بعد کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم ان واقعات کو آپ سے پہلے سے جانتے چلے آئے ہیں''، یا فلاں شخص نے آپ کو ان کی تعلیم دی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے خفیہ راز مدت دراز تک پوشیدہ نہیں رہا کرتے اور بالفرض اگر وہ عام لوگوں پر پوشیدہ رہیں بھی تو آپ کے خاص اصحاب سے تو اس راز کا پوشیدہ رہنا ناممکن تھا، لیکن یہاں تو جو جتنا زیادہ خاص تھا وہ آپ کی تصدیق میں اتنا ہی زیادہ پیش پیش تھا۔ بھلا یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اگر العیاذ باللہ وہ آپ کو کاذب جانتے تو وہ آپ کی خاطر اپنا دین ترک کر دیتے، اہل وطن اور قوم کے طعنے سہتے اور اپنی ساری عیش و عشرت کو خاک میں ملا کر آپؐ کے فداکاروں میں داخل ہو جاتے۔ بیشک کسی کسی نے آپ پر دوسروں سے تعلیم حاصل کرنے کی تہمت لگائی ہے، مگر اس کی حیثیت صرف ایسی ہی ہے جیسا کہ آپ پر مجنون و ساحر کے افتراء کی ہے۔ قرآن کریم نے ان سب کی مفصل تردید کر دی ہے۔

(۲) وہ معجزات جو اشراطِ ساعت کی خبروں کے متعلق ہیں، ان میں علی الخصوص امام مہدی کے ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال اکبر کے مفصل حالات، ان میں سے ہر ایک واقعہ بیسیوں پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے امام مہدی کی حدیثوں کے علاوہ اکثر صحیحین میں موجود ہیں اور امام مہدی کی حدیثیں بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔

(۳) وہ پیشگوئیاں جو ''عالم غائبات'' سے متعلق ہیں' مثلاً جنت دوزخ' حشر ونشر اور حساب وکتاب وغیرہ- اسی طرح وہ تمام غائبات جو ''عالم برزخ'' سے متعلق ہیں وہ سب غیوب ہیں' جن کی آپؐ نے اطلاع دی ہے اور کم از کم ایک مسلمان کے لئے تو واجب التسلیم ہیں اور پہلے دو نمبر تو ایسے ہیں جو ساری دنیا کے لئے بھی معجزہ ہیں اہل کتاب نے آ کر بھی کچھ سوالات ایسے کئے ہیں جن کا تعلق قصص ماضیہ سے اور بعض کا ''حشر ونشر'' کی کیفیات سے تھا اور ان کا جواب سن کر وہ لا جواب ہو گئے ہیں اور بعض اسلام بھی قبول کر چکے ہیں-

(۴) معراج کا ایک واقعہ ہی خود بہت سے معجزات پر مشتمل ہے جیسا کہ اصحاب سیر پر مخفی نہیں ہے' لیکن اس کو بھی بمشکل ایک معجزہ تسلیم کیا گیا ہے کاش کہ اس کی تفصیلات کو پھیلایا جاتا اور بتایا جاتا کہ یہ ایک معجزہ ہی کتنے کتنے عظیم معجزات پر مشتمل تھا- یہ تو وہ معجزات ہیں جن میں سے اکثر کو اصولاً نظر انداز کر دیا گیا ہے' حالانکہ ان میں سے نمبر اول کے معجزات تو تمام قرآن کریم کے بیان کردہ ہیں- عام محدثین نے ان ابواب کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوانات بھی قائم کر دیئے ہیں- پھر جب خاص خاص موضوعات پر تصانیف کا دور آیا تو بہت سے محدثین نے معجزات کا باب اپنے اپنے مذاق کے مطابق مستقل طور پر بھی قائم کیا ہے- کتب ستہ کا اہم موضوع چونکہ ابوابِ احکام تھے اس لئے اُن میں اس موضوع کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا گیا- یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے شخص نے ''علاماتِ نبوت'' کا باب رکھا ہے' مگر اس میں صرف چند معجزات ہی کے ذکر کرنے پر کفایت کر لی ہے- حالانکہ ان ہی کی کتاب میں بیسیوں معجزات اور موجود ہیں جو دوسرے ابواب کے ضمن میں پھیلے پڑے ہیں- لہٰذا کتب ستہ میں بہت سے صحیح معجزات کا تذکرہ نہ دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھنا کہ وہ ان کے نزدیک ثابت شدہ نہیں ہیں' بڑی غلط فہمی ہے- ان کے علاوہ بہت سے جزئی معجزات اور بھی ہیں' جن کی طرف نظریں نہیں گئیں یا ان کو مصلحتاً نظر انداز کر دیا ہے- ہم نے ان سب کو نمونۂ معجزات میں ذکر کیا ہے- کیونکہ ہمارے نزدیک یہ سب خارقِ عادت اور معجزات کی تعریف میں داخل ہیں- اب سوچئے کہ اگر اس سارے ذخیرہ کو بھی آپ کے ''اخبارِ غیب'' کے معجزات میں شمار کر لیا جائے تو پھر معجزات کی تعداد میں کتنا عظیم الشان اضافہ اور ہو جائے گا- ہم ہرگز اس کے درپے نہیں ہیں کہ آپ کے معجزات کی فہرست خواہ مخواہ بڑھا دیں- صرف شکوہ اُن کا ہے' جنھوں نے آپ کے معجزات کے استقصاء کا دعویٰ کر کے پھر چند اوراق میں ان کو محصور کرنے کی خواہ مخواہ سعی کی ہے-

تقلیلِ معجزات کے دواعی ومساعی

اس میں شبہ نہیں کہ موضوع روایات ملا ملا کر آپؐ کے معجزات کی کثرت کا دعویٰ کرنا کوئی مستحسن عمل نہیں- بلکہ ''مستند معجزات کو'' مشتبہ بنا دینے کے مرادف ہے' لیکن مستند معجزات کو گرا گرا کر تقلیل معجزات کی سعی کرنی بھی کوئی مقبول عمل نہیں ہے- بلکہ یہ بھی صحیح معجزات کو مشتبہ بنانے کا ایک نیا طریقہ ہے- یہاں پوری علمی جرأت کے ساتھ پوری ''احتیاط'' غیرت بھی درکار ہے- یہ کتنا مکروہ عمل ہے کہ تقلیل معجزات کی بنیاد زیادہ گہری قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کی حقیقت کو کھوکھلا کر دیا جائے حتیٰ کہ معجزہ کا اضافی ہونا تسلیم کر کے یہ لکھ دیا جائے کہ ''علمی ترقی کے بعد کسی زمانے میں چل کر مادی قواعد کے تحت ہر معجزہ کی توجیہ کرنی بھی

ممکن ہے'' پھر کسی معجزہ کی مجموعی صورت کی ''تحلیل'' کر کر کے یہ کوشش کی جائے کہ قدرت کے ان قاہرانہ نشانات میں کوئی ایک بھی ایسا نہ بچ سکے' جو دنیا کے روزمرہ کے حوادث کی صف میں شامل نہ کیا جا سکے' یا کم از کم ان کی قریبی صف میں جگہ نہ پا سکے اور اس طرح قدرت کے ان بلاواسطہ قاہرانہ مظاہر کو بھی زبردستی مادی قوانین کے تحت داخل کر دیا جائے اور معجزات کی عمیق حقیقت صرف نام کا ایک ڈھونگ بن کر رہ جائے اس کے بعد معجزات کی معنوی قسم پر اتنا زور صرف کر دیا جائے کہ حسی معجزات کا نام صرف ظاہری اور سطحی رکھ کر خواص کی نظروں میں بھی ان کو گرا دیا جائے' بلکہ یہاں تک بھی لکھ مارا جائے کہ ''قرآنی نظر میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔'' پھر ان ناقص بحثوں کو اس انداز میں پھیلایا جائے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جو حصہ کہ ''حسی معجزات'' کا ہے اگر چہ وہ مستند ہو' مگر اس کی وقعت نظروں سے خود بخود گر جائے۔ اس کے بعد ان کا کچھ حصہ تو اسنادی بحثوں کے لپیٹ میں لے لیا جائے اور جو حصہ بچا کھچا رہ جائے اس کو بڑی آسانی سے من مانی تاویلات کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں' بلکہ اس کو اور باضابطہ شکل دینے کے لیے طرح طرح کی صورتیں اختیار کی جائیں مثلاً:۔

(۱) معجزات کی صحت کے لیے وہ معیار مقرر کرنا جو صحیحین کی حدیثوں کا ہے اور جو اس معیار پر ثابت نہ ہوں ان میں سے اکثر پر جمہور محدثین کے خلاف غیر معتبر ہونے کا حکم لگا دینا۔

(۲) علمائے رجال میں سے صرف ان کی رائے کو ترجیح دینا جنھوں نے اس کے راوی پر جرح کی ہے اور دوسروں کی رائے کو بالکل نظر انداز کر دینا۔

(۳) معجزات کی روایات میں صرف اسی ایک پہلو کو نمایاں کرنا' جس میں اعجاز کی کوئی بات نظر نہ آئے اور اس کے دوسرے پہلو کو جس میں کھلا ہوا اعجاز موجود ہو' اس کی طرف اشارہ تک نہ کرنا۔

(۴) ایک ہی نوع کا معجزہ اگر متعدد روایات میں مذکور ہو تو کسی دلیل کے بغیر ان سب کو ایک ہی واقعہ قرار دینا حالانکہ جب ایک نوع کے متعدد افراد بھی مسلمہ طور پر ثابت ہیں تو کسی دلیل کے بغیر دوسرے مقامات میں جزم کے ساتھ یہ حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ''معجزہ'' آپ سے متعدد بار ظہور پذیر نہیں ہوا' یہی وجہ ہے کہ جب تک اس کا ثبوت نہیں ملتا حافظ ابن حجرؒ جیسے شخص ایک ہی نوع کے چند معجزات پر یہ حکم نہیں لگاتے کہ یہ سب واقعات درحقیقت ایک ہی واقعہ ہیں۔ لیکن جو لوگ تقلیل معجزات کے درپے ہیں وہ اس حافظ الدنیا کے متعلق بھی اپنی رائے یہ ظاہر کرتے ہیں:

> ''چار موقعوں کو (یعنی شق صدر کے) حافظ ابن حجرؒ نے جو ہر اختلاف روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتوں میں توفیق و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ سینہ مبارک کا آلودگیوں سے پاک وصاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ میں ہو سکتا ہے پھر دوبارہ پاکی وطہارت کا محتاج نہیں ہو سکتا۔''

لیکن اگر شق صدر روایات سے متعدد بار ثابت ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک یہ صرف عقلی بات اسی وقت دل میں کھٹک سکتی ہے جب کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے عام ''قانون تدریج'' سے قطع نظر کر لی جائے یوں کھٹکنے والوں کے دلوں میں تو یہ بات اس سے پہلے کھٹکے گی کہ جب یہ ممکن تھا کہ آلودگی کا یہ حصہ جو شق صدر کے بعد آپ کے صدر مبارک سے علیحدہ کیا گیا اگر وہ شروع سے پیدا ہی نہ

کیا جاتا تو پھر اس شق صدر کی ایک بار بھی ضرورت کیا تھی۔

غالباً کچھ اسی ذوق یکتائی کی بنا پر یہاں شق صدر کو بھی صرف ایک ہی بار تسلیم کیا گیا ہے' حالانکہ دوسرا واقعہ آپ کی طفولیت کا صحیح مسلم سے ثابت ہے' مگر جب کسی بات کا انکار کرنا ہی ٹھہر گیا ہو تو پھر اس کے لیے راستہ نکال لینا بھی کیا مشکل ہے۔ حیرت ہے کہ یہاں شق صدر کے اس واقعہ کا بھی انکار کر دیا گیا ہے' جس کو جمہور محدثین نے صحیح مسلم وغیرہ کی بنیاد پر تسلیم کر لیا ہے اور جس میں بعض محدثین سے کچھ تردد منقول ہے' اسی کو ترجیح دینے کی سعی کی گئی ہے۔ پس اگر معراج کے واقعہ کو ان بعض محدثین کے تردد کی وجہ سے مشکوک سمجھ لیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت کا واقعہ بھی جو صحیح مسلم سے ثابت ہے' آپ کی تحقیقات کی بنا پر مشکوک سمجھ لیا جائے تو پھر شق صدر کا ایک واقعہ بھی باقی نہیں رہتا۔ جو بلاتردد متفقہ طور پر قابل تسلیم ہو سکے اور اس طرح آپ کا یہ ظاہر و باہر معجزہ ہی معدوم کر دیا جائے۔

یہاں کچھ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی' بلکہ مزید براں شق صدر کو صرف ایک روحانی واقعہ بنانے کی بھی سعی کی گئی ہے' اسی لیے اس کا عنوان ''شق صدر'' کی بجائے ''شرح صدر'' بدل دیا گیا ہے' جس کا دوسرے لفظوں میں نام ''علم لدنی'' رکھ دیا گیا ہے پھر اس علم لدنی کو سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک انعام بتلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممتاز صفت سے انکار کی یہ آخری سعی بھی ختم کر دی گئی ہے۔ اس کا نام ''شق صدر'' کی تحقیق نہیں' بلکہ ایک ثابت شدہ حدیثی اور تاریخی واقعہ کی تحریف ہے۔ جیسا کہ تاویلات معجزات کی بحث میں اس کی تفصیل ابھی آپ کے ملاحظہ سے گزرنے والی ہے۔

(۵) بعض معجزات کی چھانٹ چھانٹ کر کے وہی روایات نقل کرنا جو اس باب میں سب سے زیادہ ''اسنادی'' لحاظ سے ساقط ہوں اور جن کو محدثین نے معتبر قرار دیا ہے ان کی طرف اشارہ تک نہ کرنا اور اس طرح گویا واقعہ کی اصلیت ہی کا انکار ذہن نشین کرانا۔

(۶) بعض محدثین نے کسی مضمون کو موضوع کہہ دیا ہے ایسے مقام پر صرف ''وضع'' کا حکم نقل کر دینا اور جن محدثین نے تلاش کر کے اس کو دوسری قابل اعتماد سند سے ثابت کیا ہے' اس کا ''اخفاء'' کرنا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ''فضلات'' پر امام بیہقی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے' حالانکہ دارقطنی کے ''افراد'' میں اس کی ایک قابل اعتبار اسناد بھی موجود تھی۔

(۷) فضائل و معجزات کے باب میں جمہور محدثین کے خلاف اعتبار کا وہی معیار مقرر کرنا' جو عقائد و احکام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ اچھی طرح واضح رہنا چاہیے کہ اگر بالفرض کچھ ''تسامح'' کر کے آپ کے معجزات میں تکثیر کی سعی کرنی محدثین کا کوئی جرم ہے تو پھر بھی یہ جرم اتنا خطرناک جرم نہیں ہے جتنا کہ دلائل نبوت پر تنقید کی مقراض لگا کر اس میں تقلیل کی سعی کرنا خطرناک ہے۔ یہاں صرف ایک ہی جانب کو یہ سمجھ لینا کہ ہم نے کوئی احتیاط کا قدم اٹھایا ہے یک طرفہ نظر ہے حیرت ہے کہ ''ابوطالب کی جاں نثاری کا دم بھرنے والے'' دلائل نبوت کے باب میں اس قدر سرد کیوں نظر آتے ہیں۔

تنبیہ ٭ دنیا اور تاریخ دنیا کا یہ ایک بدیہی طریقہ ہے کہ جب وہ کسی غائب شخصیت کے جاہ و چشم کا سکہ قلوب پر جمانا چاہتی ہے تو وہ اس کے کارناموں اور صفات جمیلہ ہی کا ذکر کر کر کے جماتی ہے۔ اب اگر دیگر ادیان سماویہ کے متبعین کے سامنے ''نبی امی'' کا کوئی معظم اور موقر نقشہ لایا جا سکتا ہے تو وہ آپ کے یہی معجزات ہیں' لہٰذا یہاں ثابت شدہ معجزات کے حذف و تقلیل و تاویل کا نتیجہ یہ نکلنا

ممکن ہے کہ دیگر مذاہب کے متبعین کے سامنے آپ کی غیر معمولی شخصیت کہیں معمولی نظر نہ آنے لگے- ظاہر ہے کہ اس وقت خود آپ بنفس نفیس دنیا کے سامنے تشریف فرما نہیں ہیں- اب ایک طرف ہمارے سامنے یہود موجود ہیں اور دوسری طرف نصاریٰ جن کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خاتم الانبیاء ہونے کا گمان ہے- اور جن کے معجزات کلام اللہ میں بصراحت موجود ہیں- اب اگر اس رسول امی کے معجزات کو بے وجہ زیادہ پھیکا کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا جو انجام بد نکل سکتا ہے اس کی طرف بھی ہماری نظریں کچھ نہ کچھ ہی پڑتی ہیں-

تاویلِ معجزات

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ایسے باب میں آ کر جس کا عنوان ہی معجزات ہو ان عجائبات کی کوئی تاویل بھی نہ کی جاتی جو کسی رسول کی سیرت میں ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ جب اس قسم کے بلند روحانی انسانوں میں اس قسم کے عجائبات کا ہونا مسلمات میں سے ہو تو اب اگر کہیں ان کا ادنیٰ سا ثبوت بھی ملتا ہے تو وہ کافی ہونا چاہئے- اس کو سخت سے سخت ''سوہان'' لگانا اور اس کو جھوٹ و افتراء قرار دینے پر اتر آنا نہ یہ علم کی بات ہے، نہ عقل کی پھر اگر ان کی تاویل کرنی ناگزیر ہی ہے تو کم از کم وہ ایسی تو ہونی چاہیے کہ سو فیصدی نہ سہی پچاس فیصدی تو ان الفاظ کا مصداق باقی رہ جائے ان کی ایسی تاویلات کر ڈالنا جس کے بعد ان الفاظ کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے، اس کا نام ''تاویل نہیں'' ''انکار بھی نہیں'' بلکہ ''تحریف'' ہے- مثلاً جن روایات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کچھ عجائبات کا ثبوت ملتا ہے جیسے حضرت آمنہ کا دیکھنا کہ ان سے ایک نور جدا ہوا یا مثلاً اس شب میں کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گر جانا یا آتش کدۂ فارس کا گل ہو جانا اس کے متعلق یہ تاویل کہ:

> ''اگلے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز میں اس طرح ادا کیا کہ آمنہ کا کاشانہ نور سے منور ہو گیا بعد کے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ انداز بیان کو واقعہ سمجھ لیا اور روایت تیار ہو گئی-''

> ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں یا بعد کو جو اہم واقعات ہونے والے تھے، مثلاً بت پرستی کا استیصال، قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا فنا ہو جانا ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ- ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے، قیصر و کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتش کدۂ فارس بجھ کے رہ گیا وغیرہ-''

اب اس سے اندازہ فرمائیے کہ آپ کی ولادت کے کچھ عجائبات تو صرف شاعرانہ انداز کی نذر ہو گئے اور کچھ وہ تھے جو مستقبل میں ہونے والے تھے تو فرمائیے کہ جن عجائبات کو ہر ممتاز شخصیت کی ولادت پر ثابت ہونا مسلمات میں سے رہا ہے، اس سرتاج عالم کی ولادت میں ان میں سے کونسا واقعہ تھا جو رونما ہوا؟ کیا بالفاظ دیگر اس کا حاصل صاف انکار کرنا ہی نہیں؟ یہاں طفل تسلی کے لیے یہ کہہ دینا کہ وہ واقعات یہاں بھی ضرور ظہور پذیر ہوئے ہوں گے، مگر ان کا ثبوت ہمارے پاس کچھ نہیں، یہ کتنا مضحکہ خیز ہے- مخالفین کے نزدیک اس کی حیثیت صرف ایک خوش عقیدگی کے سوا اور کیا ہے اور جب وہ میلاد خوانوں کی من گھڑت ہی ٹھہری تو پھر مسلمانوں کے لیے بھی ان میں جاذبیت کیا ہے- یہ کتنا ظلم ہے کہ اس قسم کی خلاف واقع باتوں سے اس عالم کے سردار کی

ولادت کو ان تمام عجائبات سے خالی کر کے دکھایا جائے جو روحانی راہنما تو درکنار معمولی افراد کی ولادتوں پر مسلّم طور پر ثابت ہوتے ہیں- پھر کیا کسی میں یہ ہمت ہے کہ وہ کسی کی سیرت میں ان عجائبات کا ثبوت اس سے زیادہ مستحکم طور پر پیش کر سکے' جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے لیے موجود ہیں-

یا مثلاً ''شق صدر یوں'' تو وہ متعدد مرتبہ ثابت ہے' لیکن دو مرتبہ صحیحین میں بھی مذکور ہے اور جمہور محدثین کا یہی مختار ہے- اس کے متعلق یہ تحریر کرنا:-

''بعض محدثین اس کو ایک ہی واقعہ سمجھتے ہیں یعنی وہ صغر سنی میں جب آپ حلیمہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے اور معراج کے موقع پر شق صدر کے واقعہ کو راویوں کا سہو جانتے ہیں''-

پھر آپؐ کے دور طفولیت کی روایت کو اس کے صحیح مسلم میں موجود ہونے کے باوجود خود اپنی رائے سے مجروح قرار دے ڈالنا' اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے شق صدر کے دو واقعات کو جو صحیحین سے ثابت ہیں پہلے تو ایک واقعہ قرار دیا جائے اور وہ بھی اس طریق سے کہ معراج کے واقعہ کو تو بعض محدثین کے اختلاف سے کمزور بنا دیا جائے اور دور طفولیت کے واقعہ کو خود مجروح کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ یہاں جو ایک واقعہ بچ رہے وہ بھی زیر بحث آ جانے کی وجہ سے مشکوک بن جائے اس کے بعد یہ لکھا جائے کہ:

''ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرح صدر ہے' جس کے معنی سینہ کھول دینے کے ہیں اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت کا واضح کر دینا ہوتا ہے- قرآن مجید اور احادیث میں یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہے...... رب اشرح لی صدری ......انبیاء علیہم السلام جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ سمجھتے ہیں اس کا مآخذ تعلیم الٰہی' القائے ربانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہے- اسی کا نام ''علم لدنی ہے''- جس کا ثبوت سب انبیاء علیہم السلام میں ملتا ہے-'' چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی' اس لیے شرح صدر کے عطیہ کے لیے یہی مناسب موقعہ تھا-''

اس مضمون کو اتنے پیچ دار طریقے پر پھیلایا گیا ہے کہ جس سے صحیح مفہوم اخذ ہونا ہی مشکل ہو جاتا ہے' مگر اس تمام رام کہانی سے جو نقش آخر میں ذہن میں قائم ہو کر رہ جاتا ہے وہ یہی ہے جو ان سطور میں آپ کے سامنے موجود ہے-

اب غور فرمایئے کہ اس تاویل کے سیدھا کرنے کے لیے پہلے کس طرح متعدد واقعات کو صرف ایک واقعہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی- پھر اس کو روحانی معاملہ ذہن نشین کرنے کے لیے یہ طرح ڈالی گئی ہے-

''صحیح مسلم کی اس روایت میں ایسے معنوی وجود بھی ہیں جن کی تائید کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوتی مثلاً یہ کہ شق صدر کی یہ کیفیت کسی عمر میں بھی ہو مگر بہر حال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا- بااین ہمہ اس روایت میں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹانکے کے نشان مجھ کو نظر آتے تھے- علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و شمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط و خال کی کیفیت صحابہؓ نے بیان کی ہے' مگر کسی نے سینہ مبارک کے ان

نمایاں ٹانکوں کا نام تک نہیں لیا ایسی حالت میں واقعہ کی یہ صورت کیوں کر تسلیم ہو سکتی ہے۔''

صحیح مسلم کی اس روایت سے ایک طرف تو آپ ؐ کے دورِ طفولیت میں بھی شق صدر کا ثبوت ملتا ہے دوسری طرف اس واقعہ کا جسمانی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے لیکن چونکہ مقصد اس کا انکار کرنا ہے اس لیے پہلے تو کسی دلیل کے بغیر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ اس واقعہ کا تعلق روحانی عالم سے تھا مگر یہاں ایک تو شق صدر کا لفظ ہی اس کے خلاف نظر آتا تھا' دوسرے حضرت انس ؓ کا اپنا عینی مشاہدہ اس کی تردید کے لیے کافی تھا اس لیے حضرت انس ؓ کے اس عینی مشاہدہ کو تو اس طرح رد کر دیا گیا '' کہ اس واقعہ کو اور صحابہ ؓ نقل نہیں کرتے'' حالانکہ جسم کا جو حصہ اکثر اوقات ملبوس رہتا ہے اور عام مجمع میں اس کے کھولنے کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی ہے اس کا مشاہدہ کرنے والا حضرت انس ؓ جیسا طویل الصحبت کوئی بے تکلف خادم ہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اس وقت اس کے ہمہ وقت مشاہدہ میں نہ آنے کی وجہ سے اگر اس کے بیان کا عام اہتمام نہ ہوا تو کیا اس شخص کے عینی مشاہدہ کا انکار کر دینا معقول ہوگا - جو دس سال کی خدمت میں اپنا بارہا کا مشاہدہ بیان کرتا ہے بالخصوص جب کہ اس کا یہ مشاہدہ صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس کا حاصل بھی وہی ''معتزلہ کی تائید'' نکلتی ہے کہ '' کسی حدیث کی صحت کے لیے اس کا متعدد طریقوں سے (مروی) ہونا بھی لازم ہے'' پھر اس بنا پر آپ کی جو جو صفات صرف ایک صحابی سے ثابت ہیں ان سب ہی کا انکار کرنا لازم ہوگا - اس مقام پر یہ غور کرنا ضروری ہے کہ اگر یہاں حضرت انس ؓ کے مساعد کوئی شہادت نہیں ہے تو کیا ان کے اس صریح اور واضح بیان کے مخالف کوئی شہادت اس کی تردید یا تشکیک پر موجود ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو فرمایئے کہ یہاں ایک عینی مشاہدہ کی تکذیب کی ہمت پھر کیسے کی جائے -

اب رہا شق صدر کا لفظ تو اس کے روحانی معاملہ بنانے کے لیے یہ بنیاد قائم کی گئی '' ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرح صدر ہے'' - حالانکہ صحیح حدیثوں میں شق کا لفظ ہی موجود ہے اور پھر شرح صدر کا لفظ بہت آسانی کے ساتھ علم لدنی پر حمل کر کے اس کا نکتہ بھی تراش لیا گیا - گویا آپ کے دورِ طفولیت میں شق صدر تو صحت ہی کو نہ پہنچا اور جو شب معراج میں پیش آیا وہ ایک روحانی انعام ٹھہرا - اب انصاف فرمایئے کہ اگر ساری شریعت پر غور کرنے کا ڈھنگ یہی پڑ جائے تو دین کی صورت کیا سے کیا بن جائے گی؟

پھر اس تاویل میں حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کو زبردستی اپنا شریک ٹھہرا لینا اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے جیسا کہ یہ لکھنا کہ

> '' علمائے ظاہر بین اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادھے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینہ مبارک چاک کیا گیا اور قلب اقدس کو اسی آب زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے' لیکن صوفیائے حقیقت بین اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور ان تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم برزخ کے حقائق ہیں' جہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالت خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اما شق الصدر و ملؤہ ایمانا فحقیقۃ غلبۃ انوار الملکیۃ و انطفاء لھیب الطبیعۃ و	لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کو ایمان سے بھرنا اس کی حقیقت انوار ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا اور طبیعت (بشری) کے شعلہ کا

خضوعها لما يفيض عليها من حظيرة القدس۔	بجھ جانا اور عالم بالا سے جو فیضان ہوتا ہے اس کے قبول کے لیے طبیعت کا آمادہ ہوجانا ہے۔ان کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی' اس لیے شق صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہوگا۔
(ج ۲ ص ۱۵٤)	

لیکن اس کو کیا کیجئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اسی حجۃ اللہ کے معجزات کے باب میں آپ کے صدر مبارک میں ٹانکوں کے نشانات کا نظر آنا خود ہی بتصریح بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی کتاب میں ان کے نزدیک معراج اور معراج کے تمام واقعات کا آپ کے جسم پر پیش آنا صاف صاف الفاظ میں موجود ہے:

و لسری به الی المسجد الاقصی ثم الی سدرة المنتهٰی و الی ماشاء الله و کل ذلک لجسده صلی الله علیه وسلم فی الیقظة و لکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال و الشهادة جامع لا حکامها فظهر علی الجسد احکام الروح و تمثل الروح و المعانی الروحیة اجساد او لذلک بان لکل واقعة من تلک الوقائع تعبیر۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں مسجد اقصیٰ لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور اس کے بعد جہاں تک خدا نے چاہا اور یہ تمام سیر آپ کے جسم مبارک کے لیے تھی اور بیداری کی حالت میں تھی' لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے اس لیے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور اسی لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی۔

عجیب بات ہے کہ تاویل کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی یہ عبارت خود معراج کے باب میں لکھتے ہیں تو وہاں اس کو اس طرح نقل کرتے ہیں' گویا وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں۔

''ہم نے ارباب حال اور محدثین کے یہ انکشافات وحقائق اور جسم وروح کے یہ گوناگوں احوال ومناظر خود ان ہی کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالح کا عقیدہ رکھتے ہیں''۔

لیکن جب وہی شق صدر کے باب میں تفصیلی بحث کرنے پر آتے ہیں تو بقول خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ہم خیال بن کر ''علماء محدثین'' کی نظروں کو سطحی قرار دیتے ہیں جیسا کہ پہلی عبارت سے ظاہر ہے۔

ہم یہاں سب سے پہلے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خیال بھی ٹھیک وہی ہے' جو سلف صالحین کا خیال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بلند پایہ محدث ہوکر حدیثی باب میں وہ سلف سے علیحدہ ہو سکتے۔ جب وہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ سب واقعات آپ کے جسم اور بیداری کے ہیں تو اب صرف چند اصطلاحات کی بنا پر ان کو سلف سے علیحدہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ عالم مثال کے باب میں شاہ صاحب یہ تصریح بھی فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص اس قسم کے باتوں کے متعلق یہ خیال رکھے کہ یہ سب باتیں صرف بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہیں' جن سے مقصود کچھ اور ہے اور وہ صرف اسی احتمال پر بس کرے' میں اس کو اہل حق میں شمار نہیں کرتا۔''

ان تصریحات کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور سلف صالح میں سر مو بھی کوئی فرق نہیں ہے- اصل یہ ہے کہ صوفیائے کرام اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بہت سے ظاہری واقعات کی بھی ایسی طرح تعبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ عام لوگوں کے نزدیک عالم خواب کے مرئیات کی اس حقیقت کو انہوں نے بہت جگہ استعمال کیا ہے- ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنوئیں کی مینڈھ پر اپنی ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے- صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد عمر فاروقؓ آئے آپ نے دونوں کو اپنے برابر بٹھالیا- اس کے بعد عثمان غنیؓ آئے تو ادھر جگہ نہ تھی وہ سامنے آکر دوسری طرف بیٹھ گئے- ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بالکل بیداری کا اور ایک جسمانی واقعہ تھا' جس کی تفصیلات روایات میں موجود ہیں' لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بیٹھنے کی اس اتفاقی صورت کے لیے بھی عالم تقدیر میں ایک تعبیر تھی اور وہ ان اصحابؓ کے آئندہ قبور کی صورت تھی یعنی شیخین کی قبروں کا موجودہ نشست کی طرح آئندہ آپ کے ساتھ ہونا اور حضرت عثمان غنیؓ کی قبر کا ان تینوں صاحبوں سے علیحدہ ہونا- چنانچہ آئندہ اسی طرح اس کی تعبیر ظاہر ہوئی-

اسی بنا پر معراج اور شق صدر کی بیداری کے واقعات ہونے کے باوجود پھر انہوں نے ان کی خاص خاص تعبیرات بھی بیان فرمائی ہیں- ان واقعات کو خارج میں اور جسمانی طور پر تسلیم کر لینے کے بعد صرف ان کی تعبیرات ذکر کرنے یا اس کا نام عالم برزخ رکھنے سے ان کو سلف کے مخالف سمجھنا ان کے طریق سے ناواقفی ہے- اگر یہاں ہم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کلام کی مفصل تشریح کریں تو بے وجہ طول ہوگا کیونکہ جب ان معجزات کو ان ہی تفصیلات کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ میں درج فرمالیا تو اب تمام بحثیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں-

اچھا اگر آپ شاہ ولی اللہ کے ساتھ اس واقعہ کے عالم برزخ اور عالم مثال میں کہنے سے ان کو اپنا شریک حال بنانا چاہتے ہیں تو کیا یہ بھی دکھلا سکتے ہیں کہ انہوں نے ''شق صدر'' کی حقیقت صرف ''شرح صدر'' اور ''علم لدنی'' بنا کر رکھ دی تھی؟ لہٰذا ان کا حوالہ دینے سے آپ کو کیا فائدہ! بہت سے بہت اگر کوئی احتمال پیدا ہو سکتا ہے تو وہ یہی کہ وہ بقول آپ کے ''علماء ظاہر بین'' کے خلاف اس کو جسمانی واقعہ قرار دے کر اس کی کوئی تعبیر بھی سمجھتے ہیں- یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ وہ ٹانکوں کے چشم دید نشانات کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہیں اور شق صدر کی آپ کی ذاتی خصوصیت کو ایک عام علم لدنی کا واقعہ سمجھتے ہیں جس میں حضرت خضر علیہ السلام بھی پہلے شریک ہیں جیسا کہ ﴿وعلمنه من لدنا علما﴾ سے ظاہر ہے' حالانکہ ان کی تو نبوت میں بھی بہت اختلاف ہے-

اب آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم شق صدر کی پوری سرگذشت نقل کر کے آپ کے سامنے رکھ دیں تا کہ پہلے آپ مفصل واقعہ اور صورت حالات کا اندازہ کر لیں اور اس کے بعد اس واقعہ کا صرف علم لدنی ہونے کی تشریح کے متعلق خود فیصلہ کر لیں-

عن انس رضی الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاه جبرئيل و هو يلعب مع الغلمان فاخذه فصرعه فشق عن	انسؓ سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ بچوں کے ساتھ کھیل تماشا دیکھنے میں مشغول تھے انہوں نے آپ کو چت لٹا دیا اور قلب مبارک چیر کر

قلبه فاستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشيطان منك ثم غسله فى طست من ذهب بماء زم زم ثم لأمه و اعاده فى مكانه و جاء الغلمان يسعون الى امه يعنى ظئره فقالوا ان محمد اقتل فاستقبلوه و هو منتقع اللون قال انس رضى الله تعالى عنه فكنت ارى اثر المخيط فى صدره. (رواه مسلم)

اس میں سے خون بستہ کا ایک ٹکڑا نکال دیا اور کہا کہ آپ میں یہ تھا شیطان کا حصہ (جس کو میں نے نکال کر پھینک دیا ہے) پھر آپ کے قلب مبارک کو زم زم کے پانی سے ایک سونے کے طشت میں ڈال کر دھویا پھر اس کو سی دیا اور اپنی جگہ رکھ دیا۔ بچے آپ کی دودھ پلائی کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توقتل کر دیے گئے۔ لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے نکلے تو آپ کا رنگ فق پڑا تھا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس سلائی کا نشان آپؐ کے سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔

اس حدیث میں چند امور بتفصیل مذکور ہیں۔ (۱) اس واقعہ میں ایک فرشتہ کی آمد۔ (۲) اس کا آکر آپ کو چت لٹا دینا۔ (۳) پھر آپ کے قلب مبارک کو چاک کر کے اس میں سے تھوڑے سے جمے ہوئے خون کا ٹکڑا نکال پھینکنا۔ (۴) اور یہ کہہ کر پھینکنا کہ یہی وہ حصہ ہے جس کی وجہ سے شیطانی تاثیر ہوتی ہے۔ (۵) پھر اس قلب کو سونے کے ایک طشت میں آب زم زم سے دھونا (۶) پھر چاک شدہ حصہ جسم کو سینا اور جوڑ دینا اور قلب مبارک کا اپنی جگہ رکھ دینا۔ (۷) اس پر جو بچے یہاں موجود تھے ان کا بھاگتے ہوئے آپ کی دایہ کے پاس آنا اور یہ بیان دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توقتل کر ڈالے گئے۔ (۸) اس پر لوگوں کا یہ ماجرا سن کر لپکنا۔ (۹) محل وقوع پر آپ کو سہا ہوا پانا اتنا کہ آپ کا رنگ مبارک اس وقت بھی فق پڑا ہوا تھا۔ (۱۰) حضرت انسؓ کا ان ٹانکوں کے نشانات کا خود اپنا مشاہدہ بیان کرنا۔

یہ تو وہ سرگذشت ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے اب آپ کو ان تفصیلات کو ''شرح صدر'' یا ''علم لدنی'' کہہ ڈالنے کی ہمت ہو تو کہہ دیں، مگر یہاں لفظ لفظ اس صورت واقعہ کے خلاف ہی خلاف نظر آتا ہے۔

یہاں عالم مثال اور برزخ کی وہ تحقیقات جو صوفیا نے اپنے فن میں کی ہیں وہ انہیں کی شان اور موضوع فن کے مناسب ہیں ہم اپنے قارئین کرام کو ان ''معموں'' میں ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ ان کے سمجھنے کے لیے ''علم حقائق'' کی سیر ضروری ہے۔ جب بات بالکل واضح ہے اور خود آپ کی لسان نبوت سے معرض بیان میں آچکی ہے تو کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ان کو اصطلاحات کی پیچیدگیوں میں ڈال کر بدیہی کو نظری بنا دیا جائے۔

یہاں یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ''علم لدنی'' جو سب انبیاء علیہم السلام کو ملتا ہے اگر یہ وہی ہو تو کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی سیرت میں ان تمام تفصیلات کا بھی ثبوت ملتا ہے؟ پھر اس شق صدر کو شرح صدر اور شرح صدر کو علم لدنی، پھر عالم مثال اور برزخ کہہ کر اس کو چیستاں بنانے سے کیا حاصل ہے؟ چلئے اگر آپ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے بیان سے متفق ہیں تو اس واقعہ کو جسمانی اور عالم مثال ہی میں انہیں تفصیلات کے ساتھ تسلیم کر لیجئے، ورنہ اولیاء اللہ کی آڑ میں شکار کھیلنے سے کیا فائدہ۔

اس حدیث پر جو ضروری کلام ہے وہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد میں زیر عنوان ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت

دور طفولیت میں'' دیکھ لیا جائے۔

تاویل کرنے والوں نے یہاں صرف انہیں قیاس آرائیوں پر بس نہیں کی' بلکہ انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس مستحکم قلعہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ ''اس واقعہ کا راوی حماد بن سلمہ ہے جس پر آخری عمر میں ''سوء حفظ'' طاری ہو گیا تھا اور کسی نقل کے بغیر محض اپنے ظن وتخمین سے صحیح مسلم کی اس روایت کو اسی زمانے کی روایت قرار دے ڈالا ہے۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ امام مسلم تو امام مسلم ہیں' عام محدثین کو بھی اس قسم کے راویوں کی روایات کے متعلق یہ تمیز حاصل ہوتی ہے کہ وہ روایات میں سوء حفظ سے پہلے کی ہیں وہ کون سی ہیں؟ اور جو بعد کی ہیں وہ کون سی ہیں' اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ان کو یہ علم شیوخ وتلامذہ پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے کہ کس راوی نے کس شیخ سے کس زمانے میں تلمذ حاصل کیا ہے اگر وہ راوی ایسا ہو جس نے سوء حفظ طاری ہونے سے قبل روایات اخذ کی ہیں تو وہ روایات بے تامل حجت اور معتبر سمجھی جاتی ہیں اور اگر اس کو ایسے زمانے میں تلمذ حاصل ہوا ہے جب کہ اس پر سوء حفظ طاری ہو چکا تھا تو پھر اس کی یہ روایات زیر نقد وتبصرہ آ جاتی ہیں اس لیے محدثین کے نزدیک اس قسم کے شیوخ وتلامذہ کی روایات کے اخذ وترک میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ امام مسلم خود اس درجہ کے امام ہیں کہ کسی روایت کا اپنی صحیح میں درج کر لینا یہی اس کے لیے کافی ضمانت ہوتی ہے کہ وہ یقیناً سوء حفظ کے زمانے سے پہلے کی روایت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اگر کوئی روایت مسلم یا بخاری میں نہ ہو' مگر ایسی اسانید اور ایسے رجال سے مروی ہو جو ان میں موجود نظر آئیں تو ان پر بھی محدثین "رجاله رجال الصحيحين" یا "احد هما" کہہ کر صحت کا حکم لگا دیتے ہیں الا یہ کہ اس جگہ کوئی خصوصی علت نکل آئے۔ ان دقائق کو وہ شخص کیسے ادراک کر سکتا ہے جو مؤرخین کی صف میں سے نکل کر محدثین کی جماعت میں گھسنے کی کوشش کرتا ہو' اور "بفحواء لكل فن رجال" اس کو یہ علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی شیخ کو سوء حفظ کس زمانے میں اور کیوں طاری ہوا تھا اور یہ تمیز کیسے حاصل ہو سکتی ہے کہ اس نے کس شیخ سے کس کس زمانے میں روایات اخذ کی ہیں اس لیے اس بے چارہ کو صرف اپنے ظن وتخمین سے حکم لگا دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ و ان الظن لا يغني من الحق شيئا۔

ہم یہاں صرف اس پر کفایت نہیں کرتے کہ یہ روایت چونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج مکرر دی ہے اس لیے یقیناً وہ حماد بن سلمہ کے سوء حفظ کے زمانے سے پہلے کی ہے' بلکہ خصوصی طور پر اہل فن کی شہادت بھی پیش کر دینا چاہتے ہیں کہ یہاں ان کا شیخ ثابت ہے اور جو روایات حماد بن سلمہ کی ثابت سے روایت کردہ ہیں وہ سب معتبر شمار ہوتی ہیں یعنی ان کے ''سوء حفظ'' کے زمانے سے قبل کی روایات ہیں۔ ابن مدینی جن کا اس فن کے چوٹی کے علماء میں شمار ہیں لکھتے ہیں کہ ثابت کے تلامذہ میں سے حماد بن سلمہ سے بڑھ کر معتبر اور قابل اعتماد کسی کی روایات نہیں ہیں اور جن ائمہ نے حماد بن سلمہ کی روایات کو مطلقاً نہیں لیا یہ محض ان کا تشدد اور ناانصافی ہے اور آگے چل کر لکھا ہے۔

قال البيهقي هو احد ائمة المسلمين الا انه لما كبر ساء حفظه فلذ اتركه البخاري	امام بیہقی کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا اس لیے

و اما مسلم فاجتهدوا خرج من حديثه عن ثابت ماسمع منه قبل تغيره و ما سوى حديثه عن ثابت لا يبلغ اثنى عشر حديثا اخرجها فى الشواهد. قال احمد بن حنبل اثبتهم فى ثابت حماد بن سلمة. قال ابن المدينى: من تكلم فى حماد بن سلمة فاتهموه فى الدين قال ابن المدينى: و اثبت اصحاب ثابت حماد بن سلمة ثم سليمان ثم حماد بن زيد وهى صحاح انتهى مختصرًا.

امام بخاری نے تو ان کو بالکل ترک کر دیا' لیکن امام مسلم نے کوشش کر کے ان کی وہ احادیث اپنی صحیح میں سے نکال لیں' جو انہوں نے ثابت سے اپنے سوءِ حفظ کے زمانے سے قبل روایت کی تھیں اور اس کے سوا جو حدیثیں انہوں نے ثابت سے روایت کی ہیں' جن کی تعداد بارہ حدیثوں تک بھی نہیں پہنچتی وہ صرف شواہد میں روایت کی ہیں (اصول میں نہیں) امام احمد فرماتے ہیں کہ ثابت کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد شخص حماد بن سلمہ ہے- ابن مدینی کہتے ہیں جو شخص بھی حماد بن سلمہ میں کلام کرے اس کو دین میں قابل تہمت سمجھو- اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اصحاب ثابت میں سب سے زیادہ قابل اعتبار حماد بن سلمہ ہیں' پھر سلیمان پھر حماد بن زید' اور یہ سب روایات صحیح ہیں-

اس عبارت سے یہ بات صاف ''ہوگئی کہ'' ثابت کے شاگردوں میں حماد بن سلمہ سے بڑھ کر قابل اعتماد اور کوئی شخص نہیں لہٰذا یہاں ان کی روایت پر یہ حکم لگا دینا کہ وہ سوءِ حفظ کے زمانے کی ہے یہ اہل فن کی تصریح کے خلاف ہے- اب رہا امام بخاریؒ کا ان کو علی الاطلاق ترک کر دینا تو یہ محض ان کی ''شانِ احتیاط'' اور ''شرائط کے تشدد'' کی بات ہے- اسی لیے صحت میں مسلم کو صحیح بخاری کے ہم پلہ قرار نہیں دیا جاتا باوجود یکہ صحیح مسلم کو صحیح کہنے سے ایک متنفس نے بھی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا- لہٰذا اگر امام بخاریؒ کسی کتاب میں کوئی خاص شرائط مقرر کر لیں تو اس سے یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ اب جو راوی ان کی کتاب میں نہیں آیا' اس میں کسی قسم کا سقم ہے ورنہ تو پھر صحیح مسلم کی ایک حماد بن سلمہ کی روایات نہیں' بلکہ وہ تمام روایات جو علی شرط البخاری نہیں ہیں چھوڑ دینی پڑیں گی-

یا مثلاً ''شق القمر'' کے متعلق یہ توجیہ:

''لیکن اصل یہ ہے کہ عمل تنویم کے تجربات میں تھوڑی سی قیاسی وسعت اور پیدا کر لی جائے تو شق قمر وغیرہ تقریباً ہر قسم کے خوارق کی توجیہ ہوسکتی ہے کیونکہ اس عمل کا دارومدار تمامتر عامل کی قوت اثر آفرینی اور معمول کی اثر پذیری پر ہے-''

یا اس کی دوسری یہ توجیہ:

''اسی طرح اضافہ کی بجائے حذف کی مثال یہ ہوسکتی ہے کہ چاند کے مختلف اجزاء جس کیمیاوی جذب و اتصال کی قوت سے آپس میں پیوستہ ہیں' اس میں صرف اس حصہ قوت کو جو چاند کے نصفین میں موجب اتصال ہے تھوڑی دیر کے لیے خدا حذف یا سلب کر لے' جس سے شق قمر کا معجزہ ظاہر ہوسکتا ہے''-

یا اس کی تیسری اور آخری یہ توجیہ:

''ہم ان تمام پرپیچ راستوں سے گزر کر صرف ایک سیدھی سی بات کہہ دینا چاہتے ہیں- شق القمر اہل مکہ کی طلب پر ایک آیت الٰہی تھی' یعنی ان منکروں کو ان کی خواہش کے مطابق نبوت کی ایک نشانی دکھائی گئی تھی احادیث میں یہ ہے کہ ان کو

چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا' خواہ دراصل چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں ایسا تصرف کر دیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا - جو خدا انسان کی آنکھوں میں خلاف عادت تصرف پیدا کر سکتا ہے وہ خود چاند میں بھی خلاف عادت تصرف کر سکتا ہے - پھر چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی اہل مکہ کے لیے ظاہر کی تھی اور ان ہی کے لیے یہ آیت نبوت تھی' اس لیے تمام دنیا میں اس کے ظہور اور روایت کی حاجت نہ تھی'' -

اب آپ ان ہر سہ تاویلات پر بار بار نظر ڈالیے یہاں سب سے پہلے جو بات آپ کے ذہن میں آئے گی وہ یہی آئے گی کہ جو فضلاء اس معجزہ کو مادی طریق پر حل کرنا چاہتے ہیں خود ان ہی کے ذہنوں میں اس کا کوئی صحیح حل موجود نہیں - اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ - وہ صرف انکل کے تیر چلا رہے ہیں - زیادہ غور سے دیکھا جائے تو یہ سب تاویلات باہم متناقض بھی ہیں - پہلی توجیہ تو معجزہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کی بجائے اس میں اور تاریکی پیدا کرنے والی ہے' کیونکہ ''عمل تنویم'' سحر کی طرح معجزہ کی مقابل چیز کا نام ہے - معجزہ میں صاحب معجزہ کی قوت اثر آفرینی کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا -

دوسرے جواب کا حاصل پھر یہی رہا کہ شق القمر قدرت خداوندی سے ظاہر ہوا اب یہاں جذب و اتصال اور کیمیا کے اصطلاحی الفاظ استعمال کرنے سے اس خرق عادت کا کوئی حل نہیں ہوتا - یہ سوال اپنی جگہ پھر قائم رہتا ہے کہ انگلی کے ایک اشارہ سے اس قوت اتصال کا سلب ہو جانا کیا عادۃً ہوتا ہے - اگر نہیں تو پھر یہ خرق عادت ہی تو ہوا' اس جواب سے مسافت طویل ہو جانے کے سوا اور نتیجہ کیا نکلا -

تیسری تاویل سب سے زیادہ پر پیچ ہے اس کو یہاں سب سے زیادہ ''حمد و شکر'' کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک وہی سب سے زیادہ قابل ''استعاذہ'' ہے یعنی اہل مکہ کی آنکھوں میں کسی ایسے تصرف کا احتمال جس کی وجہ سے صرف ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آنے لگا' خواہ واقعہ میں اس کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں ہمارے نزدیک اس کی صحیح تعبیر ''نظر بندی'' ہے کیا نظر بندی آنکھوں میں تصرف ہی کا نام نہیں؟ کیا انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کی نظر بندی کا احتمال جائز تصور کیا جا سکتا ہے - اگر یہاں بھی یہ تصور جائز سمجھا جائے تو دین کا سارا کارخانہ ہی درہم و برہم ہو جائے - رسولوں کے متعلق یہ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگوں کے سامنے کوئی عمل کر کے دکھائیں اور خارج میں اس کا کوئی وجود بھی نہ ہو - وہ حقیقت کے صحیح ترجمان ہوتے ہیں' اس لیے ان کا کوئی قول و فعل حقیقت سے سرمو متجاوز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ امور جو قدرت ان کی صداقت کے لیے نشانی اور دلیل قرار دے - اس مقدس گروہ کو احتمالات کی بجائے واقعات کی دنیا میں دیکھنا چاہیے' آپ نے شب معراج میں جو کچھ دیکھا وہ بجا دیکھا' حالانکہ ''سیر معراج عالم غیب'' کا مشاہدہ کرانے کے لیے تھی اس کے باوجود جنہوں نے یہاں انکار کی راہ اختیار کی ان کی تحمیق قرآن کریم نے اپنے ان الفاظ میں کی ہے :-

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى . (النجم: ۱۲) تم کیا اس سے جھگڑتے ہو' اس پر جو اس نے دیکھا -

پس جس طرح رسول کے دیکھنے میں یہ احتمال پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو اس نے دیکھا وہ حقیقت کے خلاف دیکھا تھا اسی طرح اس کے معجزات میں بھی یہ شبہ نکالا نہیں جا سکتا کہ جو اس نے دکھایا وہ حقیقت کے خلاف دکھایا تھا معجزہ حق و باطل کی تمیز کے لیے ہوتا

ہے نہ کہ اور ''تلبیس'' کے لیے اب اس تاویل کو ایک طرف رکھئے اور دوسری طرف قرآنی لفظ سامنے رکھئے ﴿انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ قرآن کریم کے اس لفظ سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ خود چاند ہی کے اندر ہوا اور حقیقتاً ہوا - لغت عرب میں خود چاند کے پھٹنے کے لیے اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ کوئی اور نہیں ہے یہاں اس کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ چاند میں تصرف کے سوا اس واقعہ میں دیکھنے والوں کی نظروں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا - پھر چونکہ یہ تصرف خارق عادت تصرف تھا اس لیے آپ نے بغرض تاکید فرمایا "اشھدوا اشھدوا" (گواہ رہو گواہ رہو) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہاں اہل مکہ کی آنکھوں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا تو چاند کی طرف اشارہ کر کے کیا آپؐ کا اہل مکہ کو گواہ بنانا درست ہوگا؟ -

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں اہل مکہ نے جس معجزہ کے دیکھنے کی فرمائش کی تھی کیا وہ ایسا معجزہ تھا' جس کا تعلق خود ان کی آنکھوں سے ہو یا وہ کوئی واقعی معجزہ چاہتے تھے؟ روایات میں موجود ہے کہ اس معجزہ کی صحت کے لیے انہوں نے باہر والوں کی شہادت کو ایک معیار مقرر کر لیا تھا' کیونکہ آنکھوں کا تصرف اگر ہو گا تو وہ صرف حاضرین پر ہو سکتا ہے غائبین پر نہیں ہو سکتا اس لیے اگر باہر سے آنے والے قافلے بھی ''شق القمر'' کی شہادت دیں تو اس معجزہ کے صحیح ہونے پر یقین کر لینے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی صورت کو معجزہ سمجھتے تھے' جس میں ان کی آنکھوں کے تصرف کا کوئی احتمال پیدا نہ ہو سکے - نیز معجزہ اگر طلب کیا تھا تو منکرین قریش نے طلب کیا تھا اگر یہاں کوئی تصرف ہوتا تو ان کی آنکھوں میں ہوتا جو منکرین تھے - مخلصین صحابہ نہ اس کے طالب تھے نہ ان کی آنکھوں میں یہ تصرف مناسب تھا' حالانکہ یہاں حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے چند ہمراہی بھی اس کے مشاہدہ کرنے والوں میں شریک ثابت ہوتے ہیں - حیرت ہے کہ صورت واقعہ کے نقل کرنے والے نے اس واقعہ کے حقیقی واقعہ ہونے کے لیے جتنے واضح سے واضح الفاظ استعمال کیے تاویل کرنے والوں نے اتنے ہی بعید سے بعید احتمالات اس میں نکال کھڑے کیے - راوی کہتا ہے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا صاف ہوا کہ اس کا ایک ٹکڑا پہاڑی کے اس طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آنے لگا آپ نے حاضرین کو اس پر گواہ بھی بنایا اس کے بعد بھی کیا یہ کہنا معقول ہو سکتا ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ صرف اہل مکہ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور اسی لیے اس کا مشاہدہ صرف ان ہی تک محدود رہا' بلکہ ان ہی کی ذات تک محدود رہنا چاہیے تھا - کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس کے بعد ہمیشہ اس معجزہ کا ذکر بھی ہوتا رہا' مگر مدۃ العمر یہ عقدہ کھل ہی نہ سکا کہ اس شب میں صرف آنکھوں کی الٹ پھیر ہو گئی تھی اور کچھ نہ تھا - اگر اس معجزہ کی حقیقت یہی ہے تو پھر اس کا نام ''شق القمر'' کے بجائے ''اعماء البصر'' مناسب تھا **كما قال تعالىٰ فى سورة محمد:** ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ (محمدؐ:۲۳) ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا' پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا'' -

یہاں اس معجزہ کو کفار کی آنکھوں میں تصرف قرار دے کر یہ لکھ ڈالنا کہ ''جو خدا انسان کی آنکھوں میں خلاف عادت تصرف الخ'' کا اضافہ دیکھ کر یہ بالکل ایک آنکھ مچولی کھیلنا معلوم ہوتا ہے - کیا مصنف مؤول اب پھر لوٹ کر اس کو آنکھوں کے تصرف کے بجائے پھر اس کو چاند ہی کا پھٹنا تسلیم کرتے ہیں - یہ بھول بھلیاں کی طرح عجیب عبارت ہے' جس کا کوئی مطلب اخذ کرنا ہی ممکن نہیں' جیسا کہ بھول بھلیاں میں داخل ہو کر پھر نکلنا کارے دارد ہے - اور اگر بالفرض یہ باطل احتمالات تسلیم بھی کر لیے جائیں تو اب

سوال یہ رہتا ہے کہ کیا یہی احتمال دوسرے معجزات میں بھی جاری ہوگا - مثلاً یہ کہ ''اسطوانہ حنانہ'' میں کیا قدرت نے فی نفسہ گریہ و زاری کی صفت پیدا فرما دی تھی؟ یا مثلاً آپؐ کے انگشتان مبارک سے کیا فی الواقع پانی کے چشمے ابلے تھے یا مثلاً حیوانات و نباتات میں کیا حقیقتاً آپ کی تسخیر کا اثر ظاہر ہوا تھا یا مثلاً کھانے اور پینے کی اشیاء میں کیا درحقیقت کوئی برکت پیدا ہوگئی تھی یا ان سب معجزات میں بھی حاضرین کے صرف کانوں اور آنکھوں میں ایسا تصرف کر دیا گیا تھا کہ ''اسطوانہ'' سے گریہ وزاری کی آواز آنے لگی، آپؐ کے انگشتان مبارک سے پانی امنڈتا ہوا نظر آنے لگا اور حیوانات و نباتات آپ کے مسخر محسوس ہونے لگے اور کھانے پینے کی چیزوں میں بڑی برکت نظر آنے لگی؟ اگر ان سب معجزات میں جواب صرف ایک ہے اور ایک ہی ہونا چاہیے کہ یہاں نہ کسی کے کانوں میں کوئی تصرف کیا گیا تھا نہ آنکھوں میں اور نہ عمل تنویم کا یہاں کوئی دخل تھا، بلکہ جو کچھ سامعہ نے سنا اور جو کچھ باصرہ نے دیکھا وہ ٹھیک حقیقت ہی حقیقت تھا تو پھر شق القمر کے متعلق بھی جواب صرف یہی ہوگا کہ یہاں چاند حقیقتاً ہی دو ٹکڑے ہو گیا تھا - یہاں ضروری تاریخی شہادت موجود ہونے کے باوجود اس سے بچنے کے لیے اس درخشاں معجزہ کو اتنا مکدر کر دینا تھوڑے سے فائدہ کے احتمال کے بجائے خود اپنا کتنا بڑا نقصان گوارا کر لینا ہے -

یہ تو چند تاویلات وہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی اور درخشاں معجزات میں پیدا کی گئی ہیں - اب چند وہ تاویلات بھی ملاحظہ فرمایئے، جو انبیاء سابقین کے بعض معجزات میں کی گئی ہیں -

مثلاً عصائے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تاویل:

> ''جس وقت عمل تنویم کے نفسی قوانین فطرت کا انکشاف نہیں ہوا تھا عصائے موسیٰ کا اژدھا بن جانا معجزہ تھا لیکن آج اس نفسی قانون کے جاننے والوں کے لیے کرسی کا شیر بن جانا فطری واقعہ ہے اور عصائے موسیٰ کے اژدھا نظر آنے کی بھی اس سے توجیہ کی جاسکتی ہے -''

یہ ''تاویل'' اول تو معجزہ کے اضافی ہونے کے مفروضہ پر موقوف ہے، یعنی معجزہ صرف کسی محدود زمانے تک ہی معجزہ رہتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ معجزہ رہے - دوم اس کو ''عمل تنویم'' پر قیاس کیا گیا ہے - یہ دونوں باتیں معجزہ کی حقیقت کے بالکل خلاف ہیں - جو معجزہ ہے وہ ہمیشہ معجزہ ہی رہے گا اور عمل تنویم کا تو معجزات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں - سحر عمل تنویم سے کہیں قوی چیز ہے فرق یہ ہے کہ عمل تنویم میں نفسی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے اور سحر میں اکثر ارواح خبیثہ کے ساتھ استعانت بھی ہوتی ہے - معجزہ ان دونوں سے بالاتر حقیقت ہے ان امور کو معجزات کی حقیقت سمجھنا یا ان کی تفہیم کے لیے استعمال کرنا ایک خطرناک غلطی ہے علمی غلطی بھی ہے اور مذہبی غلطی بھی ہے - معجزہ کی تفہیم میں ان امور سے مدد لینے کی بجائے ان کی نفی کرنی لازم ہے - سحر و معجزہ جس طرح دو متضاد حقیقتیں ہیں، ٹھیک اسی طرح معجزہ اور عمل تنویم بھی دو متضاد حقیقتیں ہیں پھر ارباب نظر کے لیے عمل تنویم کے متعلق ''کرسی کے شیر بن جانے'' اور معجزہ موسوی کے متعلق ''عصاء کے اژدھا نظر آنے'' کا لفظ بھی بہت زیادہ قابل غور ہے -

یا مثلاً حضرت یوشع علیہ السلام کے حق میں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لیے آفتاب کے غروب ہونے میں تاخیر ہو جانے کی یہ تاویل:

> ''ایک مدعی نبوت یہ اعجاز دکھا سکتا ہے کہ ایک ہفتہ تک آفتاب غروب نہ ہو، لیکن اس کا قطعی یقین کیسے دلایا جا سکتا ہے کہ

آ گے چل کر علم ہیت کے اکتشافات سے اس اعجاز کی توجیہ نہ ہو سکے گی۔''

یہ تاویل بھی معجزہ کے اضافی ہونے کے مفروضے پر مبنی ہے پھر صرف اس ''برات عاشقاں برشاخ آہو'' سے اس معجزہ کا کیا حل نکلتا ہے؟ اس ''امید'' کا نام اگر علمی وسعت رکھا جائے تو کمیونسٹوں کو یہی امید ''آیات الوہیت'' کے متعلق بھی قائم ہے وہ بھی شب و روز اسی جدو جہد میں مصروف ہیں کہ قدرت کی جتنی آیات اور نشانیاں ہیں ان کے اسباب معلوم کر کے سب کو اپنی قدرت کے تحت لے آئیں۔ عالم تکوین میں قدرت کی یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہے کہ وہ اول ہی قدم پر انسان کو ناکام نہیں کرتی اور بہت دور تک اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔ اس درمیان میں عاجز انسان کو بڑی بڑی غلط فہمیاں لگ جاتی ہیں آخر ایک حد پر پہنچ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے پاس سرمایہ عجز کے سوا کچھ نہ تھا اور زمام قدرت صرف ایک **"وحدہ لا شریک لہ"** کے ہاتھ میں تھی۔ قرآن کریم میں قدرت کے یہ فیصلے اقوام دنیا کی تاریخ میں جابجا مذکور ہیں۔

یا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق یہ توجیہ:

''عام قانون فطرت یہ ہے کہ انسان کا بچہ بلا اتصال جنسی نہیں پیدا ہوتا' لیکن اس اتصال جنسی سے جو مادۂ تولید رحم مادر میں داخل ہوتا ہے اس کو اگر خدا تعالیٰ رحم کے اندر ہی پیدا کر دے جس طرح کے اور بہت سی رطوبات جسم میں پیدا ہوتی رہتی ہیں تو بلا اتصال جنسی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے اور مداخلت خداوندی کی یہ صورت فطرت میں ایک نئے عارضی اضافہ کی وساطت پر مبنی ہو گی ممکن ہے کہ ''ولادت مسیح'' میں خدا نے اپنی مداخلت کی اسی صورت سے کام لیا ہو۔''

مذکورہ بالا صورت میں بھی جب آخر کار خداوندی مداخلت کا سہارا لینا ہی پڑا تو پھر قانون فطرت میں کسی نئے اضافہ کے تسلیم کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر شروع سے ہی اس میں مداخلت خداوندی تسلیم کر لی جاتے تو بے وجہ ایک واسطہ اور بڑھانے کی ضرورت؟ پھر قانون فطرت میں اس اضافہ کو عارضی کہہ کر یہ سمجھ لینا کہ ہم نے حضرت مسیح کی ولادت کے عام قانون سے استثناء کا حل نکال لیا ہے صرف ایک خوش فہمی ہے' کیونکہ یہ سوال پھر اپنی جگہ اسی طرح موجود رہتا ہے کہ یہ اضافہ بھی خارق عادت ہو گا۔ لہٰذا اگر کسی خارق عادت کا صرف عارضی ہونا یہاں اس کے لیے وجہ جواز بن سکتا ہے تو پھر تمام معجزات میں بھی خاص خاص اضافات کو عارضی کہہ دینا کافی ہونا چاہیے اس کے علاوہ تاویل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ ولادت مسیح بھی اسی قانون کے تحت قرار دی جائے جو عام انسانوں کے لیے مقرر ہے' یعنی مادہ تولید سے بچہ کا بننا۔ فرق صرف اتنا ہو گا کہ مادہ تولید کے داخل ہونے کا جو عام طریقہ ہے' ولادت مسیح میں وہ نہ ہو گا تو آج بھی دنیا میں مادہ تولید دوسرے طریقوں سے رحم مادر میں داخل کر کے بچہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسی کہ مشین کی حرارت سے مرغی کے انڈوں کے بچوں کی پیدائش کی۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ''ولادت مسیح'' عام انسانوں کی طرح مادۂ تولید سے نہیں' بلکہ آدم علیہ السلام کی طرح صرف ''حرف کن'' سے وجود میں آئی ہے: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (آل عمران: ۵۹)

مذکورہ بالا آیت میں ولادت مسیح میں جو صورت پیش آئی اس کا حل مع ایک نظیر کے حوالہ کے مذکور ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو کسی واسطہ کے بغیر صرف ''حرف کن'' سے بھی تخلیق پر قادر ہے۔ اس کے لیے یہ تولید اور عام

طریقہ سے تولید دونوں برابر ہیں۔ آخر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش دونوں صنفوں کے مادوں سے بالاتر تھی تو جس قانون فطرت کے تحت اس کو تسلیم کرلیا گیا ہے اس کی ایک صنفی تخلیق کو بھی اسی قانون فطرت سے کیوں نہ تسلیم کرلیا جائے۔

تعجب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کی تفصیلات جب خود قرآن کریم میں موجود تھیں تو پھر یہاں امکانات اور تخمینے لگانے کی جرأت کیسے کی گئی۔ یعنی حضرت مریمؑ کے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشری متمثل ہوکر آنا اور اپنی آمد کی غرض و غایت بتانا حضرت مریمؑ کا اس پر اظہار تعجب کرنا اور فرشتہ کا یہ جواب دینا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ سب کرشمے آسان ہیں۔'' آخر فرشتے کا ان کے گریبان میں پھونک مارنا اور ان کا حاملہ ہوجانا یہ سب قرآنی بیان ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ ولادت مسیح کو قانون فطرت میں ایک عارضی اضافہ سے حل کیجئے یا براہ راست قدرت کے حوالہ کرکے حل کرلیجئے۔ لیکن یہاں ہمارے دور کے عقلاء کے لیے نفخہ جبرئیلی سے ولادت ایک اور نئی مشکل کا باعث ہوجائے گی اور معلوم نہیں کہ اس کا حل وہ کیا تلاش کریں گے کیا صرف ''والد کے بغیر ولادت'' ایک ناتمام ٹکڑے کے حل کرنے سے اس مفصل اعجازی ولادت کا کوئی حل نکلتا ہے؟

یہ جملہ معجزات تقریباً وہ تھے' جو قرآن کریم اور صحیحین میں موجود ہیں' جن میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی' لیکن معجزات حسیہ جن کی نظروں میں صرف ''سطحی اور ظاہری معجزات'' ہوں ان کے لیے ان کی تاویل کردینی بھی کیا مشکل تھی۔ ان تاویلات کے بعد ان عظیم الشان معجزات کی جتنی حیثیت باقی رہ جاتی ہے وہ بھی ظاہر ہے یعنی یہ کہ ''شق القمر اور عصاء موسیٰ علیہ السلام تو صرف دیکھنے والوں کی نظروں میں ایک تصرف تھا'' ''شق صدر ایک علم لدنی تھا'' اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بھی اسی عام مادہ سے تھی' مگر وہ مادہ رحم مادر میں دیگر رطوبات کی طرح خودبخود پیدا ہوگیا تھا۔'' اب یہ غور کرلینا چاہیے کہ اگر ان چند تاویلات کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا ان سے معجزات کے باب کا کوئی اصل حل نکلتا ہے؟ یا ان تاویلات کی ''ریاضت'' کا اثر صرف انکار معجزات ہی نکلتا ہے' بلکہ جملہ ''بالاتر از عقول'' حقائق کی من مانی تاویلات کرنے کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ جو اہل علم ان حقائق کو مادی عقول سے بالاتر سمجھتے ہیں ان کی ''بے علمی'' نظروں میں سما جائے اور جب انسان بڑے بڑے محدثین کی طرف سے اس بدظنی کا شکار ہوجاتا ہے تو پھر وہ اپنے علم پر نازاں ہوکر دین کو جس سانچے میں چاہے ڈھالنے پر دلیر بن جاتا ہے۔

یہاں اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ ان معجزات کی مرادیں سلف صالحین اور اہل سنت والجماعۃ نے آج تک کیا یہی سمجھی تھیں۔ ہمارے دین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ صرف لغت کے سہارے نہیں چلا بلکہ تعامل کے سہارے نقل ہوا ہے۔ ہم کو صحابہ کرامؓ سے جو ان معجزات کے مشاہدہ کرنے والے تھے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے ایک بالادست قدرت کے سوا ان کو کچھ اور سمجھا تھا حدیثوں میں موجود ہے کہ جب کبھی کھانے میں برکت کے متعلق ان سے سوال ہوا کہ یہ کہاں سے ہوتی تھی؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر صرف اتنا کہہ دیا ''من ھھنا'' یعنی آسمان کی طرف سے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک مذاق تو وہ تھا اور ایک یہ ہے ؏

وللناس فیما یعشقون مذاھب

تاویلِ معجزات کے اسباب

انسانی دماغ کے فیصلوں پر اس کی ''مسموعات'' و ''مبصرات'' اور اس کی معلومات سے بڑھ کر ہمیشہ اس کے ''ماحول'' کا اثر پڑا کرتا ہے' جس ماحول میں وہ زمانہ طفولیت سے پرورش پاتا چلا آتا ہے وہ غیر شعوری طور پر اس سے اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس کے لیے اپنی مبصرات و مسموعات کی تاویل کرنی کوئی مشکل نہیں رہتی صرف انبیاء علیہم السلام ہی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنی حیات کے دور اول سے لے کر آخر تک کبھی ذرہ برابر اس سے متاثر نہیں ہوتے' بلکہ قدرت کی عطا کردہ فطری طاقت سے اس ماحول ہی کو بدل دیتے ہیں اس ''انقلابی صفت'' میں ان ''نفوسِ قدسیہ'' کو دنیا کی دوسری ''انقلابی شخصیتوں'' کے مقابلہ میں کیا اور کتنا امتیاز حاصل ہوتا ہے؟ اس وقت اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اکبر الہ بادی کہتا ہے ۔

فخر کیا ہے جو بدلا ہے زمانہ نے تمہیں ''مرد وہ'' ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اصل یہ ہے کہ دنیا کے عام عجائبات اور واقعات کا یقین بھی صرف دو صورتوں سے حاصل ہوتا ہے یا خود ان کے مشاہدہ سے یا کثرت کے ساتھ ان کے تذکرہ سے۔ دیکھئے روسی اور ''امریکی سیاروں'' کو دیکھتے دیکھتے اب ہمارے ذہن ان سے اتنے مانوس ہو چکے ہیں کہ اب جتنی عجیب سے عجیب باتیں ان کے متعلق کہی جائیں ان میں ذرا بھی کسی کو تردد نہیں ہوتا۔ ہمارے دور میں ایک طرف تو ''مسیحی'' اعتراضات کی بھرمار' دوسری طرف ''مادی ترقیات'' کا غلغلہ اتنا بلند ہو چکا ہے کہ اب ''عالم غیب'' کے عجائبات کی آوازیں مذہبی گھرانوں میں بھی بہت ''دھیمی'' سنائی دیتی ہیں اور بڑی آفت یہ کہ گھروں میں' عام محفلوں میں' اور خاص مواعظ کی مجلسوں میں' بھی ان امور کا چرچا تقریباً نابود ہو گیا ہے اور اس سے بڑھ کر مصیبت یہ کہ حدیث و قرآن کا مطالعہ سلف کے عقائد کی روشنی میں باقی نہیں رہا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن دماغوں پر پہلے سے عالم غیب کے نقوش پختہ نہیں تھے وہ جب اس ماحول میں آنکھ کھولتے ہیں تو ان کی طبیعتیں خواہ مخواہ ان بلند حقائق کی تاویل کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور وہ ان تاویلات کو ایک ''جدید الکشاف'' و ریسرچ تصور کر لیتے ہیں کہنے والا بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو لوگ جدید معلومات نہیں رکھتے اور جدید ضروریات سے ناآشنا ہیں' وہ بھی اپنی محدود معلومات کی غلط فہمی میں معجزات کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اپنے ان ہی دقیانوسی خیالات پر ان کو ڈھالتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان دونوں کے درمیان فیصلہ کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ایک بار آپ بالکل خالی الذہن ہو کر انبیائے سابقین کے معجزات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں' سرسری طور پر پڑھ جایئے اس کے بعد پھر صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات مذکور ہیں' ان کا بار بار مطالعہ فرمالیجئے اور ان سب کو بیک وقت سامنے رکھ کر خود یہ فیصلہ کر لیجئے کہ یہ عجائبات ''خارق عادت'' تھے یا ''فطری قوانین'' کے تحت تھے اور جنہوں نے یہاں ان کے حل کرنے کی سعی کی ہے' کیا ان کو کامیابی حاصل ہوئی' مثلاً حضرت یوشع علیہ السلام کے عہد میں ''آفتاب کا تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جانا'' کیا اس کے متعلق صرف یہ لکھ دینا کہ ''آگے چل کر علم ہیئت کے انکشافات سے شاید اس اعجاز کی توجیہ بھی ہو جائے۔'' اس معجزہ کا کوئی تشفی بخش حل ہے؟ یا اس سے پہلے عنوان کے

تحت معجزات کی جو تاویلات ذکر کی گئی ہیں' ان سے صرف چند احتمالات کے سوا تحقیق کی کوئی روشنی ملتی ہے؟ ظاہر ہے کہ صرف احتمالات سے معجزات پر قلب میں یقین کی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی' بلکہ معجزہ کی حقیقت کے برعکس یقین پیدا ہوتا ہے- یہ علمی بدنصیبی ہے کہ انسان صرف احتمالات سے اپنی سابقہ قوت یقین بھی کھو بیٹھتا ہے اور اس سے بڑھ کر بدنصیبی یہ کہ اس کے خلاف پر یقین کرنے لگتا ہے- حالانکہ محض امکانات اور احتمالات یقین کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے کیا مفید ہو سکتے ہیں- وان الظن لا یغنی من الحق شیئا-

واضح رہے کہ یہاں ہمارا خطاب ان مؤمنین کے ساتھ ہے' جو اپنی مذہبی ناواقفی کی وجہ سے شک و تردد کا شکار بن چکے ہیں- ان مادہ پرستوں سے نہیں' جو نہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں نہ رسولوں پر-

معجزات پر تصنیفات اوران کی محدثانہ حیثیت

معجزات پر تصنیفات کی حیثیت اور ان کے مصنفین کے اسماء گرامی ✻ اس موضوع کا اکابر محدثین نے ہمیشہ سے اہتمام فرمایا ہے اور اس پر مستقل تصانیف بھی فرمائی ہیں جیسا کہ حافظ ابوبکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ- حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ- امام ابواسحاق حربی متوفی ۲۵۵ھ- شیخ ابوبکر عبداللہ بن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ- حافظ ابوجعفر فریابی متوفی ۳۰۱ھ- حافظ ابوزرعہ رازی متوفی ۲۶۴ھ- حافظ ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ- حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ- حافظ عبداللہ المقدسی ۶۴۳ھ- ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ وغیرہم- ان سب حفاظ نے اپنی اپنی تصانیف میں آپ کے معجزات وفضائل کا اسنادوں کے ساتھ ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے- ان میں سے بیہقی' ابن جوزی اور ابوعبداللہ مقدسی نے تو صحیحین کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کا اہتمام بھی فرمایا ہے' لیکن ابو زرعہ جو مسلم کے شیخ ہیں' ابوالشیخ اور ابونعیم وغیرہ نے یہ اہتمام نہیں کیا- صرف حدیثوں کے طرق ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور کہیں کہیں ان پر کچھ محدثانہ کلام بھی کر دیا ہے- ان میں سے اکثروں کے مؤلفات کا نام ''دلائل النبوۃ'' رکھا ہے- ان کے علاوہ اور ائمہ حدیث نے بھی اس موضوع پر تصانیف فرمائی ہیں اور آخر میں ان سب کا خلاصہ' علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے ''خصائص الکبریٰ'' میں جمع کر دیا ہے- بعض محدثین نے یہاں ایک اور مختصر اسلوب اختیار کیا ہے' یعنی اسانید حذف کر کے صرف روایات کے مآخذ ذکر کرنے پر کفایت کی ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے (متوفی ۵۴۴ھ) ''شفا'' میں- بعض علماء نے اسانید اور مآخذ دونوں حذف کر دیئے ہیں اور صرف شہرت پر اکتفا کر کے آپ کے معجزات ذکر کر دیئے ہیں- جیسے قاضی عبدالجبار متوفی ۴۱۵ھ قاضی ماوردی متوفی ۴۵۰ھ- حافظ متوفی ۲۵۶ھ- ابوالفتح سلیم بن ایوب رازی متوفی ۴۴۷ھ (دیکھو الجواب الصحیح ص ۲۴۲ جلد چہارم)

معجزات وفضائل میں صرف مصطلحہ صحیح حدیثوں پر اقتصار کرنا جمہور کا طریقہ نہیں رہا ✻ مذکورہ بالا محدثین میں تیسری صدی سے لے کر چھٹی اور ساتویں صدی تک کے مشاہیر محدثین شامل ہیں- ان محدثین کی شخصیت اور اپنی اپنی تصانیف میں ان کے اس اہتمام سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ارباب علم کی نظروں میں اس ''باب'' کی اہمیت ہمیشہ کتنی تھی- اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس باب میں صرف صحیحین کے ذکر کردہ معجزات پر اقتصار کرنا' یہ اکابر محدثین کا طریقہ نہیں ہوا- اس کی وجہ اسانید سے

ان کی ناواقفی نہیں، بلکہ موضوع فن کا اختلاف تھا جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آئے گی۔

ان تصنیفات کی حیثیت سمجھنے کے لیے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ جب ان تصانیف سے محدثین کا مقصد آپ کے دلائل نبوت جمع کرنا تھا تو یہ کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس اہم باب کی بنیاد وہ دیدہ و دانستہ صرف موضوعات اور جعلی دفتروں پر قائم کرتے۔ لہٰذا اگر انہوں نے ضعیف حدیثیں جمع کی ہیں تو یقیناً ان کے نزدیک ان کی کوئی اصلیت ضرور ہوئی ہے۔ اس بات کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ فن حدیث کی تصانیف میں محدثین کے اسالیب مختلف رہے ہیں۔ ان سب کے اصطلاحی نام اصول حدیث میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔ مثلاً تصنیف کی ایک قسم وہ ہے جس میں صرف مصطلحہ صحیح حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ اس قسم کی تصنیف کا نام الصحیح ہے۔

"**الصحیح**" کے علاوہ حدیث کی جملہ مصنفات میں ضعیف اور حسن حدیثیں بھی روایت کرنا جائز سمجھا گیا ہے * مثلاً صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن حبان۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن السکن وغیرہ۔ پھر صحت میں بھی ہر ایک کا مختلف معیار رہا ہے۔ ہر مصنف کی تالیف پر "**الصحیح**" کا اطلاق اسی کے معیار کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ان میں بخاری و مسلم کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ اگر بخاری کے معیار سے بقیہ محدثین کی "**الصحیح**" پر نظر ڈالی جائے تو وہ "**الصحیح**" تعریف سے خارج ہو جائیں گی، بلکہ بخاری کے معیار سے مسلم کی بعض صحیح حدیثوں کو بھی "**الصحیح**" کی تعریف سے خارج کرنا پڑے گا۔

اس کے علاوہ مسانید و معاجم و سنن کے عنوانات سے تصانیف ہوئی ہیں، مگر ایک "**الصحیح**" کے علاوہ جتنی قسمیں بھی تصنیف ہوتی رہیں، ان سب میں صحیح کے ساتھ حسن اور ضعیف کا ذخیرہ بھی شامل ہوتا رہا ہے۔ امت نے کسی وقت بھی یہ ہمت نہیں کی کہ ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد وغیرہ کو اس لیے ساقط الاعتبار قرار دے دیا جائے کہ ان میں "ضعیف" حدیثیں بھی موجود ہیں۔ حالانکہ ان کتب کا اہم موضوع، احکام کا حصہ تھا۔ اس لیے اگر اصحاب طائل نے بھی اپنی تصنیفات میں ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں تو ان پر زیادہ برہم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ بالخصوص جب کہ انہوں نے ہر روایت کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ اسی لیے جب شدت پسند محدثین نے ان پر اعتراض کیا تو علامہ ذہبی نے ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "اگر ان کی کوئی کوتاہی ہو سکتی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ انہوں نے ان روایات پر جو "موضوع" تھیں تنبیہ کیوں نہیں کی اور سکوت کیوں کیا؟"

مگر اس تنقید کا حق بھی ان ہی کو پہنچتا ہے جو علم و تقویٰ میں ایک دوسرے کی نظیر تھے ہم جیسے بے علموں کو یہ سمجھنا کافی ہے کہ "علم" کے عروج کے دور میں اگر مستقبل میں "جہل" کے عواقب کسی کے پیش نظر نہ رہیں تو کیا یہ قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟ بڑی بڑی معتبر تصنیفات میں اور بڑے بڑے اماموں کے کلام میں چند جملے ایسے بھی مل جاتے ہیں، جن کو آئندہ چل کر گمراہوں نے اپنی گمراہی کی بنیاد بنالیا، مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت ان اکابر کو اس انجام کا وسوسہ بھی گزرا ہوگا۔ یہاں پہنچ کر یہی کہنا پڑتا ہے: **یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا**۔ ایک صحیح بات کسی کے حق میں ضلالت اور کسی کے حق میں باعث ہدایت بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ جب ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان اکابر نے کتب دلائل میں آپ ؐ کی سیرت کے اس حصہ کے جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا، جو احکام و عقائد سے نہیں، بلکہ آپ ؐ کے "فضائل" سے متعلق ہے تو پھر ان میں ضعیف حدیثوں کا تذکرہ جمہور محدثین

کے نزدیک قابل اعتراض نہیں رہتا۔

سیرت کے تین حصے اور ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کے معیار صحت کا تفاوت ❋ اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں' ولادت سے قبل' ولادت کے بعد اور نبوت سے قبل' تیسرا نبوت و بعثت۔ ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت اور اس سے قبل کے حالات یا تو آپؐ کے گھر والے یا خاندان کے دوسرے افراد یا کسی راہب یا کسی ہاتف جن یا کسی کاہن یا منجم کے ذریعے سے منقول ہوئے ہیں اور یہی ہو بھی سکتا تھا یا عام شہرت پر اس کی بنیاد ہوئی ہے اور یہ تمام طریقے دنیا میں سیرت کی نقل و ترتیب کے لیے کافی سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں شہادت و روایت کی دیگر شرائط تو درکنار سب سے پہلی شرط ''اسلام'' ہی مفقود ہے۔ ان کے لیے کون شخص ہے جو روایت کے اسلامی دور کی شرائط کو لازم' بلکہ معقول سمجھے۔ اس کے بعد پھر جب اسلامی دور آیا تو آپؐ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت' آفتاب آمد دلیل آفتاب' بن کر سب کے سامنے موجود تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے معیار پر اس کو پرکھ رہا تھا اور بڑی آسانی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ رہا تھا۔ کس کو ضرورت تھی کہ وہ روزمرہ کے چشم دید واقعات کو نقد و تبصرہ کی میزان میں تو لنے بیٹھتا۔ ان حالات میں یہ کون قیاس کر سکتا ہے کہ سیرت کے اس حصہ کے متعلق بھی جو آپ کی نبوت' بلکہ ولادت سے بھی پہلا ہے۔

آپ کی بعثت سے قبل کے حالات کے لیے سند کا مطالعہ کرنا صرف محدثین کا امتیاز ہے ❋ کوئی اسناد ہاتھ لگ سکتی ہے۔ اس لیے بہت ممکن تھا کہ دنیا کے دیگر مشاہیر بزرگوں کی طرح اس کو بھی صرف ''عام شہرت'' کی بنا پر مدون کر دیا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو جس طرح دنیا کی ان شخصیتوں کے حالات جن پر دنیا کی تاریخ کا مدار ہے آج تک معتبر سمجھے جارہے ہیں' آپؐ کے حالات بھی معتبر سمجھے جاتے' مگر ہمارے محدثین کی سخت گیری نے آپ کی سیرت کے معاملے میں یہاں بھی سند کا مطالبہ سامنے رکھ لیا اور اپنے زمانے سے لے کر آخر تک جن جن افراد سے وہ واقعات منقول ہوئے تھے' ان کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے لا کر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اب آپ کو اختیار ہے کہ ان کے اس تشدد پر آپ محدثین کے ذمہ الزامات لگائیں یا ان کی داد دیں!

آپ کی سیرت کا تیسرا حصہ وہ ہے جو بعثت کے بعد سے متعلق ہے اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک حصہ ''عقائد و اعمال'' کا ہے اور دوسرا آپ کی ''عام زندگی'' کا پھر آپ کی عملی زندگی میں بھی ہم کو دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ ایک آپ کی ''خصوصیات'' جیسے صوم وصال وغیرہ اور دوسری ''اتفاقیہ عادات''۔ اسی بنا پر فقہ میں بھی سنن ھدی اور سنن زوائد کے دو عنوان الگ الگ قائم کر دیئے گئے ہیں۔ سنن ھدی سے مراد آپ کی وہ شریعت ہے جس کی اتباع کی آپ کی امت بھی مامور ہے اور جو آپ کی اتفاقی عادات تھیں وہ سنن زوائد میں داخل ہیں آپ کی امت ان کی اتباع کی مکلف نہیں یہ الگ بات ہے کہ صحابہ میں ایک جماعت ایسی بھی نظر آتی ہے' جنہوں نے اپنے جذبات اور شغف اتباع میں آپ کی ''اتفاقیات'' میں بھی اتباع کی ہے۔ پھر آپ کی شریعت کے اس حصہ پر جب نظر کی جاتی ہے' جو سنن ھدی کہلاتا ہے تو اس کے بھی دو پہلو نظر آتے ہیں ایک وہ جو امت سے متعلق ہے مثلاً کسی چیز کا حلال و حرام' واجب اور مستحب ہونا۔ دوسرا وہ جو بندوں کے اعمال کے ثواب و عقاب سے متعلق ہے' مثلاً کسی عبادت کا ثواب یا کسی گناہ کے عذاب کی مقدار یا جنت و دوزخ کے راحت و آلام کا تذکرہ۔ اگرچہ دین مجموعی لحاظ سے ان دونوں اجزاء کو

شامل ہے، لیکن جہاں تک اعمال امت کا تعلق ہے وہ صرف پہلی قسم ہے، دین کا یہ حصہ جو عمل یا عقیدہ سے متعلق ہے، اس میں بال برابر فرق آنے سے ''دین'' اور ''تحریف دین'' یعنی سنت اور بدعت کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بالفرض کسی عبادت کے ثواب یا کسی گناہ کے عذاب میں کچھ نشیب و فراز کر گزرتا ہے تو اگرچہ بلاشبہ وہ ایک بڑی غلطی کا مرتکب ہے، لیکن اس سے دین کے عملی حصہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے بدعواقب کی ذمہ داری تنہا اسی کی ذات تک محدود رہتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد جب آپ سلف کے حالات پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ان تمام اقسام اور ان میں فروق کی رعایت کرتے تھے، جہاں ان کے سامنے کسی عقیدہ کی بحث آ گئی۔ بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہاں ان کو لفظی ترمیم کرنی بھی برداشت نہ تھی اور جب کوئی عمل کا باب آیا بس وہیں کب، کیسا اور کتنا کی بحث شروع ہو گئی۔ ''رفع یدین'' و ''آمین'' کے مسائل ہمارے آج کل کے تعلیمی دماغوں کے لیے تو ایک معمولی مسائل ہیں، مگر جب آپ صحابہ اور محدثین کے حالات پر نظر ڈالیں گے تو ان کے نزدیک یہ معرکۃ الآراء مسائل میں داخل نظر آئیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی وجہ سے ان میں نزاعات نہ تھے، جنگ و جدل نہ ہوتا تھا اور صرف ان فروعی اختلافات کی بنا پر کوئی فرقہ بندی نہ کی جاتی تھی۔ ان کا یہ اہتمام جو کچھ بھی تھا وہ صرف ایک سنت کی تلاش اور دین کی زیادہ سے زیادہ اتباع کے لیے تھا، حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی وہ احکام و عقائد کی حدیث روایت کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ گلے کی رگیں پھول جاتیں، آواز کانپنے لگتی اور اسی پر بس نہیں بلکہ روایت حدیث کے بعد احتیاط کے جتنے کلمات وہ استعمال کر سکتے تھے کر لیتے، مثلاً ''او کما قال'' نحو - ''مثلہ'' سلام کا ایک معمولی سا مسئلہ جب حضرت عمرؓ کے سامنے آپ کی طرف نسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا تو فوراً انہوں نے تہدید آمیز لہجہ میں اس پر شہادت پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا، حتیٰ کہ اسی قسم کے واقعات سے محدثین کے ہاں یہ شبہ پیدا ہو گئی کہ ''خبر واحد'' سلف میں حجت سمجھی جاتی تھی یا نہیں۔ اس کے برخلاف آپ کی زندگی کے عام واقعات تھے وہ ان پر اسی طرح یقین کر لیتے تھے جس طرح ہمیشہ ان پر دنیا یقین کرتی چلی آئی ہے اور اسی طرح ان کی روایت کرنے میں بھی عرف و عادت کے مطابق آزاد نظر آتے تھے۔ صحابہؓ کے اس طرز عمل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کے ان مختلف حصوں کی روایت کرنے میں ان کے نزدیک بھی سختی و نرمی کا فرق ملحوظ رہتا تھا، یہ بات الگ ہے کہ جب آپ کی سیرت کا پہلا حصہ بھی اسناد کے بغیر قابل قبول نہ سمجھا گیا ہو تو نبوت کے بعد کا حصہ کب قابل قبول ہو سکتا تھا۔ ان ہی فروق کو جو درحقیقت سلف صالحین کے اپنے صحیح تاثرات تھے، محدثین نے اصطلاحی الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک گو مجموعی دین سند کے ساتھ ہی منقول ہوا ہے، مگر جس طرح اس مجموعہ کے اجزاء میں مراتب کا تفاوت تھا اسی طرح اس کی نقل میں بھی مراتب تفاوت کا لحاظ رہا ہے اور یہ صرف محدثین کا تساہل نہیں، بلکہ ان کی مراتب شناسی کا نتیجہ تھا اور بالکل معقول تھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ہر جگہ شدت اختیار کرنے سے سیرت اور فضائل اعمال کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور ہر جگہ تساہل کرنے سے احکام و عقائد کا بنیادی حصہ بھی مشتبہ ہو جائے گا اس لیے سیرت کے اس حصہ پر بھی وہی نقد و تبصرہ شروع کر دینا، جو احکام و عقائد کی حدیثوں پر محدثین کا معمول رہا ہے، ان کے طریق سے بالکل ناواقفی ہے۔ محدث صابونی، معجزہ کی ایک روایت پر جرح کر کے لکھتے ہیں:

احکام وعقائد اور معجزات وفضائل کی حدیثوں کی روایت کے متعلق محدثین کی تصریحات ☆ "هو في المعجزات حسن" (زرقانی ج ۱ ص ۱۲۷) یعنی معجزات میں وہ روایت اچھی ہے۔ حافظ ابن کثیر اسی سلسلہ کی ایک روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

و هذا سياق حسن عليه البهاء و النور و سيماء الصدق و ان كان في رجاله من هو متكلم فيه. (البدايه و النهايه ج ۲ ص ۳۱۹)

اس واقعہ کی اسناد میں اگرچہ ایسے راوی ہیں جن میں کلام کیا گیا ہے بااین ہمہ یہاں ایسے قرائن موجود ہیں جن کی وجہ سے اس روایت پر صدق وصفا کا نور چمک رہا ہے۔

حافظ زرقانی شرح مواہب میں اصول کے طور پر لکھتے ہیں:۔

لان عادة المحدثين التساهل في غير الاحكام و العقائد. (زرقانی ج ۱ ص ۱۷۲)

یہ اس لیے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد و احکام کے علاوہ دوسری روایتوں میں وہ نرمی برتتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ[۱] کی محدثانہ طبیعت سے کون واقف نہیں مگر وہ بہت تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

و لا يجوزان يعتمد في الشريعة على الاحاديث الضعيفه التي ليست صحيحة و لا حسنة. لكن احمد بن حنبل و غيره من العلماء جوزوا ان يروى في فضائل الاعمال مالم يعلم انه ثابت اذالم يعلم انه كذب. و ذالك ان العمل اذا علم انه مشروع بدليل شرعي. وروى في فضله حديث لا يعلم انه كذب جازان يكون الثواب حقا و لم يقل احد من الائمة انه يجوزان يجعل الشيئى و اجبا او مستحبا بحديث ضعيف. و من قال هذا فقد خالف الاجماع. (التوسل و الوسيلة ص ۷۷)

احکام وعقائد کے متعلق ان ضعیف حدیثوں پر اعتماد کرنا جو صحیح بھی نہ ہوں اور حسن بھی نہ ہوں جائز نہیں ہے۔ لیکن امام احمد وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ایسی حدیثیں روایت کی جاسکتی ہیں، جن کے متعلق ثبوت کا یقین نہ ہو بشرطیکہ یہ بقین حاصل ہو کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب کسی عمل کا مشروع ہونا کسی شرعی دلیل سے پہلے ثابت ہو چکا ہو تو اس کے بعد اگر کسی ایسی حدیث میں جس کا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو اس کے متعلق کوئی فضیلت مذکور ہو تو اس ثواب کے صحیح ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے، لیکن کسی ضعیف حدیث سے کسی عمل کا واجب یا مستحب قرار دے دینا یہ کسی امام کے نزدیک بھی جائز نہیں اور جس نے یہ کہا اس نے اجماع کے خلاف کیا۔

و الحديث اذا لم يعلم انه كذب فروايته في الفضائل امر قريب اما اذا علم انه

حدیث کے متعلق جب یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو فضائل میں اس کی روایت کرنا قرین قیاس ہے لیکن جب یہ معلوم ہو

---

[۱] ہم کہتے ہیں کہ یہ حافظ ابن تیمیہ کا اپنا زور قلم ہے ورنہ ہم شیخ ابن ہمام سے نقل کر چکے ہیں کہ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہوسکتا ہے۔ گو ثبوت حکم اپنی دلیل کی قوت وضعف کے مناسب ہوتا ہے۔ ترجمان السنہ کی گذشتہ جلد میں یہ بحث مع حوالہ کے پیش کی جاچکی ہے۔

كذب فلا يجوز روايته الا مع بيان حاله.

(اقتضاء الصراط المستقيم ص ۱۰۳)

کہ وہ جھوٹی ہے تو پھر اس کی روایت صرف اس شرط سے جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس کا حال بھی بیان کر دیا جائے۔

ملا علی قاری اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں لکھتے ہیں:۔

قال السيوطي: اطبق علماء الحديث على انه لا يحل رواية الموضوع في اى معنى كان الامقرونا ببيان و ضعه بخلاف الضعيف فانه يجوز روايته في غير الاحكام و العقائد. قال و ممن جزم بذلك النووى و ابن جماعة و الطيبي و البلقيني و العراقي.

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ موضوع روایت خواہ وہ کسی باب کی بھی ہو بیان کرنا جائز نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ اس کا موضوع ہونا بھی ساتھ ساتھ بیان کر دیا جائے بخلاف ضعیف حدیث کے کہ احکام و عقائد کے علاوہ دوسرے ابواب میں اس کا روایت کرنا جائز ہے۔ امام نووی، ابن جماعہ، طیبی، بلقینی اور عراقی کا مختار بھی یہی ہے۔

حافظ ابن الصلاح اپنی مشہور تصنیف مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل في الاسانيد و روايته ما سوى الموضوع من انواع الاحاديث الضعيفة من غير اهتمام ببيان ضعفها فيما سوى صفات الله و احكام الشريعة من الحلال و الحرام وغيرهما كالمواعظ و القصص و فضائل الاعمال و سائر فنون الترغيب و الترهيب و سائر مالا تعلق له بالاحكام و العقائد الخ. (مقدمه مصرى ص ۳۹)

اہل حدیث اور دوسرے اصحاب کے نزدیک بھی اسانید میں نرمی برتنی جائز ہے بلکہ موضوع حدیثوں کے علاوہ ہر قسم کی روایت کرنا درست ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شریعت کے احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ ان ضعیف حدیثوں کے ضعف پر تنبیہ کرنا بھی لازم نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مواعظ اور فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کی حدیثوں میں جن کا احکام سے تعلق نہ ہو ضعیف حدیثیں روایت کرنی یہ سب درست ہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح)

ان کبار علماء کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ عام سیرت تو درکنار اعمال کے متعلق فضائل کی حدیثوں میں بھی ضعیف حدیثیں روایت کی جاسکتی ہیں اور یہ کہ حدیث 'من كذب على الخ' کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں یہ لکھ ڈالنا کہ ''معجزات ہوں یا فضائل ضروری ہے کہ آپ کی طرف جس چیز کی بھی نسبت کی جائے وہ شک وشبہ سے پاک ہو'' یہ بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پھر اس کی نسبت امام نووی، ابن جماعہ، عراقی اور بلقینی وغیرہ محدثین کی جانب کرنی یہ ایک علمی سہو ہے اور خلاف واقع ہے۔ فضائل تو درکنار، حلال و حرام کی تمام حدیثوں کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ان کی نسبت ہر جگہ شک وشبہ سے پاک ہے۔ یہ صرف معتزلہ کی ایک ''خوش کن تعبیر ہے'' اور بس۔ علماء شرع کے نزدیک یقین کے ساتھ ظن بھی حجت

ہے۔ تفصیل ہمارے مضمون ''حجیت حدیث'' میں دیکھ لی جائے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتب دلائل[1] میں اگر ضعیف حدیثیں آ گئی ہیں تو یہ اس لیے نہیں کہ یہ ان کے مصنفین کا علمی قصور یا تساہل ہے' بلکہ اس لیے کہ ان کا موضوع تصنیف ہی وسیع ہے۔ اگر یہاں امام بخاریؒ بھی آ جائیں تو ان کا مشرب بھی آپ کو اتنا ہی وسیع نظر آئے گا۔ اسی طرح اگر یہی اصحاب دلائل احکام وعقائد کے باب میں چلے جائیں تو وہاں آپ کو وہ بھی شدت پسند نظر آئیں گے۔ آخر ''الصحیح'' کو چھوڑ کر ''ادب المفرد'' اور تاریخ صغیر و کبیر اور جزء رفع الیدین وغیرہ امام بخاریؒ ہی کی تصانیف تو ہیں' پھر ان کے تشدد کا معیار یہاں وہ کیوں نہیں رہا؟ کیا یہاں ان پر تساہل کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث موضوع اوراس کی روایت کرنا ٭ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جس حدیث کو اصطلاح میں موضوع کہا جاتا ہے۔ محدثین نے کسی تنبیہ کے بغیر اس کی روایت کرنے کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ اس میں کسی حصہ کی کوئی تفریق نہیں ہے اور کیسے تفریق کی جاسکتی تھی جب کہ کذب' شریعت میں یوں بھی ایک بدترین جرم سمجھا گیا ہے۔ اور جب اس جرم کا ارتکاب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہو تو اس کی قباحت اور شناعت کا خود اندازہ کر لیجئے اسی کا نام عرف محدثین میں ''موضوع'' ہے اور اس کے وضع پر تنبیہ کیے بغیر اس کی روایت کرنا بھی بڑی فروگذاشت ہے۔ اس میں احکام وعقائد ہوں یا اعمال وفضائل کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تو درکنار دنیا کے کسی عام سے عام شخص کے متعلق بھی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے اور درحقیقت من كذب علي متعمدا کا مصداق یہی تعمد کی صورت ہے' یعنی جان بوجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی جھوٹ کی نسبت کی جائے' خواہ وہ آپ کے کسی بھی شعبہ زندگی کے متعلق ہو۔ ضعیف حدیثوں کو بھی اسی لپیٹ میں لے لینا جن کا ایک ایک راوی بیان کر دیا جائے' یہ بالکل خلاف تحقیق اور مذہب جمہور کے مخالف ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ امام احمد کی مسند میں حدیثوں کے روایت کرنے کے معیار کو اپنے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:-

و كان احمد على ما تدل عليه طريقته في المسند' اذا رأى ان الحديث موضوع او قريب من الموضوع لم يحدث به و لذلك ضرب على احاديث رجال فلم يحدث بها في المسند. (اقتضاء الصراط المستقيم ص ۱۵۷)	امام احمد کا جو طریقہ روایت ان کی مسند میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو موضوع یا موضوع سے قریب پاتے ہیں' پھر اس کی روایت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بہت سے راویوں کی حدیثیں قلم زد کر دیں' اور انہیں مسند میں ذکر نہیں کیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسند میں جو حدیثیں امام احمد نے قلم زد کی ہیں وہ صرف وہی ہیں' جو موضوع یا اس کے قریب تھیں۔ عام ضعیف حدیثیں اپنی مسند سے خارج نہیں کیں۔ پھر ہر ضعیف حدیث کی روایت کو حرام قرار دے دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا مصنفین ''دلائل'' کے ساتھ امام احمدؒ کو بھی اسی فہرست میں داخل کرنے کی جرأت کی جاسکتی ہے؟۔

---

[1] یعنی دلائل نبوت' مراد معجزات ۱۲ مصحح۔

محدثین کی اصطلاح میں ضعیف حدیث کی تعریف ٭ محدثین کے نزدیک ہر حدیث جس میں صحیح وحسن کے شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو وہ ''ضعیف'' کہلاتی ہے' مگر اس پر موضوع کا اطلاق اس وقت تک ہرگز نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس میں راوی کا کذب ثابت نہ ہو جائے- لہٰذا یہاں زور قلم میں آ کر ہر ضعیف حدیث پر ''موضوع'' کا اطلاق کر دینا محدثین کی اصطلاح سے لاعلمی ہے اور ہر ضعیف حدیث کی روایت کو لغو جھوٹ اور جعلی دفتر کہہ کر حرام قرار دے دینا بھی فن کے معمولی قواعد سے انتہائی ناواقفی ہے-

حدیث ضعیف کی دو قسمیں مقبول اور مردود ٭ محدثین نے ضعیف حدیث کی بھی دو قسمیں کی ہیں اور اس کے حالات بھی مختلف لکھے ہیں- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ کچھ قرائن اور شواہد ایسے جمع ہو جاتے ہیں' جو اہل فن کے نزدیک اس کو قابل اعتبار بنا دیتے ہیں اور کبھی ایسے قرائن جمع نہیں ہوتے- پہلی صورت میں وہ ضعیف ہونے کے باوجود ''حدیث مقبول'' کی قسم میں داخل ہو جاتی ہے اور وہ بھی قابل عمل سمجھی جاتی ہے- جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ، میت[1] کو دفن کے بعد تلقین کرنے کے متعلق لکھتے ہیں :-

و روی فی تلقین المیت بعد الدفن حدیث فیه نظر لکن عمل به رجال من اهل الشام الاولین مع روایتهم له فلذالک استحبه اکثر اصحابنا وغیرهم. (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۲۶)	دفن کے بعد تلقین میت کے بارے میں جو حدیث مروی ہے- اس میں کلام کیا گیا ہے' مگر چونکہ شام کے اہل علم اس کی روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لیے اکثر حنبلی علماء نے اس کو مستحب سمجھا ہے-

اس سے معلوم ہوا کہ فضائل تو درکنار بعض مرتبہ ضعیف حدیث احکام و مسائل کے باب میں بھی قابل عمل سمجھی جاتی ہے- بشرطیکہ وہاں قرائن ایسے موجود ہوں اور جہاں یہ قرائن جمع نہیں ہوتے اس کو اصطلاح میں ''مردود'' کہتے ہیں- محدثین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس پر لغو' جھوٹ جیسے قبیح الفاظ کا اطلاق کرنا درست ہے' بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ جب تک اس کا حال واضح نہ ہو جائے اس پر عمل نہ کیا جائے- (دیکھو شرح نخبۃ الفکر وغیرہ)-

صحیح وضعیف کے معنی میں محدثین کی اصطلاح اور اردو کے استعمال میں فرق کرنا لازم ہے ٭ یہاں صحیح وضعیف کے اطلاق کرنے یا انکار کرنے میں اردو کے استعمال کا فرق ملحوظ رکھنا بھی بہت اہم ہے- اردو کے استعمال میں ہر اس بات کو جو اہل فہم وعقل کے نزدیک قابل اعتبار ہو کسی اعتراض کے بغیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے- خواہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی ہلکے سے ہلکے معیار پر بھی اس کو صحیح نہ کہا جا سکے اس کے مقابلے میں صحیح نہ ہونے کا مطلب اردو میں یہ ہوتا ہے کہ وہ بات نا قابل اعتبار ہے' لیکن محدثین کی اصطلاح میں صحت کے لیے خاص خاص شرائط ہیں اور پھر اس کے اندر بھی مختلف مراتب ہیں- اس کے بعد پھر حسن کا

---

[1] حافظ ابن تیمیہؒ کے اس اقرار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث سے بھی استحباب ثابت ہو سکتا ہے' جو بلاشبہ حکم شرعی ہے- اس کو موصوف نے ابھی گذشتہ صفحات میں خلاف اجماع فرمایا ہے' ہم یہ حاشیہ میں تنبیہ کر چکے ہیں کہ شیخ ابن ہمام نے ثبوت استحباب کو تسلیم کیا ہے-

درجہ ہے اور اس کے بھی بے شمار مدارج ہیں - اس کے بعد پھر ضعیف کا درجہ ہے اور اس میں بھی مراتب کا یہی حال ہے' جن میں سے ضعیف حدیث کبھی کبھی مقبول بھی شمار ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی حدیث پر یہ حکم دیکھ کر کہ وہ صحیح نہیں ہے' اس کا مردود ہونا سمجھ لینا یہ بالکل غلط ہوگا اس کے برخلاف اردو کے محاورہ میں اس کے صحیح نہ ہونے کا یہی مطلب سمجھا جائے گا کہ وہ ناقابل اعتبار اور مردود ہے بلکہ اگر کسی کے سامنے یہ کہا جائے کہ امام بخاری و مسلم نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے تو ایک اردو خواں اس مغالطہ میں بھی بجا طور پر پھنس سکتا ہے کہ جب یہ بات ان جیسے اکابر محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تو وہ یقیناً بالکل جھوٹ' لغو اور افتراء ہوگی' حالانکہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ اس کی صحت کا انکار جتنے بڑے محدث سے منقول ہوگا اسی قدر اس سے ہلکے معیار والے محدث کے نزدیک اس بات کی صحت کا احتمال باقی رہے گا - اس لیے معجزات کی حدیثوں پر جہاں محدثین کی جانب سے "لایصح" کا حکم منقول ہے' اس کا اردو ترجمہ کرنے میں بڑی احتیاط لازم ہے' ورنہ محدثین کی اصطلاحات سے ناواقف لوگوں کو ہمیشہ یہاں یہ مغالطہ رہ سکتا ہے کہ یہ روایات سب بے سروپا اور لغو ہیں بلکہ اسی مغالطہ میں بعض تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی اس نکتہ سے غفلت رہ سکتی ہے کہ محدث کے کسی حدیث کی صحت سے انکار کا مطلب وہ نہیں جو اردو میں اس سے انکار کا مطلب سمجھا جاتا ہے -

ضعیف یا موضوع ہونے سے حدیث کا مطلقاً موضوع یا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ٭ ان علمی مباحث اور فنی اصطلاحات کو ایک اردو تصنیف میں اور کہاں تک طول دیا جائے - اصول حدیث میں اس کی بھی تصریح ہے کہ کسی حدیث پر کسی محدث کے ضعف کا حکم لگا دینے سے اس حدیث کا مطلقاً ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات وہ حکم صرف اس اسناد کے لحاظ سے ہوتا ہے' جو اس وقت اس محدث کے سامنے ہوتی ہے - لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو ایک اسناد کے لحاظ سے "ضعیف" کہہ دیا جائے اور دوسری اسناد کے لحاظ سے وہ "قوی" ہو - یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے بعض حدیثوں پر ضعف کا حکم لگایا ہے - حالانکہ خارج میں وہ صحیح اسناد سے ثابت ہیں - یہاں ایک ناواقف شخص تو حیرت میں پڑ جاتا ہے مگر اہل فن سمجھ لیتا ہے کہ امام موصوف کا یہ حکم صرف اس خاص اسناد پر ہے -

نکتہ ٭ اور یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں پر بڑے بڑے محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے' لیکن جن حفاظ کو اس کی اچھی سند مل گئی ہے انہوں نے اس حکم کو تسلیم نہیں کیا' بلکہ صرف اسی سند تک محدود سمجھا جو اس وقت موضوع کہنے والوں کے سامنے تھی - اس کے شواہد اسی کتاب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گے -

محدثین کی اصطلاح میں "لایصح" اور "لا یثبت" کے درمیان بڑا فرق ہے اور اس سے بھی حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا ٭ مولانا عبدالحئی صاحب اپنے رسالہ "الرفع و التکمیل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "بسا اوقات محدثین کسی حدیث کے متعلق لایصح اور لایثبت کا لفظ فرما دیتے ہیں - ناواقف اس سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے - یہ خیال ان کی اصطلاح سے جہالت اور ان کی تصریحات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے -

چنانچہ حافظ نورالدینؒ فرماتے ہیں کہ:

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کے متعلق جو عاشورا کے دن اپنے عیال پر وسعت کرنے کے متعلق وارد ہوئی ہے- **لایصح** کا لفظ فرمادیا ہے' مگر ان کے اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باطل ہو' کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث گو صحت کے رتبہ کی نہ ہو' مگر قابل استدلال ہوتی ہے کیونکہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ایک درجہ ''حسن'' کا بھی ہے-

اسی طرح حافظ زرکشی نکت ابن صلاح میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے "**لایصح**" اور "**موضوع**" کہنے میں بہت بڑا فرق ہے' کیونکہ "**موضوع**" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں راوی کا جھوٹ اور وضع ثابت ہوگیا اور "**لایصح**" کے لفظ میں صرف اپنے علم میں صحت کی نفی کا حکم ہے' یعنی فلاں حدیث ہمارے علم میں ثابت نہیں ہوئی- اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ''اس کا نہ ہونا'' یہ ہمارے علم میں ثابت ہے- یہی بات ان تمام حدیثوں کے متعلق کہی جاسکتی ہے جن کے بارے میں ابن جوزی نے "**لایصح**" کا حکم لگادیا ہے-

اسی طرح حافظ قسطلانی نے شب نصف شعبان کی حدیث کے متعلق حافظ ابن رجب سے یہ نقل کیا ہے کہ:

ابن حبان اس کو صحیح کہتے تھے-

حافظ زرقانی کہتے ہیں کہ:

ابن حبان کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن دحیہ کا اس شب کی فضیلت کے متعلق مطلقاً یہ حکم لگادینا کہ "**لم یصح فیھا شیء**" یعنی اس کے متعلق کوئی حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچی' درست نہیں تھا- ہاں ابن دحیہ کا یہ حکم اس وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے جب کہ "**لم یصح**" میں صحت سے مراد ''صحت اصطلاحی'' کی نفی لی جائے- کیونکہ بلاشبہ معاذؓ کی جو حدیث اس شب کی فضیلت میں روایت ہوئی ہے وہ صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی' لیکن وہ ''حسن'' ضرور ہے-

(دیکھو ترجمان السنہ مقدمہ ص ۲۶)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

محدثین جب کسی حدیث کے متعلق یہ حکم لگاتے ہیں کہ وہ ''ضعیف ہے'' تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس پر صدق کا حکم لگایا نہیں جاسکتا- اس کی مراد یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ صرف اتنی بات سے اس کے راوی پر کذب کا حکم لگادیا جائے یا جو مضمون اس نے نقل کیا ہے' اس کی نفی کردی جائے- اگرچہ اس کی نفی کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہو- لہٰذا اس قسم کے مقامات پر ہم سکوت کریں گے' نہ اس کے ثبوت کا حکم لگائیں گے اور نہ نفی کا- اس قاعدہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے' کیونکہ بہت سے لوگ کسی بات کی مدلل نفی کرنے میں اور بے دلیل بات پر ثبوت کا حکم نہ لگانے میں کوئی فرق ہی نہیں کرتے اور ہر ایسی بات کی نفی کر ڈالتے ہیں' جس کا ثبوت ان کے علم میں نہیں ہوتا اور "**لا تقف ما لیس لک بہ علم**" کے خلاف کرتے ہیں- (دیکھو ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۸)

اگر مذکورہ بالا امور کو پیش نظر رکھا جاتا تو کتب دلائل کی حدیثوں کے متعلق لغو' جھوٹ کے الفاظ جس کثرت سے استعمال

کیے گئے ہیں یقیناً وہ اس سے کئی درجہ گھٹ جاتے اور اگر اس کی رعایت بھی کر لی جائے کہ بعض مرتبہ وضع وضعف کا حکم پوری روایت پر نہیں ہوتا بلکہ صرف کسی زیادتی کے اعتبار سے ہوتا ہے جو بعض راویوں نے بڑھا دی ہے تو ضعیف حدیثوں کی تعداد اور بھی کم ہو جائے گی- خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو دین تیرہ سو سال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ لے کر منتقل ہو رہا ہے' اس کے متعلق ہر جگہ اعلیٰ معیار کی شرط صرف وہ شخص لگا سکتا ہے' جو نہ تو دین کی تفصیلات پر نظر رکھتا ہے نہ اس کی تبلیغ کی ذمہ داری محسوس کرتا ہے- وہ صرف لفظی دنیا میں بسر کرتا ہے وہ صرف مذبذبین کے قلوب کو ان خوش کن تعبیرات سے مسخر تو کر سکتا ہے' لیکن عملی دنیا میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا' بلکہ چلنا چاہتا بھی نہیں- اسی لیے محدثین نے مختلف مراتب اور مختلف شرائط کی تصانیف فرمائی ہیں- ان میں صحیح سے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی بھی ہیں اور متوسط معیار کی بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جن میں ضعیف حدیثیں شامل ہیں اگر چہ ان کی ضعیف حدیثیں بھی مؤرخین دنیا کی صحیح سے صحیح خبروں سے بھی کہیں زیادہ قابل اعتبار ہیں- بلکہ موضوعات پر بھی مبسوط اور مستقل تصانیف فرمائی ہیں جن میں ان احادیث کے متعلق اپنی اپنی آراء کو ظاہر فرمایا ہے- اور ان احادیث کے موضوع ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی کلام کیا ہے-

تنبیہ ❋ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ ہمارا کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانا بھی قطعی نہیں ہوتا' بلکہ صرف اپنے علم پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بیان کی ہے- مراجعت کی جائے- اس کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فن حدیث بازیچۂ اطفال نہیں- لہٰذا یہاں احتیاط میں ضعیف حدیثوں کو مطلقاً لغو اور جھوٹ کا دفتر قرار دے دینا صرف نظر کا قصور ہے- جس طرح صحت کا حکم لگانا' علم وتقویٰ کا محتاج ہے- اسی طرح کذب اور باطل کا حکم لگانا بھی علم وتقویٰ کا محتاج ہے- یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ کے سامنے جب کوئی ضعیف حدیث آتی اور اس کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی تو اگر چہ وہ ان کا مختار نہ ہوتی مگر کم از کم ایک مرتبہ وہ اس پر بھی عمل کر لیتے- مبادا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو اور ہمارے قصور علم کی وجہ سے صحیح طریقہ پر ہم کو نہ پہنچا ہو-

امام احمد اور دیگر ائمہ کی نظروں میں حدیث ضعیف کی اہمیت کی وجہ ❋ ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ حدیث ضعیف کی ائمہ ومحدثین کے نزدیک اہمیت کیوں ہے؟ وہ خوب جانتے ہیں کہ ضعیف ہونے کا حکم جس معیار پر لگا دیا جاتا ہے' اس سے کسی خبر کا نفس الامر میں باطل اور بے اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا' بلکہ ان کا ثبوت کبھی دنیا کی معتبر خبروں سے زیادہ مضبوط طریق پر موجود ہوتا ہے- مگر چونکہ محدثین کے اس سخت معیار پر وہ پورا نہیں اترتا جو انہوں نے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے لیے مقرر کیا ہے' اس لیے وہ اس معیار کے مطابق اس کو اصطلاحاً ''صحیح'' نہیں کہہ سکتے اور بعض مرتبہ اس کے ضعیف ہونے کے اقرار کے ساتھ ساتھ وہ یہ تصریح بھی کر جاتے ہیں کہ اس کو ضابطہ میں گو صحیح نہ کہا جا سکے' مگر دوسرے قرائن کے لحاظ سے وہ قابل تسلیم ہے' اس لیے ضعیف حدیثوں کی وجہ سے کتب دلائل کی حیثیت آج کل کے مولود شریف کی موضوع کتابوں کے برابر سمجھ لینا اصطلاحات سے ناواقفیت کے سوا ان کی علمی ناقدری بھی ہے اور اس قیمتی ذخیرہ کا تلف کر دینا ہے' جو ہمارے دین سے متعلق ہے' کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ حکم شرعی اپنی جگہ ثابت شدہ ہو اور جو ''ضعف'' ہم کو اس میں نظر آ رہا ہے وہ ہماری روایت اور درایت کے مطابق ہو-

کتبِ دلائل کو مروجہ میلاد شریف کے دور کی تالیفات سمجھنا ایک علمی اور تاریخی فروگذاشت ہے ٭ جہاں تک ہم کو معلوم ہے مولود شریف کی مجالس کے سب سے پہلے باضابطہ سجانے والے ملک مظفر ابو سعید ہیں' جن کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی ہے (دیکھو شرح المواہب ج ۱ ص ۱۳۹) - اس لحاظ سے ان مجالس کا رواج بظاہر چھٹی صدی کے آخر سے شروع ہوا ہو گا - اس کے بعد پھر الناس علی دین ملوکھم کے ضابطہ کے موافق شدہ شدہ ان کا عام رواج پڑ گیا ہو گا - چونکہ کتب دلائل کی اکثر تالیفات تیسری صدی کے آخر یا چوتھی صدی کی ابتداء میں ہوئی ہیں' اس لیے ان کا زمانہ بظاہر مولود شریف کے رواج عام سے پہلے پہلے کا زمانہ ہے' لہٰذا ان ائمہ' حدیث کے متعلق حسب ذیل کلمات لکھ دینا ان کے حق میں ناحق کی بدگمانی تو ہے ہی' ایک تاریخی فروگذاشت بھی ہے - (کتب دلائل)

''یہی کتابیں ہیں جنہوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور ان ہی سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے-''

''ان روایتوں کی تدوین میں ضروری احتیاطیں مدنظر نہیں رکھیں یا یوں کہو کہ عشق نبوی نے فضائل و مناقب کی کثرت کے شوق میں ہر قسم کی روایتوں کے قبول کرنے پر ان کو آمادہ کر دیا-''

''ان روایتوں کا بڑا حصہ انہیں کتابوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے' جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئیں''-

''بیہقی اور ابونعیم نے دلائل میں اور سیوطی نے خصائص میں علانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل میں انہیں کے مثل آپ کے معجزات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے ......ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلے کے لیے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں- اس لیے لوگوں نے انہیں ضعیف اور موضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی کہیں شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا-''

''یہ ایک معمولی واقعہ ہے' مگر کتب دلائل کے مصنفین نے اس کو بھی معجزہ قرار دے دیا ہے''-

''معجزات کی تعداد بڑھانے کے شوق میں کتب دلائل کے مصنفین نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک ہی واقعہ کی روایت میں ذرا سا بھی اختلاف نظر آیا تو اس کو چند واقعات قرار دے دیا ہے-''

یا مثلاً حافظ ابن عساکرؒ جیسے شخص کو ضعیف روایتوں کا سرپرست یا مثلاً حافظ ابن حجرؒ جس کو محدثین نے ''حافظ الدنیا'' کا لقب دیا ہے' ان کے متعلق یہ لکھنا:

''ابن حجرؒ جیسے کمزور روایتوں کا سہارا اور پشت پناہ-''

روایات پر تنقید علیحدہ چیز ہے اور محدثین کبار کی شان میں یہ آزادانہ کلمات بالکل دوسری بات ہے' اس نتیجہ محدثین سے بداعتمادی کے سوا اور کیا ہے- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

مستدرک حاکم کا صحیح مقام محدثین کی نظروں میں ٭ بعض شدت پسند محدثین کی مستدرک پر سخت نکتہ چینی کی وجہ سے یہ غلط خیال پھیل گیا ہے کہ عام محدثین کے ہاں بھی مستدرک کا گویا کوئی وزن ہی نہیں' حتیٰ کہ کسی روایت کا مستدرک میں ہونا بس یہی

اس کے ضعف کا سب سے بڑا ثبوت ہے- حالانکہ یہاں حاکم کا علمی پایہ اور مستدرک کی تعریف کا لحاظ رکھنا بھی لازم تھا- اتنے بڑے شخص کی اتنی بڑی ضخیم تصنیف کو صرف ضعیف اور موضوعات کا ذخیرہ سمجھ لینا یہ بڑی حقیقت ناشناسی ہے- حافظ ذہبیؒ، جنہوں نے خود تلخیص المستدرک کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے' اس غلط فہمی کو دور فرما دیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:-

ففيه جملة و افرة على شرطيهما و جملة كثيرة على شرط احدهما و لعل مجموع ذالك نحو نصف الكتاب و فيه نحو الربع ماصح سنده و فيه بعض الشيء و ما بقي و هو نحو الربع فهو مناكير و اهيات لا تصح و في بعض ذالك الموضوعات. (توجيه النظر ص ۱۳۸ و تدريب الراوي ص ۳۱) و قد ذكر السيوطي في التدريب ان الذهبي جمع جزأفيه الاحاديث التي فيه و هي موضوعة فذكر نحو مائة حديث. (//)

مستدرک حاکم میں ایک بڑا حصہ وہ ہے' جو ''صحیحین کی شرط'' پر ہے اور ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو ان دونوں میں صرف ''ایک کی شرط'' پر ہے- ان دونوں کے مجموعہ کی مقدار تقریباً نصف کتاب کے ہوگی اس کے علاوہ چوتھائی کتاب دوسری ''صحیح حدیثوں پر'' مشتمل ہے جن میں کچھ کلام کی گنجائش ہوسکتی ہے- اب رہی بقیہ چوتھائی تو بے شک ان میں منکر اور واہیات حدیثیں ہیں جو صحیح نہیں اور ان ہی میں کچھ موضوعات بھی شامل ہیں- امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی تعداد تدریب میں کل سو حدیث لکھی ہے-

اور اُن سے قبل حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے الفاظ میں اس کا ازالہ فرما دیا ہے:-

و ككك احاديث كثيرة في مستدركه يصححها و هي عند اهل العلم بالحديث موضوعة. و ههنا مايكون موقوفًا يرفعه و لهذا كان اهل العلم بالحديث لا يعتمدون على مجرد تصحيح الحاكم و ان كان غالب ما يصححه' فهو صحيح لكن هو في المصححين بمنزلة الثقة الذي يكثر غلطه و ان كان الصواب اغلب عليه الخ.

(التوسل و الوسيلة ص ۸۱-۸۰)

اور اسی طرح حاکم بھی ہیں جو اپنی مستدرک میں بہت سی حدیثوں کو صحیح لکھ جاتے ہیں اور محدثین کے نزدیک وہ ''موضوع'' ہوتی ہیں اور بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو حاکم نے مرفوع بنا دیا ہے اور درحقیقت تھیں وہ موقوف- یہی وجہ ہے کہ محدثین صرف حاکم کی تصحیح پر حدیث کا فیصلہ نہیں کرتے اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جس حدیث کو حاکم صحیح کہتے ہیں وہ صحیح ہوتی ہے' لیکن ان کی مثال اس ثقہ شخص جیسی ہے جو بہت غلطی کھاتا ہو اگرچہ عام طور پر اس کا حکم صحیح ہو-

ان دو حافظوں کے بیان سے یہ بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ مستدرک کی صحت' اگرچہ بخاری و مسلم کی طرح علی الاطلاق مسلّم نہ ہو' لیکن اتنی بے بنیاد بھی نہیں جتنا کہ عام لوگوں میں اس کی شہرت اڑگئی ہے' بلکہ حاکم کی تصحیح اکثر مقامات پر صحیح اور معتبر ہے اور جہاں صحیح نہیں ہے ان میں بھی سب حدیثیں موضوع نہیں ہیں' بلکہ بعض جگہ حاکم نے صرف یہ تساہل کیا ہے کہ موقوف حدیث کو مرفوع کر

دیا ہے اور بے شک بعض حدیثیں موضوع بھی ہیں، مگر ان کی تعداد بہت قلیل ہے- ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ اگر حاکم اپنی تالیف کے متعلق ''استدراک علی الصحیحین'' کا دعویٰ نہ کرتے تو اعتراضات کی جو بوچھاران پر اب ہوئی ہے یہ شاید نہ ہوتی- اب ایک طرف تو ان کا دعویٰ استدراک علی الصحیحین کا ہے، جن کی صحت ضرب المثل ہو چکی ہے- دوسری طرف تمام حدیثوں میں وہ معیار قائم نہیں رہا- اس لیے فطرۃً ان کی تصحیح پر نظریں سخت ہو گئی ہیں- ورنہ اگر حاکم، مستدرک کا نام صرف ''اصحیح'' رکھتے اور ان حدیثوں کے صحیحین کے معیار پر ہونے کا دعویٰ نہ کرتے تو جس شدت سے ان پر اب تنقید کی گئی ہے یہ نہ کی جاتی- اس لیے آپ دیکھیں گے کہ ذہبیؒ تعقبات میں کہیں تو صرف یہ لکھ دیتے ہیں کہ لیس علی شرطھما یعنی یہ حدیث صحیحین کی شرط پر نہیں ہے- اور کہیں لیس علی شرط مسلم یا علی شرط الصحیح کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ہر جگہ حدیث پر فی نفسہٖ حکم لگانا نہیں، بلکہ یہ تنبیہ کرنی بھی ہوتی ہے کہ فلاں حدیث بخاری یا مسلم کی شرط پر یا دونوں کی شرطوں پر نہیں ہے- اس لیے اس کو مستدرک میں درج کرنا صحیح نہیں لہٰذا ان کے معارضہ سے ہر جگہ یہی اخذ کر لینا کہ وہ اس حدیث کے خلاف ہیں بہت سطحی نظر ہے- لہٰذا جو معجزات مستدرک میں مذکور ہیں، ان کے متعلق شروع سے یہی بدگمانی کر لینی کہ وہ ضرور ضعیف ہوں گے، اور تلاش کر کر کے ان میں اسباب ضعف نکالنا یہ صرف مزاجی خشکی کا نتیجہ ہے- یہاں اگر ایک طرف حاکم کے متعلق تصحیح احادیث میں تساہل کی شہرت ہے تو دوسری طرف شدت پسندی میں ابن جوزی کی شہرت بھی اس سے کم نہیں ہے- حتیٰ کہ بعض بخاری کی حدیثوں پر بھی انہوں نے ''وضع'' کا حکم لگا دیا ہے- اس لیے یہاں بھی محدثین کو ان حدیثوں کو علیحدہ ذکر کرنا پڑا ہے، جو درحقیقت صرف ابن جوزیؒ کے مزاجی تشدد کی بنا پر موضوعات کی فہرست میں درج کر دی گئی ہیں- پھر اسی پر بس نہ کرنا، بلکہ یہاں وضاعین و کذابین کی اس تمام تاریخ کو بھی لکھ ڈالنا جس سے ان مقدس محدثین کے دامن کے بھی ملوث ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے کتنی بڑی کوتاہی ہے اور تصنیفی لحاظ سے بھی بے محل بحث ہے- میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ کتب دلائل میں ضعیف حدیثیں نہیں آئیں اور نہ ضعیف حدیثوں کی علی الاطلاق تائید کرنا چاہتا ہوں، بلکہ میرا مقصد صرف یہ تنبیہ کرنا ہے کہ علمی لحاظ سے کتب دلائل کا صحیح مقام پہچاننے اور اس کے ادا کرنے میں جو طرزِ نگارش اختیار کیا جائے وہ ایسا نہ ہونا چاہیے جو خلافِ واقع بھی ہو اور خطرناک بھی ہو-

کسی غیر ثابت شدہ واقعہ کی یقینی طور پر تصدیق نہ کرنے کے اعتذار میں اور جزم کے ساتھ اس کا انکار کر دینے کے دلائل جمع کرنے میں بہت بڑا فرق ہے- اگر عشق نبویؐ سے کوئی بد ذوق شخص یہاں معجزات کے لیے بھی احکام و عقائد کی حدیثوں کی طرح صحت کے شرائط لگانا چاہتا ہے تو لگائے، مگر جمہور کے خلاف یہاں انکارِ معجزات کو ایک ''فن'' بنا ڈالنا اور اس کے ابواب و فصول کو اس طرح مدون اور مبرہن کرتے چلے جانا کہ نہ صرف ان معجزات سے بلکہ تمام کتب دلائل سے اور نہ صرف کتب دلائل سے بلکہ ان کے مسلم مؤلفین سے بھی بداعتقادی پیدا ہو جائے، یہ بہت مہلک غلطی ہے- یہاں ایک سیدھی اور سچی سی بات بھی لکھی جا سکتی تھی کہ مولود خوانوں اور عام واعظوں نے صراف عوام کی دلچسپی کی خاطر کتب دلائل میں سے چھانٹ چھانٹ کر صرف وہی روایات پھیلانی شروع کر دیں، جو ان میں سب سے زیادہ ضعیف اور ان محدثین کے نزدیک بھی غیر معتبر تھیں بس اتنی بات سے ایک صحیح حقیقت بھی ادا ہو جاتی اور کتب دلائل اور ان کے مصنفین سے کوئی بدظنی بھی پیدا نہ ہوتی- اس کے برعکس ضعیف اور موضوع

روایتوں کے ساتھ معجزات کی معتمد روایات کو لپیٹ لینا' بلکہ ان کے مصنفین پر بھی سخت سے سخت نکتہ چینی کر جانا بلکہ اگر کوئی محدث ان پر نکتہ چینی کی جواب دہی کرتا نظر آئے تو اس کو بھی قبول نہ کرنا اور یہ لکھ دینا کہ:-

''لیکن ثقات محدثین کی بارگاہ میں یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ان کی خاموشی (یعنی حدیثوں کے متعلق صحت وضعف کا حکم بیان نہ کرنا خدا انہیں معاف کرے) آج ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کی بنیاد بن گئی ہے''-

بہت زبردست مواخذہ ہے' بلکہ ہم جیسے علم وفہم رکھنے والوں کے لیے چھوٹا منہ بڑی بات ہے-''ان لحوم العلماء مسمومة''

یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ معجزات میں سے جو سب سے زیادہ بعید از عقل معجزات نظر آتے ہیں وہ قرآنی معجزات ہیں- اس کے بعد وہ ہیں جو صحیحین میں مذکور ہیں اور اس کے بعد ان معجزات کا نمبر ہے جو اور کتب میں مذکور ہیں- اس لیے کتب دلائل پر بے وجہ ہاتھ صاف کرنے کا کوئی خاص نتیجہ بھی نہیں نکلتا - اگر قرآنی اور صحیحین کے وہ بالاتر از عقل معجزات قابل تسلیم ہوں تو پھر ''ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر'' سمجھ لیجئے - مگر افسوس اور صد افسوس' یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن اصحاب کو علم نبوت سے مناسبت نہیں تھی' انہوں نے قرآنی معجزات کو بھی نہیں بخشا اور ان کو بھی ایسا بنا ڈالا ہے کہ اگر کوئی پیاسا کلام اللہ میں اس کے متکلم کی صفات کا جلوہ دیکھنا چاہے تو وہ اس میں بھی نہ دیکھ سکے- یہ داستان بہت دردناک ہے اور تفصیل چاہتی ہے اس لیے اس داستان غم کا لپیٹ دینا ہی بہتر ہے- واللہ المستعان-

اب آیئے آخر میں ہم آپ کے سامنے کتب دلائل کے متعلق بعض ان علماء کی رائے بھی نقل کرتے ہیں جو نقد وتبصرہ میں ضرب المثل ہیں- حافظ ذہبیؒ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) علیک به فانه کله هدی و نور. — دیکھو اس کتاب سے ذرا غفلت نہ کرنا' کیونکہ وہ از اول تا آخر ہدایت ہی ہدایت اور نور ہی نور ہے-

(شرح المواهب ج ۱ ص ٦٢)

(۲) حافظ سبکیؒ اس کے متعلق قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ بے نظیر کتاب ہے-

(۳) حافظ ابن تیمیہؒ جو اپنی ناقدانہ نظر میں مشہور ہیں کتب دلائل کے متعلق فرماتے ہیں:-

و هذه الکتب فیها من الاحادیث المتضمنة لایات نبوته و براهین رسالته اضعاف اضعاف الاحادیث الماثورة فیما هو متواتر عنه مثل حجة الوداع و عمرة الحدیبیة' الخ....... — یہ وہ کتابیں ہیں' جن میں معجزات اور آپ کی نبوت کی صداقت کی وہ حدیثیں بھی اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اگر ان کو متواتر کہہ دو تو بھی بے جا نہیں' مثلاً حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کی حدیثیں-

(الجواب الصحیح ج ٤ ص ٢٤٣)

حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کتب کی روایات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ''تواتر'' کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ان کا یہ بیان بھی اس تصنیف میں ہے' جو انہوں نے ایک بڑے پادری کی تردید میں لکھی ہے اور ان تمام معجزات کا ذکر کیا ہے' جن کو ہمارے دور کے ناقدین مجروح کر کے چل دیئے ہیں' کیونکہ حافظ موصوف پوری بصیرت کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ دوسرے مذاہب عجائبات کا جو انبار اپنے پیشواؤں کی طرف منسوب کرتے اور ان پر یقین رکھتے ہیں وہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے معجزات کے مقابلہ میں ثبوت کا کوئی پایہ نہیں رکھتے اور نہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ان کے برابر ثابت ہو سکتے ہیں- حضرت شاہ ولی اللہؒ جنہوں نے کتب محدثین کے طبقات لکھے ہیں' انہوں نے بھی کتب دلائل کے ذکر کردہ معجزات کو اعتبار کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں درج فرمایا ہے-

حافظ ابن کثیرؒ اسی قسم کی ایک روایت لکھ کر فرماتے ہیں:

''اس واقعہ کی اسناد میں اگر چہ ایسے راوی موجود ہیں' جن میں کلام کیا گیا ہے بااین ہمہ یہاں ایسے قرائن بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے اس پر صدق وصفا کا نور چمکتا ہوا نظر آتا ہے-'' (البدایہ ج ۲ ص ۳۱۹)

اس بیان سے حافظ موصوف کے علم اور ان کی دیانت کے ساتھ ان کی فہم و فراست اور محدثانہ تجربے کا بھی اندازہ ہوتا ہے-

اس کے علاوہ بخاری شریف کی شروح میں اس وقت جو سب سے عمدہ شرح سمجھی گئی ہیں وہ دنیا کے دو بڑے حافظوں کی ہیں' یعنی حافظ بدرالدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ - رہی شرح حافظ قسطلانی تو وہ ان دونوں شرحوں پر مبنی ہے- جو شخص ان شروح کا مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آڑے موقعوں پر اور کتنی کثرت کے ساتھ کتب دلائل کی روایات سے مدد لی ہے- کسی روایت سے راوی کا نام' کسی سے مقام کا نام اور کسی سے بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں- ان کے علاوہ ''متابعات'' اور ''شواہد'' کا بڑا ذخیرہ ان ہی کتب سے فراہم ہوتا ہے یہ دیکھ کر ان کتب کے مصنفین کے لیے ہمارے دل سے تو بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں- ہمارے نزدیک اگر عشق نبویؐ میں ڈوب کر رطب و یابس (بقول ناقدین) کا انبار لگانے والے یہ محدثین وہی ہیں' جنہوں نے طبقات حدیث مقرر فرمائے ہیں اور فن جرح و تعدیل کی بنیاد ڈالی ہے تو پھر انصاف کی نظروں میں ان کا لگایا ہوا یہ انبار ضرور قابل صد تحسین و شکریہ ہونا چاہیے-

حافظ ابن حجرؒ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث ظاہری حالت کے لحاظ سے سقیم ہوتی ہے' مگر ایک محدث اپنے طویل تجربہ اور حدیثی ذوق کے لحاظ سے اس کو درست سمجھتا ہے اگر چہ اس کے پاس اس کے لیے کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہوتی - اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ایک صراف کی کہ وہ ایک زنگ آلود اور بظاہر کھوٹے روپیہ کو چٹکی لگا کر پہچان لیتا ہے کہ اگر چہ اس کی آواز خراب ہے' مگر اس کی چاندی کھری ہے!

اس کا حاصل تمام قواعد کو بیکار اور معطل ٹھہرا دینا نہیں ہے' بلکہ یہ ہے کہ جنہوں نے اپنے تجربے کی بنا پر قواعد مرتب کیے ہیں اگر وہی اپنے تجربے کی بنا پر اپنے ذوق سے کسی ضعیف حدیث کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو ان کے مقررہ قواعد کی طرح ان کا یہ حکم بھی قابل تسلیم ہونا چاہیے- اصل یہ ہے کہ منتشر جزئیات اور ذوقی امور' ضبط و قید میں کبھی نہیں آسکتے - اس لیے ایک طرف قواعد کی حکومت اپنی جگہ چلتی رہتی ہے اور دوسری طرف وجدان و ذوق کا حکم بھی اپنی جگہ نافذ رہا کرتا ہے- بدذوق بے علم دونوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور صاحب ذوق عالم دونوں سے برابر کا فائدہ اٹھاتا رہتا ہے- اسی طرح بعض مرتبہ ایک حدیث کی اسناد بالکل کھری نظر آتی ہے' لیکن اس میں کوئی ایسا خفیہ ''روگ'' ہوتا ہے جو علم وضوابط کے تحت نہیں آتا اس کو بھی محدثین ہی پہچانتے ہیں اور

اس کی بنا پر اس اچھی خاصی حدیث کو "معلول" قرار دے دیتے ہیں، حتیٰ کہ محدثین نے اس کو بھی فن کا ایک اہم جزو قرار دیا ہے اور مختلف محدثین نے "کتاب العلل" کے نام سے مختلف تصانیف فرمائی ہیں اس لیے میرا عقیدہ تو ان محدثین کے متعلق طویل تجربہ کے بعد اب وہی ہے جو کسی شاعر کا اپنے رندوں کے متعلق ہے۔

رند جو ظرف اٹھالیں وہی پیانہ بنے　　جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی مے خانہ بنے

(اصغرؔ گونڈوی)

جس شخص کے قلب میں ان محدثین کے لیے شکر گذاری کے ہزاروں جذبات موجزن ہوں اس کے قلم میں ان پر نکتہ چینی کے لیے بھلا روشنائی کہاں؟۔ یغفر الله لهم و رفع درجاتهم فی اعلی العلیین مع النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین.

معجزات اور صاحبِ معجزات کے دَور کا ذوق

یہاں ایک کھلی ہوئی بات پر تنبیہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو بدیہی ہونے کے باوجود پھر نظری بن گئی ہے یعنی یہ کہ صحابیت کا دور بعثت کے بعد سے ہی شروع ہوتا ہے' اس لئے آپ کی سوانح حیات کے قبل از بعثت واقعات کا علم اور ان کے بلا واسطہ روایت کرنے والے صحابہ کب مل سکتے ہیں۔ پھر جب اس دور کی بنیاد پڑی تو مکی زندگی جس صورت سے گزری وہ سب کے علم میں ہے اس کے بعد جب ہجرت کا دور آیا تو لیل ونہار "غزوات" اور "سرایا" کا تانتا لگا رہا۔ بھلا ان حالات میں معجزات کا غلغلہ بلند کرنے کی فرصت کس کو تھی۔ ہاں ان ہی غزوات اور سرایا کے تذکرہ میں جہاں جب کوئی محیر العقول واقعہ نظر آ گیا تو وہ اسی سلسلۂ بیان میں آ گیا ہے پھر اس قسم کے واقعات جب شب روز ان کی آنکھوں کے سامنے رہا کرتے تھے تو صاحب معجزات کی عظمت سے قلوب اتنے معمور ہوتے رہتے تھے کہ ان واقعات کا دیکھنا ان کے لیے ایک عادت بن گئی تھی۔ آج بھی اگر کوئی صاحب کرامات ہوا ہے تو اس کی حیات میں ان کا ڈھول کبھی نہیں پیٹا گیا ہاں اگر ان کا ذکر کبھی آیا بھی تو صاحب کرامات کے کمالات کے ذکر میں ضمنی طور پر آ گیا ہے۔ حدیثوں میں ایسا واقعہ خال خال ہی نظر پڑتا ہے کہ صحابہ کرام مستقل ان تذکروں کے لیے کبھی بیٹھے ہوں۔ وہ یا تو شغل جہاد میں منہمک نظر آتے اگر پھر ان کو فرصت ملتی تو حدیثوں کے تکرار اور علمی شغل یا عبادات میں مصروف رہا کرتے اور سب سے زیادہ اس شوق میں لگے رہتے کہ بیت نبوت سے کب آفتابِ نبوت طلوع ہو اور کب وہ اس کی زیارت سے مشرف ہوں۔ آپ کی ذرا سی غیبت ان کے لیے ایک مصیبت کا پہاڑ تھی۔

نشست آں دلبر جانی بجانم ہمچو جان درتن　　اگر یکدم جدا افتاد جان از تن بروں آید

فراق یار را گر اندک است اندک نیست　　دروں دیدہ اگر نیم موست بسیار است

یہاں معجزات دیکھنے کی نہ کسی کو ضرورت تھی نہ فرصت۔ کفار اس کی رٹ لگایا کرتے اگر ان کی خاطر کوئی معجزہ ظاہر ہو جاتا تو اس کو صحابہ کی مشتاق آنکھیں بھی دیکھ لیتیں یا کبھی کسی موقعہ پر کسی وقتی ضرورت سے یہ صورت پیدا ہو جاتی تو آپ کے رخ انور کے

شیدائی معجزہ سے پہلے بھاگ بھاگ کر خود صاحب معجزہ کے ارد گرد اسی کے دیدار کی خاطر جمع ہو جاتے۔ جب کسی کے کمال کا علم یقین پہلے سے حاصل ہو چکا ہو تو اب اس کے ظہور کمال پر حیرت کیا؟۔

ایک مرتبہ ''شق القمر'' جیسا عظیم الشان معجزہ کفار قریش کی فرمائش پر منیٰ میں ظاہر ہوا لیکن وہاں تو ایسی جماعت بھی کھڑی ہوئی تھی، جو اس کمال کو اس باکمال کا صرف ایک ذرا سا پرتو سمجھتی تھی۔ ان کو اس پر تحیر کیا ہوتا ہاں اس عظیم الشان واقعہ کو دیکھنے والے حسب الاتفاق چونکہ چند جاں نثار بھی موجود تھے اس لئے انھوں نے اپنی نظروں میں سب سے محبوب ہستی کے ذکر میں اس ایک واقعہ کا بھی ذکر کر دیا لیکن اس کے بعد جگہ جگہ نہ اس کا تذکرہ کرتے پھرنا ثابت ہوتا ہے نہ اس کو کوئی غیر معمولی واقعہ بنا کر اس کے لئے محفلیں قائم کرنا نظر آتا ہے، ورنہ تو اس کے راوی آپ کو سینکڑوں صحابہ ملتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب کسی کی نظروں میں کسی کی نفس شخصیت ہی سمائی ہو تو اس کو دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت کہاں؟

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ دو صحابی آپؐ کی مجلس سے اٹھے اور واپسی کے وقت شب تاریک میں ایک کی لاٹھی مشعل کی طرح خود بخود روشن ہوگئی، پھر جب دونوں کے گھروں کا راستہ جدا جدا پھٹنے لگا تو ہر ایک کی لاٹھی الگ الگ روشن ہوگئی، لیکن اس عجیب و غریب واقعہ کو نہ خود انھوں نے نہ دوسروں نے کسی رنگ آمیزی سے بیان کیا اور نہ کسی نے اس کو زیادہ تعجب سے سنا بس ایک بات تھی جو آئی گئی ہوگئی۔

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو روزمرہ پیش آتے اور گزر جاتے، اس لئے ان غیر معمولی سے غیر معمولی واقعات کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون کر ڈالنا اس وقت کا ذوق ہی نہ تھا اور نہ صاحب نبوت جیسے آفتاب کی درخشانی کے زمانے میں یہ ذوق ہونا ممکن تھا جہاں جمع قرآن ہی کی طرف وہ توجہ نہ ہوئی جو عہد صدیقی پھر عہد فاروقی اور آخر میں عہد عثمانی میں نظر آئی بھلا وہاں دوسرے روزمرہ کے عجائبات کے بیان کا ذوق کب ہوسکتا تھا۔ تعجب ہے کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شق صدر کے واقعہ پر جو آپ کی عہد طفولیت کا تھا یہ حیرت قابل حیرت ہے کہ ''اس کو بیان کرنے والے اور صحابہؓ کیوں نہیں۔'' بات تو دیکھنے اور سمجھنے کی یہ تھی کہ جس خادم نے اس کو بیان کیا ہے وہ بھی صرف ضمنی طور پر اور اس واقعہ کی صحت اور مزید تشریح کے لئے بیان کیا ہے۔ حدیثوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پھر وہ جگہ جگہ اس کو دہراتے رہے ہوں یا اس کو آپ کے دیگر کمالات کے سامنے کوئی غیر معمولی کمال تصور کرتے ہوں۔ آفتاب درخشاں خود کامل ہوتا ہے، اس لئے اس کی ایک عام ضوفشانی کے کمال پر کسی کا ذہن ہی نہیں جاتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین صحابہ کرامؓ کی نظروں کے سامنے سب سے بڑا کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود مجمع کمالات تھا۔ وہ ہر محفل میں ان ہی کا دم بھرتے اور ان ہی کے علوم و معارف کا چرچا کیا کرتے اس ضمن میں اگر کہیں کسی معجزہ کا ذکر آجاتا تو اس کو بھی اپنے محبوب کی یادگار سمجھ کر ذکر میں لے آتے اس لئے سینکڑوں معجزات وہ ہیں جو دوسرے ابواب میں ضمنی طور سے نظر پڑ جاتے ہیں، لیکن جب آپ کا یہ مبارک دور ختم ہوگیا اور اب وہ ماہِ کامل ہی نظروں سے غائب ہوگیا تو اب عشق و محبت سے معمور سینوں میں اس کے کمالات کی تلاش پیدا ہوئی۔ اس تلاش میں جو چیز سب سے پہلے ان کے سامنے آئی وہ آپ کے علوم و معارف تھے جب وہ ایک ایک کر کے جمع کرنے والوں

نے جمع کر ڈالے تو اب جو بعد میں آتا وہ اس راہ میں کسی نہ کسی خدمت کا ارادہ کرتا' حتیٰ کہ یہ ذوق دلوں میں پیدا ہوا کہ دین کا ہر گوشہ تو پہلی اور دوسری صدی ہی میں مدون ہو چکا' اب ہم کوئی نئی خدمت اپنے سر لے کر انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں تو پھر ہر ہر باب کی احادیث علیحدہ علیحدہ مدون ہوئیں اور آپ کو معلوم ہے کہ کتب حدیث میں ان سب تصانیف کے علیحدہ علیحدہ نام بھی موجود ہیں یعنی جوامع' سنن' مستدرکات' مفردات' مسلسلات' غیلانیات حتیٰ کہ موضوعات وغیرہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی ذوق کے مطابق اصحاب دلائل نے ایک نئی لائن اختیار کی اور معجزات وفضائل میں اسانید اور کتب کے حوالجات کے ساتھ تصانیف کر ڈالیں تو اب آپ اس کی تلاش نہ لگائیں کہ فلاں فلاں معجزہ کا راوی چونکہ ایک ہی صحابی ہے' اس لئے یہ اس کی ضعف کی دلیل ہے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر عدم ثبوت اور ثبوت عدم میں خدارا کچھ تو رحم کھا کر فرق کریں۔ اور اپنے علم کے بجائے ان محدثین پر اعتماد کریں' جن کے واسطہ سے دین ہم کو پہنچا ہے۔ ہم کو تعجب ہے کہ مسلم جو حافظ ومحدث ہونے کے ساتھ امامت کے رتبہ پر فائز ہو چکے ان کی رائے کے مقابل ہم اس شخص کی رائے پر کیا غور کریں جو صدیوں بعد کی پیدائش ہے اور اصطلاحی لحاظ سے ایک لحہ کے لئے بھی محدث کی فہرست میں شمار نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ حافظ وامام پھر امام بھی وہ جو امام مسلم کے بالمقابل آ سکتا ہو' اگر یہ کورانہ تقلید ہے تو بیشک ہم اس کے قائل ہیں اور بحمد اللہ ساری عمر اسی دشت کے سیاحی کر لینے کے بعد قائل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی جامعیت

اور

اس میں حسن بصریؒ اور امام شافعیؒ کا ذوقِ موازنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم تھا اور جب وہ صحف سماویہ کا جامع تھا تو پھر یہ بالکل قرین قیاس تھا کہ آپؐ کے معجزات میں بھی وہی شان جامعیت نظر آتی' یعنی جس قسم کے معجزات دیگر انبیاء علیم السلام سے ظہور پذیر ہوئے ان کی مثالیں کم وبیش آپ کے معجزات میں بھی نمایاں ہوتیں۔ اسی حقیقت ثابتہ کے پیش نظر بڑے بڑے محدثین نے (جیسے امام بیہقی اور ابونعیم) اپنی مؤلفات میں آپؐ کے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مابین کہیں کہیں یہ موازنہ مستند روایات سے ذکر کیا ہے اور آخر میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس میں کچھ زیادہ شرح وبسط سے حصہ لیا ہے۔ یہاں معجزات کے خلاف ایک محاذ قائم کرنے والوں نے ان محدثین کے متعلق یہ بھی لکھ ڈالا ہے کہ ''اس خوش عقیدگی کی بنا پر جب ان کو روایات کا مستند ذخیرہ ہاتھ نہ آ سکا تو پھر انھوں نے اس موازنہ کے اثبات کے لئے موضوعات اور غیر مسند روایات جمع کر ڈالی ہیں۔'' اگرچہ بڑے بڑے محدثین اور حفاظ کے متعلق یہ لکھ دینا بہت بڑی جرأت تھی' مگر جب مادی عقول کے ہموار کرنے کی خاطر معجزات کے انکار یا تاویل میں اسلام کی تائید نظر آئی تو پھر یہ اتنی بڑی جرأت کرنی بہت آسان ہو گئی۔ اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حسن عقیدت کے شکار صرف حفاظ اور محدثین ہی نہیں' بلکہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے بھی ہیں کیا ان پر بھی آپ یہی حرف گیری فرمائیں گے؟ - حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں: -

قال الحافظ البيهقي بسنده الى الشافعي رحمة الله عليه ما اعطى الله نبيا ما اعطى محمدا صلى الله عليه وسلم فقلت له اعطى عيسى احياء الموتى فقال اعطى محمدا صلى الله عليه وسلم الجذع الذى كان يخطب الى جنبه حتى هيئ المنبر فحن الجذع حتى سمع صوته فهذا اكثر من ذلك.

(البدايه و النهايه ج ٦ ص ١٣٣)

بیہقی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جو معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے وہ کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے - اس پر راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام تو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے - اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مقابلہ میں یہ معجزہ عطا ہوا کہ منبر بننے سے پہلے جس ستون سے لگ کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ نے اس کے بجائے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا تو وہ ستون نالہ و فغاں کرنے لگا یہاں اس کے رونے کی آواز صحابہ نے بھی سنی اور یہ مردہ زندہ کرنے سے بڑھ کر تھا (کیونکہ حیات جسم انسانی کی صفت ہو سکتی ہے' مگر اس شعور کی حیات جمادات کی صفت نہیں)

و هذا اسناد صحيح الى الشافعي رحمه الله و هو مما كنت اسمع شيخنا الحافظ اباالحجاج المزى رحمه الله يذكره عن الشافعي رحمه الله اكرم مثواه و انما قال فهذا اكبر من ذلك لان الجذع ليس محلا للحياة و مع هذا حصل له شعور و وجد لما تحول عنه الى المنبر فان وحن حنين العشار حتى نزل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحتضنه و سكنه حتى سكن قال الحسن بصرى: فهذا الجذع حن اليه فانهم احق ان يحنوا اليه و اما عود الحياة الى جسد كانت فيه باذن الله فعظيم و هذا اعجب و اعظم من ايجاد حياة و شعور فى محل ليس مالوفا لذلك لم تكن فيه قبل بالكلية فسبحان الله رب العلمين. (البدايه و النهايه ج ٦ ص ٢٧٦)

البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۷۶ میں اتنا اضافہ اور ہے کہ امام شافعیؒ تک یہ اسناد صحیح ہے اور میں اپنے استاد حافظ ابو الحجاج المزی کو امام شافعیؒ سے یہ ذکر کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یہ معجزہ اس معجزہ سے بڑا ہے کیونکہ کھجور کا تنا حیات کا محل ہی نہیں اور با ایں ہمہ اس کو اتنا شعور حاصل ہو گیا کہ جب آپؐ اس کے بجائے خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف لائے تو اس نے اس طرح آواز نکالی جیسی دس مہینے کی اونٹنی جس کے دن پورے ہو گئے ہوں کراہنے کی آواز نکالتی ہو - یہاں تک کہ اس کی وجہ سے آپؐ منبر سے اترے اور اس کو گلے لگائے رکھا اور تسکین دی یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا - حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کھجور کا تنا حضورؐ کے فراق میں چیخا تو وہ اس کے زیادہ حق دار تھے کہ اس کی نقلیں اتارتے - اب رہا کسی ایسے جسم میں اللہ کے حکم سے حیات کا لوٹ آنا جس میں پہلے سے حیات موجود تھی تو یہ بھی ایک بڑی بات تھی' لیکن جس میں کہ حیات و شعور پہلے کبھی پیدا نہ ہوئی ہو اس میں شعور و حیات کا پیدا ہو جانا یہ یقیناً اس سے زیادہ عجیب اور بڑی بات ہے - فسبحان الله رب العلمين -

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے معجزات کی برتری دیکھ کر جب دشمنانِ اسلام اور بالخصوص عیسائی نہ رہ سکے اور انہوں نے ان میں طرح طرح کی نکتہ چینیاں شروع کیں اور یہ چاہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو آپ کے درخشاں معجزات کا پلہ عیسوی اور موسوی معجزات سے گھٹا ہوا رہے تو اب علماء ربانیین کے لیے ساکت رہنا ممکن نہ ہوا۔ اور آپ کے معجزات کی نقاب اٹھا کر ان کو یہ دکھا دینا پڑا کہ تم ہو کس فکر میں، آپ کے معجزات کا پلہ تو سب کے معجزات سے زیادہ بھاری ہے۔ اس کے بعد ہمارے دور کے مصنفین اور علماء میں جس نے بھی ردِ نصاریٰ میں حصہ لیا اس نے بھی ان کے اس نامنصفانہ طریق کے مقابلے میں موازنہ کر کے آپ کے معجزات کی جامعیت ثابت کی۔ چنانچہ اپنے عصر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی عیسائیوں کے مقابلے میں اس موضوع کو اپنی تصانیف میں اتنا مدلل اور مبرہن فرمایا کہ عیسائیوں کی زبانوں سے بھی صل علی محمدؐ نکل گیا۔ اس تمام کھلی ہوئی تاریخ سے صرف نظر کر کے یہ سمجھ لینا کہ ''یہ صرف مولود خوانوں کا ہی جذبہ تھا'' بہت بڑا ظلم ہے۔ ہماری مذکورہ بالاتحریر سے ظاہر ہے کہ آپ کی برتری اور فضیلت کے اس نہج کے بانی صرف کبارِ علماء ومحدثین ہی نہیں بلکہ خود حسن بصریؒ اور شافعیؒ جیسے امام بھی ہیں اب اگر وہ بھی کسی مبالغہ آمیزی میں مبتلا تھے تو ہم بھی کسی طرح اس سے الگ رہنا نہیں چاہتے۔ بقول امام شافعیؒ:۔

ان کان رفضا حب ال محمدؐ فلیشهد الثقلان انی رافض

اس موازنہ کے حل کرنے کے لیے اپنے سامنے آپ وہ کلمات رکھئے، جو عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''الوہیت'' کے اثبات میں لکھ مارے ہیں۔ یقیناً اگر عیسائیوں کا یہ افتراء اور مبالغہ آمیزی نہ ہوتی تو علماء کرام کے قلم سے وہ کلمات بھی نہ نکلتے جو بجا طور پر حق ہی حق تھے اور معجزات کے باب میں جو موازنہ کیا گیا ہے وہ تو ایک مؤمن کے لیے اقتضاء ایمانی بھی ہونا چاہیے۔

اب ذیل میں ہم ایک بڑے حافظ حدیث کا قصیدہ بھی نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ شاعری کے میدان میں آ کر بھی اس بات میں مبالغہ کرنے سے انہوں نے کتنا گریز کیا ہے۔

قال الشيخ جمال الدين ابو زكريا الماهر الحافظ للاحاديث المتوفى ٦٥٦ھ

آپ ﷺ کی مدح میں حافظ شیخ جمال الدین ابوزکریا رحمہ اللہ المتوفی ٦٥٦ھ کا ایک قصیدہ

(۱) محمدؐ المبعوث للناس رحمة يشيد ما اوهى الضلال و يصلح

محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو تمام لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن بنیادوں کو گمراہوں نے کھوکھلا کر ڈالا تھا آپ نے ان کو پھر از سرِ نو مضبوط کر دیا اور ان کی اصلاح فرمادی۔

(۲) لئن سبحت صم الجبال مجيبة لداؤدا و لان الحديد المصفح

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے جواب میں بلند پہاڑوں نے تسبیح پڑھی تھی یا ان کے لیے لوہے کی تختیاں نرم ہوگئی تھیں۔

(۳) فان الصخور الصم لانت بکفه　　و ان الحصا فی کفه لیسبح
تو آپؐ کے لیے بھی سخت سے سخت پتھر نرم ہو گئے ہیں اور کنکریوں نے آپؐ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی ہے۔

(۴) وان کان موسیٰ انبع الماء من العصا　　فمن کفه قد اصبح الماء یطفح
اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پتھر پر مار کر چشمہ بہا دیا تھا تو آپؐ کی انگشتان مبارک سے بھی پانی پھوٹ کر ابل پڑا ہے۔

(۵) و ان کانت الریح الرخاء مطیعة　　سلیمان لا تألو تروح و تسرح
اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کر دی گئی تھی جو صبح و شام آپ کی خدمت کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرتی تھی۔

(۶) فان الصبا کانت لنصر نبینا　　برعب علی شهر به الخصم یکلح
تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کے لیے ''بادِ صبا'' تھی اور دشمن ایک ماہ کی مسافت پر آپؐ سے خوف زدہ ہو کر دانت نکالنے لگتا تھا۔

(۷) وان اوتی الملک العظیم وسخرت　　له الجن تشفی مارضیه و تلدح
اور ان کو بہت بڑی بھاری سلطنت مرحمت ہوئی تھی اور جن اس طرح مسخر کر دیئے گئے تھے کہ جو چاہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے خدمت لیتے تھے۔

(۸) فان مفاتیح الکنوز باسرها　　اتته فردا لزاهد المترجح
تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی تھیں، مگر آپ نے ان سب سے منہ موڑ کر کسی کو قبول نہیں فرمایا۔

(۹) و ان کان ابراهیم اعطی خلة　　و موسی بتکلیم علی الطور یمنح
اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام خلت سے سرفراز ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام باری سے نوازے گئے۔

(۱۰) فهذا حبیب بل خلیل مکلم　　و خصص بالرؤیا و بالحق اشرح
تو یہ وہ ہیں جن کا لقب حبیب اللہ ہے بلکہ خلیل بھی اور خلیل بھی وہ جن سے باری تعالیٰ نے خود کلام کیا ہے اور دیدار الٰہی تو خاص آپ کے ہی حصہ میں آیا ہے اور جو سچی بات ہے وہ میں کھول کر کہہ رہا ہوں۔

(۱۱) وخصص بالحوض العظیم وباللواء　　و یشفع للعاصین و النار تلفح
اسی طرح حوض کوثر اور تمام اہل محشر کی سرداری کا جھنڈا بھی آپ ہی کے لیے مخصوص ہوا۔ اسی بنا پر جب آتش جہنم بھڑکے گی تو گنہگاروں کی سفارش صرف آپ ہی فرمائیں گے۔

(۱۲) وبالمقعد الاعلی المقرب عنده　　عطاء ببشراه اقر و افرح
اور سب سے بلند اور مقرب مقامات کی بشارت سے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی مشرف ہوئے جس کا میں بھی اقرار کرتا ہوں اور خوشیاں منا رہا ہوں۔

(۱۳) و بالرتبة العليا الاسيلة دونها   مراتب ارباب المواهب تلمح

اور وہ رتبہ بلند اور مقام وسیلہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو مرحمت ہوا کہ بڑے بڑے انعامات والوں کے مقامات بھی اس سے پیچھے ہی نیچے چمکتے ہیں۔

(۱۴) و فی جنة الفردوس اول داخل   له سائر الابواب بالخار تفتح

اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی ہیں جو سب سے پہلے جنت الفردوس میں داخل ہونے والے ہیں اور اس کے سب دروازے آپ کے لیے کھول دیئے جائیں گے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۶۸-۴۹۹)

اس تمام قصیدہ کا ایک ایک شعر قرآن پاک اور صحیح حدیثوں کا ترجمہ ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ ایک حافظ حدیث کے قلم سے نکلا ہوا قصیدہ ہے۔ چونکہ مشتغلین بالحدیث ان احادیث کا اچھی طرح علم رکھتے ہیں اس لیے ان کا مع حوالجات نقل کرنا ہم کو صرف ایک طوالت معلوم ہوئی ان میں سے بعض احادیث اس جلد میں بھی آپ کی نظر سے گذریں گی۔

معجزات اور آیاتِ بینات کے فرق پر نظر ثانی

احادیث متنازعہ فیہا کے شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ آپ پھر اپنے ذہن میں ان دونوں لفظوں کا فرق متحضر کرلیں۔ معجزہ کے معنی میں عام طور پر ''تحدی کا'' مفہوم سمجھا جاتا ہے اور پھر معارض و معاند کا اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہنا یہ بھی اس کے مفہوم کا ایک جزو ہے۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سے اجزاء کے معجزہ نہ ہونے میں بعض اہلِ نظر کو بھی مغالطہ لگ گیا ہے۔ اس کی وجہ سب سے پہلے تو معجزہ کی حقیقت سے عدم معرفت ہے' پھر انہوں نے آیت کا لفظ استعمال تو کیا ہے' مگر اس میں اور ''معجزہ'' کے لفظ میں جو فرق تھا وہ غیر شعوری طور پر ذہن میں ملحوظ نہیں رہا صرف یہ دیکھ کر کہ ایک بڑے شخص نے معجزہ کی اصطلاح چھوڑ کر اس کا نام ''آیت'' اختیار کیا ہے اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا ہے اور چونکہ علم کلام اور درسی کتب کی مزاولت کرتے کرتے مفہوم ذہن میں اسی معجزہ کا رہا ہے اس لیے جو شبہات معجزہ کے لفظ میں رہ سکتے تھے وہ جوں کے توں باقی رہ گئے۔ اگر ادھر بھی خیال چلا جاتا کہ آپ کے معنی صرف نشانی کے ہیں اور اس لیے آیاتِ نبوت کا لفظ بہت وسعت رکھتا ہے تو پھر اس میں آپ کی ولادت سے قبل اور بعد کے حالات اور آپ کے بہت سے فضائل کو آیاتِ نبوت شمار کرنے میں ایک لمحہ کے لیے بھی تامل نہ ہوتا۔ اس فرق کے عدم استحضار کی وجہ سے یہاں بہت سے شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہیں' مثلاً آپ کی ولادت یا آپ کے فضائل اور اسی قسم کی دوسری خصوصیات میں معجزہ کا کوئی مفہوم اپنے صحیح معنی میں ان کو نظر نہیں آیا اس لیے یہاں بنیادی طور پر جو کتب دلائل میں مسلّم طور پر معجزات شمار کر لیے گئے ہیں' ان کو معجزات کی فہرست سے خارج کر ڈالنا پڑا۔ پھر اس پر تقلیل معجزات کی طرف ذہن کا منتقل ہونا ایک لازمی سا امر تھا اس کے بعد تاویل معجزات کی طرف انتقال ذہن صرف ایک علمی تقاضہ تھا۔ اور اس طریق پر ایک فاسد بنیاد پر اور دوسری فاسد بنیاد قائم ہوتی چلی گئی آخر یہ ساری تعمیر جتنی بلند ہوتی رہی اتنی ہی کج ہوتی چلی گئی۔

خشت اول گر نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

اب اگر آیت کا صحیح مفہوم ذہن میں ہوتا اور معجزہ کے مشہور اور عام لفظ کو چھوڑ کر آیت کے لفظ کو اختیار کرنے کی وجہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی تو پھر یہ بات کہ جو عجائبات آپ کی ولادت اور اس سے قبل و بعد عالم میں رونما ہوئے ان سب کو آپ کے معجزات میں داخل کرنے میں کوئی الجھن نہ رہتی۔ اسی طرح آپ کے ممتاز جسمانی فضائل اور دیگر فضائل کے باب کو بھی معجزات کے اندر شمار کرنے میں کوئی خلجان نہ رہتا۔

اس بنا پر آپ کی ''مختون و مسرور'' پیدائش آپ کے دست مبارک کی خنکی و نرمی و خوشبو اور آپ کے لیے حیوانات کی تعظیم اور دیگر فضائل کے ابواب کا آپ کی آیات نبوت میں شمار کرنا آپ کا ایک قلبی جذبہ ہوتا اور پھر آپ کو اسی کے ساتھ ''تقلیس معجزات'' کی بجائے ''تکثیر معجزات'' کی دھن لگ جاتی۔ اس کے بعد آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر نظر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات بنص قرآن عطا ہوئے۔ لیکن کیا ایک عصا کے سوا کسی اور معجزہ کی ''تحدی'' کرنے کا قرآن سے ثبوت ملتا ہے۔ پھر خود ہی سوچ لیجیے کہ الدم والقمل والضفادع والجراد وغیرہ کا ان کے معجزات میں شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ وہ ان کے لیے آیات نبوت تھیں۔ اس کے بعد اب آئندہ احادیث کو پڑھیے تو بآسانی آپ کو ان میں درخشاں معجزات نظر آئیں گے اور ان کے آیاتِ نبوت شمار ہونے میں ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید گو ضعیف ہیں لیکن

حافظ و ائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابلِ اعتبار اسانید سے ثابت ہیں

حافظ ابن حجرؒ نے باب علامات النبوت کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ''خانۂ آمنہ'' کا منور ہو جانا اور ''قصورِ شام'' کا روشن ہونا' آسمان سے ستاروں کا جھکتا ہوا معلوم ہونا' شب ولادت میں ایوانِ کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا' آتش کدۂ فارس کا بجھ جانا اور آپؐ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہونی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری)

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ان کی انواع و اقسام کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے جیسے قرآن مجید' چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا' اہل کتاب کی شہادت' کاہن' غیبی آوازیں اور انبیاء علیہم السلام کی آپؐ کے متعلق بشارتیں' قصہ اصحاب فیل اور اس کے علاوہ آپ کے سن ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور' اور آسمان پر غیر معروف طریقے پر بکثرت ستاروں کا ٹوٹنا' گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا۔ جیسے آدم علیہ السلام اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے واقعات بالخصوص جب کہ مکہ مکرمہ میں علماء اہل کتاب کا وجود بھی نہ ہو۔ ادھر آپؐ عربی کے سوا کوئی اور زبان جانتے نہ ہوں' بلکہ خود ''امی'' بھی ہوں اور عربی کی نوشت و خواند سے بھی ناواقف ہوں اور نبوت سے قبل کہیں باہر تشریف بھی نہ لے گئے ہوں۔ تاریخ سے آپؐ کے کل دو سفر معلوم ہوئے ہیں' ایک میں آپؐ کے چچا آپ کے ساتھ تھے اور کسی ایک مقام پر بھی ان کا آپؐ سے علیحدہ ہونا ثابت نہیں اور نہ کسی اہلِ کتاب یا غیر اہلِ

کتاب عالم کے ساتھ علیحدہ ملاقات کرنا ثابت ہے۔ ان کے علاوہ بحیرا راہب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دینا' بار ہا آپؐ کی انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور بار ہا تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ہو جانا کہ بڑی سے بڑی جماعتیں اس سے شکم سیر ہو جائیں۔ اسی طرح پانی میں وہ برکت نمایاں ہونی کہ لشکر کا لشکر اس سے سیراب ہو جائے۔ دشمن کے مقابلے میں حالات کی نامساعدت کے باوجود اپنی فتح ونصرت کا قطعی اعلان کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ (الجواب الصحیح ازج ا ص ۱۴۷ تا ص ۱۵۵)

و کان یحصل له فی مدة نشأته من الایات و الدلائل رموز کثیرة مثل الایات التی حصلت لمرضعة.

(الجواب الصحیح ج ۱ ص ۲٦٥)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت میں بہت سے علامات ودلائل کے ضمن میں اس قسم کے اشارات ظہور میں آتے رہے ہیں' مثلاً وہ واقعات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حجۃ اللہ کے کل تین اوراق میں حیرت انگیز اختصار کے ساتھ آپؐ کے معجزات کا ذکر فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:۔

ذکره ابراهیم علیه السلام فی دعائه و بشر بفخامة امره و بشربه موسی و عیسی علیهما السلام و سائر الانبیاء صلوات الله و سلامه علیهم و رأت امه کان نورًا خرج منها فاضاء الارض فعبرت بوجود ولد مبارک یظهر دینه شرقا و غربا و هتفت الجن و اخبرت الکهان و المنجمون بوجوده و علوامره و دلت الواقعات الجویة کانکسار شرفات کسری علی شرفه و احاطت به دلائل النبوة کما اخبر هرقل قیصر الروم و رأوا اثار البرکة عند مولده وارضاعه و ظهرت الملائکة فشقت عن قلبه و قدبقی منه اثر المخیط. و لما خرج به ابو طالب الی الشام فراه الراهب شهد بنبوته لایات رآها فیه

الخ.......

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپؐ کی آمد کے لیے دعائیں مانگیں اور آپ کی جلالتِ شان کی بشارت سنائی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام اور بقیہ انبیاء علیہم السلام نے بھی آپ کی بشارت دی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ نظارہ دیکھا کہ ایک نور ان سے جدا ہوا' جس سے ساری زمین جگمگا اٹھی اس کی انہوں نے یہ تعبیر دی کہ ان کے ایک ایسا مبارک فرزند ہوگا جس کا دین مشرق ومغرب میں پھیلے گا۔ آپ کے وجود کی جنات نے بھی غیبی اطلاع دی کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی بزرگی بیان کی اور دوسرے انقلابی حالات سے بھی آپ کے ظہور کی شہادت ملی جیسے کسریٰ کے محل کے کنگروں کا ٹوٹ کر گر جانا۔ ان کے علاوہ دوسرے طریق پر بھی آپ کی نبوت کے دلائل جمع نظر آئے جیسا ہرقل روم نے آپ کی اطلاع دی اور آپ کی ولادت اور رضاعت میں آثار برکت کا مشاہدہ ہوا اور زمانہ طفولیت میں ملائکۃ اللہ نے آپ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے اس کو نور سے بھر دیا اور اس کے ٹانکوں کا اثر صدرِ مبارک میں نمایاں رہا اور جب آپ ایک سفر میں ابوطالب کے ساتھ روانہ ہوئے تو ایک خدا رسیدہ نصرانی عالم نے

آپ میں نبوت کی علامات دیکھ کر آپ کی نبوت گواہی دی- (حجة الله البالغه ج ۲ ص ۲۰۵)

محدثین و اکابر کی ان تصریحات کے بعد جن میں مراتب حدیث کے عارف بھی ہیں اور خوش نگار اہلِ سیرت بھی اب یہ شبہ کس کو رہ سکتا ہے- کہ مذکورہ بالا حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کا وہ حصہ نہیں ہیں جن کو محض جھوٹ اور محض بے سروپا واقعات کی فہرست میں درج کیا جا سکے- جن کی تفصیلات ہم صفحاتِ گذشتہ میں بیان کر چکے ہیں-

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جن واقعات کے لیے روایات اور اسانید موجود ہوں خواہ وہ ضعیف سہی' کیا ان کو صرف اپنی ایک رائے کی بنا پر آپ کی سیرت سے خارج کر دیا جائے حالانکہ اس کے خلاف نہ کوئی ضعیف سے ضعیف سند ہو اور نہ روایت اس کی مؤید ہو- بے شک اگر کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں یہ مل جاتا کہ اصل واقعہ کی صورت یہ تھی تو پھر اب دونوں روایتوں میں موازنہ کرنے کے لیے اس قیاس آرائی کی کوئی گنجائش نکل آتی' لیکن یہاں جو روایت ہے وہ واقعہ کی ایک ہی صورت بیان کرتی ہے اور اس کے خلاف دوسری کوئی روایت موجود نہیں ہے اس لیے یہ کہنا تو درست ہو سکتا ہے کہ چونکہ اس کا روایتی پہلو ضعیف ہے اس لیے ہم کو مسلم نہیں' لیکن اپنی جانب سے یہاں ایک مستقل افسانہ بنا کر اس کو اصل روایت کی جگہ دے ڈالنا شاید یہ بھی بے اصل ہے- یہاں یہ مغالطہ نہ لگے کہ جو تاویلات ان روایات کی گئی ہیں خود واقعات ان کے مصدق ہیں' لہٰذا ان کو صحیح کہنا پڑے گا' کیونکہ کسی واقعہ کے صحیح ہونے اور اوپر سے اس کے مروی ہونے میں بڑا فرق ہے- بہت سی صحیح باتیں ہیں جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں لیکن ان کے لیے کوئی روایت تیار کر کے کھڑی کر دینا یہ صحیح نہیں یہی تو ''وضع'' کرنا کہلاتا ہے-

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کے بیان کرنے سے قبل ہم ان معجزات پر سند کے لحاظ سے قدرے روشنی ڈال دیں جن پر جھوٹ' افتراء اور مزخرفات کا حکم لگا دیا گیا ہے- آپ ان کی ان اسانید پر محدثین و حفاظ نے جو حکم لگائے ان کو ملاحظہ فرمالیجئے' پھر آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ان کو مستند و معتبر قرار دیں یا نہ دیں- آپؐ کے فضائل تک میں ان کو شمار کریں یا نہ کریں' مگر خدارا یہ تو انصاف کریں کہ کیا ان حدیثوں کو مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا کے مصداق میں داخل کر ڈالنا صحیح ہوگا- میں تو اگر تساہل کرنے کے لیے مسلم ابواب میں تشدد کا پہلو اختیار کروں تو ڈرتا ہوں کہ میرے ان معجزات کے انکار کی بنیاد کہیں میری بدعقیدگی نہ ٹھہرے اس سے زیادہ کہ محدثین کی اتباع میں ان کے تسلیم کرنے کی حقیقت صرف میری خوش عقیدگی اور عشقِ نبوی کو قرار دے ڈالا جائے- اب آپ بسم اللہ کہہ کر ان فضائل و معجزات کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں پھر یہ غور کریں کہ ہیں وہ کتنے بعید از عقل کہ نہ صرف ان کی دھجیاں اڑانا قابلِ فخر ''ریسرچ'' سمجھی جائے بلکہ ان کتب اور مسلم محدثین کو کھلم کھلا ''مجرمین'' کی صف میں شمار کر ڈالا جائے- ہمارے دل اور آنکھوں میں تو بجز ان کے احترام و توقیر کے اور کوئی مقام نہیں- فاکرم الله مثواهم فى الفردوس الاعلى . آمین.

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاحاديث التي قد تصدى الى تأويلها او انكارها بعض من له جنوح الى الا عتزال او غلبت على عقولهم التحقيقات الحديثة من غير نظر الى اسانيد ها و ما قال فيها الائمة و المحدثون

ان احادیث کا بیان جن کے انکار اور تاویل کے بعض وہ لوگ در پے ہوئے ہیں جن کا طبعی میلان معتزلہ کی جانب ہے یا ان کے دماغوں پر ''جدید تحقیقات'' کی وحشت طاری ہو چکی ہے۔ اس کے بغیر کہ ان کی اسانید اور علماء و محدثین نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس پر بھی نظر ڈالی گئی ہو۔

الرسول الاعظم و رؤيا امه حين و ضعته صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق آپؐ کی والدہ ماجدہ کا ایک نور مشاہدہ کرنا

(۱۳۰۹) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ

(۱۳۰۹) عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب و گل ہی کی حالت میں تھے یعنی ان کا پتلہ بھی تیار نہ ہوا تھا اور لو میں تم

(۱۳۰۹) * یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے چنداں غیر معمولی برکات کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ان کے گھر کے اندر مشاہدہ میں آئی ہیں یعنی ان کے مال و متاع میں برکت اور آپ کے اٹھان میں وہ زیادتی جو بالعموم دوسرے بچوں کو ایک ماہ میں میسر آتی وہ آپ کو ایک دن ہی میں حاصل ہو جاتی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا آپؐ کے متعلق یہ بیان اس بیان سے بہت ہی ملتا جلتا ہے جو قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق ذکر کیا ہے: وَ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا. (آل عمران:۳۷)
یہاں محدثین نے اس نور کے ساتھ جو آپ کی بوقت ولادت نمودار ہوا اور بھی بعض خصوصیات کا ذکر کیا ہے مثلاً آپ کا عام بچوں کے برخلاف اپنی انگشت مبارک اٹھائے دست مبارک زمین پر رکھنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان واقعات کا بیان کرنے والا آپ کی والدہ ماجدہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ اور چالیس سال کی عمر تک اس کے ناقل پورے ضبط و اتقان کے ساتھ کہاں مل سکتے ہیں۔ مگر اس پر تعجب ہی تعجب ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو بھی محدثین نے ایسی اسانید کے ساتھ پیش کیا ہے جو ان کے نزدیک معتبر تھیں جن کی تفصیلات ہم عربی میں نقل کر چکے ہیں۔ .....

طِيْنَتِهِ وَ سَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ بُشْرٰى عِيْسٰى وَ رُؤْيَا اُمِّي الَّتِيْ اَرَاَتْ وَ كَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَرَيْنَ و في رواية وَ اِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَتْ حِيْنَ وَ ضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَ تْ مِنْهُ قُصُوْرَ الشَّامِ.

کو اس کی ابتداء بتاتا ہوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں اور اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا (چنانچہ جب آپؐ پیدا ہوئے) تو آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا کہ جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی مائیں بھی دیکھا کرتی تھیں۔
(مسند احمد۔ طبرانی۔ مستدرک)

(رواه احمد باسانيد والبزار و الطبراني بنحوه وفي رواية في تفسير الرؤيا رؤيا امي التي رأت في منامها انها و ضعت نورا اضاء ت منه قصور الشام. قال الهيثمي واحد اسانيد احمد رجال الصحيح غير سعيد بن سويد وقد و ثقه ابن حبان. مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٢٣. و قد اخرج الحاكم في المستدرك نحوه (و هو على شرط الصحيح) ص ٢٠٠ ج ٢٠ و جعله الحافظ ابن حجر شاهدا لاحاديث رويت في هذا المعنى. و اخرج الهيثمي في مجمع الزوائد عن حليمة بنت الحارث السعدية التي ارضعته صلى الله عليه وسلم فذكر قصة كثرة لبنها و البركة في الغنم و حمل النوق و شق الصدروانه كان يشب في اليوم شباب الصبي في شهروان امه صلى الله عليه وسلم رأت النور وقت الوضع و اضاءة اعناق الابل ببصرى و وضع اليدبالارض رافعارأسه الى السماء للدعاء على خلاف سائر الولدان رواه ابو يعلىٰ و الطبراني و رجالهما ثقات (مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٢١). و اخرج اضاءة قصور الشام من مسند احمد باسانيد مختلفة عند احمد و البزار و الطبراني قال الهيثمي و احد اسناد احمد رجاله رجال الصحيح غير سعيد بن سويد و قد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٢٣) و المقصود ان تلك الواقعات التي ذكرت في كتب الدلائل و السير ليست باطلة باسرها كما زعم بل معتبرة عند اهل الحديث.)

الرسول الاعظم وهو اتف الجن و اخبار اليهود بمبعثه صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جنات کی غیبی آوازیں اور یہود کا آپؐ کی بعثت کے متعلق خبر دینا

(۱۳۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ

(۱۳۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے سنا ہو کہ میرا گمان ہے کہ یہ واقعہ اس طرح ہوگا پھر وہ

ف ..... اردوخواں اصحاب کے سامنے ان کا پیش کرنا عام طور پر غیر مفید معلوم ہوا۔ حدیث مذکور سے ایک جدید بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ نظارہ نہ صرف آپ کی والدہ کو نظر آیا بلکہ اس میں دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدات کو بھی شرکت نصیب تھی اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ ہر نبی کی شخصیت کوئی معمولی نہیں ہوتی لہٰذا ان کی ولادت پر ان کی والدات اگر کچھ عجائبات کا نظارہ کرلیں تو وہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ ان کا نظارہ نہ کرنا عجیب ہے۔ آج بھی ہم غیر معمولی نیک بخت بچوں کی ولادت پر اس قسم کے واقعات سنتے اور ان کا یقین کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مشاہدہ کرنے والا ان کی والدہ یا چند عورتوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور اس موقعہ پر سند کا مطالبہ اور وہ بھی بخاری کی شرط کا مطالبہ کرنا غیر معقول تصور کیا جاتا ہے۔

(۱۳۱۰) * حافظ ابن کثیرؒ نے اس حسین آدمی کا نام سواد بن قارب ازدی لکھا ہے اور اسی طرح بعض لفظوں میں کچھ کچھ ف .....

قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَذَا كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ مَرَّبِهٖ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَأَ ظَنِّيْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ. عَلَيَّ الرَّجُلَ فَدُعِيَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ مَارَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اُسْتُقْبِلَ بِهٖ رَجُلٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِيْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَاجَاءَ تْكَ بِهٖ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ اِذْجَاءَ تْنِيْ اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَ اَلَمْ تَرَالْجِنَّ وَ اِبْلَاسَهَا وَ يَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَ لُحُوْقِهَا بِالْقِلَاصِ وَ اَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا اَنَانَائِمٌ عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْجَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدُّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحُ. اَمْرٌنَجِيْحٌ. رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَاوَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَاجَلِيْحُ. اَمْرٌ نَجِيْحٌ. رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِيٌّ.

(رواه البخاري)

ٹھیک اسی طرح نہ نکلا ہو- ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف فرما تھے- سامنے سے ایک حسین شخص گذرا آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا: یا تو میرا خیال غلط ہے ورنہ یہ شخص یا تو اپنی اسی کفر کی حالت پر قائم ہے یا وہ پہلے کاہن ہوگا اچھا اس کو میرے پاس لاؤ- چنانچہ وہ سامنے حاضر کردیا گیا- حضرت عمرؓ نے اس سے بھی وہی بات فرمائی- اس نے کہا آج سے پہلے میں نے اس سے زیادہ تعجب کی بات اور کوئی نہیں دیکھی تھی کہ ایک مسلمان آدمی سے ایسی بات سنی جائے- حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ تو مجھ کو بات کی اصلیت ضرور بتا- اس نے کہا اچھا تو پھر بات یہ ہے کہ میں جاہلیت کے زمانے میں کاہن تھا اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا' جو جن تمہارے پاس خبریں لایا کرتا تھا' ان میں سب سے زیادہ تعجب خیز خبر کون سی تھی اس نے کہا ایک دن میں بازار میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس آیا اور کچھ گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا اس نے کہا' کیا تم نے جنات اور ان کی ناامیدی کا حال نہیں دیکھا وہ اوندھے منہ ذلیل ہوکر کس طرح مایوس پڑے ہیں اور اپنی اونٹنیوں اور کجاووں میں جا گھسے ہیں (یعنی اب بستیوں میں آمدورفت نہ ہوگی جنگل میں رہا کریں گے) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا- ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں ان کے بتوں کے پاس سو رہا تھا ایک شخص ایک بچھڑا لے کر آیا اور اس نے اس کو بھینٹ چڑھایا- میں نے ایک غیبی چیخ مارنے والے کی آواز سنی کہ ایسی شدید آواز اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی- کوئی کہتا ہے ''او جلیح (نام ہے) ایک کامیاب بات ظاہر ہوئی ایک فصیح شخص کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں''- یہ سن کر اور لوگ تو کود کود کر بھاگ گئے مگر میں نے کہا کہ میں تو یہاں سے اس وقت تک نہ ٹلوں گا جب تک کہ اس کی صحیح صحیح حقیقت معلوم نہ کرلوں- پھر وہی آواز آئی- اے جلیح ایک کامیاب بات ظاہر ہوئی- ایک فصیح شخص کہتا ہے ''ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں''- اس کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا- ابھی کچھ دن ہی نہ گذرے ہوں گے کہ یہ شہرت اڑ گئی کہ آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے- (بخاری شریف)

لله ..... فرق بھی نقل کیا ہے و یاسها من بعد انكاسها کے بجائے و اياسها من دينها ہے اور جليح کے بجائے ذریح کا لفظ ہے- اور ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ کلمات شعر نہیں سجع ہیں- (دیکھو البدایہ ج ۲ ص ۳۳۳) صحیح بخاری کی اس روایت سے جنات میں کھلبلی کا پڑ جانے اور بتوں سے آواز آنے کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ظہور کی برکات میں بتوں کا اوندھے لله .....

(۱۳۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظَ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنَ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ اُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ اُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّا مَا حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ حَدَثَ فَانْطَلَقُوْا فَضَرَبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا يَنْظُرُوْنَ مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِيْ تَوَجَّهُوْا نَحْوَتِهَامَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلَةٍ وَهُوَ عَامِدٌ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظَ وَ هُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ تَسَمَّعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ

(۱۳۱۱) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر عکاظ کے بازار کی طرف چلے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آسمانوں کی خبریں سننے کے لیے شیاطین کے اوپر جانے کی بندش ہو چکی تھی اور ان پر آتش باری ہونے لگی تھی- اس پر شیاطین واپس آ آ کر باہم یہ گفتگو کرنے لگے- آخر یہ بات کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں پر خبریں سننے کے لیے جا ہی نہیں سکتے اور ہمارے اوپر شہب کی بھر مار کی جاتی ہے- ہو نہ ہو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے' لہٰذا مشرق و مغرب کو چھان کر اس کی تحقیق کرو کہ بات کیا پیش آئی ہے- چنانچہ جنات اس واقعہ کی تحقیق کے لیے مشرق و مغرب میں پھیل پڑے- اتفاق سے جو جماعت تہامہ کی طرف چلی تھی وہ مقام نخلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچی اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بازار عکاظ کو جاتے ہوئے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب انہوں نے قرآن پاک سنا تو اور غور کے ساتھ کان لگا کر اس کو سننے لگے پھر بے ساختہ بول اٹھے کہ وہ بات ضرور یہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان بندش ہو گئی ہے- بس اسی وقت اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور اپنی قوم سے کہا' ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے' جو لوگوں کو بھلائی کی راہ دکھاتا ہے- ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں- اور اب ہم اپنے پروردگار کا کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرا سکتے - اس واقعہ کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر

ﷺ ..... منہ جاپڑنا بھی شامل ہے مگر آتش کدہ فارس کی تاویل کرنے والے یہاں بھی کب رک سکتے ہیں-
بتوں کی یہ آواز درحقیقت جنات ہی کی آواز تھی جن کا ان مجسموں کے ساتھ اتصال تھا- معلوم رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام سے قبل کا ہے اس لیے ان کا بت خانہ میں ہونا کچھ جائے تعجب نہیں-

تنبیہ: ''ھــــو اتف'' جن اور کاہنوں کی اخبار کا یہ واقعہ صحیح بخاری سے ثابت ہے- اس سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ آپ کی بعثت کی شہرت ان کے درمیان کتنی ہو گی- پھر وہ بھی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں یا حقیقت کے رنگ میں؟-

((۱۳۱۱) * صحیح بخاری کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ظہور اور بعثت کا حال بہت کچھ جنات کو بھی معلوم ہو ﷺ .....

تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَ اِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ. (رواه البخاری)

یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَ اِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ۔

(بخاری شریف)

(۱۳۱۲) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ شَیْخٌ اَدْرَکَ الْجَاهِلِیَّةَ وَ نَحْنُ فِیْ غَزْوَةِ رُوْدُس یُقَالُ لَهُ ابْنُ عِیْسٰی قَالَ کُنْتُ اَسُوْقُ لِاٰلٍ لَنَا بَقَرَةً فَسَمِعْتُ مِنْ جَوْفِهَا یَا اٰلَ ذَرِیْحٍ. قَوْلٌ فَصِیْحٌ. رَجُلٌ نَصِیْحٌ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. قَالَ فَقَدِمْنَا مَکَّةَ فَوَجَدْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ بِمَکَّةَ.

(۱۳۱۲) مجاہد کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شیخ نے بیان کیا جس کو ابن عیسیٰ کہا جاتا تھا اس وقت ہم غزوہ رودس میں مشغول تھے اس نے کہا کہ میں اپنے خاندان کی گائے چرا رہا تھا۔ میں نے اس کے اندر سے ایک آواز سنی' اے ذریح کے خاندان والو! ایک فصیح بات ایک خیر خواہ شخص کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور خدا کوئی نہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا ہم مکہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوئے نبوت کا اعلان کر چکے ہیں۔ (مسند احمد)

(رواه احمد و رجاله ثقات مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۴۳)

(۱۳۱۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ خَبَرٍ قَدِمَ عَلَیْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ امْرَءَةً کَانَتْ لَهَا تَابِعٌ قَالَ فَاَتَاهَا فِیْ صُوْرَةِ طَیْرٍ فَوَقَعَ عَلٰی جِذْعٍ لَهُمْ قَالَ فَقُلْتُ اَلَا تَنْزِلُ لِتُخْبِرَنَا وَ نُخْبِرَکَ قَالَ اِنَّهُ قَدْ خَرَجَ بِمَکَّةَ رَجُلٌ حَرَّمَ عَلَیْنَا الزِّنَاءَ وَ مَنَعَ مِنَّا الْقَرَارَ.

(۱۳۱۳) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو سب سے پہلی خبر ہم کو ملی وہ اس صورت سے ملی کہ ایک عورت کے ایک جن تابع تھا ایک دن وہ ایک پرندہ کی شکل میں اس کے گھر کے ایک کھجور کے ٹھڈ پر آ کر بیٹھا وہ کہتی ہے میں نے کہا آ ہمارا مہمان ہو جا اور تو ہم کو خبریں سنا اور ہم تجھ کو سنائیں۔ اس نے کہا ایک نبی مکہ میں ظاہر ہوئے ہیں جنہوں نے ہم پر زنا حرام کر دیا ہے اور کہیں جا کر رہنے سے ہم کو روک دیا ہے۔ (احمد۔طبرانی)

(رواه احمد و الطبرانی فی الاوسط و رجاله و ثقوا (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۴۳)

لله ..... چکا تھا اور ان کے لیے پریشانی کا موجب بھی بنا ہوا تھا لہٰذا اگر جنات کے متعلق اسی قسم کی دوسری حدیثیں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ متوسط اسانید سے مروی ہوں تو ان کو بے اصل سمجھنا یہ ایک ناانصافی ہے اور ان کے متعلق باطل اور خرافات کے الفاظ استعمال کرنا تو ظلم صریح ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو احادیث متوسط یا ضعیف اسانید کے ساتھ کتب دلائل میں روایت کی گئی ہیں' ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث مجمل یا مفصل کتب صحیحہ میں بھی موجود نظر آتی ہے۔ اس لیے ہزار آپ انکار یا تاویل کی راہ اختیار کریں لیکن اس نوعیت کے معجزہ کا ثبوت ماننا ہی پڑتا ہے۔

(۱۳۱۳) ✱ ان احادیث سے اہل کتاب اور جنات کے درمیان آپ کی بعثت کا مشہور ہونا اسناد حسن اور ایسے رجال کی روایت سے ثابت ہے جن کی توثیق کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر اس قسم کی شہرتیں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ کتب دلائل میں ملتی ہیں تو وہ نہ قابل انکار ہو سکتی ہیں نہ قابل تاویل۔ ان کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ ہاں جزم کے ساتھ ان کو اصطلاحی صحیح کا درجہ دے دینا یہ بھی بے محل ہو گا لیکن ان کی لله .....

(۱۳۱۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَهُوْدِيٌّ قَدْ سَكَنَ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَلْ وُلِدَ فِيكُمُ اللَّيْلَةَ مَوْلُوْدٌ قَالُوا لَانَعْلَمُ قَالَ انْظُرُوْا فَإِنَّهُ وُلِدَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ نَبِيُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عَلَامَةٌ لَا يَرْضَعُ لَيْلَتَيْنِ لِأَنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى فَمِهِ فَانْصَرَفُوْا فَسَأَلُوْا فَقِيْلَ لَهُمْ قَدْ وُلِدَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ غُلَامٌ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ مَعَهُمْ إِلٰى أُمِّهِ فَأَخْرَجَتْهُ لَهُمْ فَلَمَّا رَأَى الْيَهُوْدِيُّ الْعَلَامَةَ خَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ وَ قَالَ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَمَا وَ اللّٰهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ. قَالَ الْحَافِظُ.

(۱۳۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودی تھا' جو مکہ مکرمہ میں رہا کرتا تھا جس شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی' اس نے لوگوں سے تحقیق کی کہ آج کی شب میں کیا تمہارے گھروں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے- لوگوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں- اس نے کہا اچھا جاؤ تحقیق کرو کیونکہ اس شب میں ضرور اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے اس کے دو شانوں کے درمیان ایک علامت ہے اور دو راتوں سے اس نے منہ میں دودھ بھی نہیں لیا ہے' کیونکہ ایک سرکش جن نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ چھوڑا ہے- (یہ جھوٹ کہا) لوگ واپس ہوئے اور تحقیق شروع کی تو ان سے کہا گیا کہ ہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے وہ یہودی ان کو ساتھ لے کر ان کی والدہ کے پاس گیا انہوں نے آپ کو دکھلایا- یہودی کا اس علامت کو دیکھنا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور بولا افسوس بنی اسرائیل میں سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا- اے قریش یاد رکھو کہ یہ تم پر ایسا زبردست حملہ کریں گے' جس کی خبر مشرق سے مغرب تک اڑ جائے گی- (فتح الباری)

(رواہ یعقوب بن سفیان باسناد حسن فتح الباری ج ٦ ص ٣٧٧)

لـــہ ..... تکذیب کرنا اور ان کے بے اصل بنانے کی سعی کر کے دماغوں کو یہ باور کرانا کہ گویا کہ ایسی روایتیں ان محدثین کی صرف من گھڑت باتیں تھیں' یہ بھی قرین انصاف نہیں ہے بلکہ خلاف واقع اور اپنے منصب سے اونچی بات ہے- یہاں ہم نے اس قسم کی احادیث کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ صرف مشتے از نمونہ خروارے کے طور پر یہ بتانا چاہا ہے کہ اگر کسی متشدد قلم کو کچھ لکھنا ہی ہو اور ان معجزات کا انکار کرنا ہی ہو تو وہ ذرا سنبھل کر لکھے اور یہ نہ سمجھے کہ مافی الدار دیار ع

اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہیں

تنبیہ: مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت اس روایت سے بہت ہی ملتی جلتی ہے جو صحیح بخاری کی آپ کے ملاحظہ سے ابھی گذری اور ایسی بات پر ہم نے تنبیہ کی تھی کہ کسی متوسط روایت پر بے بنیاد ہونے کا حکم لگانے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ اس کی پشت پناہ دوسری صحیح سے صحیح روایت موجود تو نہیں-

(۱۳۱۴) * یہ ایک یہودی کی شہادت ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ان کی کتب میں صرف آپ کی صفات ہی کا ذکر نہ تھا بلکہ آپ کے وقت ولادت تک کا ذکر موجود تھا اور اسی بنا پر وہ آپ کی ولادت کی تحقیق کے لیے نکلا تھا- یہ روایت اگر چہ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے مگر حافظ ابن حجرؒ جو اس کے بڑے شارحین میں سے ہیں' اپنی مشہور کتاب فتح الباری میں اس کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں جس کو اردو میں صحیح کہنا درست ہے- گو اصطلاحی لحاظ سے اس میں فرق ہو- ہم ان دونوں میں فرق پر اپنے مقالہ میں پوری تبصرہ و تفصیل کر چکے ہیں وہاں دیکھ لی جائے-

(۱۳۱۵) عَنْ كَعْبٍؓ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَبْدِىَ الْمُخْتَارُ لَافَظٌّ وَ لَا غَلِيْظٌ وَ لَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَ لَا يَجْزِىْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَ لٰكِنْ يَعْفُوْ وَ يَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَ هِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَ اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَ الضَّرَّاءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَ يُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلَاةَ اِذَا جَاءَ وَقْتُهَا يَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَ يَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِىْ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَ صَفُّهُمْ فِي الصَّلَاةِ سَوَاءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ. (هذا لفظ المصابیح و روی الدارمی مع تغییر یسیر (مشکوٰة ص ۵۱۴) و روی البخاری بعضه عن عطاء بن یسار)

(۱۳۱۵) کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تورات سے ناقل ہیں کہ ہم آپ کی صفات تورات میں یہ لکھی ہوئی پاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ درشت زبان و طبیعت' نہ بازاروں میں شور کرنے والے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے' بلکہ بہت معاف کرنے والے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ مکہ مکرمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا مقام مدینہ طیبہ ہے اور آپ کی نبوت اور آپ کا دین ملک شام تک (جو انبیاء علیہم السلام کا مرکز ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خدا تعالیٰ کی اتنی تعریف کرنے والی ہے کہ اس کا لقب حمادون ہے' یعنی راحت و تکلیف میں خدا کی تعریف کرے گی۔ ہر مقام پر خدا کی حمد کرنے والی اور ہر اونچے مقام پر خدا کی تکبیر پڑھنے والی' آفتاب کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے والی نماز کو اپنے وقتوں پر ادا کرنے والی' نصف پنڈلیوں تک اپنی لنگی باندھنے والی اور اپنے ہاتھ اور پیر یعنی جسم کے اطراف کا وضو کرنے والی' ان کا مؤذن بلند مقام پر کھڑے ہو کر اذان کہنے والا' ان کی صف نمازوں میں ایسی سیدھی جیسی جہاد میں شب کی تاریکی میں پست آواز سے اس طرح تلاوت قرآن کرنے والی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھن بھن۔

(۱۳۱۵) * حدیث مذکور ترجمان السنہ میں پہلے گذر چکی ہے مگر یہاں اس کے نقل سے مقصد یہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کا تعارف مجاز و استعارہ کے رنگ میں نہ تھا بلکہ آپ کا نام آپ کی صفات آپ کی جائے پیدائش آپ کا مقام ہجرت حتیٰ کہ آپ کی امت کی وہ صفات جو سب میں زیادہ ممتاز ہیں یعنی ان کی نمازوں کا آفتاب کے طلوع وغروب اور اس کے زوال اور اس کے انتقالات سے متعلق ہونا وغیرہ وغیرہ بھی مذکور تھیں اور جب بحث کتب سابقہ کی آئے تو اس میں کعب احبار کا پایہ سب سے بلند ہے کیونکہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار علماء تورات میں چوٹی کے علماء میں تھا پھر اس روایت کے متفرق اجزاء صحیح بخاری اور دیگر کتب میں بھی ملتے ہیں اگر ان سب کو جمع کر لیا جائے تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی امت کا بھی پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اب یہاں یہ کہہ دینا کہ آپ کا تعارف احبار و یہود میں صرف مجاز و استعارہ کے رنگ میں تھا آفتاب پر خاک ڈالنے کے مراوف ہے۔ یہاں ترجمان السنہ جلد ثالث کی ذکر کردہ روایات پر نظر ڈالنی از بس ضروری ہے کیونکہ ہم نے اس جلد میں ایک مستقل باب اسی کے لیے قائم کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت اپنے کتنے بڑے تعارف کے ساتھ دنیا میں آتی ہے پھر ان میں سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کس درجہ کا موجود تھا یہاں ان روایات کا نقل کرنا محض تطویل اور بے فائدہ تکرار کا موجب ہوگا۔

الرسول الاعظم وصورته المباركة عند الملوك و الاحبار صلوات الله و سلامه عليه

(۱۳۱۶) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ الْمُطْعِمِ قَالَ كُنْتُ اَكْرَهُ اَذٰى قُرَيْشٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا ظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْهُ خَرَجْتُ حَتّٰى لَحِقْتُ بِدَيْرٍ مِنَ الدِّيَارَاتِ فَذَهَبَ اَهْلُ الدَّيْرِ اِلٰى رَأْسِهِمْ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ اَقِيْمُوْا لَهٗ حَقَّهُ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهٗ ثَلَاثًا... اِلٰى اَنْ قَالَ اِنَّ لَهٗ لَشَاْنًا فَاسْئَلُوْهُ مَاشَانُهٗ قَالَ فَاَتَوْهُ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنَّ فِيْ قَرْيَةِ اِبْرَاهِيْمَ ابْنُ عَمِّيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاٰذَاهُ قَوْمُهٗ فَخَرَجْتُ لِئَلَّا اَشْهَدَ ذٰلِكَ فَذَهَبُوْا اِلٰى صَاحِبِهِمْ فَاَخْبَرُوْهُ قَوْلِيْ قَالَ هَلُمُّوْا فَاَتَيْتُهٗ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قَصَصِيْ قَالَ تَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَ تَعْرِفُ شِبْهَهٗ لَوْ تَرَاهُ مُصَوَّرًا قُلْتُ عَهْدِيْ بِهٖ مُنْذُ قَرِيْبٍ فَاَرَاهُ صُوَرًا مُغَطَّاةً فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَشْبَهَ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ بِهٖ كَاَنَّهٗ طُوْلُهٗ وَ جِسْمُهٗ وَ بُعْدُ مَابَيْنَ مَنْكِبَيْهِ قَالَ فَتَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْهُ قُلْتُ اَظُنُّهُمْ قَدْ فَرَغُوْا مِنْهُ قَالَ وَ اللّٰهِ لَا يَقْتُلُوْهُ وَ لَيَقْتُلَنَّ مَنْ يُرِيْدُ قَتْلَهٗ وَ اِنَّهٗ لَنَبِيٌّ وَ لَيُظْهِرَنَّهُ اللّٰهُ. (الحديث رواه الطبراني عن شيخه مقدام بن داود ضعفه النسائي وقال ابن دقيق العيد في الامام انه وثق و هو حديث حسن (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۳) و قد مرفي ترجمان السنه ج ۳ ص

سلاطین اور اہل کتاب کے علماء کبار کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ موجود ہونے کا ثبوت

(۱۳۱۶) جبیر بن معطم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ایذا رسانی مجھ کو سخت ناپسند تھی- جب مجھ کو یہ خطرہ گذرنے لگا کہ اب یہ آپ کو قتل کرنے والے ہیں تو میں (مکہ سے) باہر نکل گیا- یہاں تک کہ ایک گرجے میں جا پہنچا- گرجے کے لوگ اس کے سردار کے پاس گئے اور اس کو میری اطلاع دی- اس نے کہا' تین دن تک اس کی مناسب مہمانی کرو- اس کے بعد کہا ضرور اس کو کوئی خاص بات پیش آئی ہے' جاؤ اس سے جا کر پوچھو کیا واقعہ پیش آیا ہے (راوی کہتا ہے) وہ آئے اور اس سے آکر پوچھا اس نے کہا' خدا کی قسم اور تو کوئی بات نہیں صرف اتنی بات ہے کہ حضرت ابراہیم کے وطن' یعنی شہر مکہ میں میرے چچا زاد بھائی کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے اس پر ان کی قوم نے ان کو ایذا دینی شروع کی' یہ دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا ہوں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو نہ دیکھوں- انہوں نے میری اس ساری داستان کی اطلاع اپنے رئیس کو جا کر دی- اس نے کہا اس کو یہاں بلا لاؤ- میں اس کے پاس گیا اور اپنا سارا ماجرا اس کو کہہ سنایا- اس نے کہا کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو قتل کر ڈالیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں- اس نے کہا اگر تم ان کی تصویر دیکھو گے تو کیا ان کی صورت پہچان لو گے- میں نے کہا میں ابھی ابھی تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں- اس کے بعد اس نے چند تصویریں دکھائیں' جو غلاف ڈھانکی ہوئی تھیں میں نے ان میں سے ایک کو دیکھ کر کہا کہ یہ تصویر ان سب تصویروں میں ان کے بہت مشابہ معلوم ہوتی ہے بس وہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قد و قامت' وہی آپ کی جسامت اور وہی آپ کے شانوں کے درمیان کا فاصلہ ہے- اس نے کہا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے- میں نے کہا میرا تو یہ یقین ہے کہ وہ ان کو قتل کر کے فارغ بھی ہو چکے ہوں گے- اس نے

۲۰۰ من تاریخ البخاری و مغازی موسی بن عقبۃ نحوہ قال الحافظ و ھی اصح ماصنف فی ذلک عند الجماعۃ۔(فتح الباری ج ۷ ص ۱۰)

کہا بخدا وہ اس کو قتل نہیں کر سکتے' بلکہ جوان کے قتل کا ارادہ کرے گا وہی اس کو قتل کریں گے یہ یقیناً وہ نبی ہیں اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر کے رہے گا۔ (طبرانی)

(۱۳۱۷) اِنَّ ھِشَامَ بْنَ الْعَاصِ وَ نُعَیْمَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ وَ رَجُلًا اٰخَرَ قَدْ سَمَّاہُ بُعِثُوْا اِلٰی مَلِکِ الرُّوْمِ زَمَنَ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ فَدَ خَلْنَا عَلٰی جَبَلَۃَ الْاَیْھَمِ وَ ھُوَ بِالْغُوْطَۃِ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَ اَنَّہٗ انْطَلَقَ بِھِمْ اِلَی الْمَلِکِ وَ اَنَّھُمْ وَجَدُوْا عِنْدَہٗ شِبْہَ الرَّبْعَۃِ الْعَظِیْمَۃِ مُذَھَّبَۃً وَ اِذَا فِیْھَا اَبْوَابٌ صِغَارٌ فَفَتَحَ مِنْھَا بَابًا فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ خِرْقَۃَ حَرِیْرٍ سَوْدَاءَ فِیْھَا صُوْرَۃٌ بَیْضَاءُ وَ ذَکَرَ صِفَۃَ اٰدَمَ ثُمَّ فَتَحَ بَابًا اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ حَرِیْرَۃً وَ فِیْھَا صُوْرَۃُ نُوْحٍ ثُمَّ اِبْرَاھِیْمَ ثُمَّ اَرَاھُمْ حَرِیْرَۃً فِیْھَا صُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھٰذَا اٰخِرُ الْاَبْوَابِ لٰکِنِّیْ عَجَّلْتُہٗ لِاَنْظُرَ مَا عِنْدَکُمْ ثُمَّ فَتَحَ اَبْوَابًا اُخَرَ وَ اَرَاھُمْ صُوْرَۃَ بَقِیَّۃِ الْاَنْبِیَاءِ مُوْسٰی وَ ھَارُوْنَ وَ دَاؤُدَ وَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَ صِفَۃُ لُوْطٍ وَ صِفَۃُ اِسْحَاقَ وَ ذَکَرَ اِنَّ ھٰذَا عِنْدَھُمْ قَدِیْمًا مِنْ عَھْدِ اٰدَمَ وَ اَنَّ دَانِیَالَ صَوَّرَھَا بِاَعْیَانِھَا۔ (رواہ موسی بن عقبۃ (الجواب الصحیح) ج ۳ ص ۲۷٤)

(۱۳۱۷) ہشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک شخص اور تھے جن کا نام انہوں نے بیان کیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شاہ روم کے پاس روانہ کیے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جبلۃ بن الایہم کے پاس گئے۔ اس وقت وہ مقام غوطہ میں تھا اور پورا قصہ ذکر کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ بادشاہ کے پاس ان تینوں کو لے گئے تو اس کے پاس ایک سنہرا معطر صندوقچہ دیکھا اس میں چھوٹے چھوٹے سے خانے بنے ہوئے تھے اس نے ایک خانہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں ایک سفید رنگ کی تصویر تھی اس کے بعد آدم علیہ السلام کی صورت کا ذکر کیا' پھر دوسرا خانہ کھولا اور اس میں سے بھی ایک ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں نوح علیہ السلام کی تصویر تھی اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت نکالی اس کے بعد ان کو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھائی اور کہا کہ یہ سب سے آخری خانہ کی ہے' لیکن میں نے اس کو نکالنے میں اس لیے جلدی کی ہے تاکہ میں تم سے ان کے متعلق پوچھوں۔ اس کے بعد اور خانے کھولے اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی تصاویر دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام' ہارون علیہ السلام' داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی صورتیں بھی دکھائیں اور کہا یہ ہمارے ہاں آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہیں اور ان کو دانیال علیہ السلام نے بنایا ہے۔ (موسیٰ بن عقبہ)
الجواب الصحیح ج ۳ ص ۲۷٤۔

(۱۳۱۷) ٭ ان معتبر اور مستند طریقوں سے کم از کم اتنا تو ثبوت ملتا ہے کہ احبار و ملوک کے پاس آپ کی تصویر بھی موجود تھی اور قیاس نہیں کہتا کہ ان بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کے پاس یہ تصاویر محض بے اصل موجود ہوں گی ہو سکتا ہے کہ فن تصویر کشی کا کمال ہو یعنی جیسا کہ تفاسیر اور محدثین کی کتب میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ان کا منتقل ہوتے چلا آنا' منقول ہے یہ ان کی ← .....

(۱۳۱۸) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ عَلَى الْمَقُوْقِسِ مَلِكِ مِصْرَ وَ الْاِسْكَنْدَرِيَّةِ مَلِكِ النَّصَارٰى أَخْرَجَ لَهُ صُوَرَ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَخْرَجَ لَهُ صُوْرَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَهَا.

(۱۳۱۸) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ مقوقس شاہِ مصر اور اسکندریہ شاہِ نصاریٰ کے پاس گئے تو اس نے ان کو انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بھی دکھائی، جس کو دیکھ کر فوراً انہوں نے پہچان لیا۔
(الجواب الصحیح ج ۳ ص ۲۷۵)

كذافي الجواب الصحيح ج ۳ ص ۲۷۵. و في ابتداء فتوح الشام مايدل على ان الاحبار كان عندهم شيئا من تصاويره صلى الله عليه وسلم.

ؒ ..... بنیاد ہو۔ ہمارا مقصد صرف مستند طریقوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ تصاویر ملوک و احبار و رہبان کے پاس پہلے سے موجود ہیں ان تصاویر کے محقق اور مستند ثابت ہونے کا دعویٰ نہیں وہ جیسی بھی ہوں مگر ان سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف آپ کے ظہور سے قبل عالم کو کتنا حاصل ہو چکا تھا۔ سطور بالا میں جبلۃ الایہم کا واقعہ عہد صدیقی کا ہے اور کہیں اس کی مخالفت کا ایک حرف بھی نظر سے نہیں گذرا، بلکہ ہمیشہ اس کو نظر اعتبار ہی سے دیکھا گیا ہے۔ ابوالسعود جو ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے اپنی مشہور تفسیر میں تابوتِ سکینہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و قال ارباب الاخبار ان الله تعالى انزل على ادم تابوتا فيه تماثيل الانبياء عليهم السلام من اولاده و كان من عود شمشاد نحوا من ثلاثة اذرع في ذراعين فكان عند ادم عليه السلام الى ان توفي فتوارث اولاده واحد ابعد واحد الى ان وصل الى يعقوب عليه السلام.... الى ان وصل الى موسى عليه السلام الخ.... ج ۱ ص ۱۸۳.

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت اتارا تھا، جس میں ان کی اولاد میں ہونے والے سب انبیاء علیہم السلام کی تصاویر موجود تھیں یہ شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ تین گز لمبا اور دو گز چوڑا تھا وہ صندوق ان کی زندگی تک ان کے پاس رہا، پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتے ہوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا یہاں تک کہ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے بعد مفسر موصوف نے اس پر رد و قدح کا ایک حرف بھی نہیں لکھا اور نہ اس کی ضرورت تھی اور نہ ہم یہاں خود ان تصاویر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ جس طریقہ پر بھی یہ تصویریں احبار و ملوک کے ہاتھ لگی ہوں، مگر آپؐ کے تعارف کی شہرت کا ایک یقینی ثبوت ضرور ہیں۔

(۱۳۱۸) * فتوح شام کی ابتداء میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے بڑے بڑے علماء کے پاس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک موجود تھی۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہی کافی تھی کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو موضوعات اور افتادہ نقول کو اپنی کتاب میں درج کر لیتے اور پھر ان کو مخالفین نصاریٰ کے سامنے رکھ دیتے لیکن ان روایات کو انہوں نے مستند جان کر ہی پیش کیا ہے۔

(۱۳۱۹) عَنْ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ لَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ ظَهَرَ اَمْرُهٗ بِمَكَّةَ خَرَجْتُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كُنْتُ بِبُصْرٰى اَتَتْنِيْ جَمَاعَةٌ مِنَ النَّصَارٰى فَقَالُوْا لِيْ اَمِنَ الْحَرَمِ اَنْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالُوْا فَتَعْرِفُ هٰذَا الَّذِيْ تَنَبَّاَ فِيْكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاَخَذُوْا بِيَدِيْ فَاَدْخَلُوْنِيْ دَيْرًا لَهُمْ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَ صُوَرٌ فَقَالُوْا لِيْ اُنْظُرْ هَلْ تَرٰى صُوْرَةَ هٰذَا النَّبِيِّ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَرَ صُوْرَتَهٗ قُلْتُ لَا اَرٰى صُوْرَتَهٗ فَاَدْخَلُوْنِيْ دَيْرًا اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ الدَّيْرِ فِيْهِ صُوَرٌ اَكْثَرُ مِمَّا فِيْ ذٰلِكَ الدَّيْرِ فَقَالُوْا لِيْ اُنْظُرْ هَلْ تَرٰى صُوْرَتَهٗ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِصِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ صُوْرَتِهٖ وَ اِذَا اَنَا بِصِفَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَ صُوْرَتِهٖ وَ هُوَ اٰخِذٌ بِعَقِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِيْ اُنْظُرْ هَلْ تَرٰى صِفَتَهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالُوْا هُوَ هٰذَا وَ اَشَارُوْا اِلٰى صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ اَشْهَدُ اَنَّهٗ هُوَ قَالُوْا اَتَعْرِفُ هٰذَا الَّذِيْ اٰخِذٌ بِعَقِبِهٖ قُلْتُ نَعَمْ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمْ وَ اَنَّ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِهٖ. (رواه البخاری فی تاریخه و قال فیه قال الذی اراه الصور لم یکن نبی الا کان بعده نبی الا هذا النبی ورواه ابو نعیم فی دلائل النبوة. کذافی الجواب الصحیح ج ۳ ص ۲۷۳)

(۱۳۱۹) جبیرؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آپؐ کی شہرت اڑ گئی تو اتفاق سے میں شام کے لیے نکلا- جب بصریٰ پہنچا تو میرے پاس نصرانیوں کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم کے رہنے والے ہو- میں نے کہا جی ہاں انہوں نے پوچھا کیا تم اس شخص کو بھی پہچانتے ہو' جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے- میں نے کہا کیوں نہیں- یہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ایک گرجا میں لے گئے' جس میں کچھ تصویریں وغیرہ تھیں اور مجھ سے کہا ذرا غور کر کے دیکھنا کہ ان میں کوئی شکل وصورت اس نبی کی سی ہے' جو تم میں بھیجے گئے ہیں- میں نے دیکھا تو ان میں آپ کی سی کوئی صورت نظر نہ پڑی' میں نے کہا ان کی صورت تو ان میں کوئی نہیں پھر وہ اس سے ایک بڑے گرجے میں مجھ کو لے گئے' جس میں پہلے سے زیادہ تصویریں تھیں اور مجھ سے کہا اچھا ان میں سے کسی کی صورت ان سے ملتی جلتی نظر آتی ہے- میں نے غور کیا تو ایک تصویر بالکل آپ کی سی تھی بلکہ ایک تصویر بالکل صدیق اکبر جیسی بھی تھی اس تصویر میں صدیق اکبر آپؐ کے پیر پکڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا خوب غور سے دیکھنا یہ تصویر تم کو بالکل آپ کی تصویر معلوم ہوتی ہے یا نہیں- میں نے کہا جی ہاں- پھر آپؐ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے انہوں نے کہا یہ تصویر' یہ میں نے کہا جی ہاں یہی- میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ آپ کی ہی تصویر ہے' پھر انہوں نے کہا یہ شخص جو ان کے پیروں کو پکڑے ہوئے ہیں ان کو بھی پہچانتے ہو- میں نے کہا جی ہاں- اس کے بعد انہوں نے کہا ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ تمہارے نبی یہی ہیں اور جو شخص ان کے پیروں کے پاس ہیں یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں- بخاری نے اپنی تاریخ میں اس پر اتنا اور نقل کیا ہے کہ جو شخص ان کو صورتیں دکھا رہا تھا اس نے کہا کہ جو نبی گذرا ہے اس کے بعد دوسرا نبی ضرور پیدا ہوا ہے- مگر یہ نبی ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا- (الجواب الصحیح ج ۳ ص ۲۷۳)

(۱۳۱۹) * ان جملہ روایات سے جن میں ملوک اور اساقفہ بھی ہیں آپ کی تصاویر کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور ان سب کے بیانات میں اتنا اشتراک ہے کہ قیاس نہیں کہتا کہ مختلف ادوار کی یہ صرف من گھڑت کہانیاں ہوں بالخصوص جب کہ ثقات محدثین بھی ان کو اپنی کتاب میں نقل کر کے اپنے دشمنوں کے سامنے بطریق حجت پیش کرتے ہوئے نظر آ رہے ہوں-

الرسول الاعظم وتسبیح الحصیات فی یده الشریفة صلوات الله وسلامه علیه

آنحضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیحات پڑھنا

(۱۳۲۰) عَنْ سُوَیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ رَأَیْتُ اَبَاذَرٍّ جَالِسًا وَحْدَهٗ فَاغْتَنَمْتُ ذٰلِکَ فَجَلَسْتُ اِلَیْهِ فَذَکَرْتُ لَهٗ عُثْمَانَ فَقَالَ لَا اَقُوْلُ لِعُثْمَانَ اَبَدًا اِلَّاخَیْرًا لِشَیْءٍ رَأَیْتُهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُنْتُ اَتَّبِعُ خَلَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَتَعَلَّمُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ یَوْمًا فَاِذَا هُوَ قَدْ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهٗ فَجَلَسَ فِیْ مَوْضِعٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَهٗ فَقَالَ یَا اَبَاذَرٍّ مَاجَاءَ بِکَ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَسَلَّمَ فَجَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ مَاجَاءَ بِکَ یَا اَبَابَکْرٍ قَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَجَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ یَا عُمَرُ مَا جَاءَ بِکَ قَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَتَنَاوَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ حَصَیَاتٍ اَوْتِسْعَ حَصَیَاتٍ فَسَبَّحْنَ فِیْ یَدِهٖ حَتّٰی سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِیْنًا کَحَنِیْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَ ضَعَهُنَّ فَخَرِسْنَ ثُمَّ وَ ضَعَهُنَّ فِیْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ فَسَبَّحْنَ فِیْ یَدِهٖ حَتّٰی سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِیْنًا کَحَنِیْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَ ضَعَهُنَّ فَخَرِسْنَ ثُمَّ تَنَاوَ لَهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ فِیْ یَدِ عُثْمَانَ فَسَبَّحْنَ فِیْ یَدِهٖ حَتّٰی سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِیْنًا کَحَنِیْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَ ضَعَهُنَّ

(۱۳۲۰) سوید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوذر کو تنہا دیکھا تو فرصت کو غنیمت سمجھ کر ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ آ گیا - انہوں نے فرمایا کہ ان کی شان میں بھلائی کے سوا میں ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا' کیونکہ ان کی ایک خاص بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھ چکا ہوں - بات یہ تھی کہ میں اکثر ایسے موقعوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پا جاؤں تو کچھ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر لوں - ایک دن اسی تلاش میں گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جا چکے تھے میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے - میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' ابوذر کہو کیسے آئے - میں نے عرض کی صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ نکلے اور سلام کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب آ بیٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی پوچھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے - پھر اس کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے وہ آ کر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائیں بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی پوچھا کہو کیوں آئے انہوں نے بھی وہی جواب دیا - اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں سات یا نو کنکریاں لیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح میں نے بھی صاف صاف سن لی - پھر آپ صلی اللہ

(۱۳۲۰) * اصل واقعہ تو کتب مشہورہ میں صحیح احادیث سے ثابت ہے جو قابل انکار نہیں ہو سکتا' لیکن کنکریوں کا تسبیح کرنا بھی معتبر طرق سے ائمہ حدیث نے ثابت کیا ہے جس کے حوالجات ہم عربی عبارت میں اوپر نقل کر چکے ہیں - ان کے غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی - فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ.

فَخَرَسْنَ. (رواہ البزار باسنادین و رجال احدھما ثقات و فی بعضھم ضعف. قلت و قد تقدم فی الخلافۃ لہ طریق عن ابی ذر ایضا و قال الزھری فیہا یعنی الخلافۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط و زاد فی احدی طریقیہ یسمع تسبیحھن من فی الحلقۃ فی کل واحد و قال ثم دفعھن الینا فلم یسبحن مع احد منا (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۹) و راجع البدایۃ و النہایۃ ج ٦ ص ۱۳۲ و ج ٦ ص ۲۷٦)

علیہ وسلم نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں اس کے بعد ان کو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا یہاں تک کہ وہ ان کے ہاتھ میں پھر اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں اور ان کی شہد کی مکھیوں کی طرح بھن بھن کی آواز میں نے بھی صاف صاف سن لی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا وہ پھر خاموش ہو گئیں پھر ان کو لے کر آپ نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے بھی سنی وہ اس طرح کی آواز تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے- اس کے بعد ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ پھر خاموش ہو گئیں-

الرسول الاعظم و ماروی فی فضلاتہ صلوات اللہ و سلامہ علیہ

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق حدیث کا فیصلہ

(۱۳۲۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَرَاکَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ ثُمَّ يَأْتِی الَّذِیْ بَعْدَکَ فَلَا يَرٰی لِمَا يَخْرُجُ مِنْکَ اَثَرًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْاَرْضَ اَنْ تَبْتَلِعَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ.

(۱۳۲۱) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں یہ دیکھتی ہوں کہ آپ جائے ضرورت میں تشریف لے جاتے ہیں، پھر جو شخص آپؐ کے بعد وہاں جاتا ہے وہ آپؐ کے فضلہ کا کوئی نشان تک نہیں دیکھتا آپؐ نے فرمایا عائشہؓ! کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فضلات کو نگل لے- (افراد دار قطنی)

(اخرجہ الدارقطنی فی الافراد و رجال اسنادہ ثقات و لما قال السیوطی ھذا سند ثابت و ھو اقوی طرق ھذا الحدیث انتہی و اخرجہ البیہقی بسند فیہ حسین بن علوان فحکم علیہ "من موضوعات حسین بن علوان" فقد تابع عبدۃ ابن علوان کما مر عند الدارقطنی و تابعہ ایضا ارطاۃ بن قیس الاسدی عن ہشام اخرجہ ابوبکر الشافعی و ھی متابعۃ تامۃ و لہ طریق اخری عند ابن سعد و رجالہ ثقات الا محمد بن زاذان المدنی فمتروک و طریق اخری عند الحاکم فی مستدرکہ و طریق اخری عند ابی نعیم و اخری عند ابی بکر الشافعی - فقول البیہقی انہ موضوع محمول علی انہ لم یطلع علی ھذہ الطرق اذ یتعذر معھا دعوی الوضع- شرح المواھب ج ٤ ص ۲۲۹ - و فی الشفاء لابن سبع بسکون الباء عن بعض الصحابۃ "قال صحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فلما اراد قضاء الحاجۃ تامتہ و قد دخل مکانًا فقضی حاجتہ فدخلت الموضع الذی خرج منہ فلم أرلہ اثر غائط و لا بول و رأیت فی ذلک الموضع ثلاثۃ احجار فاخذتھن فوجدت لھن رائحۃ طیبۃ و عطرا بکسر العین قال العلامۃ القسطلانی و قد سئل الحافظ عبدالغنی المقدسی المتوفی سنہ ٦۰۰ھ "ھل روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مایخرج منہ تبتلعہ الارض فقال قد روی ذلک من وجہ غریب ای ضعیف و الظاھر المنقول یؤیدہ فانہ لم یذکر عن احد من الصحابۃ انہ راٰہ و لا ذکرہ فلو لم تبتلعہ الارض لرأی فی بعض الاوقات"- شرح المواھب ج ٤ ص ۲۲۸)

(۱۳۲۱) ٭ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ وہ پوری سند بھی نقل کر دی جائے جس کو دار قطنی نے افراد میں ذکر کیا ہے: **حدثنا موسی بن سلیمان انبانا محمد بن حسان الاموی انبانا عبدۃ بن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ الحدیث-** ...

(۱۳۲۲) عَنْ اُمِّ اَیْمَنَ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّیْلِ اِلٰی فَخَارَةٍ فِیْ جَانِبِ الْبَیْتِ فَبَالَ فِیْهَا فَقُمْتُ مِنَ اللَّیْلِ وَاَنَا عَطْشَانَةٌ فَشَرِبْتُ مَا فِیْهَا وَ اَنَا لَا اَشْعُرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اُمَّ اَیْمَنَ قُوْمِیْ فَاَهْرِیْقِیْ مَا فِیْ تِلْکَ الْفَخَارَةِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ

(۱۳۲۲) ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں اٹھے تو آپ نے مٹی کے ایک برتن میں جو گھر کے ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا جا کر پیشاب کیا- اسی شب میں میں اتفاق سے اٹھی تو اس وقت مجھ کو پیاس لگ رہی تھی- میں جا کر جو کچھ اس برتن میں تھا پی گئی اور مجھ کو اس بات کا کچھ علم نہ تھا کہ اس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیشاب رکھا ہوا تھا- جب صبح ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

لله ..... موسیٰ بن سلیمان جو اس سند کے راوی ہیں یہ دارقطنی کے شیخ تھے- ان کے متعلق دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ شخص تھے- اس کے دوسرے راوی محمد بن حسان ہیں- اس کے متعلق شارح مواہب لکھتے ہیں ''ثقہ'' یعنی یہ بھی ثقہ ہیں اور عبدة تو رجال صحیحین میں سے ہیں- اس کے بعد سند سب معروف ہے- اس کے علاوہ حافظ زرقانی نے اس کے دوسرے متابعات بھی ذکر فرمائے ہیں جو ہم نے متن کتاب میں نقل کر دیئے ہیں- اس کے بعد حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ ان اسانید کے پیش نظر حدیث مذکور پر ''موضوع'' کا حکم لگانا بہت مشکل ہے اس لیے بیہقی کا اس پر وضع کا حکم لگانا اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ ان کو ان سب طریقوں کی اطلاع نہ ہوگی-

حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے اس کی اس سند کی بنا پر جو ان کے علم میں تھی اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے مگر ایک قیاس ایسا ذکر فرمایا ہے جس سے ان کی رائے کا اندازہ بھی ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں ''کہ جو صحابہؓ سفر وغیرہ میں آپؐ کے ہمراہ رہتے تھے ان میں سے کسی نے بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے آپ کا فضلہ کبھی دیکھا تھا لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگر زمین اس کو نہ نگلتی تو وہ کبھی تو کسی کو نظر آتا''- یہ واضح رہے کہ دارقطنی کی روایت میں اس حدیث کا راوی حسین بن علوان نہیں ہے اور اسی کی بنا پر امام بیہقی نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے-

تنبیہ: گذشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ کسی حدیث پر کسی محدث کے ضعیف یا موضوع حکم لگانے کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ حدیث علی الاطلاق ضعیف ہے' بلکہ وہاں یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ اس کا دوسرا کوئی اور طریقہ ایسا موجود ہو جس کے لحاظ سے اس کو ضعیف کی فہرست سے خارج کر دیا جائے- اس لیے کسی محدث کے ضعف کے حکم سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ''اب اس کے لیے ایسا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہوگا' جس کے اعتبار سے اس کو معتبر قرار دیا جا سکے'' یہ خلاف واقع نظر ہے-

(۱۳۲۲) * حافظ بدرالدین عینی شارح بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں متعدد روایات آئی ہیں اور میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرے شخصوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا اگر ان کے بول و براز نجس ہوں تو اس قیاس پر آپؐ کے فضلات کو بھی نجس کہہ ڈالنا بالکل بے بنیاد ہوگا اس بارے میں میرا عقیدہ تو یہی ہے اب کوئی شخص اس کے خلاف کہے تو میں اس کے سننے سے قاصر ہوں-

اب اس وقت ہمارے سامنے دو گروہ ہیں یا تو وہ ہیں جو عام طور پر نجاست و طہارت کے باب ہی سے آشنا نہیں' ان کے نزدیک تو صفائی یا گندگی کے سوا ان الفاظ کا کوئی اور مفہوم ہی نہیں ہے اور یا پھر ایک گروہ وہ ہے جو بعض حیوانات کے بول و براز کو نہ صرف پاک بلکہ تبرک کی حد تک سمجھتا ہے اور نہ صرف کسی عذر یا اتفاقیہ صورت میں' بلکہ اصولی طور پر پھر ہم کو معلوم نہیں کہ اگر محدثین کی کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی کوئی روایت نظر آ جاتی ہے جس کا روایتی پلہ کچھ زیادہ بھاری نہ ہو تو آپ اس پر سراسیمہ لله .....

شَرِبْتُ مَا فِيْهَا قَالَتْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَ اللّٰهِ لَا يَيْجَعَنَّ بَطْنُكِ وَجْعٌ اَبَدًا.

(اخرجه الحافظ الحسن بن سفيان العسفری المتوفی ٣٠٢ھ فی مسنده و الحاکم و الدارقطنی و الطبرانی و ابو نعیم و ام ایمن هی مولاته ﷺ و حاضنته. شرح المواهب ج ٤ ص ٢٣١ و ٢٣٢)

ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جاؤ اور جو کچھ اس برتن میں ہے' اس کو لے جا کر بہا دو میں نے تعجب سے کہا بخدا میں تو (شب میں) اس کو پی گئی - وہ کہتی ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں ہوئے یہاں تک کہ دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے - آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جا تیرے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہو گی - یہ ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی اور دایہ تھیں اور آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا - (حاکم - دارقطنی)

و فيه قال الدارقطني هو حديث حسن صحيح و تعقب انه قال في علله انه مضطرب جاء عن ابي مالك النخعي و هو ضعيف اه. قال النووي ان القاضي حسينا قال بطهارة جميع فضلاته صلى الله عليه وسلم و بهذا قال ابو حنيفةؒ كما قاله العيني و قال شيخ الاسلام ابن حجر قد تكاثرت الادلة على طهارة فضلاته صلى الله عليه وسلم شرح المواهب ج ۴ ص ۲۳۳.

و قال العيني بعد مانقل عدة روايات من هذا الباب و انا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره و ان قالوا غير ذلك فاذني عنه صماء. عمدة القاري ج ۱ ص ۷۷۸.

و فيه و كيف يقول ذلك (ابو حنيفةؒ) وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته صلى الله عليه وسلم. عمدة القاري ج ۱ ص ۸۲۹.

بقیہ ..... کیوں ہوتے ہیں - ظاہر ہے کہ اس بی بی کے بحالت نادانستگی کسی عمل پر کوئی اچھا نتیجہ مرتب ہو جانے سے کوئی قاعدہ کلیہ اور تشریع عام ثابت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ عام صحابہؓ نے کبھی اس عمل کے نقل کرنے کی کوشش نہیں کی' بلکہ جن اکابر کا رجحان آپؐ کے فضلات کی طہارت کی طرف ہے انہوں نے بھی اس کے استعمال کے متعلق کوئی حرف نہیں کہا - یہاں گفتگو اگر ہے تو صرف طہارت و نجاست کے باب میں ہے - آخر مٹی کو سب پاک تسلیم کرتے ہیں' مگر اس کے کھانے کی اجازت کوئی نہیں دیتا - شافعیہؒ اصولی طور پر انسانی منی کی طہارت کے قائل ہیں اس کے باوجود اس کے خروج سے غسل کرنا فرض کہتے ہیں - پس یہاں طہارت اور خورد و نوش کے دو مسئلوں کو خلط کرنا نہیں چاہیے - جہاں تک علماء کے رجحان کا تعلق ہے وہ حدیث مذکور کی بنا پر صرف اس کی طہارت کا ہے شرب کا مسئلہ نہیں ہے - اب رہ گیا حدیث میں اس جزئی واقعہ میں اس کے استعمال کی فضیلت کا تذکرہ تو وہ اس عمل کے نادانستگی کی حالت میں کر لینے کی بنا پر ہے -

اس مقام پر احقر کا خیال ناقص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی جو نسبت بحق امت ہے' ضروری نہیں ہے کہ وہی نسبت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ بھی موجود ہو - کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شے میں فضلہ کا رتبہ اس کی اصل کے رتبہ سے کمتر ہوتا ہے اگر چہ دوسری اشیاء کے مقابل میں وہ فضلہ کتنی ہی بلند نسبت رکھتا ہو مثلاً روغنِ بادام کے بعد جو اس کا فضلہ ہوتا ہے وہ سرسوں کے فضلہ بلکہ خود سرسوں سے بھی افضل سمجھا جاتا ہے - بہر حال اس مثال سے قطع نظر کیجئے تو بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اصل شئے اور اس کے فضلے کے درمیان جو نسبت ہوتی ہے اس فضلہ کی دوسری اشیاء کے ساتھ وہی نسبت قائم رہنی ضروری نہیں ہے - اس لحاظ سے بہت ممکن ہے کہ آپؐ کے فضلہ کی جو نسبت آپ کی امت کے ساتھ ہو وہ اس نسبت سے مختلف رہے' جو اس کی خود آپؐ کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی و به ينحل ما يمكن ان يختلج في الصدور انشاء الله تعالى هذا ما حدثت به نفسي فان كان صوابا بقیہ .....

الرسول الاعظم وبعض خصائص جسده الشريف صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض جسمانی خصوصیات کا ذکر

(۱۳۲۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِىِّ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ قَالَ بُكَيْرٌ ثَنَا بَكْرٌ وَ قَالَ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ. رواه البخاری و ذکر انسؓ انه کان

(۱۳۲۳) عبداللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے کشادہ کر دیتے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل دیکھ لیتے تھے۔ راوی کہتا ہے، یعنی بغل کی سپیدی دیکھ لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ جب بارش کے لیے دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھا دیتے کہ آپ

☜ ..... فمن الله و ان كان خطأ فمنى و من الشيطان.

تنبیہ: یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض مرتبہ حدیثوں میں تحسین صرف حسنِ نیت کی ہوتی ہے، حسنِ عمل کی نہیں۔ اسی لیے جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگوانے کے خون کے پی لینے کا واقعہ مذکور ہے اور اس پر آپ کی جانب سے تحسین کے کلمات مروی ہیں وہ مسئلہ کی لاعلمی کی حالت میں اس صحابی کی حسنِ نیت پر ہی ہیں جیسا کہ ایک صحابی کا ہر رکعت میں قل ھو اللہ کی دوسری سورت کے ساتھ بھی پڑھتے رہنے کا تذکرہ جب آپؐ کے سامنے آیا تو آپ نے اس سورت کے بار بار پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو اس صحابی نے جواب دیا "لان فيها صفة الرحمن و انى احبها" اس نے کیا خوب بات کہی اور کیا اچھی نیت بیان کی اس پر آپؐ نے فرمایا حبک ایاها ادخلک الجنة ان کلماتِ عالیہ کے باوجود کسی امام کے نزدیک بھی ہر رکعت میں اس سورت کا تکرار مستحب بھی نہیں۔ چہ جائیکہ سنت ہو، کیونکہ یہاں تحسین صرف اس کی نیت کی تھی نہ کہ عمل کی نبه عليه الحافظ ابن تيميه فى اقتضاء الصراط المستقيم۔

(۱۳۲۳) ✱ بعض علماء نے آپ کی بغلوں کی سپیدی کو آپ کے فضائل میں شمار کیا ہے حافظ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قيل المراد بوصف ابطيه بالبياض انه لم يكن تحتهما شعر فكانا كلون جسده.

یعنی چونکہ آپ کی بغلوں میں عام عادت کے خلاف بال نہ تھے اس لیے ان کا رنگ بھی آپ کے سارے جسم کی طرح تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۵۲۸)

امام قرطبی، محب الطبری اور سیوطی وغیرہ نے اس کو آپ کے معجزات میں شمار کیا ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اس کو آپ کے فضائل کے باب میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ عرب کے گرم ملک میں بغلوں میں بالوں کا بالکل نہ ہونا ضرور ایک عجیب بات تھی۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرتے کہ آپ کی بغلوں میں درحقیقت بال تھے یا نہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ راوی نے جہاں کہیں آپ کے دست مبارک اٹھانے کا ذکر کیا ہے، وہاں بیشتر آپ کی بغلوں کی اس سپیدی کا ذکر ضرور کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اس اہتمام کا داعیہ ضرور آپ کی کسی غیر معمولی خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس لیے جن علماء نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے ان پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے ان کی مراد معلوم کر لینی بھی ضروری ہے تاکہ اتنی بات تو کم از کم صاف ہو جائے کہ انہوں نے محض ایک معمولی بات کو معجزہ قرار نہیں دیا۔ ہمارے نزدیک آپ کی اس صفت کی حیثیت وہی ہے جو شمائل میں آپ کی دوسری صفت "بعيد مابين المنكبين" ☜ .....

یرفع یدیہ (فی الاستسقاء) حتی یری بیاض ابطیہ و قال ابو موسی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رفع یدیہ و رأیت بیاض ابطیہ.(صحیح بخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سپیدی نظر آنے لگتی تھی - ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھ لی-
(صحیح بخاری)

(۱۳۲۴) عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ قَالَ وُلِدَ

(۱۳۲۴) عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

لله ..... کی ہے' یعنی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ تھا - جیسا کہ اسی کتاب میں گذر چکا ہے آپ کے شانوں کا یہ فاصلہ کچھ ایسا ممتاز تھا کہ کتب سابقہ میں اس کو آپ کی علاماتِ نبوت میں سے ایک خاص علامت شمار کیا گیا ہے - حتیٰ کہ جب کبھی پادریوں نے آپ کے شکل و شمائل کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے تو اس صفت کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے - جب تک یہ حقیقت ہمارے نظروں سے نہ گذری تھی' ہمیشہ اس لفظ کی شرح میں ہم کو تامل رہا کرتا تھا - شارحین نے صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ کے مونڈھوں کے درمیان فاصلہ کا ہونا آپ کے سینہ کے چوڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے اور مردوں میں یہ اچھی صفت شمار ہوتی ہے' لیکن ہم کو کبھی اس سے تسلی نہ ہوئی اور دل میں یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ پھر اس کی بجائے راوی براہ راست آپ کے صدر مبارک کا چوڑا ہونا کیوں نہیں کہہ دیتا پھر جب دیکھا کہ کتب سابقہ میں آپ کی علامت میں سے یہ بھی ایک علامت تھی' حتیٰ کہ پادری خاص طور پر اس کا بھی ذکر کرتے تھے تو اب سمجھ میں آیا کہ وسعتِ صدر کے علاوہ یہ آپؐ کی کوئی خاص علامت تھی - اسی طرح راوی جابجا آپ کے دست مبارک کی خنکی (ٹھنڈک) کا ذکر کرتا ہے یہ بھی عام خنکی نہ تھی' بلکہ آپ کی کوئی مخصوص صفت تھی جیسا کہ آئندہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا ہر جگہ آپ کی صفات کو بے وجہ معمولی صفات میں داخل کرنے کی کوشش کرنی آپ کی جسمانی مخصوص صفات کے ایک بڑے طویل و عریض باب سے غفلت کا نتیجہ ہے-

(۱۳۲۴) * ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اس واقعہ کے لیے صحیحین کے درجہ کی اسناد کہاں سے میسر آسکتی ہیں' اس قسم کے واقعات ہمیشہ عام شہرت کی بنا پر ہی منقول ہوا کرتے ہیں اور قبول بھی کیے جاتے ہیں - کوئی شبہ نہیں کہ آپؐ کے پیدائشی مختون ہونے کی شہرت اس درجہ ہے کہ آپ کی امت میں جو بچہ بھی اس صفت کا پیدا ہوتا ہے اس کو ''رسولیہ'' کہا جاتا ہے - جن محدثین نے اس واقعہ کے لیے تواتر کا لفظ استعمال کیا ہے ان کی مراد تواتر سے یہی تواتر ہے جس کو اصطلاح میں ''استفاضہ'' سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے - یہ تو صرف ایک تاریخی واقعہ تھا اور وہ بھی زمانہ جاہلیت کا لیکن محدثین کے ہاں کچھ متون احادیث بھی ایسے ہیں' جو صرف عام شہرت کی بنا پر نقل ہوتے چلے آرہے ہیں' مثلاً ابوالدرداءؓ صحابی سے روایت ہے کہ جو شخص دین کے معاملات کی چالیس حدیثیں زبانی یاد کرے اللہ تعالیٰ روز محشر اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں اس کی گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا - یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے پھر اس درجہ مشہور ہوئی کہ محدثین نے اسی حدیث کے تحت ''اربعین'' یعنی چہل حدیث کے عنوان سے مستقل مستقل تالیفات فرمائی ہیں جن میں چالیس چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں تاکہ اگر کسی کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کا شوق ہو تو وہ ان کے ذریعہ سہولت سے حاصل کر سکے - اس کے بعد بڑے بڑے علماء نے ان مصنفات کی شروح بھی لکھی ہیں' لیکن اس کے باوجود اس حدیث کے متعلق امام احمدؒ کا ارشاد یہ ہے:

هذا متن مشهور فيما بين الناس و ليس له اسناد صحيح. (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

لوگوں میں اس حدیث کی شہرت تو بہت ہے مگر اس کی کوئی سند صحت کے درجہ کی نہیں ہے-

لله .....

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْتُوْنًا مَسْرُوْرًا. وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔ (بیہقی)

(الحديث . رواه البيهقي. قال الحافظ ابن كثير و في صحته نظر و قدرواه الحافظ ابن عساكر من طرق عديدة و زعم بعضهم انه متواتر و في هذا كله نظر. كذافي البداية و النهاية ج ٢ ص ٢٦٥.

لله ..... ہم پہلے تنبیہ کر چکے ہیں کہ محدثین کی اس اصطلاحی صحت کی نفی کا مطلب اردو محاورہ کے مطابق یہ سمجھ لینا کہ وہ لغو اور بے سرو پا اور جھوٹ کا دفتر ہے یہ محض غلط ہے۔ پھر اگر فضائل کے باب کی ایک ضعیف حدیث اہل علم کے نزدیک اس اعتناء کے قابل سمجھی گئی کہ اس پر تصانیف اور شروح تک لکھنے کا ایک طریقہ چل گیا تو پھر آپ کے پیدائشی مختون ہونے واقعہ کو اتنا نظر انداز کر ڈالنا کہ اگر کسی نے اس کو آپؐ کے فضائل میں شمار کرلیا ہے تو گویا وہ آپ کی سیرت پر ایک افتراء اور جھوٹ کا مرتکب ہو گیا ہے۔ جو لوگ شق صدر کے صحیح واقعہ میں حضرت انسؓ کے ٹانکوں کے نشانات کے عینی مشاہدہ میں صرف اتنی بات پر شبہ میں پڑ جاتے ہیں کہ اس واقعہ کو شمائل کا کوئی اور راوی نقل کیوں نہیں کرتا وہ یہاں آپؐ کی سیرت میں آپؐ کے ختنہ اور آپؐ کے ختنہ کرنے والے شخص کا نام نہ دیکھ کر بھلا کیسے نہ کھٹکتے - بالخصوص جب کہ آپ کے حجامت یعنی سینگی لگانے اور سینگی لگانے والے شخص کا نام بھی حدیثوں میں ملتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آپؐ کی پیدائش کے واقعات اور نبوت کے بعد کے واقعات میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔

پھر کیا اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ آپؐ سے پہلے کوئی بچہ مختون پیدا ہوا تھا؟ بعد کی پیدائش کی صورت وہی ہے' جو آپ کے اسم احمد و محمدؐ کے تحت جلد اول میں گذر چکی ہے۔ اسی بناء پر ایسے پیدائشی بچوں کو امت میں ''رسولیہ'' کہا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے اس واقعہ کو فضائل کے باب میں شمار کرلیا ہے ان کی نظر صرف آپ کے مختون ہونے پر نہیں ہے' بلکہ اسی کے ساتھ یہاں دوسرا لفظ ''مسرورا'' کا بھی موجود ہے' یعنی ''ناف بریدہ'' اور غالبًا ان دو صفتوں کا بچہ ابھی تک کوئی سننے میں نہیں آیا۔ مفصل روایات میں موجود ہے کہ اس وقت بھی یہ صورت تعجب سے دیکھی گئی تھی۔ ہمیں اس واقعہ کو آیاتِ نبوت یعنی فضائل میں شمار کرنے پر اصرار نہیں ہے' لیکن بے وجہ اس کو فضائل کی فہرست سے خارج کرنے پر زور دینے سے بھی ضرور انکار ہے۔

اسی طرح ہم اس پر بھی زور دینا نہیں چاہتے کہ آپؐ کی پشت پر جو ''مہر نبوت'' تھی اس پر یقینی طور پر کوئی متعین الفاظ ثبت تھے' لیکن اگر کمزور روایتوں سے اس پر کسی تحریر کا پتہ ملتا ہے تو اس کے زوردار انکار کی جرأت بھی نہیں کر سکتے - جب خود ''مہر نبوت'' کی شکل کے متعلق راویوں کے بیانات اپنے اپنے مذاق کے لحاظ سے مختلف موجود ہیں اور ان میں یہ بھی موجود ہے کہ اس پر کچھ رواں بھی تھا تو اگر روئیں کے خطوط سے کسی کے ذہن میں کوئی خاص لفظ بنتا نظر آ گیا ہے اور اس نے اپنے اس وقتی مشاہدہ کے مطابق اسی طرح اس کو نقل بھی کر دیا ہے تو اس کا قصور کیا ہے۔ آج بھی ہر شخص ریل کے کھٹکوں میں اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف الفاظ پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کسی کی نظروں میں ان خطوط سے کوئی خاص لفظ پیدا ہو گیا ہے تو اس کو احتمال کے درجہ میں کیوں نہ رہنے دیا جائے' جب کہ اس کے خلاف بھی ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے سچ فرمایا ہے کہ بعض لوگ "لم يثبت اور ثبت نفيه" کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور جب کوئی بات یقین کے درجے پر ثابت نہیں ہوتی تو وہ یقین کے ساتھ اس کی نفی کر بیٹھتے ہیں دیکھو ترجمان السنہ جلد سوم حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ محدثین کی اس منصفانہ تحقیق کا نام اگر صرف عشق نبوی کے جذبات ہیں تو اس کے برخلاف طریقہ کا نام بجا طور پر ''ذوق کی برودت'' کہا جا سکتا ہے۔

معجزات کے باب میں ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ ہمارا قلم جادۂ اعتدال سے نہ ہٹے اس پر بھی اگر آپ کو کہیں قلم کی شوخی محسوس ہو تو اس کو آپ صرف محدثین کی نمک خواری کا ایک اثر تصور فرمائیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف ۔۔۔ آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

(۱۳۲۵) عَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَ قَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُوْدٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلْدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ.
(رواہ ابو داؤد)

(۱۳۲۵) سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں شدید بیمار پڑا - آپؐ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپؐ کے دستِ مبارک کی خنکی محسوس کی اس کے بعد آپؐ نے فرمایا تم کو قلب کی شکایت ہے - جاؤ حارث بن کلدہ کے پاس جا کر اپنا علاج کراؤ وہ شخص طبیب ہے - مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجور لے کر اس کو معہ گٹھلیوں کے کوٹ لے پھر اس کو بطریق ''لدود'' استعمال کرائے یعنی منہ میں ڈالے - (ابوداؤد)

(۱۳۲۶) اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَعُوْدُهٗ بِمَكَّةَ وَ قَدِ اشْتَكٰى قَالَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِيْ فَمَسَحَ وَجْهِيْ وَصَدْرِيْ وَ بَطْنِيْ فَمَا زِلْتُ يُخَيَّلُ اِلَيَّ اَنِّيْ اَجِدُ بَرْدَ يَدِهٖ عَلٰى كَبِدِيْ حَتَّى السَّاعَةِ.
(رواہ الامام احمد و اصل الحدیث عنہ البخاری فی الجنائز. شرح المواھب ج ٤ ص ١٨٣)

(۱۳۲۶) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے - اس وقت یہ مکہ مکرمہ میں تھے اور بہت بیمار تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی اور سینہ اور پیٹ پر پھیرا تو آج تک مجھ کو یوں معلوم ہوتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی خنکی کا اثر میرے قلب و جگر میں ہے -
(امام احمد)

(۱۳۲۷) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ نَاوَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَاِذَاهِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِنَ الْمِسْكِ.
(رواہ البیھقی کما فی شرح المواھب ج ٤ ص ١٨٣)

(۱۳۲۷) یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے شوق کے ہاتھوں سے اس کو لیا تو وہ برف سے زیادہ خنک اور مشک کی خوشبو سے زیادہ مہک رہا تھا - (بیہقی شریف)

(۱۳۲۵) * آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی برتر ہستی مجمع کمالات بلکہ منبع کمالات تھی ان کی جسمانی خصوصیات کو سن کر معمولی بات سمجھ لینا بہت زیادہ خلاف واقع ہے - پسینہ بالعموم جسم کا ایک بدبودار فضلہ ہوتا ہے' لیکن آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کے متعلق صحیح حدیثوں میں صحابہ کرامؓ کا بیان یہ ہے کہ وہ ان کی بہتر سے بہتر خوشبوؤں میں صرف تبرکاً نہیں' بلکہ اضافہ خوشبو کے لیے شامل کیا جاتا تھا - جس گلی کوچہ سے آپ گذر جاتے تھے وہ معطر ہو جاتی تھی جو آپؐ سے مصافحہ کرتا تھا آپ کے دستِ مبارک کی خوشبو سے مست ہو جاتا تھا ان صحیح سے صحیح خصوصیات کو معمولی بات کہہ کر ٹال دینا معمولی بات نہیں -

(۱۳۲۶) * واضح رہے کہ ان حدیثوں میں تین باتیں قابلِ غور ہیں -

(۱) آپؐ کے یدین کا برد (یعنی خنکی) - (۲) خنکی بھی وہ جو برف سے زیادہ تیز - (۳) پھر اس برد کا اثر سینہ کے اندر تک محسوس ہونا - رہا مَس کے ساتھ خوشبو کا محسوس ہونا یہ الگ بات ہے - کیا آپ اس کو عام انسانوں کی عادات میں شمار کر سکتے ہیں؟

(۱۳۲۸) عَنِ الْمُسْتَوْرِدِبْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَاِذَا هِیَ اَلْيَنُ مِنَ الْحَرِيْرِ وَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ.

(۱۳۲۸) مستورد ابن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک جو پکڑا تو وہ تو ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ خنک تھا۔ (طبرانی)

(رواہ الطبرانی باسناد علی شرط الصحیح کما فی شرح المواھب ج ٤ ص ١٨٣)

(۱۳۲۹) عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ (قَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ قَالَ) كَانَ تَمُرُّ مِنْ وَ رَائِهَا الْمَرْءَةُ وَ قَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهِمَا وُجُوْهَهُمْ

(۱۳۲۹) ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحا (سنگستان) کی طرف چلے وہاں آپ نے وضو کیا پھر ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی اور عصر کی بھی دو رکعت پڑھیں اور آپ کے سامنے ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی کہ اس کے آگے سے عورت بھی گزر رہی تھی اور لوگ لپکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کی تری پونچھنے اور اس کو اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دستِ مبارک ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرہ سے لگایا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور

(۱۳۲۹) * اس حدیث میں جس خنکی اور ٹھنڈک کا ذکر ہے یہ اسی جنس کا ہے جیسا کہ ابوداؤد نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اتفاق سے وہ بیمار پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپؐ نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینہ کے اوپر رکھا تو انہوں نے آپ کے دستِ مبارک کی یہ خنکی اپنے قلب تک میں محسوس کی۔ یا اس واقعہ میں جو امام بخاریؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے ان کے گھر ایسی حالت میں تشریف لے گئے جب وہ سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے۔ آپ ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک جب ان کے جسم سے لگے تو انہوں نے اسی خنکی کو محسوس کیا اور اصل واقعہ کی روایت کے وقت اس حقیقت کو بھی اہتمام کے ساتھ بیان کیا۔ شاید عبدالرحمن ابن عائش کی وہ حدیث جو انہوں نے خواب میں آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی کے متعلق روایت فرمائی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ دیگر امور کے اس کا تذکرہ خصوصیت سے بیان فرمایا ہے کہ جب رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو اس کی خنکی میں نے اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی جیسا کہ ترجمان السنہ ج ا ص ۳۹۹ پر مذکور ہے۔ ہمارے نزدیک وہ خنکی بھی کوئی معنوی خنکی ہوگی جس کا اثر حس تک پہنچا۔ اس جگہ ترجمان السنہ ج ۲ ص ۲۲۸ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حسی اور معنوی تو عوام اور خواص سب کی نظروں میں ہیں لیکن یہاں میں آپؐ کے ان معجزات کی ایک خاص نوع کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں' جو عام نظروں سے اوجھل ہوگی اور معجزات کی تاویل کرنے والوں کے لیے شاید موجب اعتراض بھی۔ ..... للہ

فَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ فَوَضَعْتُھَا عَلٰی وَجْھِیْ فَاِذَا ھِیَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَ اَطْیَبُ رَائِحَۃً مِّنَ الْمِسْکِ۔ مشک سے بھی زیادہ بہتر خوشبودار تھا۔ (بخاری شریف)

(رواہ البخاری فی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۰۲ یقول العبد الضعیف و البرد ههنا کالبرد فی حدیث سعد حین جاء د رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ ووضع یدہ بین ثدییہ فوجد بردھا علی فؤادہ کما عند ابی داؤد و کالبرد فی حدیث علیؓ حین جاءہ بعد ما اخذ مضجعہ فقعد بینہ و بین فاطمۃؓ فوجد برد قدمیہ کما عند البخاری فی مناقب علیؓ۔ و لعل البرد فی حدیث عبدالرحمن بن عائش فی رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم ربہ حین وضع کفہ بین کتفیہ فوجد بردھا بین ثدییہ کما فی ترجمان السنہ ج ۱ ص ۳۹۹ من نحو ھذا الوادی)

و راجع ترجمان السنہ الحدیث ص ۲۲۸ من المجلد الثانی فی تمسح الصحابۃ بوضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بیانھم انھم یفعلونہ حبا للہ و لرسولہ.

تلہ ..... اصحاب شمائل اور احادیث صحیحہ میں بیاض ابطین کے ساتھ چند چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی بھی روایت کی جاتی ہیں' جن میں آپ کی جسمانی اور خصوصیات کا بھی ان کی نظروں میں اہتمام نظر آتا ہے' یعنی مختون اور ناف بریدہ ہونا۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ ہونا اور خاتم نبوت کا موجود ہونا اور آپؐ کے پسینے کی خوشبو اتنی غیر معمولی ہونی کہ جس راہ سے آپ گذریں اس کا معطر ہو جانا بلکہ ان کی مستعمل خوشبوؤں میں جسد اطہر کے عرق مبارک کا ایک جزو بنا کر شامل کر لینا۔ آپؐ کے قد مبارک کا اس طور پر میانہ ہونا کہ جب بھی لوگوں کے درمیان کھڑے ہوں تو سب سے اونچے نظر آنا۔ اور آپ کے اعضا کی وہ خنکی اور خوشبو جس کو راوی جگہ جگہ اہتمام کے ساتھ اپنی روایت میں بیان کرتا ہے۔ یہ اور اس کے مثل بعض اور اشیاء بھی حدیثوں میں ایسی نظر آتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی ذات اطہر میں بھی قدرت نے کچھ عجائبات اور عادت کے خلاف ایسی چیزیں رکھی تھیں' جو عام انسانوں میں نہ تھیں بھلا سوچئے کہ شانوں کے درمیان کا فاصلہ کیا یہ عام انسانوں میں نہیں ہوتا پھر یہ کیا ایسی نئی بات تھی جس کو اصحاب شمائل خصوصیت کے ساتھ آپؐ کی صورت مبارکہ کا نقشہ کھینچنے کے ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں اور سلاطین واحبار کے پاس جیسی کچھ تصاویر بھی آپ کی ثابت ہوتی ہیں' ان میں بھی اس فاصلہ کا خصوصیت سے تذکرہ آتا ہے۔ خاتم نبوت کا تو کیا کہنا وہ تو تقریباً متواتر ہے' پھر آپ کی بیاض ابطین کو بھی اگر انہیں خصوصیات میں شمار کر لیا جائے تو وہ کچھ چونک پڑنے کی بات تو نہیں۔ راوی جگہ جگہ مختلف حدیثوں میں اور مختلف واقعات میں معلوم نہیں کیوں اس بیاض ابطین کا تذکرہ کرتا ہے۔ اور معلوم نہیں کیوں آپ کے دست و پا کی برودت اور خوشبو حیرتناک انداز اور لہجہ میں نقل کرتا ہے۔ عقل کام نہیں کرتی کہ قوی الجثہ عام انسانوں کے ہاتھ پیر بھی عام حالات میں گرم رہتے ہوں پھر آپؐ کے اعضاء مبارک میں یہ برودت کیوں تھی اور اس کی حقیقت کیا تھی جس کو ہر بچہ اور بڑا بیان کرنا ضروری سمجھا کرتا تھا۔ اگر اس قسم کی خصوصیات آپؐ کے جسمانی فضائل میں درج کی جائیں اور پھر محدثین کے طریق کے موافق معجزات' کے ذیل میں کھینچ لی جائیں تو کوئی تعجب نہیں اور نہ ان پر انکار اور تشدد کا قلم چلانے کی ضرورت ہے۔

افسوس ہے کہ اپنی علالت کے باعث اس وقت اس برودت کی حدیثوں کے جمع کرنے کی ہمت نہیں ہے ورنہ دل چاہتا تھا کہ جن روایتوں میں آپ کی بیاض ابطین اور یدین وقدمین کی برودت کا راوی ذکر کرتا ہے ان کو اپنی مقدار علم و حفظ کے مطابق استیعاب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ جب امام بخاریؒ نے آپؐ کے جسد مبارک کی خنکی اور خوشبو پر صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب قائم کیا ہے تو عجب نہیں کہ وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہو جو ہم نے ابھی بیان کی ہے۔

الرسول الاعظم وقصة ام معبد و ما ظهر من البركات بنزوله عندها صلوات الله وسلامه عليه

ان معجزات وبرکات کا تذکرہ جو ام معبد کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فروکش ہونے پر ظاہر ہوئیں

(۱۳۳۰) عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ مُهَاجِرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَ دَلِيْلُهُمَا اللَّيْثِيُّ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اريقط مَرُّوْا عَلٰى خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدِ نِ الْخُزَاعِيَّةِ وَ كَانَتِ امْرَاَةً بَرِزَةً جَلِدَةً تَحْتَبِيْ بِفِنَاءِ الْخَيْمَةِ ثُمَّ تَسْقِيْ وَ تُطْعِمُ فَسَاَلُوْهَا لَحْمًا وَ تَمْرًا لِيَشْتَرُوْا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَ كَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَاةٍ فِيْ كِسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا اُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ فَقَالَ هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ قَالَتْ هِيَ اَجْهَدُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اَتَاْذَنِيْنَ لِيْ اَنْ اَحْلِبَهَا قَالَتْ "بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنْ رَاَيْتَ بِهَا حَلْبًا فَاحْلِبْهَا" فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ ضَرْعَهَا وَ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَ دَعَالَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ

(۱۳۳۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن اریقط رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو راستہ بتانے والے تھے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کے لیے چلے راستے میں ان کا گزر ام معبد کے خیموں پر ہوا- یہ سن رسیدہ اور مستعد عورت تھیں اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتیں اور مسافروں کے کھانے پانی سے خاطر کیا کرتی تھیں- ان صاحبوں نے اس سے کچھ گوشت اور کھجور کے متعلق دریافت کیا تاکہ اس سے خرید لیں وہاں قحط پڑ رہا تھا اس لیے ان کو کچھ نہ ملا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمہ کے ایک کونے میں کھڑی تھی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ام معبد! یہ بکری کیسی کھڑی ہے؟ انہوں نے عرض کی کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کے نیچے کچھ دودھ ہے انہوں نے عرض کی اس میں اتنا دم کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اجازت دو تو میں دودھ نکال کر دیکھوں؟ اس نے عرض کی ”میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ معلوم ہو تو شوق سے نکال لیجئے“- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ کہہ کر برکت کی دعا فرمائی‘ اس نے فوراً ٹانگیں پھیلا دیں اور جگالی کرنے لگی اور دودھ دینے لگی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگایا‘ جو

(۱۳۳۰) * ام معبد کی اس روایت کو متشدد سے متشدد مزاج سیرت نگار محدثین نے بنظر اعتبار ہی ذکر کیا ہے- پھر اس جنس کے معجزات مسلم اسانید کے ساتھ ثابت ہیں‘ مگر ہمارے سیرت نگاروں نے اس کو بھی غیر مستند معجزات کی فہرست میں داخل کر دیا ہے- اور حافظ ذہبی کی عبارت کا ایسا ترجمہ کر دیا ہے جو کم از کم اردو خواں اصحاب کے لیے تو بہت زیادہ موہم ہو سکتا ہے- مذکورہ بالا روایت کو حاکم ﷫ .....

عَلَيْهِ وَ دَرَّتْ فَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِإِنَاءٍ يَرْبَضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَ سَقٰى أَصْحَابَهُ حَتّٰى رَوُوْا وَ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ حَتّٰى أَرَاضُوْا ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ الثَّانِيَةَ عَلٰى هَدَّةٍ حَتّٰى مَلَأَ الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا ثُمَّ بَايَعَهَا وَ ارْتَحَلُوْا عَنْهَا فَقَلَّ مَا لَبِثَتْ حَتّٰى جَاءَ هَا زَوْجُهَا أَبُوْ مَعْبَدٍ لِيَسُوْقَ أَعْنُزًا عِجَافًا يَتَسَاوَكْنَ هُزَالًا مُخُّهُنَّ قَلِيْلٌ فَلَمَّا رَاٰى أَبُوْ مَعْبَدٍ اللَّبَنَ أَعْجَبَهُ قَالَ مِنْ أَيْنَ لَكِ هٰذِهٖ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ وَ الشَّاءُ عَازِبٌ حَائِلٌ وَ لَا حَلُوْبَ فِي الْبَيْتِ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ إِلَّا أَنَّهُ مَرَّبِنَا رَجُلٌ مُبَارَكٌ مِنْ حَالِهٖ كَذَا وَ كَذَا قَالَ صِفِيْهِ لِيْ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ أَبْلَجَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْخُلُقِ لَمْ تُعِبْهُ ثُجْلَةٌ وَ لَمْ تُزْرِهٖ صَعْلَةٌ وَ سِيْمٌ قَسِيْمٌ فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَ فِيْ أَشْفَارِهٖ وَطَفٌ وَ فِيْ صَوْتِهٖ صَهَلٌ وَ فِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ وَ فِيْ لِحْيَتِهٖ كَثَافَةٌ أَزَجُّ أَقْرَنُ إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَ إِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَ عَلَاهُ الْبَهَاءُ أَجْمَلُ النَّاسِ وَ أَبْهَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ وَ أَحْسَنُهُ وَ أَجْمَلُهُ مِنْ قَرِيْبٍ حُلْوُ الْمَنْطِقِ فَصْلًا لَا نَزْرٌ وَ لَا

ایک جماعت کو سیراب کر سکے اور اس میں خوب دھاروں کے ساتھ دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن پر جھاگ آ گئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پلایا یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئیں' پھر اپنے رفقاء کو پلایا یہاں تک کہ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر پی لیا - بعد میں آپؐ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ آپؐ کے سب ہمراہی شکم سیر ہو کر زمین پر سو رہے - آپؐ نے کچھ دیر کے بعد پھر دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن بھر گیا - وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے پاس چھوڑ دیا - اس کے بعد اس کو بیعت فرمایا اور روانہ ہو گئے - ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ اس کے شوہر ابو معبد آ گئے تا کہ جو دبلی لڑکھڑاتی ہوئی بکریاں سن کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا تھا ان کو بھی ہانک کر لیجائیں - جب ابو معبد کی نظر دودھ پر پڑی تو ان کو بڑا تعجب ہوا' انہوں نے پوچھا اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریوں میں تو کوئی بچہ والی نہ تھی اور گھر میں کوئی دوسری دودھ کی بکری بھی نہیں (پھر یہ دودھ کیسا) اس نے کہا بخدا اور تو کچھ نہیں صرف یہ بات ہوئی ہے کہ ایک مبارک شخص کا ہمارے پاس سے گذر ہوا بس یہ ان ہی کے قدم کی برکت ہے - انہوں نے کہا اچھا ان کا کچھ نقشہ تو بیان کرو - انہوں نے کہا کھلا ہوا جمال بڑے خوش رو' جسم کی ساخت بڑی خوب صورت نہ بڑے پیٹ کا عیب' نہ چھوٹا سا سر' بڑے خوب صورت' آنکھیں تیز سیاہ و سفید' دراز مژگان' بڑی شیریں آواز' دراز گردن' ریش مبارک گھنی' ابرو خمیدہ اور درمیان سے ملی ہوئی اور گھنی' اگر خاموش رہیں تو باوقار اور گفتگو فرمائیں تو فصاحت میں سب سے بلند' بس مجسم رونق ہی رونق اور جمال ہی جمال' کیا دور سے اور کیا قریب سے' گفتگو بڑی صاف اور شیریں' ایک ایک حرف

ﷺ ..... نے اپنے دستور کے مطابق بخاری و مسلم کی شرط کے ہم پلہ قرار دیا ہے - ذہبی تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں:

لیس من هذه الطرق علی شرط الصحیح. یعنی ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ اصطلاحاً صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں -
اس کے علاوہ انہوں نے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی - ظاہر ہے کہ جن کو صحیح و حسن کے درمیان اصطلاحی فرق معلوم نہ ہو وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ذہبیؒ نے اس حدیث کے معتبر ہونے سے ہی انکار کر دیا ہے اردو میں صحیح کے معنی معتبر کے ہیں' حالانکہ یہاں سب اصطلاحی بحث تھی - ﷺ ......

هٰذَرَ كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُهٗ مِنْ طُوْلٍ وَ لَا تَقْتَحِمُهٗ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ اَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَ اَحْسَنُهُمْ قَدْرًا لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ اِنْ قَالَ سَمِعُوْا لِقَوْلِهٖ وَ اِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ مَحْفُوْدٌ مَحْشُوْدٌ لَا عَابِسٌ وَ لَا مُفَنِّدٌ قَالَ اَبُوْ مَعْبَدٍ وَ اللّٰهِ صَاحِبُ قُرَيْشٍ الَّذِیْ ذُكِرَ لَنَا مِنْ اَمْرِهٖ وَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَصْحَبَهٗ وَ لَاَ فْعَلَنَّ اِنْ وَجَدْتُ اِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَ اَصْبَحَ صَوْتٌ بِمَكَّةَ عَالِيًا يَسْمَعُوْنَ الصَّوْتَ وَ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يَقُوْلُ:

نہ بیکار اور نہ زیادہ- یوں معلوم ہوتا کہ ہار کے موتی ہیں' جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں' میانہ قد نہ بہت دراز کہ برا معلوم ہو اور نہ اتنا پست کہ اس پر نظر پڑے' بس متوسط' تینوں میں سے دیکھنے میں سب سے زیادہ حسین اور بلند- ان کے خدام حلقہ بستہ اگر آواز نکالیں تو ہمہ تن گوش اور حکم دیں تو اس کی تعمیل کو دوڑ پڑیں' قابل غبط' نہ ان کا چڑھا ہوا منہ' نہ کسی کی برائی کرنا- یہ سن کر ابو معبد بے ساختہ بول اٹھے خدا کی قسم تم نے یہ اوصاف جن کے بیان کیے ہیں یہ تو وہی قریش والے ہیں- خدا کی قسم میرے دل میں آتا ہے کہ میں بھی ان کے ہمراہ چلوں اور اگر کوئی صورت نکلی تو ضرور مجھ کو یہ کرنا ہے- ادھر مکہ مکرمہ کا حال سنئے کہ یہاں بلند آواز سے کوئی پڑھنے والا یہ اشعار پڑھتا تھا' مگر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ کون ہے-

۱- جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَاءِهٖ
رَفِيْقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَیْ اُمِّ مَعْبَدٖ

خدا بھلا کرے! ان دو رفیقوں کا جو ام معبد کے خیمے میں آ کر رونق افروز ہوئے-

۲- هُمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدٰى وَ اهْتَدَتْ بِهٖ
فَقَدْ فَازَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدٖ

وہ ہدایت لے کر تشریف لائے اور ام معبد کو ان کے طفیل میں ہدایت نصیب ہو گئی اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بنا وہ یقیناً کامیاب ہوا-

۳- فَيَا لِقُصَیٍّ مَا زَوَى اللّٰهُ عَنْكُمْ
بِهٖ مِنْ فِعَالٍ لَا تُجَازٰی وَ سُؤْدَدٖ

قبیلہ قصی پر افسوس اور صد افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے ان کی سرداری پر اور ان کے اچھے اچھے افعال سب پر پانی پھیر دیا-

۴- لِيَهْنَ اَبُوْبَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهٖ
بِصُحْبَتِهٖ مَنْ يُّسْعِدِ اللّٰهُ يَسْعَدٖ

اس رفاقت پر ابو بکر کو اپنے دادا کی سعادت مبارک ہو اور بات تو یہ ہے کہ جس کو خدا سعادت فرمائے سعادت اسی کو نصیب ہوتی ہے-

۵- لِيَهْنَ بَنِیْ كَعْبٍ مَقَامُ فَتَاتِهِمْ
وَ مَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدٖ

بنو کعب کو اپنے خاندان کی یہ عورت اور مسلمانوں کے انتظار میں اس کا یہ بیٹھنا مبارک-

---

..... ہمارے لیے بس اتنی بات کافی ہے کہ اس روایت کو معجزات کی فہرست میں ذکر کرنے والے بڑے بڑے محدثین موجود ہیں' جن کے نام ہم نے اصل عربی متن میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں- مگر منکرین نے عمداً یا سہواً اس پر تنبیہ نہیں کی کہ حافظ ذہبیؒ کی عبارت کی صحیح مراد کیا تھی کیا وہ اس صحت کا انکار کرتے ہیں جس کے لیے محدثین کے نزدیک خاص خاص شرائط ہیں یا اس کے معتبر ہونے سے ہی منکر ہیں یہ مغالطہ بہت قابل افسوس ہے اور مترجم کی بڑی بدذوقی پر شاہد ہے- اس حدیث میں آپ کے معجزہ کے سوا اس کا ثبوت .....

۶ — سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَ اِنَائِهَا
فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْأَلُو الشَّاةَ تَشْهَدِ

اپنی بہن سے جا کر بکری اور دودھ کے برتن کا حال تحقیق کر کے تو دیکھو بلکہ اگر خود ان کی بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی آپ کی رسالت کی گواہی دے گی۔

۷ — دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ
عَلَيْهِ صَرِيْحًا ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزْبِدِ

آپ نے ایک بے دودھ والی بکری اس سے منگائی تو فوراً اس کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے اور وہ دودھ دینے لگی۔

۸ — فَغَادَرَهُ رَهْنًا لَدَيْهَا لِحَالِبٍ
يُرَدِّدُهَا فِيْ مَصْدَرٍ بَعْدَ مَوْرِدِ

آپ نے اس بکری کو ام معبد کے گھر چھوڑ دیا تا کہ اب دودھ نکالنے والا ہمیشہ اس کا دودھ نکالتا رہے۔

فلما سمع حسان الهاتف بذلك شبب يجاوب الهاتف:

(حسان بن ثابتؓ کو جب اس ہاتف غیبی کے یہ اشعار پہنچے تو انہوں نے اس کے جواب میں ذیل کے اشعار کہے)

۹ — لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ زَالَ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ
وَ قُدِّسَ مَنْ يَسْرِيْ اِلَيْهِمْ وَ يَغْتَدِيْ

وہ قوم بڑے نقصان میں پڑ گئی جن کا نبی ان کو چھوڑ گیا اور جن کی طرف وہ رخ کر کے چلا وہ مقدس بن گئی۔

۱۰ — تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُوْلُهُمْ
وَحَلَّ عَلٰى قَوْمٍ بِنُوْرٍ مُجَدَّدِ

ان لوگوں کی عقل ماری گئی جن کو چھوڑ کر آپ رخصت ہو گئے اور نور درخشاں لے کر دوسری قوم میں جلوہ افروز ہوئے۔

۱۱ — هَدَاهُمْ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ
فَاَرْشَدَ هُمْ مَنْ يَتْبَعُ الْحَقَّ يُرْشَدِ

گمراہی کے بعد ان کے پروردگار نے ان کو ہدایت نصیب فرمائی اور جو حق قبول کر لے وہی راہ یاب رہتا ہے۔

۱۲ — وَهَلْ يَسْتَوِيْ ضُلَّالُ قَوْمٍ تَسَفَّهُوْا
عَمًى وَ هُدَاةٌ يَهْتَدُوْنَ بِمُهْتَدِ

کیا وہ گمراہ لوگ جو اپنے اندھے پن کی وجہ سے بیوقوفی کر بیٹھے ان کے برابر ہو سکتے ہیں جو ایک ہدایت یافتہ شخص سے ہدایت حاصل کر چکے۔

۱۳ — وَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ عَلٰى اَهْلِ يَثْرِبَ
رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بِاَسْعَدِ

اور یثرب والوں کے پاس ہدایت کا قافلہ ایک ایسے شخص کے ساتھ آ کر اترا جو سب میں بڑھ کر سعید تھا۔

۱۴ — نَبِيٌّ يَرٰى مَالَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدِ

وہ ایک نبی ہیں جو اپنی آنکھوں سے وہ وہ باتیں دیکھتے ہیں جو عام لوگ نہیں دیکھتے اور ہر مجمع میں اللہ کی کتاب تلاوت فرماتے ہیں۔

بقیہ ..... بھی ملتا ہے کہ آپ کی شکل و شمائل عادات و خصائل کی شہرت اس وقت شہری اور بدوی لوگوں میں کس درجہ تھی اور آپ کی صفات کا تذکرہ کتنا صاف صاف موجود تھا کہ لوگ صرف انہیں کو سن کر آپ کی صداقت و نبوت پر ایمان لانے کے لیے مضطرب اور مجبور تھے کیا یہ شہرت اور لوگوں کی معرفت صرف ''مجازات'' اور ''استعارات'' سے حاصل ہو سکتی ہے۔

(نوٹ) حدیث ام معبد کے الفاظ لغت کے لحاظ سے بہت مشکل ہیں اور ان کا حل بڑے بڑے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور اس میں بڑا اختلاف بھی پایا جاتا ہے ہم کو ان میں سے جو اقرب اور اسہل معلوم ہوا اس کے لحاظ سے ترجمہ کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ - وَ اِنْ قَـالَ فِـيْ يَـوْمٍ مَقَالَةَ غَـائِبٍ فَتَصْدِيْقُهَا فِي الْيَوْمِ اَوْفِيْ ضُحَى الْغَدِ

اور اگر آج وہ کوئی پیشگوئی فرماتے ہیں تو وہ فوراً ہی یا کل تک ثابت ہو جاتی ہے۔

(اخرجه الحاكم في المستدرك من عدة طرق. و قال الحاكم صحيح الاسناد و لم يخرجاه و قصة ام معبدو الشعر صحيح و نزول المصطفیؐ بالخيمتين متواتر في اخبار صحيحة ثم ذكر دلائل صحته ٣ ص ١٠ و ذكره ابن القيم في زاد المعاد و اعتنى بقصتها و بحل الفاظها ابن قتيبة و ابن الاثير في النهاية و الحافظ السهيلي في الروض الانف' و عدها الشاه ولی اللهؒ من معجزاته صلی الله عليه وسلم في اخر حجة الله. و قال الذهبي ليس من هذه الطرق على شرط الصحيح. و استشهد الحافظ بقصة ام معبد في الفتح ج ٧ ص ١٦٨ و ذكرها في الاصابة مفصة و اخرجها ابن السكن من حديث ام معبد نفسها بطريقين و اخرجها ابن سعد من طرق كما اخرجها ابو عمر في الاستيعاب و ذكرها عمر بن شبه في كتاب مكة ايضا و في مجمع الزوائد ان ام معبد اسمها عاتكة بنت خالد اى بنى كعب من خزاعة و هى اخت حبيش بن خالد و له صحبته. و اخرج الهيثمى في موضع اخرانها قالت بعثت الى النبي صلى الله عليه وسلم بشاة داجن فردها و قال ابغنى شاة لا تحلب. قال رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح غير حزام بن هشام بن حبيش و ابيه و كلاهما ثقة. مجمع الزوائد ج ٨ ص ٣١٣- و في شرح المواهب و صححه البيهقى و صاحب الغيلانيات و من طريقه اليعمرى عن ابى سليط الانصارى البدرى و ابن عبد البر و ابن شاهين و ابن السكن و الطبرانى عن اخى ام معبد صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ج ١ ص ٣٤٠ و راجع البدايه و النهايه ج ٢ ص ١٩٢)

الرسـول الاعـظم وظهور البركة فى اللبن و الطعام صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جو دودھ اور کھانوں میں برتر از قیاس برکات کے ظاہر ہوئے

(۱۳۳۱) عَنِ الْمِقْدَادِ قَـالَ اَقْبَلْتُ اَنَا وَ صَاحِبَانِ لِيْ وَقَدْ ذَهَبَتْ اَسْمَاعُنَا وَ اَبْصَارُنَا

(۱۳۳۱) مقدادؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو رفیق ایسے فقر و فاقہ کی حالت میں آئے کہ ہماری شنوائی اور بینائی دونوں جا چکی تھیں' ہم نے

(۱۳۳۱) * حدیث مذکور میں آپ کے دعائیہ کلمات میں ہم نے "مـن اطـعـمـه"، کا ترجمہ مستقبل کا کیا ہے تا کہ اصل مطلب واضح ہو جائے۔ بعض علماء نے اس کا ترجمہ ماضی کا کرڈالا ہے' جس کی وجہ سے از اول تا آخر مراد خبط ہو کر رہ گئی ہے' چنانچہ نووی مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں "فيه الدعاء للمحسن و الخادم و لمن سيفعل خيرا" یعنی ان کلمات کا مقصد اپنے محسن اور خادم کے اور جو شخص آپ کے ساتھ آئندہ کوئی اچھا سلوک کرے ان سب کے لیے دعا کرنا تھا۔

اسی لیے راوی حدیث ان کلمات کو سن کر بکریوں کی طرف لپکا تا کہ وہ بھی آپ کی دعا میں شریک ہو جائے اور اسی لیے آپ نے اس سے فرمایا کاش تو اپنے رفیقوں کو بھی بیدار کر لیتا تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی اس رحمت میں شریک ہو جاتے مگر ضعیف انسان ایسا ظرف کہاں سے لائے کہ جب اس کا مقصد حاصل ہو جائے تو وہ اس کامیابی میں دوسروں کی شرکت کی بھی تمنا رکھے یہ تو انبیاء علیہم السلام ہی کا حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ ہر رحمت میں اپنی امتوں کو سب سے پہلے یاد رکھتے ہیں فصلوات الله وسلامه عليهم اجمعين احدى سوء تک کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تیری ایک ناشائستہ حرکت تو اس مبالغہ کے ساتھ ہنسنا بھی تھی اب یہ بات بھی بتا کہ یہ ہنسی تجھ کو آئی کیوں۔ ☜ .....

مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ اَنْفُسَنَا عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ يَقْبَلُنَا فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِنَا اِلٰى اَهْلِهٖ فَاِذَا ثَلَاثَةُ اَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَلِبُوْا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا قَالَ فَكُنَّا نَحْتَلِبُ فَيَشْرَبُ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنَّا نَصِيْبَهٗ وَ نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهٗ قَالَ فَيَجِيْءُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَا يُوْقِظُ نَائِمًا وَ يُسْمِعُ الْيَقْظَانَ قَالَ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَاْتِيْ شَرَابَهٗ فَاَتَانِي الشَّيْطَانُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَ قَدْ شَرِبْتُ نَصِيْبِيْ فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَاْتِي الْاَنْصَارَ فَيُتْحِفُوْنَهٗ وَ يُصِيْبُ عِنْدَهُمْ. مَا بِهٖ حَاجَةٌ اِلٰى هٰذِهِ الْجُرْعَةِ فَاَتَيْتُهَا فَشَرِبْتُهَا فَلَمَّا اَنْ وَ غَلَتْ فِيْ بَطْنِيْ وَ عَلِمْتُ اَنَّهَا لَيْسَ اِلَيْهَا سَبِيْلٌ قَالَ نَدَّمَنِي الشَّيْطَانُ فَقَالَ وَ يْحَكَ مَا صَنَعْتَ اَشَرِبْتَ شَرَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَجِيْءُ فَلَا يَجِدُهٗ فَيَدْعُوْ عَلَيْكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا، مگر کسی نے ہمارا بارا ٹھانا منظور نہ کیا بالآخر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہم کو لے کر اپنے گھر تشریف لائے- دیکھا تو گھر میں تین بکریاں موجود تھیں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بکریوں کا دودھ نکال کر ہم سب کے درمیان تقسیم کر لیا کرو- ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم ان بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ پی لیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ آپ کے لیے رکھ چھوڑتا، شب میں جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو بس اتنی ہلکی آواز سے سلام کرتے کہ آدمی سوتا ہو تو بیدار نہ ہو اور بیدار ہو تو وہ سن لے- اس کے بعد مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے اس کے بعد تشریف لا کر اپنا حصہ نوش فرماتے- ایک شب کا قصہ ہے کہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا، شیطان نے مجھے بہکایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انصار کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہی ہیں اور آپؐ ان کے ہاں تناول بھی فرما لیتے ہیں، بھلا اس گھونٹ بھر دودھ کی آپ کو کیا ضرورت ہے یہ سوچ کر میں گیا اور جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا- جب میں نے اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا اور اب گنجائش نہ رہی تو اب شیطان نے مجھ کو الٹا شرمندہ کیا اور کہا کم بخت تو نے یہ کیا ناشائستہ حرکت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا- جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور اپنا حصہ نہ پائیں گے تو کہیں ایسا

..... یہ واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے اور ام معبد کے قصہ سے بہت ہی ملتا جلتا ہے- فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں دعا کے ساتھ آپؐ کے دست مبارک بھی پھیرنے کا ذکر تھا اور یہاں صرف دعا کا تذکرہ ہے- اب اگر آپ کو دعا کے ساتھ آپ کے دست مبارک کے پھیرنے کے معجزہ سے کوئی ضد ہو تو شوق سے اپنی ذمہ داری پر اس کا انکار کر ڈالیں یا سر اور آنکھوں سے اس کو قبول کر کے عشق نبویؐ کے دم بھرنے والوں کی صف میں آ شریک ہوں- یہ تنبیہ ہم جگہ جگہ کر چکے ہیں کہ جو معجزات میانہ درجہ کی اسانید سے ثابت ہوئے ہیں، ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی قوی حدیث ضرور ہوتی ہے- اب اگر آپ کا دل گوارہ کرتا ہو تو آپ ان حدیثوں پر اور ان کے مصنفین پر شوق سے جو چاہیں حکم لگائیں- واللہ المستعان- دیکھیے یہاں بھی ام معبد کی حدیث کی پشت پر اسی قسم کا دوسرا واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے-

فَتُهْلِكَ فَتَذْهَبُ دُنْيَاكَ وَ اٰخِرَتُكَ وَ
عَلَيَّ شَمْلَةٌ اِذَا وَضَعْتُهَا عَلٰى قَدَمَيَّ خَرَجَ
رَأْسِيْ وَ اِذَا وَضَعْتُهَا عَلٰى رَأْسِيْ خَرَجَ قَدَمَايَ
وَ جَعَلَ لَايَجِيْءُ النَّوْمُ وَ اَمَّا صَاحِبَايَ فَنَامَا
وَلَمْ يَصْنَعَا مَاصَنَعْتُ قَالَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ ثُمَّ اَتَى
الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَتٰى شَرَابَهُ فَكَشَفَ عَنْهُ
فَلَمْ يَجِدْ فِيْهِ شَيْئًا فَرَفَعَ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ
فَقُلْتُ الْاٰنَ يَدْعُوْ عَلَيَّ فَاَهْلِكُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ
اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ قَالَ
فَعَمِدْتُ اِلَى الشَّمْلَةِ فَشَدَدْتُهَا عَلَيَّ وَ اَخَذْتُ
الشَّفْرَةَ فَانْطَلَقْتُ اِلَى الْاَعْنُزِ اَيُّهَا اَسْمَنُ
فَاَذْبَحُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاِذَا هِيَ حَافِلٌ وَ اِذَا هُنَّ حُفَّلٌ كُلُّهُنَّ فَعَمِدْتُ
اِلٰى اِنَاءٍ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
كَانُوْا يَطْمَعُوْنَ اَنْ يَحْتَلِبُوْا فِيْهِ قَالَ فَحَلَبْتُ فِيْهِ
حَتّٰى عَلَتْهُ رَغْوَةٌ فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشَرِبْتُمْ شَرَابَكُمُ اللَّيْلَةَ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ
نَاوَلَنِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ
نَاوَلَنِيْ فَلَمَّا عَرَفْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْرَوِيَ وَ اَصَبْتُ دَعْوَتَهُ ضَحِكْتُ
حَتّٰى اُلْقِيْتُ عَلَى الْاَرْضِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى سَوْاٰتِكَ يَا
مِقْدَادُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ
كَذَا وَ كَذَا وَ فَعَلْتُ كَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

نہ ہو کہ تیرے حق میں بد دعا فرمائیں اور تیری دنیا وآخرت دونوں برباد ہو کر رہ جائیں- میں ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے تھا اگر پیر ڈھانکتا تو میرا سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکتا تھا تو پیر کھل جاتے اور اس فکر میں کسی طرح نیند نہ آتی تھی- میرے دو رفیق جنہوں نے یہ حرکت نہ کی تھی وہ آرام سے سو گئے اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور حسب عادت سلام کیا' پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی' اس کے بعد اپنے حصہ کا دودھ پینے کے لیے آئے برتن کھولا تو وہاں کچھ نہ تھا- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا میں نے کہا اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے اوپر بد دعا فرمائی اور میں برباد ہوا' مگر آپ نے یہ دعا فرمائی ''خدایا جو مجھ کو کھلائے تو اس کو کھلا اور جو مجھ کو پلائے تو اس کو پلا (آپ کی یہ دعا سن کر) میں نے اپنی چادر سنبھالی اور چھری ہاتھ میں لے کر بکریوں کی طرف بڑھا کہ ان میں جو فربہ ہو' میں آپ کے لیے اس کو ذبح کر ڈالوں' کیا دیکھتا ہوں کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے' یہ دیکھ کر میں ایک برتن کی طرف بڑھا' جس کے متعلق آپ کے گھر والوں کو یہ خیال بھی نہ گذرا تھا کہ کبھی دودھ اتنا ہوگا کہ اس برتن میں دوہا جائے گا' لیکن میں نے اس میں دودھ دوہا تو وہ بھر گیا یہاں تک کہ اس کے اوپر جھاگ آ گئے- میں اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اپنا حصہ پی لیا ہے- میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ نوش فرمالیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پی کر مجھ کو عنایت فرمادیا- میں نے عرض کی اور نوش فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پی لیا اور پھر مجھ کو عنایت فرمادیا جب میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب شکم سیر ہو چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مجھ کو لگ چکی ہے تو میں ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقداد! یہ کیا ناشائستہ حرکت ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا پورا واقعہ یہ ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ برکت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت تھی تم نے پہلے اس کی مجھ کو خبر کیوں نہ کی کہ ہم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ اِلَّا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَفَلَا كُنْتَ اٰذَنْتَنِيْ فَنُوْقِظُ صَاحِبَيْكَ فَيُصِيْبَانِ مِنْهَا قَالَ فَقُلْتُ وَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُبَالِيْ اِذَا اَصَبْتُهَا وَ اَصَبْتُهَا مَعَكَ مَنْ اَصَابَهَا مِنَ النَّاسِ.

(رواه مسلم في باب اكرام الضيف)

تمہارے دونوں رفیقوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی اس برکت الٰہی میں شریک ہو جاتے میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق دے کر بھیجا ہے جب وہ برکت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچ گئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل مجھ کو بھی نصیب ہو گئی تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں رہی کہ کسی اور کو بھی پہنچی یا نہیں۔

(مسلم شریف)

(۱۳۳۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ لَمَّا انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ مُسْتَخْفِيَيْنِ مَرَّا بِعَبْدٍ يَرْعٰى غَنَمًا فَاسْتَسْقَيَاهُ مِنَ اللَّبَنِ فَقَالَ مَا عِنْدِيْ شَاةٌ تُحْلَبُ غَيْرَ اَنَّ هٰهُنَا عَنَاقًا حَمَلَتْ اَوَّلَ الشِّتَاءِ وَ قَدْ اَخْدَجَتْ وَ مَا بَقِيَ لَهَا لَبَنٌ فَقَالَ ادْعُ بِهَا فَدَعَابِهَا فَاعْتَقَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَسَحَ ضَرْعَهَا وَ دَعَا حَتّٰى اَنْزَلَتْ قَالَ وَ جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ بِمِجَنٍّ فَحَلَبَ فَسَقٰى

(۱۳۳۲) قیس بن نعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ خفیہ طور پر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کے لیے چلے تو راستے میں ان کا گذر ایک غلام پر ہوا جو بکریاں چرار ہا تھا انہوں نے اس سے دودھ طلب کیا۔ اس نے کہا میرے پاس دودھ والی بکری تو کوئی نہیں، صرف ایک ایسی بکری ہے جو شروع جاڑوں میں گابھن ہوئی تھی اس کے بعد وہ تو گر گئی تھی یعنی قبل از وقت اس کا بچہ گر گیا تھا اس لیے دودھ اس کے بھی نہیں رہا۔ انہوں نے فرمایا اچھا جاوہی لے آ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نکالنے کے لیے اس کی ایک ٹانگ دبالی اور اس کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ بس فوراً اس کے دودھ اتر آیا۔ صدیق

(۱۳۳۲) ✱ اس روایت کو حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے، مگر بعض سیرت نگاروں نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور اس میں بھی ایک شاخ یہ نکال دی ہے کہ ہجرت کا واقعہ صحیحین میں موجود ہے، مگر اس معجزہ کا اس میں نام و نشان تک نہیں۔ یہ غالباً اسی اصول پر مبنی ہے کہ جب کوئی واقعہ صحیحین میں موجود ہو اور کسی دوسرے طریقے سے اس میں کوئی بات اعجازی ثابت ہو تو اس کو صحیحین کے خلاف اور غیر معتبر سمجھا جائے یا کم از کم اس کے ثبوت میں شک پیدا کر دیا جائے۔ حالانکہ جب ایک زیادتی صحت کے ساتھ ثابت ہے اور اس کے منافی کوئی چیز موجود نہیں تو اس کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ زیادتی ثقہ کا تسلیم کرنا ایک مسلم مسئلہ ہے۔ ہاں اگر یہ زیادتی معارض ہو یا منافی ہو تو محل نظر ہو سکتا ہے اس کا انکار قطعی طور پر پھر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ واقعہ ام معبدؓ والے واقعہ سے بہت ملتا جلتا ہے وہاں بھی دودھ ید کریمہ کی برکت سے پیدا ہوا اور یہاں بھی یہی صورت ظہور پذیر ہوئی۔ فتبارک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شیء قدیر. اس جگہ حیرت ہوتی ہے کہ انکار معجزات کے شغف نے اس حدیث صحیح کے انکار پر صرف اتنی سی بات سے آمادہ کر دیا کہ یہ واقعہ صحیحین کی حدیث میں مذکور نہیں اور جب اسی قسم کا دوسرا واقعہ ام معبد کی حدیث میں نظر آیا تو اس کو جرح و تعدیل کے چکر میں ڈال دیا تا کہ ید کریمہ کی برکت سے دودھ پیدا ہونے کا تخم بھی احادیث سے مٹ جائے۔ اگر کاش اس صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ کو اس کی صحت سند کی بنا پر تسلیم کر لیا جاتا اور حدیث ام معبدؓ کے واقعہ کو اس کی تائید میں سمجھ لیا جاتا ﷺ .....

اَبَابَكْرٍ ثُمَّ حَلَبَ فَسَقَى الرَّاعِيَ ثُمَّ حَلَبَ فَشَرِبَ فَقَالَ الرَّاعِيُ بِاللّٰهِ مَنْ اَنْتَ فَوَاللّٰهِ مَارَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطُّ قَالَ اَوَتَرَاكَ تَكْتُمُ عَلَيَّ حَتّٰى اُخْبِرَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنْتَ الَّذِيْ تَزْعُمُ قُرَيْشٌ اَنَّهُ صَابِيٌّ قَالَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ فَاَشْهَدُ اَنَّ مَاجِئْتَ بِهٖ حَقٌّ وَ اَنَّهُ لَا يَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ اِلَّانَبِيٌّ وَ اَنَا مُتَّبِعُكَ قَالَ اِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ يَوْمَكَ فَاِذَا بَلَغَكَ اَنِّيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنَا.

(اخرجه الحاكم و قال الذهبي انه صحيح)

اکبرؓ ایک ڈھال لے کر آئے آپؐ نے دودھ نکال کر پہلے ابوبکر کو پلایا اس کے بعد پھر دودھ دوہا اور اس چرواہے کو پلایا پھر دودھ دوہا اور خود نوش فرمایا- چرواہے نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا بخدا بتایئے آپ کون صاحب ہیں- میں نے آپ جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا- آپؐ نے فرمایا دیکھو جب تک میں نہ کہوں میری خبر پوشیدہ رکھنا اس نے کہا بہت اچھا- آپؐ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کا پیغمبر محمدؐ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے عرض کی اچھا وہی تو نہیں جس کو قریش ''صابی'' کہتے ہیں- آپ نے فرمایا ہاں وہ تو یہی کہتے ہیں- اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں آپ کا دین حق ہے اور آپؐ نے جو یہ کام کیا ہے یہ تو نبی کے سوا کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اور میں اب آپ کے ساتھ چلتا ہوں- آپ نے فرمایا ابھی یہ تم کو مشکل ہوگا' لیکن جب تم کو میرے ظہور کی خبر ملے اس وقت تم ہمارے پاس آ جانا- (مستدرک)

(۱۳۳۳) عَنِ ابْنَةِ خَبَّابٍ قَالَتْ خَرَجَ

(۱۳۳۳) خبابؓ کی دختر بیان کرتی ہیں کہ میرے والد خبابؓ ایک چھوٹے

لـه ..... تو اتنا حرج تو نہ تھا کہ تبعین قواعد صرف ضوابط کی آڑ میں اس رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو اس طرح چھپاتے پھرتے گویا کہ وہ کوئی عیب تھا- لیکن کیا کیا جائے کہ و للناس فیما یعشقون مذاهب.

تنبیہ: یہ واضح رہنا چاہیے کہ جملہ اہلِ علم کے نزدیک صحیحین میں جو خود ان کے مصنفین کے نزدیک بھی صحیح تھیں ان کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا گیا' پھر اگر کسی صحیح طریقے سے ایک جدید واقعہ اور ثابت ہوتا ہے تو وہ زیادتی ثقہ کی تعریف میں داخل نہیں' کیونکہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ ایک ہی روایت میں کوئی راوی کسی نئی بات کا تذکرہ زیادہ کرے اور یہاں صحیحین کی روایت میں اس کا تذکرہ ہی نہیں آیا لہٰذا اس کو ایک مستقل حدیث کہا جائے گا نہ کہ زیادتی ثقہ کا مسئلہ ہجرت کے واقعہ میں نہ معلوم کتنے عجائبات کا ظہور اور بھی ہوا ہوگا جن کو صحیحین کے مصنفین نے کسی سبب سے نظر انداز کر دیا ہو- اگر ان بے چاروں کو خبر ہوتی کہ آئندہ علماء میں کس کس مزاج کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں تو شاید وہ اس قسم کے واقعات کے استیعاب کا ارادہ کرتے اس لیے ہو سکتا ہے کہ جس طرح جملہ ابواب میں بہت سی احادیث صحیحہ ان کی کتابوں میں درج نہ ہو سکیں' اسی طرح ہجرت کے کچھ واقعات بھی درج ہونے سے رہ گئے ہوں- زیادتی ثقہ کا مسئلہ ہم نے صرف نظیر کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ وہ بالکل علیحدہ مسئلہ ہے-

(۱۳۳۳) ✱ اس واقعہ کے ساتھ حافظ ہیثمیؒ نے اس قسم کے اور دو واقعے ذکر کیے ہیں جس کا حوالہ ہم نے متن کتاب میں لکھ دیا ہے- اب آپ کو اختیار ہے کہ اس برکتِ بینہ کے جتنے واقعات نکلتے ہیں آپ ان کے انکار کرنے میں کوئی نہ کوئی بہانہ نکالتے رہیے- مگر محدثین تو ان میں سے کسی کو صحیح کہتے ہیں اور کسی کے راویوں پر لفظ ''ثقہ'' کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

سارت مشرقة و سرت مغربا   شتان بين مشرق و مغرب

خَبَّابٌ فِيْ سَرِيَّةٍ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاهَدُنَا حَتّٰى كَانَ يَحْلِبُ عَنْزًا لَنَا فَكَانَ يَحْلِبُهَا فِيْ جَفْنَةٍ فَكَانَتْ تَمْتَلِئُ حَتّٰى تَطْفَحَ قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمَ خَبَّابٌ حَلَبَهَا فَعَادَ حِلَابُهَا اِلٰى مَا كَانَ قَالَتْ فَقُلْنَا لِخَبَّابٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِبُهَا حَتّٰى تَمْتَلِئَ جَفْنَتُنَا فَلَمَّا حَلَبْتَهَا نَقَصَ حِلَابُهَا.

سے لشکر کے ساتھ ایک غزوہ میں چلے گئے۔ ان کے پیچھے ہماری ضروریات کا خیال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہماری ایک بکری تھی اس کا دودھ بھی ایک پیالہ میں نکال دیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ اتنا بھر جاتا تھا کہ چھلکنے لگتا تھا وہ کہتی ہیں جب خباب نے واپس آ کر دودھ خود نکالا تو جتنا وہ پہلے نکلتا تھا پھر اتنا ہی رہ گیا وہ کہتی ہیں ہم نے خباب سے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ نکالا کرتے تھے تو ہمارا برتن خوب بھر جایا کرتا تھا' پھر جب سے کہ اس کا دودھ آپ نے نکالنا شروع کیا ہے تو وہ بہت گھٹ گیا ہے۔

(رواه احمد و الطبراني و رجالهما رجال الصحيح غير عبدالرحمن بن زيد القايش و هو ثقة- مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۱۲ و ذكر قصة اخرى عن قيس بن النعمان السكوني و قصة اخرى عن سعد عن الطبراني و قال رجال الاولى رجال الصحيح و رجال الثانيه ثقات.)

الرسول الاعظم و نسج العنكبوت على الغار صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غارِ حراء کے منہ پر مکڑی کا جالا تن دینا

(۱۳۳۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤُوْسِنَا وَ نَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهِ اَبْصَرَنَا

(۱۳۳۴) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب میں نے دیکھا کہ مشرکین کے قدم اب ہمارے سر پر آ چکے ہیں اور ہم غار میں موجود ہیں تو گھبرا کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کسی کی ذرا بھی اپنے قدموں کی

(۱۳۳۴) * صاحب مشکوٰۃ نے اس واقعہ کو معجزات کی فہرست میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ واقعہ کے صرف مذکورہ بالا الفاظ ہی اس کے معجزہ ہونے کے لیے کافی ہیں' لیکن جب دوسری روایات سے اس واقعہ کی مزید تفصیلات بھی سامنے آتی ہیں تو پھر اس کا معجزہ ہونا اور زیادہ عیاں ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے واضح ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب الفوائد میں لکھتے ہیں۔ (یہ کتاب بدائع الفوائد کے علاوہ ہے)

فبدأ الصديق بدخوله ليكون و قاية له ان كان ثم مؤذ وانبت الله شجرة لم تكن قبل فاظلت المطلوب واضلت الطالب وجاء ت عنكبوت فحازت وجه الغار فحاكت ثوب نسجها على منوال السترفا

غار میں آپ سے پہلے خود صدیق اکبرؓ اس لیے داخل ہوئے تھے کہ اگر اس میں کوئی موذی جانور ہو تو آپ کو ایذا نہ پہنچے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت وہاں ایک درخت پیدا فرما دیا تھا جو پہلے سے نہ تھا تاکہ آپ کو چھپا لے اور جو آپ کا پیچھا کرنے والے تھے ان کو راستے کا پتہ نہ چلے' ادھر ایک مکڑی آئی اور اس نے ..... ☜

فَقَالَ یَا اَبَابَکْرٍ مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا. (متفق علیہ اخرجہ صاحب المشکوٰۃ فی اول باب المعجزات)

طرف نظر گئی تو وہ ہم کو فوراً دیکھ لے گا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا گمان کیا ہونا چاہیے جن کا نگہبان تیسرا ''اللہ'' ہو- (متفق علیہ)

(۱۳۳۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ اِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَذَکَرَ قِصَّۃَ الْھِجْرَۃِ حَتّٰی قَالَ فَاقْتَصُّوْا اَثَرَہٗ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَیْھِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَاَوْا عَلٰی بَابِہٖ نَسْجَ الْعَنْکَبُوْتِ فَقَالُوْا لَوْ دَخَلَ ھٰھُنَا لَمْ یَکُنْ نَسْجُ

(۱۳۳۵) حضرت ابن عباسؓ آیت وَ اِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کی تفسیر میں ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفار آپ کے نشانات تلاش کرتے کرتے جب ٹھیک غار والے پہاڑ تک آ پہنچے تو ان کو آگے آپ کے نشانات نہ ملے- وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور اس غار پر سے گذرے جب اس کا منہ دیکھا تو اس پر مکڑی نے جالا تن رکھا تھا اس کو دیکھ کر باہم یہ گفتگو کرنے لگے کہ اگر اس میں آپ داخل ہوئے ہوتے تو مکڑی کا یہ جالا غار کے

﴿ ..... حکمت الشقة حتی عمی علی القائف المطلب و ارسل حمامتین فاتخذتا ھناک عشا جعل علی ابصار الطالبین غشاوة. و ھذا ابلغ فی الاعجاز من مقاومة القوم بالجنود. (الفوائد ص ۹۳)

اپنے لعاب دہن سے غار کے منہ پر جالا بنالیا اور اس کا پردہ سا بنا کر غار کا منہ اس طرح مضبوط بند کر دیا کہ کھوج لگانے والوں کو اندر کا کچھ پتہ ہی نہ چل سکا اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو کبوتر بھیج دیئے جنہوں نے آکر اس میں ایک گھونسلہ رکھ دیا اور اس طرح پیچھے آنے والوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا- حفاظت کی یہ معجزانہ صورت اس سے کہیں بڑھ کر تھی کہ لشکر سے دشمنوں کا مقابلہ کیا جاتا- (وہ عادت کے موافق بات ہوتی اور یہ خارق عادت تھی)

(۱۳۳۵) * کہنے والوں نے تو اس واقعہ کو بھی صرف ایک معمولی سا واقعہ کہہ کر ٹال دیا ہے' لیکن کیا کیجیے کہ صورت حالات کا خود مشاہدہ کرنے والے آپؐ کے دشمن جو آپ کے تعاقب میں بڑی جدوجہد کے بعد یہاں تک پہنچے تھے وہ اس کو صرف اتفاق پر محمول نہ کر سکے' بلکہ آپؐ کے غار میں داخل نہ ہونے کا بدیہی ثبوت سمجھے اور واپس ہو گئے- اتنی کھلی بات کے بعد یہ کہنا بے جا ہے کہ راوی کے الفاظ سے اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے زیادہ اور راوی کہتا بھی تو کیا کہتا- نیز راوی کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ جب وہ کسی واقعہ کو نقل کرے تو اس کے ساتھ اس کا معجزہ ہونا بھی مدلل بیان کرے- یہ صورت واقعہ پر غور کرنے والے کی اپنی عقل کی بات ہے- جس سفر میں آپ کے تعاقب کرنے والے دشمن کے گھوڑے کے پیر دھنس جانے کا معجزہ ابھی ابھی پیش آ چکا تھا' وہاں اس ضعیف حیوان کی اس ماحضر جاں نثاری پر اتنی بال کی کھال کون نکال سکتا ہے کہ یہ صرف ایک حسن اتفاق تھا یا اعجازی حفاظت کا ایک کرشمہ تھا- اس لیے محدثین نے اس کو بھی آپؐ کی معجزانہ حفاظت میں شمار کر لیا ہے اور طریقہ بھی یہی ہے کہ دنیا جب اس قسم کے حفاظتی واقعات اچانک اور بے وہم و گمان کسی کے لیے جمع دیکھتی ہے تو طبعاً اس کو قدرتی حفاظت کی فہرست میں شمار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے تعجب کرنے والے تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں' لیکن حافظ زرقانی نے اسی قسم کا واقعہ آپ کے صحابی عبداللہ بن انیس کو بھی پیش آنا نقل کیا ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سفیان یا سفیان بن خالد نامی شخص کے قتل کے لیے بھیجا تھا- جب عبداللہ ابن انیس ایک غار میں داخل ہوئے تو اس کے منہ پر بھی ﴾ .....

الْعَنْكَبُوْتِ عَلٰى بَابِهٖ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ. منہ پر نہ ہوتا (یہ کہہ کر وہ واپس ہو گئے) اور آپ اس غار میں تین دن تک پوشیدہ رہے۔ (مسند احمد)

(رواہ احمد باسناد حسن. قال الحافظ و ذكر نحو ذلك موسى بن عقبة عن الزهرى و فى مسند ابى بكر الصديق لابى بكر بن على المروزى شيخ النسائى من مرسل الحسن فى قصة نسج العنكبوت نحوه و ذكر الواقدى ان قريشا بعثوا فى اثرهما قائفين احدهما كرز بن علقمه فرأى كرز بن علقمه على الغار نسج العنكبوت فقال ههنا انقطع الاثر و لم يسم الاخر و سماه ابو نعيم فى الدلائل. كذا فى الفتح ج ۷ ص ۱٦۸)

الرسول الاعظم و توقير الوحوش له صلوات الله و سلامه عليه

بعض وحشی جانوروں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کرنا

(۱۳۳٦) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْشٌ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ وَ لَعِبَ وَ اَقْبَلَ وَ اَدْبَرَ فَاِذَا اَحَسَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ رَبَضَ فَلَمْ يَتَرَمْرَمْ كَرَاهِيَةَ اَنْ يُؤْذِيَهٗ.

(۱۳۳٦) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلے جاتے تو ادھر ادھر دوڑتا اور کھلاڑیاں کرتا اور جہاں آپ کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس کرتا بس فوراً ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ جاتا اور ذرا آواز نہ نکالتا۔ اس خیال سے کہ مبادا آپ کو تکلیف ہو۔ (مسند احمد۔ ابویعلی)

(رواہ ابو یعلى الموصلى و لفظه للامام احمد قال ابن كثير على شرط الصحيح ج ٦ ص ۱٤۸ كما فى البدايه و النهايه)

للہ ..... مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ اسی طرح جب حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برہنہ سولی دی گئی تو مکڑی نے آپ کے مستور اعضاء پر بھی جالا تن دیا تھا۔ (دیکھو شرح المواہب ج ۱ ص ۳۳۸) اب یہاں ایک مذاق تو یہ ہے کہ یہ سب معمولی روزمرہ کے واقعات تھے اور دوسرا مذاق یہ ہے کہ یہ قدرت کے غیر معمولی حفاظت کے عجائبات تھے اور اسی لیے تاریخوں میں اور کتب سیر میں ان کو معجزات اور کرامات کی فہرست میں داخل کیا جاتا رہا ہے۔ ورنہ معمولی واقعات کی تدوین کی ضرورت کس کو ہے۔

نوٹ: یہاں حافظ ابن قیمؒ نے حفاظت کی اس صورت کا فوج کے ذریعے سے حفاظت پر فائق ہونا بہت خوب لکھا ہے۔ قابل غور ہے۔

(۱۳۳٦) * جہاں تک الفاظ روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ وحشی جانور ہرن تھا' جس میں تربیت کا اثر بہت کم ہوتا ہے ہاں بعض اور حیوانات ایسے ہیں جن میں تدریب و تربیت سے کچھ نہ کچھ تہذیب کی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں' مگر یہ ظاہر ہے کہ اس وقت عرب میں بالعموم ہرن کی تربیت و تہذیب کرنے کی عادت نہ تھی۔ بالخصوص بیت نبوت میں حیوانات کی تربیت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر جو جانور گھروں میں گھل مل جاتے ہیں وہ عام طور پر اپنے مالک کو دیکھ کر خوشی میں کودنے اچھلنے لگتے ہیں۔ مگر یہاں صورت اس کے برعکس تھی یعنی جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کودتا اچھلتا اور جب آپ کو دیکھ لیتا بس فوراً خاموش ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا۔ چونکہ دوسری احادیث میں حیوانات میں آپ کے ادب و احترام کے واقعات ایک سے زیادہ موجود ہیں' اس لیے اگر علماء نے اس ایک واقعہ کو بھی للہ .....

معجزۃ حبس الشمس ظھرت فی زمن نبی من الانبیاء

ایک نبی کے زمانے میں آفتاب ٹھہر جانے کا معجزہ

(۱۳۳۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِہٖ لَا یَتَّبِعْنِیْ رَجُلٌ مَلَکَ بُضْعَ امْرَءَۃٍ وَ ھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَبْنِیَ بِھَا وَ لَمَّا

(۱۳۳۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نے جہاد کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے نکاح کیا ہو[1] اور وہ شخص بھی اس نے اپنی بی بی سے صحبت نہ کی ہو اور

.... حیوانات کی عام عادت کی بجائے خاص آپ کے ادب و احترام کے واقعات میں شمار کر لیا ہے تو یہ کوئی بڑا جرم نہیں کیا بالخصوص جب کہ یہاں اس کا ایک واضح ثبوت بھی موجود ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ جیسی صاحب فہم جو اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والی تھیں وہ اس واقعہ کو معمولی واقعہ کی طرح ادا نہیں فرماتیں' بلکہ اس کو اس جانور کے ادب و احترام کا احساس ہی قرار دیتی ہیں' یہاں ان کے آخری الفاظ پر غور فرمائیے ''مبادا آپ کو تکلیف ہو۔'' اب اگر واقعہ کا مشاہدہ کرنے والی بی بی صاحبہ واقعہ کو ایک غیر معمولی بات کی فہرست میں شمار کر رہی ہیں تو مشاہدہ نہ کرنے والوں کو آخر حق کیا ہے کہ وہ اس کو ایک معمولی واقعہ کی فہرست میں داخل کرنے کی سعی فرمائیں۔ تعجب ہے کہ انکار معجزات کی دھن میں یہاں ''وحش'' کا ترجمہ پالتو جانور کیا گیا ہے حالانکہ روایت میں صاف ''وحش'' کا لفظ موجود ہے' پھر اس واقعہ کے متعلق یہ لکھ دینا کتنی بڑی جرأت ہے کہ:

''درحقیقت یہ کوئی معجزہ نہیں' بلکہ عام لوگوں سے بھی جانور اسی طرح ہل مل جاتے ہیں''۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے:

و کان یحترمہ و یوقرہ و یبجلہ۔ یعنی یہ جانور آپ کا احترام اور آپ کی تعظیم بجالاتا تھا۔

(۱۳۳۷) ✱ یہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ شام کے ملک ایحاء شہر میں جمعہ کے دن یہ لڑائی ہوئی تھی۔ سرسری نظر میں یہ معجزہ ایک ہی معجزہ نظر آتا ہے لیکن اگر اس حدیث پر آپ غور سے نظر ڈالیں تو یہ تین معجزات ہیں:۔

(۱) آفتاب ٹھہر جانا۔ یہ تو بہر حال معجزہ ہے خواہ زمین کو متحرک کہیں یا آسمان کو' اس الجھن میں پڑنا ہم نہیں چاہتے جو بطلیموس اور موجودہ فلسفے میں ابھی تک زیر نگاہ ہے جس کے دلائل درسی کتابوں میں پہلی کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' میں جانبین کی طرف سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) آگ کا آسمان سے آنا اور جمع شدہ مال کو نہ جلانا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عام عادت کے خلاف ہے اور جب یہ غور کیا جاتا ہے کہ وہ آگ حلال اور حرام مال میں بھی فرق کرتی تھی تو تعجب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال جیسا کچھ بھی ہو اس آگ کی آمد اور اس کا یہ فعل ''احراق'' قرآن پاک سے بھی ثابت ہے۔ اس کو عالم کی عام عادات میں سے ایک لمحہ کے لیے بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ عَھِدَ اِلَیْنَا اَنْ لَا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ ... الخ (آل عمران: ۱۸۳)

جن لوگوں نے یہ (غلط) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس وقت تک اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ (سابقہ دستور کے مطابق) ہمارے پاس وہ آگ نہ لائے جو ہمارے صدقات کو کھا لیا کرے .....

[1] نیا نیا نکاح کیا ہو۔

يَبْنِ بِهَا وَ لَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَ لَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَرَجُلٌ نِ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَ هُوَ يَنْتَظِرُ وِ لَا دَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَ اَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَ تْ يَعْنِي النَّارُ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَا يِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُرَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَ تِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا. (متفق عليه)

نہ وہ شخص چلے' جس نے مکان بنایا ہو اور ہنوز اس کی چھت نہ ڈالی ہو اور وہ شخص بھی نہ چلے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خرید کی ہوں اور وہ ان کے جننے کا منتظر ہو (اس لیے کہ ان لوگوں کا دل ان چیزوں میں پڑا رہے گا اور وہ اطمینان سے جہاد نہ کرسکیں گے) یہ کہہ کر وہ پیغمبر جہاد کے لیے چلے اور عصر کے وقت یا عصر کے قریب اس بستی کے پاس پہنچے (جہاں ان کو جہاد کرنا تھا) تو پیغمبر نے سورج سے کہا تجھ کو غروب ہونے کا حکم ہے اور مجھ کو جہاد کا حکم۔ اے اللہ تھوڑی دیر کے لیے تو اس کو غروب ہونے سے روک دے (تاکہ ہفتہ کی رات نہ آجائے کیونکہ ہفتہ کو جنگ کرنا ان کی شریعت میں درست نہ تھا اور یہ لڑائی جمعہ کے دن ہوئی تھی) چنانچہ سورج ٹھیر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی۔ پھر لوگوں نے مال غنیمت ایک جگہ لا کر جمع کر دیا حسب دستور اس کے جلانے کے لیے آسمان سے آگ آئی' لیکن اس نے نہ جلایا۔ اس پر ان پیغمبر نے کہا تم میں سے کسی شخص نے اس مال میں ضرور خیانت کی ہے' (جب ہی تو یہ مال قبول نہ ہوا) لہٰذا تم میں سے ہر ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے آکر بیعت کرے۔ چنانچہ سب نے بیعت کی ایک شخص کا ہاتھ جب پیغمبر کے ہاتھ سے لگا تو ان کے ہاتھ سے چپک گیا۔ پیغمبر نے کہا بس یہ چوری تم ہی میں سے کسی نے کی ہے۔ اس پر انہوں نے بیل کے سر کے برابر سونا لا کر رکھ دیا اس کے بعد آگ آئی اور اس کو جلا گئی۔'' (بخاری و مسلم)

بقیہ ..... (۳) جس قبیلہ میں چوری واقع ہوئی تھی اس میں سے چوری کرنے والے شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے آ چپکنا نہ اس میں کوئی مادی سبب نظر آتا ہے اور نہ یہ آج تک اتنی تحقیقات کے بعد بھی عالم کی عادت قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہ تینوں معجزات اپنی نوعیت میں بالکل الگ الگ ہیں اس لیے ان تین کو ایک اور ایک کو تین والی منطق نہ سمجھنی چاہیے اور ثالث ثلاثہ کہہ کر اس پر انکار کا حکم بھی نہ لگانا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ تو یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر اس سے بڑھ کر معجزہ تھا' کیونکہ کسی متحرک جسم کا ساکن ہو جانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ ایک مضبوط جسم کے دو ٹکڑے ہو جانا عجیب ہے۔ تفصیل کے لیے حجۃ الاسلام ص ۴۳ تا ۴۵ ملاحظہ فرمائیے۔

حقیر کے نزدیک حبس الشمس سے رد الشمس بڑھ کر ہے کیونکہ حبس الشمس ایک کرہ کا اپنے مدار پر توقف کا نام ہے اور رد الشمس میں حرکت معکوس ہے اور ظاہر ہے کہ توقف کی نسبت معکوس حرکت زیادہ مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم' لیکن حضرت مولانا نے جو مثال پیش فرمائی ہے وہ رد الشمس سے بھی زیادہ بدیہی اور واضح ہے جیسا کہ ان کی تقریر سے ظاہر ہے۔

الرسول الاعظم و معجزة رد الشمس له صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے سورج کا مشرق کی جانب لوٹ آنے کا معجزہ

(۱۳۳۸) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ اَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا. قَالَتْ اَسْمَاءُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ.

(۱۳۳۸) اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی اور نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت علی کو بلایا (حضرت علیؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپ کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا (اور تیسری جلد میں گذر چکا ہے کہ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ کی آنکھ کھلی تو (آپ نے دیکھا کہ حضرت علی کی نماز عصر کا وقت جاتا رہا تو آپؐ نے دعا فرمائی' خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا (اور اس کی نماز عصر جاتی رہی) تو تو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اٹھے اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ یہ واقعہ مقام صہباء کا ہے۔ (مشکل الآثار)

اخرجه الامام الطحاوی فی مشکل الآثار ج ۱ ص ۱۱ و قال کل هذه الاحادیث من علامات النبوة و قد حکی =

(۱۳۳۸) * اس حدیث میں حضرت یوشع علیہ السلام کے "معجزہ" حبس شمس سے بڑھ کر آپ کا ایک "معجزہ" ردشمس کا منقول ہے۔ ترجمان السنہ جلد سوم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اگر قدرتی طور پر سو جاتے تھے تو ان کو بیدار نہ کرنا یا امتوں کا ایک مستقل دستور تھا اور جب کسی شرعی عذر سے نماز جاتی رہے تو قدرت اس کی تلافی اور اپنے رسول کے اظہار عظمت کی خاطر اگر کوئی معجزہ دکھا دے تو یہ بالکل ممکن ہے۔ معجزات کا ظہور مشیت الہیہ اور اس کی حکمت پر موقوف ہے اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں کہیں آپ کی نماز کے قضا ہونے کا ذکر آئے وہاں اس قسم کے کسی معجزہ کا ظہور بھی لازم ہو۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے حبس شمس کا معجزہ تو صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ اس میں تو کسی کو کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں لہذا عقلی اور تاریخی اور علم ہیئت کے جتنے اعتراضات یہاں پیدا ہوں' ان کا جواب پہلے وہاں سوچ لیجئے' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر کیا تعجب ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے معجزات میں سے ایک "شق القمر" بھی ہے ظاہر ہے کہ رد الشمس' شق القمر سے زیادہ عجیب نہیں ہے جب وہ مسلّم ہو چکا تو اس میں بھی تردد کی کوئی وجہ نہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بعض کج فہم جماعتوں نے جب اس کو حضرت علیؓ کے فضائل میں شمار کر کے اس کی صحیح نسبت ہی کو مسخ کر ڈالا تو جو محدثین ان کی تردید کے درپے ہوئے انہوں نے اس حدیث ہی کو پھیکا کرنے کی سعی کی پھر یہ اسی ایک حدیث پر موقوف نہیں' بلکہ فضائل کی جتنی حدیثیں اس سلسلہ میں آئی ہیں وہ سب اسی بحث و تمحیص .....

= عيسى بن عبدالرحمن بن المغيرة عن احمد بن صالح انه كان يقول لا ينبغي لمن كان سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث اسماء الذي روى لنا عنه لانه من اجل علامات النبوة قال و هو حديث متصل و رواته ثقات و اعلال ابن الجوزى هذا الحديث لا يلتفت اليه و راجع فيض البارى شرحنا على صحيح البخارى ص ٤٦٣ من المجلد الثالث. قال الحافظؒ و اخطأ ابن الجوزى بايراده له فى الموضوعات و كذا ابن تيميةؒ فى كتاب الرد على الروافض فى زعم وضعه له و الله اعلم. فتح البارى ج ٦ ص ١٣٦.

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کی سب حدیثیں علامات نبوت میں داخل ہیں- احمد بن صالح کہتے ہیں کہ جس شخص کا مشغلہ علم ہو اس کے لیے اس حدیث کے حفظ کرنے سے غفلت کرنی نہ چاہیے' کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور ہر راوی اپنے شیخ سے بلا واسطہ روایت کرتا چلا آیا ہے- یہاں ابن جوزی کا اس حدیث کو معلول کرنا کچھ قابل التفات نہیں ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے-

---

۱ؔ ..... کے چکر میں پڑ گئی ہیں' لیکن جب کہ مستند محدثین اس کو صحیح شمار کر رہے ہوں تو پھر آپ کے انصاف کا پلہ ان منکرین ہی کی طرف کیوں جھکتا ہے کیا یہ اسی اصول پر مبنی نہیں کہ جہاں کسی معجزہ کے باب کی حدیث میں دو پہلو نظر آئیں' وہاں اسی پہلو کو ترجیح دے دی جائے' جس میں اس معجزہ کا انکار نکلتا ہو۔

مکن اے بتاں خراب دلم آخر ایں خانہ را خدائے ہست

ہمارے نزدیک جن طبائع پر یہ غلط نقش قائم ہو گیا ہے کہ محدثین نے آپ کے معجزات میں انبیائے سابقین کے معجزات کی مثالیں زبردستی نکالنے کی کوشش کی ہے- ان کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ خدا ان کو معاف کرے انہوں نے معجزات کی تفہیم کی خاطر خود اپنے عقائد ہی زخمی کر ڈالے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

تنبیہ: حدیث مذکور میں ہم نے غابت کا ترجمہ قریب الغروب کر دیا ہے یہ کسی ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں' بلکہ ایک صریح اور صحیح حقیقت کی بنا پر ہے- کیونکہ احادیث میں اصفرار شمس کو غیبوبت شمس سے متعدد مقامات پر تعبیر کیا گیا ہے اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ اس وقت شرعی نظر میں عصر کا وقت گویا ختم ہو جاتا ہے- اس لیے اصفرت الشمس کو غابت الشمس سے تعبیر کر دیتے ہیں- جمع بین الصلوٰتین کی احادیث پر نظر رکھنے والوں کے لیے یہ محاورہ مخفی نہ ہوگا اور اس کی وجہ عبداللہ الصنابحی کی حدیث میں مرفوعاً مالک' احمد و نسائی کے یہاں اس طرح مذکور ہے: **فاذا دنت للغروب قارنها فاذا غربت فارقها**. یعنی آفتاب کے ساتھ شیطان کی مقارنت اس وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب سے کہ وہ قریب الغروب ہوتا ہے پھر وہ اس کے غروب ہونے تک باقی رہتی ہے- اسی لیے طلوع و غروب میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے اور اسی لیے قریب الغروب کو غروب سے ادا کیا گیا ہے اور یوں بھی قریب الوقوع کو واقع سے تعبیر کرنا قرآن کریم کا عام محاورہ ہے اس سے زیادہ اس کو طول دینا اضاعت وقت ہے-

تنبیہ: حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں ہے کہ جب روافض و دیگر اقوام نے حضرت علیؓ وغیرہ کے مناقب میں بے سر و پا احادیث نقل کرنا شروع کیں تو ان کے مقابلے میں بعض تیز مزاج محدثین نے کچھ صحیح احادیث کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے-

الرسول الاعظم و تظليل السحابة عليه صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کے سایہ فگن ہونے کا معجزہ

(۱۳۳۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَ كَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَ اَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَ اَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَ مَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ

(۱۳۳۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' کیا غزوۂ احد سے بڑھ کر بھی کوئی اور سخت وقت آپ پر گذرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تمہاری قوم کی طرف سے جو جو مصائب میں نے برداشت کیے وہ تو کیے ہی تھے' لیکن ایک بڑا سخت وقت مجھ پر وہ گذرا ہے جب کہ میں نے ابن عبد یالیل کے سامنے اپنی نبوت کو پیش کیا تو اس نے میری مرضی کا جواب نہ دیا اور صاف انکار کر دیا۔ میں سر جھکائے مغموم چلا آ رہا تھا مقام قرن الثعالب پر آ کر ذرا میری طبیعت سنبھلی تو میں نے اپنا سر اٹھایا' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اس کی طرف نظر کی دیکھا تو اس میں جبرئیل علیہ السلام موجود ہیں اور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہاڑوں پر مؤکل فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اس کے

(۱۳۳۹) * جو لوگ مشرکین عرب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمناؤں کا اندازہ رکھتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ پیہم ناکامیوں کے بعد جب یہاں بھی آپ کو ناکامی کا سامنا ہوا ہوگا تو آپ کے قلب مبارک پر کیا کچھ گذرا ہوگا۔ نبوت عامہ کے بارِ عظیم کی ذمہ داری ادھر پہلے ہی مراحل میں ناکامیوں پر ناکامیاں بس آپ کے قلب مبارک پر غم کے پہاڑ توڑ رہی تھیں۔ مشکلات سہتے سہتے انسان کو کچھ برداشت کی عادت پڑ جاتی ہے' لیکن ابتدائی قدم پر جو خلافِ امید ناکامی پیش آتی ہے وہ بہت صبر آزما ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ جس طرح آپ کی تسلی کے لیے یہاں قدرت نے اپنی طاقت کا مظاہرہ فرمایا تھا اس طرح کہیں کم ہی پیش آیا ہے۔ صحیح بخاری کی اس روایت میں صاف موجود ہے کہ میرے اوپر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کیے ہوئے تھا۔ پھر اگر بحیرا کے ایک واقعہ میں آپ کے اوپر بادل کا سایہ کرنا مذکور ہے تو آپ اس سے اتنے سراسیمہ کیوں ہوتے ہیں۔ جس پر رحمتِ باری تعالیٰ سایہ فگن رہتی ہو اس پر اگر سو بار بادل سایہ کرے تو تعجب کیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس سب سے بڑھ کر صبر آزما موقعہ پر آپ کا جواب کتنی بڑی عالی حوصلگی کا ہے۔ زیادہ تفصیل کی اب وقت میں گنجائش نہیں۔

تنبیہ: تعجب ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں نے بڑی مشکل سے بحیرا راہب کے قصہ میں آپ کے اوپر ایک بادل کے سایہ فگن رہنے کو تسلیم کیا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا واقعہ نقل نہیں کیا' حالانکہ یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی صاف صاف الفاظ میں موجود ہے۔ اب اگر .....

فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِکَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اُطْبِقُ عَلَیْهِمُ الْاَخْشَبَیْنِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا یُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا. (رواہ البخاری)

بعد ملک الجبال (پہاڑوں پر مؤکل فرشتہ) نے مجھ کو سلام کیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ درست بات ہے اب فرمائیے کیا حکم فرماتے ہیں اگر حکم ہو تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان ان سب کو کچل ڈالوں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نہیں نہیں مجھ کو یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں کوئی بندہ ایسا پیدا کرے گا' جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کرے- (بخاری شریف)

الرسول الاعظم و کلام السباع فی زمانه صلوات الله و سلامه علیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت میں بعض اوقات درندوں کا آدمیوں کی طرح کلام کرنا

(۱۳۴۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰی شَاةٍ فَاَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَاَقْعَی الذِّئْبُ عَلٰی ذَنَبِهٖ فَقَالَ اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ تَنْزِعُ مِنِّیْ رِزْقًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَیَّ؟ فَقَالَ یَا عَجَبًا ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلٰی ذَنَبِهٖ یُکَلِّمُنِیْ کَلَامَ الْاِنْسِ. فَقَالَ الذِّئْبُ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَعْجَبَ مِنْ ذٰلِکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَثْرِبَ یُخْبِرُ النَّاسَ بِاَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ قَالَ فَاَقْبَلَ الرَّاعِیْ یَسُوْقُ غَنَمَهٗ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ فَزَوَاهَا اِلٰی زَاوِیَةٍ مِّنْ زَوَایَاهَا ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۱۳۴۰) ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے کسی بکری پر حملہ کیا اور اس کو جا دبایا- چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا- بھیڑیا دم دبا کر بیٹھ گیا اور یوں بولا: او چرواہے! تجھ کو خدا کا خوف نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق عطا فرمایا تھا اور تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا- یہ سن کر چرواہا کہنے لگا' کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا دم دبا کر بیٹھا ہوا کس طرح انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے- بھیڑیئے نے جواب دیا میں تجھ کو اس سے بڑھ کر ایک اور عجیب بات سناتا ہوں اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں لوگوں کو وہ خبریں بتا رہے ہیں جو گذر چکی ہیں- چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں پہنچا اور ان کو ایک کنارہ میں کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا آنحضرت

ﷺ ..... معجزات سے منحرف طبائع پر یہ گراں ہو تو ان کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بھی تاویل کر ڈالیں- بہرحال عربی میں اس کے لیے "تظلیل سحابه" سے زیادہ واور کوئی صریح لفظ نہیں ہو سکتا' مگر تاویل کا قلم کہیں رو کا نہیں جا سکتا فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ.

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب آپ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا تو اس میں سے جبرئیلؑ کی وہ آواز سنی جاو پر منقول ہوئی اس لیے اس کو اتفاقیات پر محمول کرنا غیر معقول ہے درحقیقت یہ بادل قصداً قدرت کی طرف سے آپ پر سایہ کرنے کے لیے مامور تھا تا کہ اگر ایک طرف لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا ہو تو دوسری طرف رحمت الٰہی کا آپؐ کے ساتھ ہونا آپ کے سامنے ہو-

(۱۳۴۰) * گذشتہ جلدوں میں آپ بہائم کے کلام کی چند حدیثیں پڑھ چکے ہیں ہمارے نزدیک جس دور میں حیوانات کا ارتقائی حرکت سے انسان بن جانا قابل تسلیم حقیقت ہو' وہاں حیوانات کی صرف زبان کا ارتقاء کوئی تعجب کی بات نہ رہنی چاہیے بالخصوص جب کہ ﷺ .....

وَسَلَّمَ فَاَخبَرَهُ فَاَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَنُودِىَ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لِلَاعرَابِىِّ اَخبِرهُم فَاَخبَرَهُم فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَ الَّذِى نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الاِنسَ وَ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوطِهِ وَ شِرَاكُ نَعلِهِ وَ يُخبِرُهُ فَخِذُهُ مَا اَحدَثَ اَهلُهُ بَعدَهُ. (رواه الامام احمد. وفى رواية عن ابى هريرة قال و كان الراعى يهوديا فاسلم وقال فيه اعجب من هذا رجل فى النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى و بما هو كائن بعدكم. و كذالك رواه الترمذى. و قال بيهقى اسناده صحيح و راجع ترجمان السنة ج ٢ ص ١٢ و قد رواه ابن كثير عن الامام احمد بطريقين و حكم على واحد منهما انه اسناد على شرط السنن ج ٥ ص ٩٥ و عنى اخرانه اسناد على شرط الصحيح ج ٦ ص ١٤٣ البداية و النهاية.)

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے حکم دیا- چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ نماز تیار ہے- اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس گنوار سے فرمایا ان لوگوں کو بھی وہ بات سنا دو- اس نے جو واقعہ دیکھا تھا من وعن سب بیان کیا- اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ''یہ سچ کہتا ہے' اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور جاندار تو درکنار آدمی کے چابک کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اس سے باتیں کرے گا' بلکہ خود انسان کی ران یہ بتائے گی کہ اس کے جانے کے بعد اس کی بی بی نے کیا کیا ہے- (مسند احمد)

بیہقی اور ترمذی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ ماجرا دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا- بھیڑیئے نے کہا کہ ایک بات اس سے بھی عجیب تر ہے کہ ایک شخص جو کھجوروں کے باغ میں دو سنگستانوں کے درمیان واقع' ہے (یعنی مدینہ طیبہ میں) تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہا ہے- بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں- یہاں ترجمان السنہ ج ۲ص ۲۱ بھی معہ نوٹ کے ملاحظہ فرمالیجئے-

---

لے ..... حیوانات میں سے طوطا اور مینا جیسے جانوروں میں اب بھی اس صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے' مگر تعجب ہے کہ یہاں جو انسان حیوانات کی ذات میں ارتقاء پر ایمان لاسکتا ہے وہی ان کی آوازوں کی ارتقاء پر مذاق اڑاتا نظر آتا ہے- قتل الانسان ما اکفرہ.

حدیث مذکور میں اس قسم کے خوارق عادات پر تعجب کرنے والوں کے لیے اس بھیڑیئے کی تقریر قابل یادداشت ہے- کہ جب ایک انسان رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے اثبات میں گذشتہ و مستقبل واقعات کے دفاتر کھول کھول کر بیان کرتا ہے تو پھر اس عجیب حقیقت کی تصدیق کر لینے کے بعد دوسرا واقعہ کون سا ہے' جس کی تصدیق کرنا اس سے بھی عجیب تر ہو-

بے شک الوہیت اور رسالت کا تسلیم کرنا سب سے عجیب بات کی تصدیق کرنا ہے اور اگر یہ عجیب بات کچھ وجوہات کی بنا پر قابل تسلیم ہے تو پھر ایک یہی معجزہ نہیں جتنے اور بعید سے بعید معجزات ہیں' ان کی تصدیق کرنے میں بھی کوئی تردد نہ ہونا چاہیے جیسا کہ شب معراج کے سفر پر جب مشرکین مکہ نے مذاق اڑایا تو صدیق اکبرؓ نے ان کو یہی مسکت جواب دیا تھا کہ جب ہم آسمان کی خبروں پر آپ کی تصدیق کر چکے تو بیت مقدس کا سفر تو ایک زمین ہی کی خبر ہے اس کی تصدیق کرنے میں ہم کو کیا تامل ہو سکتا ہے- حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات اس وقت خوارق عادت میں شامل تھی وہ قرب قیامت میں عادات میں داخل ہو جائے گی- یہاں ترجمان السنہ ج ۲ص ۲۱ کا نوٹ ضرور ملاحظہ کر لیں-

الرسول الاعظم و شق صدرہ لیلۃ المعراج صلوات اللہ و سلامہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شبِ معراج کا سفر کرنے سے قبل آپؐ کے شق صدر کا واقعہ

(۱۳۴۱) عَنْ مَالِکِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَیْلَةِ اُسْرِیَ بِهٖ بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِی الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِیْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَیْنَ هٰذِهٖ اِلٰی هٰذِهٖ یَعْنِیْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰی شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ

(۱۳۴۱) مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت مقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی' اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور کبھی حجر کا لفظ کہا (مراد دونوں کی ایک ہے) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا

(۱۳۴۱) * شق صدر کا ایک واقعہ جو آپ کی عہد طفولیت کا تھا- اس کا مفصل تذکرہ ترجمان السنہ جلد سوم میں گذر چکا اب یہ دوسرا واقعہ ہے جو ایسے شرف کی تمہید کے لیے مقدر ہوا جس کے سامنے ملکوتی طاقتیں بھی یہ کہنے لگیں۔

اگر یک سر موے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

اس لیے اس واقعہ کے تعدد میں شبہ اسی کو ہوسکتا ہے جس کے ذہن میں واقعہ معراج کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو- ایک ارضی مخلوق کو ساویات اور فوق السموات کی سیر معمولی بات نہیں- یہ شرف دنیا میں صرف ایک ہی رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور وہ بھی تمام عمر میں بحالت بیداری صرف ایک بار' پھر عہد طفولیت کا واقعہ دوسروں کا چشم دید تھا اور یہ واقعہ خود آپ کی زبان فیض ترجمان کا بیان کردہ ہے- ایک برق رفتار سواری پر سوار ہونا اور سموات کو طے کر کے فوق السموات تک جا پہنچنا اس کے لیے قلب میں کتنی کہربائیت الٰہیہ کی طاقت درکار ہوگی- ایک مادی طبیعت بھلا اس کا کیا اندازہ کرسکتی ہے- اگر اس کو بھی شرح صدر بنا ڈالا جائے تو شق صدر سرے سے احادیث میں معدوم ہو جائے گا اور پھر کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ جب شرح صدر آپ کے زمانہ طفولیت میں ہو چکا تھا تو پھر قبل از معراج دوبارہ اس کے ہونے کی ضرورت کیا تھی' مگر جو شخص حدیث سے بے خبر ہو اس کی نظر عقلی دائرہ میں اتنی محدود ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا ہے کہ جو شق کی تفاصیل احادیث میں موجود ہیں کیا ان کو شرح صدر پر محمول کرنا معقول ہے- یہاں صرف ایک شق کے لفظ پر بحث نہیں' بلکہ غور کرنا یہ ہے کہ شق کی جو تفصیلی کیفیات آئی ہیں کیا وہ بھی اس تاویل کی متحمل ہوسکتی ہیں یا نہیں- مثلاً ایک فرشتہ کی آمد اور شکم مبارک کا اس کا چاک کرنا اور حدود شق کی تحدید کرنا اور پھر قلب مبارک کو باہر نکالنا پھر ایک طشت میں اس کو دھونا اور اس طشت کا سونے کا ہونا پھر اس پانی کا نام لے کر ماء زمزم بتانا اسی طرح سے پھر اس کی درستگی کی تفصیلی کیفیت بیان کرنا اگر ان سب چیزوں کا نام شرح صدر ہو تو کیا یہ تاویل ہوگی یا الفاظ کا مسخ کرنا ہوگا اور اس طرح کی تاویلات کرنے سے جن کے لیے الفاظ میں گنجائش نہ ہو کیا شریعت سے امان اٹھا دینا نہیں ہے- اگر یہ شق صدر بہ معنی شرح صدر ہوا ہے جو بقول منکرین ہر نبی کو حاصل ہوتا ہے تو کیا ان تفصیلات کا ثبوت کسی نبی کی زندگی میں پیش کیا جاسکتا ہے' یہ شرح صدر بھی عجیب تھا' جس کو ہر نبی کے لیے ثابت کیا جائے مگر شق کی ان تفصیلات کا ثبوت گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے جم غفیر میں سے کسی ایک کے اندر بھی پیش نہ کیا جاسکے- یا للعجب و لضعیۃ الادب.

پھر اب اس پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ ابتداء نزول وحی میں جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو اپنی طرف تین بار کھینچنا اور ہر بار ← .....

قَلْبِیْ ثُمَّ اُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوٌّ اِیْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حُشِیَ ثُمَّ اُعِیْدَ وفی روایة ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملئ ایمانا وحکمة ثم ذکر قصة المعراج بتمامها.

(مشکوٰۃ ص ۵۲۶)

پیٹ چاک کیا' یعنی کوڑی کے پاس سے لے کر زیر ناف تک پھر اس نے میرے قلب کو نکالا اور اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا اور اس فرشتے نے میرے قلب کو زم زم سے دھویا اور پھر واپس اس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔

(مشکوٰۃ شریف)

(۱۳۴۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ کَانَ اَبُوْذَرٍّ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِیْ وَاَنَا بِمَکَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِکْمَةً وَاِیْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِیْ صَدْرِیْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ فَعُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَقَالَ جِبْرَئِیْلُ لِخَازِنِ سَمَاءِ الدُّنْیَا اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ. (رواہ البخاری ص ۲۲۱)

(۱۳۴۲) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے مکان کی چھت کھولی گئی اس میں سے جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے میرے سینے کو چاک کیا اور اسے زم زم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اسے میرے سینے میں انڈیل دیا اس کے بعد میرے سینے کو ملا دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چلے وہاں پہنچ کر جبرئیل نے آسمان کے داروغہ سے کہا دروازہ کھولو داروغہ نے پوچھا کون ہے انہوں نے کہا میں جبرئیل ہوں۔

لله ..... (اقرأ) کہنا اور آپ کا ہر بار (مَا اَنَا بِقَارِئ) کا جواب دینا یہ کس لیے ہوگا۔ کیا پہلی ہی بار آپ پڑھنا شروع نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے آپ کو کچھ اندازہ لگ سکتا ہے کہ ارضی مقدس رسول کو سماوی قدوسیوں سے خلا و ملا پیدا کرنے میں کچھ صعوبتیں ضرور ہوں گی' پھر جب نزول وحی کی ابتداء ہی میں ہم کو تکرار ملتا ہے تو شق صدر کے تکرار میں ہم سے یہ ''تکرار'' کیوں ہے بالخصوص جب کہ سیر معراج کا انتہائی مقصد اس کا دیدار ہو۔ جس کی شان یہ ہو کہ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ. یہاں ہم کو دیدار الٰہی کی کیفیات پر بحث کرنی نہیں ہے' کیونکہ یہ ہماری عقول سے بالاتر بات ہے۔

تو کارے زمیں رانکو ساختی   کہ با آسماں نیز پر داختی

یہاں پہنچ کر یہ کہہ کر قلم رکھ دینا پڑتا ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تافتن   کہ جاہا سپر باید انداختن

و اللہ تعالیٰ اعلم باسرارہ.

(۱۳۴۲) * ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صرف پہلی روایت کی تائید میں پیش کی گئی ہے اس میں بھی شق صدر کی وہی تمام تفصیلات ذکر کی گئی ہیں جو پہلی روایت میں مذکور ہیں اور وہ کسی طرح شرح صدر اور علم لدنی پر منطبق نہیں ہوسکتیں۔ شب معراج کا واقعہ جن جن صحابہ سے مروی ہے' ان کے ناموں کی تفصیلات اور مع ان کتابوں کے حوالجات کے ترجمان السنہ جلد سوم میں مذکور ہیں۔ اس حدیث کا اردو ترجمہ تقریباً وہی ہے' جو ابھی پہلی حدیث کا ترجمہ گذرا اس حدیث کو صرف دوسرے گواہ کے طور پر کیا گیا ہے۔ نہ معلوم منحرف اور کج طبائع ان احادیث کی بھی کیا تاویل کر ڈالیں۔

الرسول الاعظم ورفع الحجابات بينه وبين بيت المقدس عند سوال قريش بعد القفول من سفره صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج سے واپسی کے بعد بیت مقدس کے نقشے کے متعلق قریش کا سوالات کرنا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے پردے اُٹھا دینا اور آپؐ کا ان کو جوابات دیتے جانا

(١٣٤٣) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَ قُرَیْشٌ تَسْأَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَأَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کَرْبًا مَا کُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ مَا یَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ ثُمَّ ذَکَرَ لِقَاءَهٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَ نُعُوْتَهُمْ.

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ٥٢٩)

(١٣٤٣) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا ہوا تھا اور قریش مجھ سے میرے شب میں سفرِ معراج کے متعلق امتحاناً طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے بیتِ مقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق بھی مجھ سے کھود کرید کرنی شروع کی جو مجھ کو ٹھیک ٹھیک یاد نہ رہی تھیں تو اب مجھے (ان کے تکذیب کے اندیشے سے) ایسی بے چینی پیش آئی کہ اس سے پہلے ایسی کبھی نہ پیش آئی تھی (قدرت کا کرشمہ دیکھو) کہ حق تعالیٰ نے بیتِ مقدس کو میرے سامنے اس طرح کر دیا کہ میں اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے ہر ہر سوال کا جواب دیتا رہا- اس کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام سے اپنی ملاقات اور ان کی صورتوں کا بیان کیا-

(١٣٤٤) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ

(١٣٤٤) جابرؓ سے روایت ہے کہتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کرنی شروع کی' اس

(١٣٤٣) ٭ معراج کا عظیم الشان واقعہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کا تذکرہ صحف سماویہ میں بھی موجود ہے' جیسا کہ ترجمان السنہ جلد سوم میں مع حوالہ کے گذر چکا ہے- جب یہ واقعہ دنیا میں ظاہر ہوا تو اس نے دنیا میں ایک ہل چل مچا دی- ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کی بدولت صدیق اکبر ٹھہرے- کفار نے لایعنی سوالات کا ایک ڈھیر لگا دیا اور اس واقعہ کے اپنے عقول خام کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایک سوال یہ بھی کھڑا کر دیا کہ ایک ہی رات میں بیتِ مقدس جا کر واپس آنا یہ (اس زمانے میں) کیسے ممکن ہے اور آپ سے بیتِ مقدس کے متعلق بے معنی سوالات شروع کر دیے- سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مقام پر مدعو ہو کر جاتا ہے تو کیا وہ نظریں اُٹھا اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتا بھی ہے یا اس کو خفیف حرکت شمار کرتا ہے- رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو سیر آیاتِ کبریٰ کے نظارہ کے لیے گیا ہو' اس کو چھتوں کی کڑیاں اور ستون گننے سے کیا غرض- مگر جہل وعناد کا علاج کیا' مقصد اصل آپ کی تکذیب تھی' خواہ معقول طریقے سے ہو یا نامعقول طریقے سے- یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ پر پریشانی کا جو عالم ہو گا اس کا اندازہ ایک صادق القول نبی کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا- افتمارونه علی مایری. ادھر خدائے قدوس کی یہ قدرت ونصرت کہ اس نے اپنے رسول کی اظہارِ صداقت کے لیے آن کی آن میں بیت مقدس سے حجابات اٹھا دیے ادھر کفار سوالات کرتے رہے ادھر آپ بیت مقدس کا مشاہدہ کرتے رہے اور ہر ہر بات کا جواب عنایت فرماتے لے .....

قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُ هُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ. (متفق عليه. مشكوٰة ص ٥٣٠)

وقت میں حطیم میں کھڑا تھا کہ حق تعالیٰ نے میرے اور بیتِ مقدس کے درمیان سب پردے اٹھا کر اس کو اس طرح سامنے کر دیا کہ میں اس کے ایک ایک نشان کی خبر دیکھ دیکھ کر ان کو دیتا رہا۔

..... رہے۔ آخر کفار لاجواب ہو کر رہ گئے اور ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ یہ واقعہ ایک بیداری ہی کا واقعہ تھا' بلکہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی تشریف کا ایک عدیم النظیر نظارہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر اس واقعہ کو خواب کا واقعہ قرار دیا جائے تو صحف سابقہ میں ایک خواب کا تذکرہ کیوں ہوتا اور مخالفین میں ہل چل کیوں مچتی اور بیتِ مقدس کے متعلق آپ سے وہ سوالات کیوں کیے جاتے جو ایک چشم دید واقعہ کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ آخر آپ خواب میں ایک بار خود حق جل وعلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت کسی کے کان پر جوں بھی نہ رینگی اور کسی میں کوئی کھلبلی نہ پڑی کیونکہ یہ ایک خواب کی بات تھی جو بار ہا ذکر میں بھی آئی پھر مخالفین نے اس کو سنا بھی اور سن کر اڑا دیا اور ایک سوال تک بھی آپ سے کرنا حدیث میں میری نظر سے کہیں نہ گذرا' پھر سیر معراج کا واقعہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں کیا نئی بات تھی کہ آسمان سے لے کر زمین تک ایک شور بپا ہو جاتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جیسا کہ اکثر احادیث میں موجود ہے صرف بیداری کا واقعہ تھا۔ اس عظیم واقعہ کو جو آپ کے لیے طغرۂ امتیاز تھا اہل حقائق کا عالم مثال اور برزخ کی اصطلاحات کو نہ سمجھ کر صرف خیالی قرار دے ڈالنا ہمارے نزدیک تو خام خیالی ہے اور بس واللہ المستعان علی ماتصفون.

تنبیہ: خالق کون ومکان نے دنیا کی عمر میں یہ محفل ایک ہی بار اور ایک ہی شخصیت کے لیے سجائی اور کیا خوب سجائی جس کو سن کر بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے' مگر اس نے اس سیر کی ابتداء کا تذکرہ سبحان الذی اسری بعبده کہہ کر اس کی شان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اللہ اکبر کہ اس سیر عظیم کی غایت خود ہی بیان فرما فرما دی یعنی لنریه من ایتنا الکبری تا کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ یہ سیر صرف آپ کو اپنے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے تھی۔ کاش کہ کوئی اہل علم ہوتا جو یہاں گن گن کر ان آیات کو شمار کراتا تا کہ دیکھنے والے دیکھ لیتے کہ تنہا سیر معراج ایک معجزہ نہیں بلکہ نہ معلوم قرآنی زبان میں اپنے دامن میں آیاتِ کبریٰ کے کتنے لعل وجواہر لیے ہوئے ہے جن میں سے کچھ احادیثِ متفرقہ میں مل سکے اور بہت کچھ علم پروردگار میں باقی رہ گئے فاوحی الی عبده ما اوحــــی. اب وہ کیا تھے اس کی خبر کس کو لگ سکتی ہے اگر کوئی باہمت اس کام کو انجام دیتا تو یہ اس کا نصیب۔ میں تو بستر علالت پر پڑا ہوا حسرت کے ساتھ اس حقیقت کی طرف متوجہ کر رہا ہوں تا کہ عشق نبویؐ میں ڈوبے ہوئے قلوب کا شکوہ کرنے والے ذرا تو کچھ شرمندہ ہوں اور سمجھ لیں کہ جب اس واقعہ کا حال یہ ہے تو پھر قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اب آخر میں عاجز آ کر بصد حسرت وارمان یہ شعر کہتا ہوں ؎

ہر بات ہے نرالی تو ہر شان ہے نئی
لکھ لکھ کے تھک رہا ہوں یہ شان حضور ہے

اللھم صل وسلم و بارک علی سیدنا محمد الذی هو صاحب البراق و المعراج و ایاتک الکبری بعدد کل معلوم لک.

الرسول الاعظم و معجزته الباهرة في السمويات يعني شق القمر له صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر ایک عظیم الشان معجزہ یعنی شق قمر

(١٣٤٥) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ وفي رواية شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا. رواه البخاري في باب علامات النبوة و باب انشقاق القمر. و عند الترمذي فنزلت اقتربت الساعة و انشق القمر الى قوله سحر مستمر.

(١٣٤٥) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی فرمائش کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا' یہاں تک کہ انہوں نے کوہِ حراء کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھ لیا۔ (متفق علیہ) ترمذی میں یہ اضافہ اور ہے کہ اس کے بعد ہی سورۂ قمر نازل ہوگئی۔ (گویا یہی معجزہ اس کا مصداق ہے)۔

(١٣٤٦) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا. (رواه البخاري في باب علامات النبوة)

(١٣٤٦) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو گواہ رہنا۔ (بخاری شریف)

(١٣٤٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَ نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنٰى فَقَالَ اِشْهَدُوْا وَ ذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ.

(١٣٤٧) ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ گیا اور اس کا ایک ٹکڑا پھٹ کر اس پہاڑ کی طرف چلا گیا (اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر چلا گیا) آپؐ نے فرمایا "گواہ رہو" (بخاری شریف)

(رواه البخاري في باب انشقاق القمر. قال الطحاوي في مشكله و روى عن علي و ابن عمر و حذيفه و ابن مسعود و ابن عباس و انس و جبير بن مطعم رضى الله تعالى عنهم (المعتصر ص ٥) و اخرج الحاكم احاديثه وقال الذهبي كلها صحاح.)

(١٣٤٥) ✽ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اہل مکہ کی فرمائش پر دکھایا گیا ہے۔ درمنثور میں ان کفار کے نام بھی مذکور ہیں' مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ بعض روایات میں جن دو پہاڑوں پر چاند کے یہ دو ٹکڑے الگ الگ نظر آئے' ان کے نام ابوقبیس اور سویداء مذکور ہیں۔

(١٣٤٧) ✽ محدثین نے تصریح کی ہے کہ شق القمر کا معجزہ تواتر سے ثابت ہے۔ روایت بالا میں اس معجزہ کا محل وقوع بھی مذکور ہے' یعنی یہ معجزہ منیٰ میں ظاہر ہوا تھا۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ اس روایت میں اور مشاہدہ کرنے والوں کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ اپنا خود مشاہدہ کرنا بھی نقل کرتے ہیں گویا اب اس روایت کی حیثیت صرف ایک روایت کی نہیں رہی بلکہ چشم دید شہادت کی ہوگئی ہے۔ تیسری بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ معجزہ ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا تھا کیونکہ ہجرت کے بعد پہلی بار مکہ مکرمہ کا سفر آپ نے صلح حدیبیہ کے سال میں بقیہ .....

(۱۳۴۸) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ فِیْ قَوْلِہٖ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَ نَحْنُ بِمَکَّۃَ

(۱۳۴۸) جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت "وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم

ﷺ ..... کیا ہے' لیکن اس سال آپ کو حدیبیہ سے ہی واپس ہونا پڑا تھا' اس کے بعد آپ کا دوسرا سفر فتح مکہ کے لیے ہوا ہے جب کہ کفار کی شوکت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ مشرکین کے سرغنہ جنگ بدر میں پہلے ہی ختم ہو چکے تھے اور فتح مکہ کے بعد تو کسی میں لب کشائی کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا اس سفر میں آپ کا منیٰ میں جانا کہیں ثابت نہیں ہوتا اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے تو اب کس کی مجال تھی کہ اس طرح آپؐ سے آ آ کر معجزہ کی فرمائش کرسکتا۔ نویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف ہی نہیں لائے۔ دسویں سال حجۃ الوداع تھا اس سال آپ منیٰ میں ضرور تشریف لائے' مگر اب ماحول صرف مسلمانوں کا ہی تھا۔ مشرکین کی حج میں آمد کی ممانعت کا اعلان پہلے سال کیا جاچکا تھا اس لیے اس معجزہ کا منیٰ میں ہونا اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ واقعہ قبل از ہجرت ہی کا ہے چنانچہ جب اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

مضی ذلک قبل الهجرة. یعنی یہ معجزہ ہجرت سے پہلے ہو چکا ہے۔

(۱۳۴۸) * مسند ابوداؤد طیالسی اور بیہقی میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ مشرکوں نے کہا کہ باہر سے آنے والے قافلوں سے بھی اس کی تحقیق کی جائے اگر انہوں نے بھی ہماری طرح چاند کا دوٹکڑے ہونا دیکھا ہے تو پھر یقیناً آپ سچے ہیں اور اگر انہوں نے نہیں دیکھا تو پھر یہ جادو ہے' جو ہمارے اوپر چلایا گیا ہے چنانچہ باہر سے آنے والے قافلے والوں سے یہ تحقیق کی گئی تو ہر سمت کے قافلے والوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کرنا بیان کیا۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ القمر)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے بعض معجزات کا اثر عالم علوی میں ظاہر ہوا ہے جیسا چاند کا پھٹنا اور آسمانوں کی شیاطین سے محافظت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے معجزہ شق القمر کا خود ذکر فرمایا ہے اور اس میں دو بڑی حکمتیں مضمر تھیں ایک یہ کہ مشرک درخواست کرتے تھے کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں آپؐ نے یہ معجزہ دکھا کر ان کی فرمائش پوری کردی اور ایمان لانے میں اب ان کے اس عذر لنگ کو بھی ختم کردیا۔ دوسری حکمت یہ تھی کہ آپؐ کے اس معجزہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو جو اس کا محل ہے یعنی آسمان وہ بھی پھٹ سکتا ہے اس لیے آپ کا یہ معجزہ ایک طرف آپ کی رسالت کی دلیل تھا اور دوسری طرف قیامت کی دلیل بھی تھا اسی لیے قرآن کریم نے اس معجزہ کو قرب قیامت کے لیے ایک دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (القمر: ۱) یعنی قیامت نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

پھر آفات اور دیگر ستاروں کی بجائے خاص طور پر چاند کو اس لیے منتخب کیا گیا کہ یہی کرہ ان سب میں زمین سے زیادہ قریب تھا یہ بھی ممکن تھا کہ خود آسمان ہی میں شگاف ڈال دیا جاتا اور شاید قیامت کے لیے یہ اور واضح ثبوت ہوتا' مگر ظاہر ہے کہ یہ شگاف اتنا نمایاں نظر نہیں آسکتا تھا جتنا کہ ایک روشن جسم کا شگاف نظر آسکتا تھا۔ صحیح مسلم میں ابو واقد لیثی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ قاف اور سورۂ قمر کو عام مجمعوں میں خاص طور پر پڑھا کرتے تھے' جیسے جمعہ اور عیدین کی نمازیں تاکہ جو لوگ اس معجزہ کے ظہور کے وقت موجود نہ تھے وہ بھی اس کو سن لیں اور اس سے یہ عبرت حاصل کریں کہ جب چاند پھٹ گیا تو یقیناً قیامت کا آنا حق ہے۔ سب ﷺ .....

عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی صَارَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ عَلٰی ھٰذَا الْجَبَلِ وَ — لوگ مکہ مکرمہ میں تھے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا یہاں تک کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا اس پر نظر آنے لگا اس پر مشرکوں نے یہ بات بنائی کہ

ﷺ ..... لوگ بڑی سے بڑی جماعتوں میں اس معجزہ کا تذکرہ سنتے تھے اور کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی کسی نے اس کے انکار کا ایک حرف بھی زبان سے نکالا تھا۔ اگر یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو کم از کم مسلمان ہی آپ سے عرض کرتے کہ یا رسول اللہ یہ شق قمر کا واقعہ ہوا ہی کب ہے، لیکن کسی سے یہ سوال کرنا ثابت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشاہدہ کرنے والوں کے علاوہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے وہ بھی عام طور پر اس کو تسلیم کر چکے تھے (آج بھی دنیا کے واقعات کی تصدیق کی یہی صورت ہوتی ہے کہ مشاہدہ کرنے والوں کے اعتماد پر دوسرے لوگ اس کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ آج بڑے بڑے شہروں اور دنیا کے عجائبات کو اسی طرح تسلیم کیا گیا ہے) الجواب الصحیح ج ۴ ص ۱۵۸ حافظ موصوف کی اس تنبیہ سے ایک عظیم فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص نمازوں میں خاص خاص سورتوں کا پڑھنا بھی کچھ اتفاقیہ نہ تھا بلکہ وہ بھی عمیق حکمتوں پر مبنی ہوتا تھا۔

یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ معجزہ جتنا عظیم الشان تھا اس کا ثبوت بھی قدرۃً اتنا ہی مضبوط جمع ہو گیا ہے اور وہ بھی ایسے زمانہ اور ماحول میں جہاں ان امور کی طرف کوئی توجہ نہ کی جاتی تھی یعنی اس کی شہادت موافق و مخالف حاضر و غائب سب کی زبانوں سے ثابت ہو چکی ہے آپ کی جماعت میں جن صحابہ نے اس معجزہ کی روایت کی ہے ان میں سے بعض خود وہ ہیں جو اس کے مشاہدہ کرنے والوں میں شریک تھے اور مخالفین کا اس معجزہ کو دیکھ کر اس کو سحر کہنا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا یہ معجزہ انہوں نے بھی دیکھا تھا اور درحقیقت آپ کا بار بار اشھدوا" اشھدوا فرمانا ان ہی منکرین پر خدا کی حجت تمام کرنے کے لیے تھا۔ یہ تو حاضرین تھے مگر یہاں قدرۃً مخالفین کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر یہ سحر ہو گا تو اس کا اثر غائبین پر نہیں ہو سکتا اس لیے انہوں نے باہر کے آنے والے قافلوں سے بھی اس کی تحقیق شروع کر دی اور جب ان پر ثابت ہو گیا کہ انہوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اب اس معجزہ کی شہادت میں حاضر و غائب سب گواہ کی حیثیت میں آ گئے۔ سبحان اللہ اگر یہ سوال ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ بیرونی قافلوں کے اس شہادت کے دستیاب ہونے میں ہمارے لیے کچھ مشکلات بڑھ جاتیں، اسی طرح اگر وہ اس کو جادو نہ کہتے تو صرف ان کے سکوت سے ان کے مشاہدہ کرنے کا ثبوت بھی نہ ملتا، مگر یہ بھی ایک حکمت باری تھی کہ اس نے اس معجزہ کے ثبوت کے لیے ممکن سے ممکن ہر ثبوت کو جمع کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے جتنے مضبوط ثبوت جمع ہوتے رہے اس کی تاویل کرنے میں متشکک طبائع کی سرگرمیاں اتنی ہی اور تیز ہوتی رہیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"اگر ایسے وقائع کا ذکر تاریخوں میں لکھا جانا ضروری ہے تو اس اندھیری کا کون سی تاریخ میں ذکر ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دینے کے دن واقع ہوئی تھی اور اس ستارہ کا کون سی کتاب میں ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے دنوں میں نمایاں ہوا تھا اور آفتاب کے ساکن رہنے کا کہاں کہاں چرچا ہے اور کون کون سی کتاب میں ذکر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور وقائع کو خیال فرما لیجیے۔ علاوہ بریں دن کے واقعات اور رات کے حوادث میں عام اطلاع کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خاص کر اندھیری رات ہو جانا (یعنی دن میں) کہ اس کی اطلاع تو ہر کس و ناکس کو ضرور ہونی چاہیے۔ انشقاق قمر کی اطلاع تو سوائے ان صاحبوں کے ضروری نہیں جو اس وقت بیدار ہوں اور پھر نگاہ بھی ان کی چاند ہی کی طرف لگ رہی ہو ﷺ .....

فِرْقَۃٌ عَلٰی ھٰذَا الْجَبَلِ فَقَالَ النَّاسُ سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ رَجُلٌ اِنْ کَانَ سَحَرَکُمْ فَاِنَّہٗ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْحَرَ النَّاسَ کُلَّھُمْ. (رواہ احمد و البیہقی)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے پھر کسی نے یہ کہا اگر جادو کیا ہوگا تو صرف ہمارے اوپر ہی کیا ہوگا ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ (احمد و بیہقی)

ﷺ ..... ظاہر ہے کہ یہ بات شب کے وقت بہت کم اتفاق میں آتی ہے کہ انسان بیدار بھی ہو اور اس کی نگاہ بھی چاند کی طرف ہو اور اگر فرض کیجئے کہ موسم سرما ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں طلوع قمر کے تھوڑی دیر بعد یہ قصہ واقع ہوا تھا۔ اس لیے جبل حراء کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں حائل ہو جانے کا ذکر آتا ہے اس صورت میں ممالک مغرب میں تو اس وقت تک عجب نہیں کہ طلوع بھی نہ ہوا ہو اور بعض بعض مواقع میں عجب نہیں کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ میں آ گیا ہو اور اس لیے انشقاق قمر اس جگہ محسوس نہ ہوا ہو۔ ہاں ہندوستان میں اس وقت ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہوگا اور اس لیے وہاں اور جگہ کی نسبت اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے' مگر جیسے اس وقت ہندوستان میں ارتفاع قمر زیادہ ہوگا ویسے ہی اس وقت رات بھی آدھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس وقت کون جاگتا ہوتا ہے۔ سوائے اس کے ہندوستانیوں کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہیں کہ تاریخ لکھا کریں بااین ہمہ تاریخوں میں موجود ہے کہ یہاں کے ایک راجہ نے ایک رات یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴۸ و ص ۴۹ تغییر یسیر)

حضرت مولانا نانوتویؒ کے مذکورہ بالا بیان کو اور زیادہ روشنی میں دیکھنے کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے' جس کو قاضی سلیمان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سیرت میں درج فرمایا ہے۔ اس کے بعد ہم کو عقلی لحاظ سے اس پر گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ فلاسفہ قدیم بے چارے تو ساویات میں ٹوٹ پھوٹ کو محال سمجھتے تھے مگر کیا کیجئے کہ آج اس کے خلاف مشاہدہ ہو چکا ہے پھر وہ مساکین عقل و انصاف سے عاری قیامت ہی کے کب قائل ہیں۔ موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہ سب تغیرات نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہیں اس لیے اب کلام صرف ثبوت میں ہے جس کے لیے مذکورہ بالا بیان کافی ہے۔ یہاں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی فتح الباری میں اچھا کلام کیا ہے۔ دیکھئے ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹ جلد ہفتم۔

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	۱۲	۵۰ شب	جزائر سنڈوک	۷	۵۰ دن
ماریشس	۱۱	= ۲۰	انگلستان' آئرلینڈ' فرانس' بلجیم' سپین' پرتگال'		
رومانیا' بلگیریا[1]' ٹرکی' یونان' جرمن' لکسمبرگ'	=		جبل الطارق' الجیریا۔	۶	= ۲۰
ڈنمارک' سویڈن۔	۸	۲۰ دن	پیرو' پانامہ' جمیکا' بہامن' امریکہ۔	۱	۲۰ بعد نیم شب
آئس لینڈ' مڈیریا	۵	= ۲۰	سموآ	۶	۲۰ دن
مشرقی برازیل	۳	۲۰ بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	۶	۵۰ صبح
متوسط برازیل و چلی	۲	= ۲۰	تسمانیہ' وکٹوریہ' نیوساؤتھ ویلز[2]	۵	= ۲۲
برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰ قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	۴	= ۵۰
لوکون	۹	= ۲۴	جاپان' کوریا	۴	۲۰ بعد دوپہر
برما	۱	۵۰ بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا' شمالی بورنیو'		
شمالی آئرلینڈ مڈغاسکر	۱۰	۲۰ شب	جزائر فلپائن' ہانگ کانگ'		
ریاستہائے ملایا	۲	۲۰ بعد نیم شب	چین	۳	= ۲۰

نوٹ: یہ نقشہ اوقات سٹینڈرڈ ٹائم کے حساب سے ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۹۰) ﷺ .....

[1] بلغاریہ [2] ملک آسٹریلیا کی ریاستوں کے نام ہیں علیحدہ علیحدہ ملک نہیں۔

الرسول الاعظم وفتح اسماع الصحابة وهم في منازلهم صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کا گوش صحابہ کو کھول دینا حتیٰ کہ صحابہ کا آپؐ کی آواز مبارک دُور سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سن لینا۔

(۱۳۴۹) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَ هُوَ فِيْ بَنِيْ غَنَمٍ فَجَلَسَ فِيْ مَكَانِهٖ.

(۱۳۴۹) سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے اور لوگوں سے فرمایا تم سب بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو محلّہ بنی غنم میں تھے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو وہیں اپنی جگہ چپکے بیٹھ گئے۔ (بیہقی)

اخرجه البيهقي و ابو نعيم (كذا في الخصائص ج ١ ص ٦٦) و في الباب عن البراء و بريدة و ابي برزة و ام هانى و عائشة رضي الله عنهما و عنهم اجمعين.

(۱۳۵۰) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذِ التَّيْمِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى فَفُتِحَتْ اَسْمَاعُنَا وفي لفظ فَفَتَحَ اللّٰهُ اَسْمَاعَنَا حَتّٰى اَنْ كُنَّا لَنَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ وَ نَحْنُ فِيْ مَنَازِلِنَا. (اخرجه ابن سعد و ابو نعيم كما في الخصائص ج ١ ص ٦٦)

(۱۳۵۰) عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام منیٰ میں ہم کو خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے۔ دوسری روایت ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیئے یہاں تک کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن لیا کرتے تھے۔

(ابن سعد)

لله ..... تنبیہ: بعض مستند علماء نے یہاں یہ لکھ دیا ہے کہ حدیثوں میں صرف یہ ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ان کو نظر آیا تھا' اب خواہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں ہی ایسا تصرف کر دیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا۔

ہمارے نزدیک یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ معجزہ اور سحر میں فرق یہی ہے کہ سحر میں صرف نظر بندی ہوتی ہے اور معجزہ میں انقلابِ حقیقت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں انشق القمر کا لفظ (چاند پھٹ گیا) اس کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں جو تصرف کیا گیا تھا وہ چاند میں تھا' اسی لیے اس کو قیامت کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

(۱۳۵۰) ✱ جمعہ کے دن آپ کا اپنے منبر پر جلوہ افروز ہونا اور عبداللہ بن رواحہ کا لاؤڈ سپیکر کے بغیر اس آواز کا سننا اور بیٹھ جانا بھی ایک معجزہ ہے جس کی تشریح آئندہ حدیث سے خوب ہو جاتی ہے بالخصوص جس لفظ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز سننے کے لیے ہمارے کان شنوا کر دیئے کہ ہم اتنی دور سے اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے آپ کے ارشادات سنا کئے یہاں لفظ "فتح الله" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے گھر آپ کی آواز پہنچنے سے زیادہ فاصلہ پر تھے اور اس کا سن لینا غیبی طریقے پر تھا اس کے باوجود چونکہ وہ ہمہ وقت معجزات کا مشاہدہ کیا کرتے تھے' اس لیے انہوں نے اس بات کو معمولی طریقے پر ادا فرما دیا ہے آخر وہ اہمیت دیتے تو پھر یہی کیا ایک بات تھی اور کن کن باتوں کو اہمیت دیتے۔

الرسول الاعظم و اخباره بموت صاحمة النجاشي بالغيب صلوات الله و سلام عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصحمہ نجاشی کی وفات کی غائبانہ اطلاع دے دینا

(۱۳۵۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا. (رواه البخاری ص ٥٤٦)

و عند اَبِيْ دَاوُدَ فِي الْجِهَادِ عَنْ عَائِشَةَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرٰى عَلٰى قَبْرِهٖ نُوْرٌ.

(۱۳۵۱) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی پر جس کا نام اصحمہ تھا اس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی اور چار مرتبہ تکبیریں پڑھیں۔ (بخاری شریف ص ۵۴۶)

ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ہم سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اس کی قبر پر ہمیشہ ایک چمکتی ہوئی روشنی نظر آیا کرتی تھی۔ (کتاب الجہاد)

ليلة الجن و ما فيها من العجائب و الغرائب

اس رات کا تذکرہ جس میں جنات سے آپؐ کی ملاقات ہوئی اور دوسرے عجائبات کا دیکھنا

(۱۳۵۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَخَذَ بِيَدِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى خَرَجَ بِهٖ اِلٰى

(۱۳۵۲) ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بطحاء مکہ کی طرف لے چلے اور پھر مجھ کو بٹھا کر ایک دائرہ میرے چاروں طرف کھینچا پھر فرمایا

(۱۳۵۱) * یہاں آپؐ کا اس کی غائبانہ موت کی خبر دینا تو معجزات میں شامل ہی ہے' لیکن اتفاق سے صحیح بخاری میں اس کا نام بھی مذکور ہے۔ عام روایات میں صرف نجاشی کا لفظ آتا ہے جو ہر شاہِ حبشہ کا لقب ہے' مگر اس کا نام مذکور نہیں۔

اس کے علاوہ یہاں اس کی قبر پر ایک روشنی دیکھے جانے کا ذکر بھی ہے جو اس کی مقبولیت اور اسلام لانے کی فضیلت پر دلیل ہے۔ آج لوگ ان واقعات کے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس قسم کے واقعات کا ظہور بھی مخفی ہو گیا ہے۔ جب غیبی واقعات سے عوام و خواص میں انکار کی بری خصلت پیدا ہو جاتی ہے تو قدرت بھی ان کے سامنے مادیات کی قوتوں ہی کو دکھلاتی ہے اور غائبات کے مشاہدہ سے ان کو بعید رکھتی ہے یحسرتی و یا ویلتی دیکھئے اسلام سے دوری کے یہ جدید خصائل آئندہ ہم کو کیا کیا رنگ دکھلاتے ہیں۔

مفت کی پیتے تھے مے اور یہ نہ سمجھے تھے کہ ہاں　　رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

اس جگہ عالم مادیات اور عالم روحانیات کے متقابل ہونے کے دوررس نتائج و عواقب ذکر نہیں کیے جا سکتے' کیونکہ وقت کی تنگی اس کی اجازت نہیں دیتی صرف اتنا اشارہ کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں عالم موجود ہیں' مگر اتنے متضاد ہیں کہ ایک عالم کا آشنا دوسرے عالم سے بالکل ناآشنا ہو کر اس کا منکر نظر آتا ہے۔ کم وہ لوگ ہیں جو ان دونوں کی حقیقت کے اقرار کے باوجود جادۂ مستقیم پر قائم رہ سکیں۔

(۱۳۵۲) * لیلۃ الجن کا یہ واقعہ بسند صحیح ثابت ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو ابواب الامثال میں ذکر کیا ہے اس میں آپ کا جنات کی طرف تبلیغ دین کے لیے تشریف لے جانا اور تمام شب اس میں مصروف رہنا ثابت ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں تو لوگ جنات ..... ☜

بَطحَاءِ مَكَّةَ فَاَجلَسَهُ ثُمَّ خَطَّ عَلَيهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبرَحَنَّ خَطَّكَ فَاِنَّهُ سَيَنتَهِي اِلَيكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمُهُم فَاِنَّهُم لَن يُّكَلِّمُوكَ ثُمَّ مَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَيثُ اَرَادَ فَبَينَا اَنَا جَالِسٌ فِي خَطِّي اِذَا تَانِي رِجَالٌ كَاَنَّهُمُ الزُّطُّ اَشعَارُهُم وَ اَجسَامُهُم لَا اَرٰى عَورَةً وَ لَا اَرٰى قِشرًا وَ يَنتَهُونَ اِلَيَّ وَ لَا يُجَاوِزُونَ الخَطَّ ثُمَّ يَصدُرُونَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِن اٰخِرِ اللَّيلِ لٰكِن رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَد جَاءَنِي وَ اَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَد اَرَانِي مُنذُ اللَّيلَةِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ فِي خَطِّي فَتَوَسَّدَ فَخِذِي فَرَقَدَ وَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَينَا اَنَا قَاعِدٌ وَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِي اِذَا اَنَا بِرِجَالٍ عَلَيهِم ثِيَابٌ بِيضٌ اَللّٰهُ اَعلَمُ مَا بِهِم مِنَ الجَمَالِ فَانتَهَوا اِلَيَّ فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِّنهُم عِندَ رَأسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَ طَائِفَةٌ مِّنهُم عِندَ رِجلَيهِ ثُمَّ قَالُوا بَينَهُم مَا رَاَينَا عَبدًا قَطُّ اُوتِيَ مِثلَ مَا اُوتِيَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى

دیکھنا اسی دائرہ کے اندر اندر ہی رہنا کچھ لوگ تمہارے پاس تک آئیں گے ان سے گفتگو نہ کرنا وہ بھی تم سے کوئی بات نہ کریں گے- یہ کہہ کر پھر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا تھا وہاں تشریف لے گئے- ابھی میں اپنے دائرہ کے اندر ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو جنوں کے مشابہ دراز قامت تھے اور ان کے جسموں پر اتنے لمبے لمبے بال تھے کہ ان کے اعضاء مستورہ اور ان کے جسم کا رنگ تک نظر نہ آتا تھا وہ میرے دائرہ کے پاس تو آ جاتے مگر اس کے اندر نہ آ سکتے تھے' اس کے بعد وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹ گئے- پھر جب آخری شب ہو گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس آ رہے ہیں اور میں اس وقت بیٹھا ہوا ہی تھا- فرمایا' تم کو پتہ ہے کہ آج کی شب میں میں نے ذرا بھی آنکھ نہیں لگائی (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دائرہ کے اندر تشریف لے آئے اور میری ران سے تکیہ لگا کر سو رہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹوں کی آواز آنے لگتی- میں اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ میری ران سے تکیہ لگائے ہوئے تھے دفعۃً کچھ لوگ نظر پڑے' جن کے اوپر سفید پوشاک تھی اور ان کے جمال کا حال خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان کا عجب حسن تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئے اور کچھ پیروں کی طرف آ بیٹھے' پھر بولے ہم نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات نصیب ہوئے ہوں جو اس نبی کو مرحمت ہوئے- عجیب بات ہے کہ ان کی آنکھیں

ﷺ..... کے وجود ہی کے قائل نہیں ان کی تبلیغ کے لیے صرف آپ کا جانا ہی معجزہ شمار ہو سکتا ہے' لیکن یہاں ابن مسعودؓ کا فرشتوں کی زیارت کرنا اور ان کے کلمات طیبہ سے مستفیض ہونا بھی ثابت ہوتا ہے- بیداری کے بعد آپ کا ان کی تشریح فرمانا اور آپ کی صفات میں سے یہ ذکر کرنا کہ آپ ؐ کی آنکھیں تو سوتی ہوئی نظر آتی ہیں' مگر آپ ؐ کا قلب مبارک بیدار ہی بیدار رہتا ہے آپ ؐ کی اس عجیب صفت کا تذکرہ تو الگ رہا یہاں اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہوتا ہے ابھی ابھی آپ خراٹوں کے ساتھ سوتے ہوئے یہ باتیں بھی سن رہے تھے' مگر آپ کے قلب مبارک کی بیداری کا یہ عالم تھا کہ بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے جو بات آپ کی زبان مبارک سے نکلی وہ اس واقعہ کی تفصیل تھی ﷺ.....

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَ قَلْبُهُ يَقْظَانُ اِضْرِبُوْا لَهُ مَثَلاً مَثَلَ سَيِّدٍ بَنٰى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَائِدَةً فَدَعَا النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ فَمَنْ اَجَابَهُ اَكَلَ مِنْ طَعَامِهٖ فَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهٖ وَ مَنْ لَّمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ اَوْ قَالَ عَذَّبَهُ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَ هَلْ تَدْرِىْ مَنْ هُمْ قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِىْ مَا الْمَثَلُ الَّذِىْ ضَرَبُوْهُ قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِىْ ضَرَبُوْهُ الرَّحْمٰنُ بَنَى الْجَنَّةَ وَدَعَا اِلَيْهَا عِبَادَهُ فَمَنْ اَجَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ لَّمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ اَوْ عَذَّبَهُ. (رواه الترمذی ص ١١٤)

سوتی نظر آتی ہیں، مگر ان کا دل بیدار رہتا ہے۔ اچھا ان کی مثال بیان کرو وہ یہ ہے کہ کسی سردار نے ایک محل تیار کر کے اس میں کھانے کا خوان لگایا، پھر لوگوں کو اس پر کھانے اور پینے کی دعوت دی اب جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا اس نے کھانا بھی کھایا اور پانی بھی پیا اور جس نے اس کی دعوت رد کر دی اس نے اس کا انتقام لیا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہو گئے اور فرمایا تم نے سنا انہوں نے کیا کہا تھا اور جانتے ہو یہ کون لوگ تھے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے اچھا ان کی بیان کردہ مثال کو بھی سمجھے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ سید تو ''الرحمٰن'' ہے جس نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس میں دعوت دی اب جس نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ جنت میں گیا اور جس نے رد کر دی اس کا اس نے بدلہ لیا اور عذاب دیا۔ (رواہ الترمذی ص۱۱۴)

(هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه)

الايات و المعجزات مهما كانت بعيدةً و عزيزةً عن القياس عند الماديين فهي على الله تعالى يسير غير عسير

معجزات خواہ کتنے ہی بعید از قیاس کیوں نہ ہوں مگر وہ خدا تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے

(۱۳۵۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱۳۵۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ قریش نے

لله ..... جو سوتے میں آپ نے سنا تھا اب یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ کے عالم خفتن اور آپ کے عالم بیداری میں فرق کیا تھا یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہیں کہ ان کا قلب مبارک سونے کی حالت میں بھی عالم بالا سے متصل رہتا ہے۔ ترجمان السنہ جلد سوم میں اس کی تفصیل دیکھی جائے تاکہ اس کا معجزہ ہونا کچھ نہ کچھ آپ پر روشن ہو جائے، دنیا میں سونے والے کے حواس معطل ہوتے ہیں اور یہاں اتنے بیدار کہ عالم بالا کے ایک ایک حال سے خبردار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے خواب کو وحی کا مقام حاصل ہے۔

(۱۳۵۳) * امتوں میں بدنصیب افراد کی ذہنیت تقریباً یکساں ہی نظر آتی ہے یہاں قریش کا یہ مطالبہ سامنے رکھئے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نزول مائدہ کی فرمائش کا مطالبہ دیکھئے تو دونوں سوالوں سے آپ کو منکرین کی پرواز فکر کا اندازہ لگ جائے گا۔ یہ دونوں مطالبے فطرت کی پستی کی یکساں مثالیں ہیں۔ اس پر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مقصد ان سے بھی انقیاد و تسلیم نہ تھا، بلکہ لله .....

عَنْهُمَا قَالَ قَالَتْ قُرَيْشٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يَجْعَلْ لَنَا الصَّفَا ذَهَبًا وَ نُؤْمِنُ لَكَ قَالَ وَ تَفْعَلُوْنَ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَدَعَا فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ اَصْبَحَ الصَّفَا لَهُمْ ذَهَبًا فَمَنْ كَفَرَ مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ عَذَّبْتُهُ عَذَابًا لَا اُعَذِّبُهُ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ وَ اِنْ شِئْتَ فَتَحْتُ لَهُمْ بَابَ التَّوْبَةِ وَ الرَّحْمَةِ قَالَ بَلْ بَابُ التَّوْبَةِ وَ الرَّحْمَةِ.
(رواه احمد و النسائي نحوه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی آپ اپنے پروردگار سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ہمارے لیے اس صفا پہاڑی کو سونے کا بنا دے تو ہم آپ کے اوپر ایمان لے آئیں گے آپ نے فرمایا اچھا تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ضرور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اس پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ چاہیں تو ان کے لیے صفا پہاڑی سونے کی بنا دی جائے' لیکن اس کے بعد اگر کوئی شخص ان میں سے منکر ہوگا تو اس کو میں ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اور اگر آپ چاہیں تو ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں آپ نے عرض کی' بلکہ توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دے۔ (مسند امام احمد ونسائی)

بقیہ ..... قدرت کی صرف تعجیز اور اپنے انکار وجود کا صرف ایک حیلہ تراشنا تھا تو زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ ان پست فطرتوں کو خدا تعالیٰ کی قدرت کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہوتا چنانچہ بنی اسرائیل کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حقیقت و معرفت سے لبریز جواب دیا وہ یہ تھا "قال اتقوا الله" فرمایا اللہ سے ڈرو۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں لکھتے ہیں یعنی "رب کو آزمایا نہ چاہیے" یعنی یہ کہ وہ ایسا کر بھی سکتا ہے یا نہیں۔ وما قدروا الله حق قدره۔ ان منکرین نے اللہ تعالیٰ کا ٹھیک ٹھیک کچھ اندازہ ہی نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ دونوں مطالبے آسان تھے جس کی قدرت میں مٹی سے کھانا پیدا کر دینا ہے' اس کے لیے کھانے کی بھری ہوئی سینی اتارنی کیا مشکل ہے اور جس کے قبضہ میں زمین کی نسوں میں کروڑوں ٹن سونا پیدا فرمانا کچھ مشکل نہیں' اس کے لیے ایک صفا پہاڑی کا سونا بنا دینا کیا مشکل ہے۔ اس لیے معجزات کے باب میں سب سے پہلے قدرت الہیہ کو سامنے رکھنا چاہیے یہاں مادی قوانین کا سہارا تکنا ایک اصولی غلطی ہوگی۔

معجزات کے باب میں یہ سبق کسی جگہ بھی قابل فراموشی نہیں ہے کہ معجزہ کی حقیقت میں یہ داخل ہے کہ وہ اسباب مادیہ کے بغیر براہ راست قدرت الہیہ کا مظہر ہو اس لیے ایمی ترقیات خواہ کسی درجہ پر پہنچ جائیں' مگر معجزات کے باب میں ان سے کوئی مدد نہیں لی جا سکتی کیونکہ جہاں کسی چیز کو معجزہ کہا اور فوراً یہ بات ذہن میں آ گئی کہ وہ اسباب مادیہ کے بغیر صادر ہوا ہے اور جب کہ معجزہ کی غایت ہی یہ ٹھہرے کہ مخاطبین کو یہ سمجھانا ہو کہ ایک ہستی وہ بھی ہے جو تحت الاسباب نہیں' بلکہ مسبب الاسباب ہے تو پھر ایسے افعال دکھانا جو تحت الاسباب داخل ہیں' مگر اس وقت ان کے بھولے مخاطبین کو ان کا ادراک نہیں ہوتا' شعبدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ شعبدہ کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ایسے اسباب کے ذریعے ہوتا ہے جن کا علم اس وقت مخاطبین کو نہیں ہوتا۔ معجزات کی تفہیم میں انگریزی خواں ہوں یا غیر انگریزی خواں' ان کے دماغوں میں یہ بات ڈالنی کہ معجزہ تو جیہ اسباب مادی کے تحت ہے درحقیقت ان کو قدرت علی الاطلاق پر یقین دلانے کے بجائے اسباب کی طاقت پر یقین دلانے کے مرادف ہے۔

الرسول الاعظم و اعظم ایاته التی اشرقت علی وجه الارض هی السبع المثانی و القران العظیم صلوات الله و سلامه علیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سب سے بڑا اور درخشاں معجزہ جس سے افق عالم جگمگا اٹھا وہ یہی سورہ فاتحہ قرآن عظیم ہے

آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیاتِ تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری

(للشیخ العلامہ محمد انور شاہ الکشمیری قدس سرہٗ)

(۱۳۵۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ (۱۳۵۴) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

(۱۳۵۴) * انبیاء علیہم السلام اور ان کو جو معجزات عطا ہوئے ان کے مابین تناسب پر حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی بعض تصانیف میں بہت کچھ شرح لکھ دیا ہے اور وہ زبان زد خاص و عام ہو چکا ہے' اس لیے ہم اس کے اعادہ کرنے میں کوئی خاص فائدہ محسوس نہیں کرتے۔ یہاں حدیث مذکور کی شرح کرنے سے پہلے یہ لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وحی سے مراد یہی ''کتاب اللہ'' ہے جس کا قرآن کریم میں جا بجا تذکرہ موجود ہے۔ اسی لیے اس کو او حاہ الله الی سے مقید کیا گیا ہے ورنہ یوں تو نفس وحی عموماً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوتی رہی ہے' وہ آپ کے ساتھ مختص نہیں رہی۔ البتہ ''کتاب اللہ'' آپ کے ساتھ مختص ہے اور وہی آپ کا معجزہ ہے اور وہی قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور یہ وہی ہے جس کی شان میں لا ریب فیه کی صفت آئی ہے۔ دنیا میں کوئی کتاب اور کوئی کلام ایسا نہیں جس میں کسی نہ کسی حیثیت سے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو یہ صرف کتاب اللہ ہے جس میں شک وشبہ اور باطل کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم حمید. هدی للمتقین اسی کی شان ہے اور اسی کے متعلق وانه لتذکرة للمتقین و انه لحق الیقین ارشاد ہے اور اسی کی آیات کے متعلق فرمایا گیا ہے: کتب احکمت ایته' کتب فصلت ایاته' و کتاب مبین. اور اسی کی حقانیت کے متعلق ارشاد ہے: انه لحق مثل ما انکم تنطقون. اب اگر قرآن اور اس کی آیات کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کے ہر ہر حرف کی علیحدہ علیحدہ شرح کی جائے تو مستقل ایک رسالہ بنتا ہے اس لیے ناظرین کے فہم وتتبع پر چھوڑ کر پہلے یہ تنبیہ کرنی ضروری سمجھتا ہوں کہ عام اذہان میں قرآن پاک صرف ایک معجزہ ہے حالانکہ جب تحدی ایک آیت پر جا کر مستقر ہوئی یعنی یہ کہ ہر ہر آیت کے مقابلہ میں کفار کو یہ دعوت دی گئی کہ اگر وہ اسی کا مثل پیش کر سکتے ہیں تو کریں تو اب ہر ہر آیت کا اپنی جگہ ایک ایک مستقل معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ جتنی آیات قرآن میں موجود ہیں وہ سب کی سب آپ کے معجزات ہیں تو بالکل بجا اور درست ہوگا لہٰذا قرآن پاک کو بحیثیت مجموعی ایک ہی معجزہ تصور کرنا خلافِ واقع ہے۔ اب اگر یہاں اس میں معجزات کی جو مختلف انواع موجود ہیں ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر سوچئے کہ یہی ایک وحی الٰہی کتنے معجزات پر مشتمل ہو جائے گی اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں کہ ہم ان سب انواع کی طرف توجہ دلائیں صرف ادھر متوجہ کرنا ہے کہ تقلیل معجزات کے شائق صرف ایک قرآن پاک پر ہی غور کر لیں تو معجزات کی تکثیر سے ششدر رہ جائیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل جتنے رسول بھی آتے رہے ان کی بعثت کا بڑا مقصد تعریفِ ربوبیت تھا اور ایسی ☜ ....

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ) نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَ اِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کو خاص خاص معجزات ایسے عطا نہ ہوئے ہوں' جن کے مناسب لوگ ان پر ایمان لائے ہیں مگر جو خاص معجزہ مجھ کو عنایت ہوا وہ، وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت

لله ..... استعداد پیدا کرنا تھا' جس کے بعد ان میں غائبات کے اسرار کے فہم کی صلاحیت پیدا ہو جائے اسی لیے ان کو معجزات بھی اسی نوع کے عطا ہوئے جو تعریف ربوبیت کے مناسب تھے نزول تورات سے پہلے پہلے جو قومیں صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں وہ وہی تھیں' جن کو خداشناسی کے بجائے عجوبہ بینی کا ذوق دامن گیر رہا۔ آخر کار جب انہوں نے تکذیب رسل کی حد کر دی تو قدرت نے جڑ سے ان کو اکھاڑ پھینکا اور بعد کی نسلوں کے لیے صرف ان کے کھنڈرات اور ان کی بربادی کی کہانیاں باقی رہ گئیں۔ فجعلنا هم احاديث و مزقناهم كل ممزق. لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد عالم انسانی کا رنگ بدلا اور اگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو کچھ لوگ اپنے اپنے رسولوں پر ایمان بھی لاتے رہے' اس لیے اب سنت الٰہیہ قوموں کے بالکلیہ استیصال کی ختم ہوگئی اور اب دنیا میں اتنی استعداد پیدا ہوگئی کہ ان کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیا جائے اور اس رسول اقدس کے لیے ایک قوم بچالی گئی جس کی آمد سے آفرینش عالم کا جو بڑا مقصد تھا' اس کی ابتداء کر دی جائے اور غائبات کے وہ اسرار پنہاں جن کی عقول آج تک متحمل نہ تھیں وہ سب کھول کر رکھ دیے جائیں۔'' (الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۸۳)

اس سے قبل حافظ موصوف نے اپنی تصنیف الجواب الصحیح جلد چہارم کی ابتداء میں انجیل یوحنا کی پندرہویں فصل سے یہ نقل فرمایا ہے کہ:
''حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد ''فارقلیط'' کی آمد کی بشارت دی ہے اور ان کے اوصاف میں سے یہ نقل کیا ہے کہ لانه ليس ينطق من عنده بل يتكلم بما يسمع و يخبركم بكل ماياتي و يعرفكم جميع ما لا تعرفون. اب اس پیش گوئی میں یہ خاص طور پر خبر دی گئی ہے کہ میرے بعد جو آنے والا ہے وہ جو کچھ پڑھ کر سنائے گا وہ سب وحی کے ذریعہ سے ہوگا اپنی جانب سے کوئی استنباط نہ ہوگا یہ بات صرف آپ ہی کی ذات ستودہ صفات پر صادق آتی ہے' کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام بھی گذرے ہیں وہ اپنی وحی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی کچھ اور علوم حاصل کر لیتے تھے جو ان کو وحی الٰہی کے ذریعے حاصل شدہ نہ تھے۔ اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے تھے وہ صرف وہی فرماتے تھے جو بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا یہاں آپ کی حیثیت صرف مبلغ کی ہوتی تھی اسی لیے ارشاد ہے کہ بلغ ما انزل اليك من ربك. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں تشریف لا کر ہدایت کی شاہراہ کھول دی اور وہ رموز و اسرار سب ظاہر فرما دیے جو آپ سے پہلے کسی نے ظاہر نہ کیے تھے اور آپ کو وہ کتاب ملی جس میں ان حقائق غیبیہ کا خزانہ تھا جو پہلی کسی کتاب میں نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امت عطا فرمائی' جس میں ایسی استعداد تھی کہ جو علوم آپ نے اس کو بتائے وہ ان کو خوب سمجھ گئی۔''

اس کے بعد حافظؒ لکھتے ہیں کہ:
''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں تشریف لا کر قیامت اور قیامت کے قبل و بعد کے حالات کی اتنی تفصیلات لله .....

فَارْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. کے دن انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں اتباع کرنے والوں کی سب سے بڑی تعداد میری امت کی ہوگی۔

صحیح بخاری ص ٧٤٤ فی کتاب نزول الوحی و ص ١٠٨٠ و راجع له البدایه و النهایة ج ٦ ص ٦٩ غیر ما ذکره اصحاب الشروح فی باب الاعتصام بالکتاب و السنة. ورواه مسلم ایضًا و نسبه فی الجامع الصغیر الی الشیخین ج ٢ ص ١٤٧ مع زیادة لفظین.

ﷺ ..... بیان فرمائیں جو آپ سے پہلے نہ تورات میں ملتی ہیں نہ انجیل میں اور حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے حقوق اور ایمان باللہ کے مقتضیات اور اس کے فرشتوں' کتابوں اور رسولوں کی اتنی تائید وتفصیل فرمائی جو کہیں نہیں ملتی۔ یہ وہ صفات ہیں جو ایک آپ کی ذات کے علاوہ کسی اور پر منطبق نہیں ہوسکتیں اس کے برخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام نے اصولی طور پر ان امور کا تذکرہ کیا ہے مگر وہ تفاصیل ذکر نہیں فرمائیں جن کی اس وقت تک عقول عامہ متحمل نہ تھیں' اسی لیے حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے آج بھی انسانوں کے سامنے صرف اتنی ہی باتوں کے اظہار کی اجازت منقول ہے جن کی عقول اس وقت متحمل ہوں۔ مبادا اپنی کم فہمی کے باعث ان کی تکذیب پر اتر آئیں۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آکر اس آیت کی تفسیر دریافت کی ﴿ خلق سبع سموات و من الارض مثلهن یتنزل الامر بینهن ﴾ تو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو یہ کیسے اطمینان ہوگیا کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کردوں تو اس کو سن کر کافر نہ ہو جائے گا۔ اور تیرے کافر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ تو اس کا انکار کر بیٹھے''۔

(پوری تفصیل کے لیے الجواب الصحیح کی جلد چہارم ابتداء سے مطالعہ کیجئے)

حافظ موصوف کی اس عبارت میں بہت سے متفرق علوم آگئے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت ہے' لیکن یہ بہر حال واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں امی ہونے کی صفت اور امیین میں مبعوث ہونے کی صفت یہ قرآن کریم نے صرف ایک آپ کی بیان فرمائی ہے اس لیے اس میں یہاں کوئی تفصیل کرنی غیر ضروری ہے' جو بات ہمارے موضوع کے لیے اہمیت رکھتی ہے وہ صرف قرآن کریم کی یہ صفت ہے کہ جن اسرار و رموز کا وہ حامل ہے' آج تک کوئی کتاب ان کی حامل نہ تھی اور یہ اسی کی روشنی تھی کہ جس کی وجہ سے امت محمدیہ کا طغرۂ امتیاز و تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ٹھہرا اور جس کی بنا پر اس کو خیر امت کا لقب نصیب ہوا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۰)

حافظ موصوف کے بیان سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ایمان باللہ ہر چند کہ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ افراد کو نصیب ہوا ہے' پھر وہ اسی امت کی مخصوص صفت کیوں ہے۔ حدیث مذکور میں یہ بات وضاحت میں آچکی ہے کہ دیگر انبیاء کے معجزات چونکہ اپنے اپنے زمانوں میں ظاہر ہو کر ختم ہوتے رہے جن کی آج ہمارے ہاتھوں میں کوئی سند ہے تو یہی قرآن ہے اور وہی معجزات قابل تصدیق بھی ہیں' جو قرآنی بیان میں آچکے ہیں' لیکن خود قرآن کریم چونکہ ایک علمی معجزہ ہے اور الی یوم القیامه باقی رہنے والا ہے اور آفتاب آمد دلیل آفتاب کے مطابق کسی کی تصدیق کا محتاج نہیں' بلکہ وہ مصدق لما معكم خود دوسری کتب سماویہ کا مصدق اور مہیمن ہے۔ اسی لیے ضروری ٹھہرا کہ آپ کے متبعین بھی سب میں زیادہ ہوں اور اسی کی تشریح کرنی ہمارا اصلی مقصود تھا۔

(۱۳۵۵) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (۱۳۵۵) ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل

(۱۳۵۵) * حدیث مذکور میں ایک بڑی دقیق اور عمیق حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ انس ومحبت کے لیے سب سے بڑا علاقہ خروج اور جزئیت کا ہوتا ہے- انسانوں میں یہ علاقہ والدیت اور مولودیت میں منحصر ہے- حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کی گئیں پھر ابن آدم میں یہی ایک سنت ٹھہر گئی کہ ہر بچہ اپنی والدہ سے خارج ہوتا ہے اور اسی خروج اور جزئیت کی بناء پر اس رشتہ میں وہ محبت پیدا ہو جاتی ہے جو عالم میں کسی کو کسی سے نہیں ہوتی- حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی اس رشتے سے وراء الوراء ہے اور اس کی ایک صفت صمدیت ہے اور صمدیت کے معنی یہی ہیں کہ الذی لم یلد ولم یولد. پھر خروج و جزئیت کا علاقہ جو محبت کے لیے سب سے بڑا علاقہ ہے اس کی جناب میں کیا متصور ہو سکتا ہے؟ ہاں کلام یہ اس کی صفت ہے اور کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ عرفاً جزئیت کی نسبت تو نہیں ہوتی' لیکن یہاں خروج کا اطلاق جب حدیث میں آ گیا تو اب عرفاً اس کہنے میں مضائقہ نہیں- کہ کلام اللہ یعنی قرآن پاک چونکہ اس کا فرمودہ کلام ہے اور اس سے نکلا ہوا ہے لہٰذا اس کی ذاتِ اقدس سے تقرب پیدا کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے- اس سے قرآن کریم کی عظمت اور اس کی تلاوت کرنے کی اہمیت اور اس کے حافظ کی قدر ومنزلت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے-

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور اسی علاقہ سے ان کو کلیم اللہ کہا گیا ہے- شاید یہ اسی لیے ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے اس کے کلام سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہ تھی- یہ کلام ابھی تک گو جماعتِ انبیاءؑ میں اس طرح اس کا سننا ایک ممتاز صفت تھی تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صرف کانوں ہی تک محدود تھی' یعنی وہ مخاطبین کی نوع میں داخل تھے اور یہ کلام بالاتوسط ان کے کانوں میں پڑتا تھا' جس کی طاقت عام انسانوں میں نہ تھی- بنی اسرائیل کے اصرار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں یہ درخواست پیش کی کہ جو خصوصیت ان کو سماعِ کلام کی حاصل تھی' اس کا نمونہ تھوڑا سا ان کی قوم کو بھی کم از کم ایک بار تو دکھلا دیا جائے- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر پروردگار عالم نے اپنے کلام کو ان کی قوم کو بھی سنا دیا' مگر جس قوم کے پاس گوش تو ہوں مگر ہوش نہ ہوں تو اسے کیا فائدہ؟ اپنے ضد وعناد پر اتر کر یہاں بھی وہی مزہ چکھ لیا جو معاندین کو چکھنا پڑتا ہے-

اس کے بعد دنیا کے اخیر میں جب رب العالمین کو اپنی معرفت اس سے زیادہ منظور ہوئی تو اس نے ایک ایسا عظیم الشان اور جلیل القدر رسول پیدا فرمایا جس کے ذریعہ اپنی مخلوق کی معرفت کے لیے ذریعہ تو وہی اختیار کیا یعنی صفتِ کلام مگر اس کلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صرف اس کے کانوں میں نہیں ڈالا' بلکہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور اب جس طرح موسیٰ علیہ السلام کلام اللہ اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے یہ رسول اعظم اس کو اپنے منہ سے پڑھ پڑھ کر سنانے لگا اور مخاطب کے بجائے اس کو متکلم کی صف میں لا کھڑا کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ کلام الٰہی کا بلاتوسط کانوں میں پڑنا کوئی معمولی بات نہ تھی کہ ہر بشر اس کو برداشت کر سکتا' لیکن یہ رسول بھی صرف ایک ہی رسول تھا کہ جس کے کانوں کے بجائے اب اس کلام کو اس کے منہ میں ڈالا گیا' اس لیے اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے- معرفتِ الٰہیہ میں اس کی امت ساری امتوں پر فوقیت لے گئی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) یہاں اس کی خیریت کا مرکزی نقطہ یہی ایمان باللہ ہے' جو بنیادی لحاظ سے ان کو قرآن پاک کی بدولت نصیب ہوا ہے- فللّٰه الحمد علی ما انعم.

یہ اچھی طرح واضح رہنا چاہیے کہ کسی موصوف کی معرفت کے لیے اس کی صفات سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی ۔ .....

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرجِعُوْنَ کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب

ﷺ ..... حق تعالیٰ کی صفات میں سے صفت کلام کے سوا کوئی اور صفت ایسی نہیں جس پر ماخوج منه کا اطلاق کیا جا سکے یعنی وجود' حیات' علم' سمع' بصر' قدرت' ارادہ' یا تکوین' ان صفات میں سے کوئی صفت ایسی نہیں جس پر حدیث مذکور کا اطلاق صحیح ہو سکے اس لیے جو معرفت اس کی مصنوعات میں اس کی دوسری صفات کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے وہ شاید صفت کلام کے ہم پلہ نہ ہو سکے- اسی کی طرف حدیث مذکور میں اشارہ کیا گیا ہے اور اسی کو ہم زیادہ سے زیادہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کلام اللہ سے بڑھ کر کوئی اور چیز اس کی معرفت کا سبب نہیں ہو سکتی- اس کی جتنی مصنوعات ہیں وہ تمام کی تمام اس کی مخلوق ہیں اور اس سے منفصل ہیں' لیکن قرآن پاک کی صفت ان سب سے علیحدہ ہے یہاں ایک دقیق بحث ہے' جو امام احمد سے شروع ہو کر امام بخاریؒ تک کی کتاب میں موجود ہے یعنی کلام اللہ کو مخلوق کہا جا سکتا ہے یا نہیں- اس مسئلہ کی نزاکت کی وجہ سے جس میں کہ امام احمدؒ جیسے جلیل القدر امام کو ابتلا پیش آ گیا ہو' عوام الناس کے افہام سے بالاتر سمجھ کر زیر بحث نہیں لاتے اور صرف حدیثی اطلاق پر کفایت کرتے ہیں- بے شبہ کتب سماویہ جتنی بھی تھیں وہ معرفتِ الٰہیہ کا سبق دیتی چلی آئی ہیں' لیکن جس اسلوب سے اس سبق کو قرآن پاک نے سمجھایا ہے بھلا وہ دوسری کتب میں کہاں- اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اپنے کلام میں جس طرح متکلم قریب ہو کر نظر آتا ہے' اتنا کسی دوسری صورت میں نظر نہیں آتا- گویا یوں سمجھئے کہ کلام اپنے متکلم کے لیے بمنزلہ ایک آئینہ کے ہوتا ہے- اب اس آئینے میں اس کے متکلم کا جلوہ دیکھنے کے لیے صرف آنکھیں درکار ہیں- روشن آنکھیں اس کے جلوہ کا کچھ نہ کچھ نظارہ کر لیتی ہیں اور بے بصیرت آنکھیں اس سے محروم رہتی ہیں اگرچہ اس کی تلاوت کرنے والے نفس اجر میں شریک رہتے ہوں- حق سبحانہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اس کے ذکر سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں اس لیے نماز کا تذکرہ فرما کر ارشاد ہوتا ہے ولذکر الله اکبر- اور نماز کے لیے بھی یوں ارشاد ہوا: و اقم الصلوة لذکری. اس لحاظ سے بھی اگر قرآن کریم پر نظر ڈالی جاتی ہے تو امہات ذکر اللہ قرآن کریم میں نظر آتے ہیں' اس لیے قرآن کریم کا تالی (یعنی تلاوت کرنے والا) صرف تالی نہیں' بلکہ ذاکر بھی ہوتا ہے یوں بھی اگر دیکھئے تو نماز کا سب سے بڑا رکن یہی قرآن کریم ہے' حتیٰ کہ اگر نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے تو وہ نماز نماز ہی نہیں ہے- اس کے بعد اگر بغور ملاحظہ کیا جائے تو قرآن پاک میں صرف صالحین کا تذکرہ نہیں' بلکہ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس جماعت کا ذکر بھی ہے' جو اپنے اپنے دور میں مرکز نور و ہدایت اور آج بھی موجب صد برکات ہے- وہ ذکر بھی صرف ان کے قصص اور سوانح حیات کے طور پر نہیں ہے' بلکہ ان کے متبعین کی برکات اور مخالفین کے نتائج بد اور ثمرات کے ساتھ ساتھ ہے اور ان کی دعوت و ارشاد کے وہ قیمتی کلمات جو ان کی مبارک زبانوں سے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے تعارف میں نکلے ہیں' ان سب سے مملو ہے- اس لحاظ سے ان کا تکرار اور اعادہ موجب صد برکات ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کے لیے ایک وسیع باب ہے جو ان کے تذکروں سے کھلتا ہے- کلام اللہ میں ایک صفحہ بھی ایسا نہ ملے گا' جس میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اور شئون کا تذکرہ نہ ہو- پھر یہ تذکرہ بھی اسلوب کے ساتھ کیا گیا ہے جس میں اس کے اسماء و صفات اور شئون عالیہ کا جگہ جگہ اس طرح ثبوت ملتا ہے کہ تالی کلام اللہ کو شدہ شدہ وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے' جہاں سے وہ اپنے رب کو دیکھتا تو نہیں مگر اس کو "کانک تراہ" کا لطف حاصل ہونے لگتا ہے- اس کے ان الفاظ مقدس کے تکرار کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے یقین کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے- مثل مشہور ہے: الشیء اذا تکرر تقرر- اور کمال یقین کی دوسری تعبیر کانک تراہ ہے ورنہ اس کی شان تو یہ ہے: لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار یہ تذکار اور تفکر اور تدبر تو ان اسباب میں سے ہیں' جو قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کی طرف سے معرفت ایزدی میں معین ہوتے ہیں' لیکن یہاں اسباب معرفت جو بھی ہوں وہ خود حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر فائز ہوتے ہیں- دیکھئے ﷺ .....

اِلَى اللّٰهِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ یَعْنِی اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے' جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی

..... عام مصنفین کا طریقہ ہے کہ ان کی تصانیف کا پڑھنے والا ان کی اُنس ومحبت کے لیے جالب بن جاتا ہے- پھر جس کی محبت اپنے بندوں پر بلاسبب ہو اگر اس کے کلام کو کوئی بندہ پڑھے تو پھر اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا- اب سوچئے کہ ایک جانب سے تو بندہ اپنے رب کی معرفت کے لیے اس کے کلام کو پڑھ رہا ہوُ اس کے اسماء کو بار بار دہرار ہا ہوُ اس کی صفات اور ان کے مظاہر کا مطالعہ کر رہا ہوُ اس کے انبیاء علیہم السلام اور مقربین کی محبت بھری داستانیں بار بار سن رہا ہوُ پھر ان کے ماننے اور نہ ماننے والوں کا حشر بھی اس میں دیکھ رہا ہوُ اس کے ماسوا آیات ''انفسیہ'' اور ''آفاقیہ'' میں بنظر موعظت وعبرت غور کر رہا ہوُ دوسری طرف خود متکلم اس عبد صالح سے قریب سے قریب تر ہو کر اپنی محبت کی بارش برسا رہا ہو تو کوئی شبہ نہیں کہ ایک مرتبہ تو پتھر کا دل بھی موم ہو کر رہ جائے اور صاحب نصیب کا خالی قلب تو شاید کسی کا آشیانہ بن جائے- یہ بلند مقصد ایک مٹی کے پتلے کو بھلا کیا حاصل ہوتا' لیکن جس کو ''لما خلقت بیدی'' کا فخر حاصل ہوا اس کو اپنی بے مناسبتی کے باوجود پھر ایک نسبت حاصل ہوتی ہے' جو شاید ''لما خلقت بیدی'' کا ثمرہ ہو- عجیب ماجرا ہے کہ ایک طرف اس پتلہ خاکی میں اپنے رب کی معرفت کی اتنی صلاحیت موجود ہو کہ اس سے ''الست بربکم'' کا عہد لے لیا جائے پھر دوسری طرف اس کو ایسا کلام ملے جس میں متکلم کا جلوہ خود عیاں ہو تو کیا اس کلام کی تکرار سے اس کا سازِ فطرت بے ساختہ نغمہ سرائی پر آمادہ نہیں ہو جائے گا- یہاں نہ میرے پاس ان رموز واسرار کے اظہار کے لیے کلمات ہیں اور نہ قلم کو یہ یارائی حاصل ہے کہ اس رابطہ کے اظہار پر قدرت حاصل ہو جو اس کلام اور متکلم کے مابین پنہاں ہے- کیا کہئے کہ بات اتنی ظاہر ہے جتنی کہ ہو سکتی ہے اور پھر اتنی مخفی ہوگئی ہے کہ عقل نارسا کی رسائی سے باہر- سبحان اللہ جو منبع کمالات اور مجمع کمالات ہے خود اپنی ایک صف عالی کا جلوہ دکھانے پر آمادہ ہو جائے تو وہ کون سی آنکھ ہے جس کو وہ جلوہ نظر نہ آئے- ایک طرف اس کے ظہور کا یہ عالم اور دوسری طرف اس کے خفاء کا یہ حال کہ بڑے سے بڑے عارف کی زبان سے بھی یہ نکلتا ہے اشتاقه فاذا بدا اطرقت من اجلاله- یہ نظر تو صرف ایک ہی تھی جس کی شان ''مازاغ البصر و ما طغی'' کی شہادت خود قرآن کریم نے دی ہے دوسرا کوئی ایسا نہیں جس کے لیے یہ تجلی ہو سکے اور وہ اس تجلی کو برداشت کر سکے' پھر جو اس کے لیے مخصوص ہوئے' اسے اس عالم فانی چھوڑ کر فوق السمٰوٰت کا سفر کرایا گیا ہو خوشا نصیب اس امت کے جس کے نصیب میں یہ نہیں تو ''کانک تراہ'' کا کوئی نہ کوئی حصہ آ گیا- بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے-

و من عجبی انی احن الیهم و اسأل عنهم دائما و هم معی

و تشتاقهم عینی و هم فی سوادها وبطلبهم جسمی وهم بین اضلعی

جب انسانوں کے کلام میں ان کے خیر وشر ہونے کا اثر مسلّم ہے تو قیاس کر لیجئے کہ اس لطیف وخبیر کے کلام میں کیا کچھ اثر نہ ہوگا' جس کو جبریل علیہ السلام جیسا مقدس فرشتہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوا ہو- یہ واسطہ بھی ایسا تھا جس کو اگر قائم رکھئے تو بجا ہے اور اگر اس کو حذف کر ڈالئے تو ایک نظر میں یہ بھی روا ہے- اب سوچئے کہ کلام کس کا اور سنا گیا کس سے' پھر اس کی تاثیر اور معرفت کا کیا پوچھنا ایک ایک کلمہ نہیں' اس کی ایک ایک حرکت میں یعنی زبر وزیر میں معرفتِ الٰہیہ کی جو موجیں اٹھ رہی ہوں وہ کوئی صاحبِ ذوق ہی دیکھ سکتا ہے- یہاں عام مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ سمندر کی موجیں اپنی جگہ اٹھ رہی ہیں اور معرفت الٰہیہ کے مشتاق قلوب سے جا جا کر ٹکرا رہی ہیں کسی کو یہ عجیب وغریب نظارہ میسر ہو یا نہ ہوُ اسی لیے حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھئے یا بے سمجھے' مگر اس کے دریائے فیض سے محروم کوئی بھی نہیں ہے- جس کا راز یہ ہے کہ کلام انسانی میں کلمات صرف غرض متکلم سمجھانے کے .....

الْقُرْاٰنَ. (رواہ الحاکم و صححہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ مع زیادات) ہے یعنی کلام پاک۔

(حاکم۔مراسیل ابوداؤد۔جامع ترمذی)

ﷺ ..... لیے ایک آلہ ہیں' مقاصد میں سے نہیں جیسا کہ ترکاریوں میں چھلکا مقصود نہیں ان کا مغز مقصود ہے۔لیکن کلام اللہ وہ ہے جس میں چھلکا کچھ بھی نہیں مغز ہی مغز ہے اس لیے اس کے کلمات بھی مقصود ہیں اور ان کلمات میں جو معانی عالیہ مضمر ہیں وہ بھی مقصود ہیں اس لیے یہاں اگر سمجھنے والا جواہر مقصود سے اپنے دامن کو بھر رہا ہے تو نہ سمجھنے والا بھی کلماتِ عالیہ کی برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہے یہاں تو شان یہ ہے کہ ۔

بہار عالم حسنش جہاں را تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت رابوار باب معنی را

ایک حافظ جو معانی کا عالم نہیں رب العزت کے کلام کو پڑھ پڑھ کر اس میں مست ہے اور ایک عالم اس کے معانی عالیہ پر غور کر کے محوِ حیرت ہے۔محروم نہ یہ نہ وہ۔محروم دراصل وہ ہے جو حیلے بہانے بنا کر اس کلام پاک کی تلاوت سے بھی محروم ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اذن اللہ لشیء ما اذن اللہ لنبی یتغنی بالقران. (رواہ البخاری و المسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آواز کی طرف حق تعالیٰ اتنی توجہ نہیں فرماتے جتنی کہ اس نبی کی آواز کی طرف جو خوش آوازی سے کلام الٰہی پڑھتا ہو۔

اب اندازہ فرمایئے جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی قاری قرآن پر توجہ کا یہ نقشہ ہو تو پھر اس کی معرفت کے حصول کا ذریعہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔یہاں نبی کی قید اس لیے نہیں کہ اس بحرِ ذخار سے مستفید وہی ہوتا ہے' بلکہ اس لیے ہے کہ کلام جس قدر عالی ہے اس کے پڑھنے کا سلیقہ بھی اتنا ہی عالی ہونا چاہیے اور وہ نبی ہی ادا کرسکتا ہے اسی لیے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

عن عبیدۃ الملیکی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل القران لا تتوسدوا القران و اتلوہ حق تلاوتہ من اناء اللیل و النھار و افشوہ و تغنوہ و تدبروا ما فیہ لعلکم تفلحون و لا تعجلوا ثوابہ فان لہ ثوابًا. (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

عبیدہ ملیکی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل قرآن (یعنی حفاظ بالخصوص) قرآن کریم سے غفلت اختیار نہ کرو اور اس کی تلاوت کرنے کا جو حق ہے وہ شب و روز ادا کیا کرو اور اس کی اشاعت کرو اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے معانی میں غور کیا کرو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو اور اس کا بدلہ دنیا ہی میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اس سے غفلت اختیار نہ کرنا صرف اتنا ہی کافی نہیں' بلکہ مسلمانوں میں اس کی اشاعت کی کوشش کرنا بھی اس کا ایک حق ہے اور خوش آوازی سے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو گانے کے طریقے پر پڑھو' بلکہ جس ملک میں وہ نازل ہوا اس کو اسی لہجہ میں پڑھو' کیونکہ قرآن جہاں اپنے کلمات اور رسم الخط کے ساتھ محفوظ ہے وہاں اس کے پڑھنے کا لہجہ بھی محفوظ ہے' اس کے سوا اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی مشغولی میں کچھ گنگنا کر اپنا دل بہلایا کرتا ہے' تو اپنے دل بہلانے کا ذریعہ گانے کی بجائے اس قرآن کو بنالو اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ قرآن ﷺ .....

ﷺ ..... پاک تمہاری رگ رگ میں اتر چکا ہو۔

ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

اور یہ بھی معلوم ہو کہ قرآن کریم جیسی رفیع الشان چیز کا بدلہ دنیا ہی میں مقصود بنا لینا وہ روپیہ کی شکل میں ہو یا جاہ و شہرت کی شکل میں یہ اس نعمت عظمیٰ کی بڑی ناقدری کرنا ہے۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس کے معانی پر غور و خوض کرنا اس کا ایک رکن رکین ہے۔ اگر عالم ہو جب تو کیا کہنے اور اگر عالم نہ ہو تو اردو زبان میں یا کسی دوسرے زبان میں اس کے صحیح تراجم سے یہ مقصدِ عظیم حاصل ہو سکتا ہے۔ غرض کہ "طلب الکل فوت الکل" کا مصداق نہ ہو' جتنا اور جس صورت سے ممکن ہو اس کی تلاوت کرنے سے محروم نہ رہے تا کہ معرفتِ الٰہیہ کی غوطہ زنی اگر نصیب نہ ہو سکے تو ایک مؤمن کا دامن خشک ہونے سے بھی بچا رہے۔ معرفتِ ربانیہ یہ ایک موہبِ الٰہیہ ہے۔ جس کے لیے کلام الٰہی سے بڑھ کر کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ یہاں بڑے بڑے شناور بھی آخر کار لوٹ کر اسی بحرِ ناپیدا کنار میں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور غوطہ پر غوطہ لگا کر جب کنہ اور تہ کو نہیں پا سکتے تو حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

دامانِ نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چینِ بہار تو زِداماں گلہ دارد

یہی حال اس تلاوت کرنے والے کا ہے جو بے تابانہ چاہتا ہے کہ کلام الٰہی کے اس چمنستان سے معرفتِ الٰہی کے رنگ برنگ کے غیر متناہی پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کر لے' مگر دیکھنا یہ ہے کہ پھولوں کی جتنی کثرت ہے دامن اتنا ہی زیادہ کوتاہ ہے۔

مضمون کچھ طویل ہو گیا اور اصل مقصد جو دل میں تھا وہ پھر ادا نہ ہو سکا اس لیے بصد حسرت و حرمان یہ ایک واقعہ لکھ کر قلم رکھ دینا پڑا۔

زیب النساء خود ایک شہزادی تھی اس کی شاعری کی دھوم سن کر اس کے والد کو ایک بادشاہ نے لکھ بھیجا کہ ہم اس شاعر کو دیکھنا چاہتے ہیں جس کا یہ شیریں کلام ہے اس کو خبر کیا تھی کہ وہ خود اسی بادشاہ کی صاحبزادی ہے۔ اس پر اس کا والد غم و غصہ سے بھرا ہوا اپنی لڑکی کے پاس آ کر بولا کہ میں اسی دن کے لیے شعر گوئی سے تجھ کو منع کیا کرتا تھا لڑکی نے بصد ادب عرض کیا کہ جہاں پناہ آپ پریشان نہ ہوں اور جواب میں یہ شعر اس کو لکھ کر بھیج دیں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

پس اگر اپنے شعر و سخن میں زیب النساء دیکھی جا سکتی ہے تو کلام اللہ میں خود صاحبِ کلام کے جلوے دیکھنے میں تامل کیا ہے۔ قلم ایں جا رسید و سر بشکست۔

دادیم تراز گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید بری

(۱۳۵۶) ✱ اس روایت میں قرآن پاک کی دو ممتاز صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے' یعنی دنیا میں ہر کتاب کے نقوش کسی نہ کسی ذریعے سے مٹ سکتے ہیں اور کم از کم جب تک مطابع نہ تھے ہر کتاب کی سیاہی پانی کے ذریعے مٹائی جا سکتی تھی' لیکن قرآن پاک ﷺ .....

قَالَ فِيْ بَابِ الْاِنْذَارِ وَ التَّحْذِيْرِ وَ فِيْهِ.... وَ قَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَ اَبْتَلِيْ بِكَ وَ اَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَأُهُ نَائِمًا وَ يَقْظَانَ الخ.

(رواه مسلم مشكوٰة ص ٤٦٠)

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تیری استقامت اور تیرا صبر وشکر آزمانے کے لیے تجھ کو بھیجا اور اس لیے کہ لوگوں کی آزمائش تیرے ذریعہ سے کروں (کہ وہ تیری اطاعت کرتے ہیں اور تجھ کو مانتے ہیں یا نہیں) اور تیرے ساتھ ایک ایسی کتاب نازل فرمائی' جس کو پانی نہیں دھوسکتا تو اس کو سوتے اور جاگتے پڑھا کرے گا الخ- (مسلم شریف)

(۱۳۵۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَ لَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ

(۱۳۵۷) عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھ لیا اس نے گویا نبوت کو اپنی دونوں پسلیوں کے درمیان لے لیا سوائے اس کے کہ اس پر کوئی وحی نہیں اترتی اس لیے قرآن والے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جو شخص غصہ کرے وہ بھی غصہ کا

ﷺ..... کسی صورت بھی سینوں سے مٹائے مٹ نہیں سکتا- دوسری صفت اس میں یہ ہے کہ وہ اس طرح محفوظ ہے کہ سوتے جاگتے ہر حالت میں پڑھی جاسکتی ہے- انبیاء علیہم السلام کا تو سونا بھی ان کے جاگنے کے برابر ہوتا ہے' لیکن کسی کسی شوقین آدمی سے سوتے میں بھی قرآن کا پڑھنا مستبعد نہیں- اصل مراد تو یہاں اس کا حفظ ہونا ہے- محاورہ میں بولا کرتے ہیں کہ بلّی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں- اسی طرح حافظ بچے سوتے میں بھی قرآن شریف کی آیات بے ارادہ اور بے شعوری کی حالت میں تلاوت کر جاتے ہیں- پھر آنکھ بند کرکے پڑھنا بھی اسی قرآن عزیز کی خصوصیات میں سے ہے- جو کتاب بھی اس کے سوا ہے' اس کو آنکھیں کھول کر ناظرہ پڑھنا تو ممکن ہے' لیکن آنکھیں بند کرکے سونے کی شکل میں پڑھنا ممکن نہیں- خلاصہ یہ کہ اس کی قراءت کے لیے ہر حالت کا استیعاب کرنا مقصود ہے-

(۱۳۵۷) ❊ کلام اللہ خدا کی وحیوں میں سے سب سے بڑی وحی ہے جو خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے نبیوں میں سے ایک نبی پر نازل ہوئی- یہ وحی بجز نبی کے کسی اور پر نازل نہیں ہوتی' لیکن جس شخص کے سینے میں یہ وحی محفوظ ہوا گرچہ وہ نبی تو نہیں بنتا' کیونکہ اس پر یہ وحی نازل نہیں ہوئی' لیکن چونکہ یہ نازل شدہ وحی اس کے سینے میں محفوظ ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بجا ہے کہ اس کے سینے میں علوم نبوت کا ایک ذخیرہ موجود ہے' گویا کہ ایک طرح سے نبوت ہی ہے اگرچہ اس پر وحی نازل نہ ہونے کی وجہ سے اس کو نبی ایک لمحہ کے لیے بھی نہ کہا جاسکے' لیکن یہ فضیلت اس کے لیے کیا کم ہے کہ اس کے سینے میں وحی نبوت کا مجموعہ محفوظ ہے- نبی بننے کے مشتاق اگر اس حدیث میں کچھ اڑانا چاہیں اور ایک نہایت خوب صورت انداز بیان کو حقیقت کا لباس پہنانا چاہیں تو ان کو واضح رہنا چاہیے کہ پھر مسلمانوں میں ہر وہ بچہ جو حافظ ہوگا اپنے دور طفولیت ہی میں نبی کہلانے کا مستحق ہوسکے گا- یہاں تو مقصد یہ ہے کہ جس کے سینے میں قرآن ہو سب سے پہلے خود اس کو اپنے قرآن کا احترام لازم ہے- اب نہ غصہ کرنا اس کا کام ہونا چاہیے اور نہ جہالت کی باتوں میں پڑنا اس کا مشغلہ ہونا چاہیے- قرآن کے احترام اور علوم نبوت کے اس انعام کے ساتھ یہ باتیں کچھ جوڑ نہیں کھاتیں- حدیث میں مبشرات اور دوسرے چیدہ چیدہ خصائل کو نبوت کے اجزاء میں شمار کیا گیا ہے- مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کو یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ کسی کو $\frac{1}{46}$ یا $\frac{1}{20}$ مثلاً نبوت حاصل ہے- یہ انہی حریصوں کا شیوہ ہے' جو اپنے جہل سے نبوت کو نہیں جانتے اور ایک مشت خاک کی ﷺ.....

جَهِلَ وَ فِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ. (رواه الحاكم و صححه)

جواب غصہ سے دے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت کرنے پر اتر آئے اور اس کا خیال نہ کرے کہ اس کے سینے میں کلام اللہ موجود ہے۔

(۱۳۵۸) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ ذَكَرَ فِيْهَا وَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ . (رواه الترمذی و الدارمی و البیهقی فی شعب الایمان)

(۱۳۵۸) ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا' جس میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ کلام اللہ کی فضیلت دوسرے سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی تمام مخلوق پر۔
(ترمذی۔دارمی۔بیہقی شعب الایمان)

﴿..... طرح اس کو بکھیر دینا چاہتے ہیں' مگر پھر اس کو سمیٹ کر ایک اپنی ذات کے سوا اپنے خاندان تو کیا اپنی اولاد کو بھی دینا نہیں چاہتے۔ایک طرف دعوے نبوت اور دوسری طرف بخل کا یہ عالم حیرت ہی حیرت ہے۔

اب ذرا سی ایک علمی بات سنتے جایئے اور وہ یہ کہ نبوت کوئی وصف متجزی نہیں' بلکہ ایک صفت اور ایسے اعراض میں سے ہے' جو مجموعہ انسان کے ساتھ قائم ہوتی ہے اس کو کسی خاص جگہ اٹھا کر رکھا نہیں جا سکتا۔عرف میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کے سینے میں قرآن ہے۔ایک محدث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا سینہ حدیثوں سے لبریز ہے' لیکن ان تمام استعمالات میں یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ علم حدیث کا ذخیرہ اس کے جسم کے کسی گوشہ میں علیحدہ رکھا ہوا ہے اسی طرح حدیث مذکور میں اگر نبوت سے مراد علوم نبوت نہ ہوتے تو نبوت کو اس کے سینے میں رکھا ہوا نہ بتایا جاتا' بلکہ اس کی ذات کو نبی کہہ دیا جاتا جیسا کہ انسان کی ذات کو عالم وحافظ کہہ دیا جاتا ہے' لیکن یہاں صرف اسی پر کفایت نہیں کی گئی کہ اس پر نبی کا اطلاق نہیں کیا گیا' بلکہ غیر انه لا یوحی الیه کہہ کر حریصوں کی حرص کو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔اب جو نبی ایسا ہو کہ اس پر وحی کا ایک لفظ نہ اتر سکے وہ ایسا ہی نبی ہے جیسا نواب بے ملک اور بے تاج کا بادشاہ۔لہٰذا حدیث نے تو غیر انه لا یوحی الیه کہہ کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے نبی ہونے کی جڑ ہی کاٹ دی ہے اور اپنے زمانے میں حفاظ کی کثرت کے باوجود کسی ایک متنفس نے بھی نہ کبھی خود بنفس نفیس اپنے آپ کو نبی کہا نہ اس حدیث کے ماتحت کسی دوسرے کے دل میں اسے نبی کہنے کا خیال گذرا۔لیکن جن کے پاس نہ نبوت کا علم ہے نہ ختم نبوت کا وہ بے چارے زبردستی نبوت کو جاری تو کرنا چاہتے ہیں' مگر پھر اس کو ایک ایسے شخص کے اندر منحصر کر دیتے ہیں جس کے سینے میں کلام اللہ یا علوم نبوت کا پتہ بھی نہ تھا' اب اگر اس کو نواب بے ملک نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ انا لله و انا الیه راجعون. یہاں ہم نے بے وجہ اس تطویل سے ناظرین کو بدمزہ تو کیا' لیکن یہ جو کچھ بھی گناہ کیا چند بدمذاقوں کی خاطر کیا۔ و نستغفر الله عزوجل.

(۱۳۵۸) ✱ حدیث مذکور میں کلام اللہ کی فضیلت کے لیے جو انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ حیطہ بیان سے خارج ہے' یعنی حق تعالیٰ شانہ کے کلام کی فضیلت دوسرے اور کلاموں پر بیان کرنا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کہ خود حق تعالیٰ کی ذات کی افضلیت کا اس کی مخلوق پر بیان کرنا ناممکن ہے۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

باقی کو فانی کے ساتھ اور کامل کو ناقص کے ساتھ اور مظلم کو نور در نور کے ساتھ سوائے تباین کے اور کوئی نسبت نہیں ہے۔یہی نسبت ان دونوں کے کلاموں کے درمیان سمجھنی چاہیے۔اس نسبت تباین کا بیان حدیث مذکور میں جس اسلوب سے کیا گیا ہے اس سے زیادہ مستحسن کوئی دوسرا اسلوب اختیار کرنا بھی غیر ممکن ہے۔

(۱۳۵۹) عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَوَ قَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَ لَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَ لَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَ لَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَ مَنْ دَعٰى اِلَى اللّٰهِ هُدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(رواہ الترمذی و الدارمی و قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ مجھول و فی الحارث مقال)

(۱۳۵۹) حارث اعورؒ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں میرا گذر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مسجد میں دنیوی باتیں کر رہے ہیں۔ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے یہ حال عرض کیا۔ آپ نے افسوس اور تعجب سے فرمایا اچھا کیا لوگ مسجد میں باتیں کرنے لگے۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آئندہ زمانے میں فتنے ہوں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ پھر ان سے بچنے کا کیا راستہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا بس خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جس میں گذشتہ زمانوں کے حالات اور آئندہ کے واقعات اور تمہارے معاملات کے فیصلے یہ سب موجود ہیں' یہ کتاب کیا ہے؟ بس آخری فیصلہ ہے کچھ ہنسی مذاق نہیں' جس کسی جابر بادشاہ نے اس کو چھوڑا خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا اور جس نے راہِ ہدایت اس کے سوا کہیں اور تلاش کی اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا۔ یہی خدا تعالیٰ کی (مخلوق کے لیے) ایک مضبوط رسّی ہے' یہی وہ ذکر ہے جو حکمت سے لبریز ہے اور یہی سیدھی راہ ہے لوگوں کی خواہشات اس کے معانی بدل نہیں سکتیں۔ مختلف زبانیں اس میں خلط ملط نہیں کرسکتیں۔ علماء کے دل کبھی اس سے نہیں بھرتے' کتنا ہی اس کو پڑھیے' مگر وہ ہر دم تازہ کا لطف دیتا ہے۔ اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ جنات جیسی مخلوق نے جب اس کو سنا تو وہ بھی بے ساختہ بول اٹھے انا سمعنا' الخ لوگو! آج ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو کامیابی کی راہ دکھاتا ہے' ہم تو فوراً اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے قرآن پڑھا اس نے سچ ہی سچ بولا' جس نے اس پر عمل کیا اس نے بے شبہ ثواب کمایا' جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے یقیناً انصاف کا فیصلہ کیا اور جس نے اللہ کی طرف دعوت دی' اس نے بلاشبہ راہ راست کی دعوت دی۔ (ترمذی۔ دارمی)

(۱۳۵۹) * ہر چند کہ اس حدیث میں اسنادی ضعف موجود ہے' لیکن اس کا ایک ایک کلمہ اپنی جگہ حقیقت ثابتہ ہے اور اس کی تائید صرف دیگر احادیث سے ہی نہیں' بلکہ واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ یہاں ہم نے اس حدیث کو اس کے ضعف کے باوجود اس لیے نقل کیا ہے کہ قرآن کی صداقت کے ساتھ ساتھ اس کی چند دیگر صفات سے بھی آشنا ہو جائیں اور اگر اس کو حدیث کا درجہ نہ دے سکیں تو کم از کم تشریحی نوٹ کے قائم مقام تو سمجھ ہی لیں اس کے بہت سے جملے تفصیل طلب ہیں لیکن جب اس کی اسناد ہی مجہول ہو اور اس کی وسعت کی گنجائش بھی نہ ہو تو پھر اس اجمال پر ہی کفایت کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں قرآنی اعجاز کے موضوع میں' اس کے فضائل کا تذکرہ اس کے معجزہ ہونے کی گویا ایک شرح سمجھنی چاہیے۔

الرسول الاعظم و معجزته الشهيرة باسطوانة الحنانة صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۶۰) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَاِنَّ لِيْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِيْ صُنِعَ لَهُ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عَلَيْهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ.

(رواه الشیخان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطوانہ حنانہ کا مشہور معجزہ

(۱۳۶۰) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اجازت ہوتو میں آپ کے لیے کوئی چیز (یعنی منبر) تیار کرا دوں' جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیا کریں کیونکہ میرا ایک غلام ہے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تیار کرا لو۔ جب جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھے جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا تو کھجور کا وہ درخت جس کا سہارا لے کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے' ایسا چیخ چیخ کر رونے لگا گویا غم کے مارے پھٹ جائے گا۔ اس کے نالہ و بکا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے آ کر اس کو گلے لگایا تو وہ اس طرح سکنے لگا جیسا روتے ہوئے بچے کو بہلا کر خاموش کرتے ہیں اور وہ سسکیاں لینے لگتا ہے یہاں تک کہ بالکل خاموش ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

الرسول الاعظم و صيرورة اللحم الذى وضع لاجله مروة صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۶۱) عَنْ مَوْلًى لِعُثْمَانَ قَالَ اُهْدِيَ لِاُمِّ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے جو گوشت رکھا گیا تھا اس کا ایک پتھر کا ٹکڑا بن جانا

(۱۳۶۱) حضرت عثمانؓ کے ایک مولیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے

(۱۳۶۰) * اسطوانہ حنانہ کا معجزہ بہت مشہور ہے اور اس کے متعلق مؤلین کی کوئی تاویل بھی نظروں سے نہیں گذری اور اس کے بعض حقائق شروع مقالہ میں آپ کی نظروں سے گذر چکے ہیں اور بعض روایات میں یاد پڑتا ہے کہ آپ نے اپنے تسلی آمیز کلمات میں اسے یہ بھی فرمایا' کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جنت میں میرے ساتھ رہے' بہر حال وہ ستون آج تک روضہ جنت میں (جس کو عوام جنت کی کیاری سے ملقب کرتے ہیں) مدفون ہے اور اس کے لیے یہ فضیلت ہی کچھ کم نہیں کیونکہ یہ ٹکڑا جنت ہی کا ٹکڑا ہے جو قیامت میں اٹھا کر جنت میں لے لیا جائے گا۔

(۱۳۶۱) * گوشت کا یہ ٹکڑا کس کی نیت سے رکھا گیا تھا؟ یہ تو ظاہر ہی ہے مگر اللہ کی راہ میں ایک محتاج کو نہ دینے کا نتیجہ آپ نے دیکھا' ایسے معجزہ کے لیے ایسا ہی گھر مناسب تھا جہاں خدا تعالیٰ کی وحی اترا کرتی ہو۔ اب فرمائیے کہ گوشت کے پتھر بن جانے کا کیا فلسفہ سوچا جائے۔ سوائے اس کے کہ جو قطرۂ آب کو انسانِ ناطق بنا سکتا ہے وہ گوشت کے پتھر بنا دینے پر بھی قادر ہے۔ اور بنا دیا: فتبارک اللہ ﷺ .....

سَلَمَةَ بَضْعَةٌ مِنْ لَحْمٍ وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيْهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِيْ كُوَّةِ الْبَيْتِ وَ جَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ فَقَالُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَ كُمْ شَيْءٌ اَطْعَمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ لِلْخَادِمِ اِذْهَبِيْ فَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ. (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

گھر گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے بطور ہدیہ آیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اس لیے انہوں نے گھر کی خادمہ سے کہا اس کو حفاظت سے رکھ چھوڑ شاید آپ تشریف لائیں اور اس کو تناول فرمائیں- خادمہ نے گوشت کا وہ ٹکڑا اٹھا کر ایک طاق میں رکھ دیا اتفاق سے ایک سائل آنکلا اور دروازہ پر آ کر اس نے یہ صدا دی ''کچھ صدقہ دو اللہ تم کو برکت عطا فرمائے''- عرب کے دستور کے مطابق جواب ملا' اللہ تعالیٰ تم کو بھی برکت عطا فرمائے- (جب کسی وجہ سے فقیر کو نہ دینا ہوتو یہ کلمہ کہہ دیا جاتا ہے) یہ سن کر سائل واپس چلا گیا- جب آپ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے پوچھا ام سلمہ! تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہوگا- انہوں نے عرض کی جی ہاں اور خادمہ کو حکم دیا کہ فوراً جائے اور وہ گوشت لا کر آپ کی خدمت میں پیش کرے- وہ گوشت لینے گئی کیا دیکھتی ہے کہ وہاں تو ایک پتھر کے ٹکڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا- جب یہ ماجرا آپ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا' کیونکہ تم نے اس کو سائل کو نہیں دیا تھا- (بیہقی شریف)

الرسول الاعظم وطلبه ذراعًا فذراعًا وعلم مناولة ابی عبید فی المرة الثالثة وقول النبی صلی الله علیه وسلم لوسکت لنا ولتنی ذراعا فذراعا صلوات الله وسلامه علیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بکری کے دو دستوں کے بعد تیسرے کا طلب کرنا مگر صحابی کا اس پر خاموش نہ رہنا اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر تو خاموش رہتا تو دست پر دست دیئے چلا جاتا

(۱۳۶۲) عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ

(۱۳۶۲) ابوعبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

ﷺ ..... احسن الخالقین. اگر اس قسم کے واقعات کا نزول وحی اور بیت نبوت میں ہی ظہور نہ ہوتا رہتا تو بولیے کیا صرف بیان سے اس قدرتِ مطلقہ کا اس بدیہی طور پر کسی کو یقین حاصل ہو سکتا- آج تو علوم عقلیہ و نقلیہ کے ذخیرے سب موجود ہیں' مگر سوچئے وہ کیا نہیں رہا جس کے ہونے سے ایک بدو کو بھی اس کا بدیہی یقین حاصل ہو جاتا- جی ہاں قدرت کے وہ مظاہر جو ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے ہر کس و ناکس کو اس پر یقین دلانے کے لیے مجبور کرتے تھے صرف ان کا مشاہدہ ہی آج آنکھوں سے غائب ہے اور بس-

(۱۳۶۲) * ایک طرف یہ صورت اعجاز دیکھئے کہ جب تک آپ دست طلب فرماتے رہتے قدرت کی جانب سے خلاف عادت کا ظہور ہوتا رہتا اور یہ حساب ہی رکھا رہتا کہ بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں- یہ سب ہی جانتے ہیں کہ دو ہی دست ہوتے ہیں' مگر یہ ﷺ .....

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَا وَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَنَا وَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَا وَ لْتَنِي الذِّرَاعَ مَادَعَوْتُ. (رواه الترمذی فی الشمائل)

سالن کی ایک ہانڈی پکائی' چونکہ آپ کو دست کا گوشت مرغوب تھا اس لیے میں نے پہلے دست ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا- اس کے بعد آپؐ نے دوسرا دست طلب فرمایا میں نے دوسرا دست اور پیش کر دیا اس کے بعد آپؐ نے تیسرا دست طلب کیا تو میں نے باادب عرض کی یا رسول اللہ بکری کے اور کے دست ہوتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خاموشی کے ساتھ دیتے رہتے تو جب تک میں تم سے مانگتا رہتا تم مجھ کو دست پر دست دیتے ہی رہتے- (رواہ الترمذی)

الرسول الاعظم وظهور البركة فى الطعام والشراب صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے اور پینے کی اشیاء میں برکت کا معجزہ

(۱۳۶۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ رَفِّيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. (رواه البخاری فی الدعوات ج۲ ص ۹۵۵ والاطعمه)

(۱۳۶۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ میرے یہاں الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے بس صرف تھوڑے سے جو رکھے ہوئے تھے تو میں اسی میں سے کھاتی رہی یہاں تک کہ مدت گذر گئی بس میں نے ایک دن انہیں ناپ لیا- بس اسی دن سے وہ برکت ختم ہوگئی- (بخاری)

☜ ..... رسول ہی جانتے ہیں کہ ان کے فرمان پر اگر ٹوکا نہ جائے تو قدرت کا ملہ ان کے ذریعہ دست پر دست دے دے کر ان کے لیے یہ جدید کرشمہ بھی دکھا سکتی ہے- دوسری طرف یہ بات بھی عجیب ہے کہ اسی ایک موقعہ پر نہیں بہت سے مواقع پر جب عالم غیب کی کوئی بات مخفی رکھنی منظور ہوتی ہے تو پھر خود بخود قدرتی طور پر وہاں اس کے ظہور کے خلاف اسباب بھی رونما ہو جاتے ہیں- اب دیکھئے کہ کس طرح یہاں اس مخلص صحابی کے منہ سے ایک ایسا کلمہ نکل گیا' جو اس محیر العقول برکت کے ظہور سے مانع ہو گیا' اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا اس صادق ومصدوق فداہ ابی وامی کے فرمان کے خلاف ہونا ممکن تھا صلوٰات اللہ وسلامہ علیہ- اگر ایسا ظاہر بھی ہو جاتا تو وہ ان معجزات سے کچھ زیادہ عجیب تر نہ ہوتا جو صحیحین میں علی رؤس الاشہاد طعام میں ثابت ہوئے ہیں' مثلاً چند متنفسوں کا کھانا سینکڑوں کو کافی ہو جانا تو پھر اس سے کم درجے کے معجزات کے لیے سوہان لگانے کا فائدہ کیا- اس کے نظائر ان ہی اوراق میں آپ کی نظروں سے گذرنے والے ہیں- ان شاء اللہ تعالیٰ- جیسے حضرت ابو ہریرہؓ کے کھجوروں کا قصہ اور ایک مقدس بی بی کے چکی کا واقعہ وغیرہ وغیرہ-

نوٹ: اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کسی کے ٹوک دینے کا نتیجہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا' لیکن آئندہ بھی امت میں متشرع اشخاص نے برکات کے ظہور پر ٹوکنے کا طریقہ چھوڑ دیا ہے اور ان کا یہ فعل شاید اسی قسم کی حدیثوں کے ماتحت ہوگا-

(۱۳۶۳) * ہم پہلے تنبیہ کر چکے ہیں کہ برکت کی چیزوں پر ٹوکنا یا بے وجہ ان کا اندازہ لگانا یہ اس برکت کو فنا کر دیتا ہے کیونکہ جب تک اس کو ناپا نہ تھا روزمرہ کے خرچ سے اس میں کمی وبیشی کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا- اب جب ناپ لیا تو وہ غیبی برکت فنا کیوں نہ ہو جاتی- عالم غیب کی دنیا میں ٹٹول لگانی اچھی نہیں ہوتی- اس غیب کو غیب ہی رہنے دینا چاہیے- ہم اس جگہ ایک اہم تنبیہ کرتے ہیں کہ سنۃ اللہ یہ ☜ .....

(۱۳۶۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ اَبَاهُ اسْتُشْهِدَ وَ تَرَکَ دَيْنًا وَ تَرَکَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جَدَادُ النَّخْلِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِیْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَ تَرَکَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاکَ الْغُرَمَاءُ قَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْابِیْ تِلْکَ السَّاعَةَ. فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِیْ اَصْحَابَکَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَ الِدِیْ اَمَانَتَهٗ وَ اَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّیَ اللّٰهُ عَنْ وَ الِدِیْ اَمَانَتَهٗ وَ لَا اَرْجِعُ اِلٰى اَخَوَاتِیْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا حَتّٰى اَنِّیْ لَا نَظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً رواه البخاریُّ. وَ فِیْ رِوَايَةٍ اَنَّ اَبَاهُ تَرَکَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ

(۱۳۶۴) حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد شہید ہو گئے اور ان پر کچھ قرض اور چھ بیٹیاں چھوڑ گئے' تو جب کھجور توڑنے کا زمانہ آیا تو میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جنگ احد میں میرے والد شہید ہو گئے' ان پر بہت قرض تھا - میں یہ چاہتا تھا کہ (آپ میرے کھجوروں کے ڈھیروں کے پاس چلے چلیں اور) قرض خواہ لوگ آپ کو وہاں دیکھ لیں (تو مطالبہ میں کچھ نرمی کریں گے) تو حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ - جب قرض خواہوں نے ان ڈھیروں کو (یا رسول اللہ کو) دیکھا تو اس وقت یک بارگی میرے خلاف وہ لوگ بہت مشتعل ہو گئے - جب حضورؐ نے یہ ماجرا دیکھا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں تو حضورؐ اس میں سے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار گھومے پھر اسی پر بیٹھ گئے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ اور اپنے قرض خواہوں کو میرے پاس بلا لاؤ - اس کے بعد حضور ان کو ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد پر جو قرض امانت تھا وہ سب ادا کرا دی اور میں تو اس پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ بس میرے والد پر جو قرض ہے وہی ادا کروا دے خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی بچا کر نہ لے جا سکوں تو کچھ پرواہ نہیں' لیکن آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ سب کے سب ڈھیر بالکل بچا دیئے اور جس ڈھیر پر حضورؐ بیٹھے تھے اس کو تو میں نے یہ دیکھا کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہونے پائی - (بخاری) اور دوسری روایت

ﷺ ..... ہے کہ فانی دنیا میں وہ کسی کا باقی رہنا پسند نہیں کرتی' اس لیے اس کے فنا کی صورتیں غیب سے ظاہر ہو کر اس کو فنا ہی کر ڈالتی ہیں - اگر چہ وہ اپنے افعال سے ہوتی ہیں' گو سنتِ الٰہیہ یہی ٹھہر چکی ہے سب احادیث میں آپ اس کی رعایت رکھیے کہ احادیث کی تشریحات میں ہر ہر جگہ ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے اگر آپ قسمت والے ہیں تو اس علمی نکتہ سے اپنے گھروں میں عملی فائدہ بھی اٹھایئے تاکہ یہ صرف کتاب تک محدود نہ رہے' بلکہ آپ کے گھروں کے اندر ایک بڑی برکت کا باعث بھی ہو - اور اس بحث کو رہنے دیجئے کہ تھوڑی چیز بہت کیسے ہو سکتی ہے اور آسمان کی طرف نظریں اٹھائے رکھیے اور ان میں غیبی برکات کا انتظار کیجئے - وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ - (النور: ۴۰)

(۱۳۶۴) ✻ آپ کی چہل قدمی سے اس برکت کا ظہور کسی سائنسی ضابطہ کے تحت نہیں آ سکتا اس لیے چند معجزات کی حقیقت کو مسخ کر کے ان کو مادی ضوابط کے تحت لانے کی سعی کرنی نقش بر آب ہے -

وَسَقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَاَبٰى اَنْ يُّنْظِرَهُ فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ اِلَيْهِ فَجَاءَهُ وَ كَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَأْخُذَ تَمَرَ نَخْلَةٍ بِالَّذِيْ لَهُ فَاَبٰى فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشٰى فِيْهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ جُدَّلَهُ فَاَوْفِ لَهُ فَجَدَّلَهُ بَعْدَ مَارَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَ سَقًا وَفَضَلَ لَهُ سَبْعَ عَشَرَةَ وَ سَقًا فَجَاءَ جَابِرٌ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِيْ كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ. فَقَالَ اَخْبِرْ بِذَالِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ جَابِرٌ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشٰى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيْهَا.

میں ہے کہ ان کے والد پر تیس وسق کھجوریں ایک یہودی کی قرض تھیں تو جابرؓ نے چاہا کہ اس قرض خواہ سے کچھ مہلت لے لیں اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا تب جابر حضورؐ کے پاس یہ کہنے آئے کہ ذرا اس یہودی سے آپ کچھ مہلت دینے کی سفارش کر دیں تو حضورؐ اس پر یہودی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جتنا تمہارا قرضہ ہے اس کے عوض تم ایک درخت کی کھجوریں لے لو تو اس نے منظور نہیں کیا اس پر آپ ان کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے اور کچھ ٹہلے اس کے بعد آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا کہ کھجوریں لے کر اس کا پورا قرض ادا کر دو- پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے تب جابرؓ نے اس کو ناپ کر تیس وسق کھجوریں دے دیں- اس کے بعد بھی ان کے پاس سترہ وسق کھجوریں بچ رہیں تو حضرت جابرؓ اس ماجرے کی خبر دینے آپؐ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپؐ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں- جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت جابرؓ نے آپ کو کھجوروں کے بچ جانے کی خبر دی تو حضورؐ نے فرمایا جاؤ اس کی اطلاع عمر ابن خطاب کو بھی کر دو جابر حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ بولے کہ جب حضورؐ نے اس باغ میں چہل قدمی فرمائی تھی میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ حق تعالیٰ اس میں ضرور بضرور برکت دے کر رہیں گے-

(۱۳۶۵) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَاْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْاَلُوْنَ الْاُدُمَ وَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَى الَّذِيْ كَانَتْ تُهْدِيْ فِيْهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا قَالَ فَمَا زَالَ يُقِيْمُ لَهَا اُدُمُ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۳۶۵) حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ ام مالکؓ کا دستور تھا کہ ایک کپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں- پھر جب ان کے پاس ان کے لڑکے آتے اور کچھ سالن مانگتے اور ان کے یہاں سالن کے قسم کی اور کوئی چیز نہ ہوتی تو وہ بی بی ام مالکؓ اسی کپی کی طرف بڑھتیں جس میں حضورؐ کے پاس گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو برابر اس میں گھی پاتیں- راوی کہتے ہیں کہ عرصے تک برابر وہ کپی ان کے لیے سالن مہیا کر دیا کرتی تھی- بس ایک دن انہوں نے اس کپی کو اچھی طرح نچوڑ کر پونچھ پانچھ لیا اور اس کے

(۱۳۶۵) * دیکھیے ہماری بات یاد رکھیے کہ یہاں برکت کی فنا کے لیے ان کا عصر یعنی کپی کو نچوڑنا برکت ختم ہو جانے کا باعث بن گیا اور پہلی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو کا ناپ لینا ان کے ختم ہونے کا سبب بنا اور اس سے بہت پہلے حدیث میں آپ کی طلب پر ایک صحابی کا یہ کہہ دینا کہ بکری کے اور کتنے دست ہوتے ہیں نامبارک ٹھہرا-

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَصَرْتِيهَا؟ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيهَا مَازَالَ قَائِمًا. (رواه مسلم)

بعد حضورؐ کے پاس آئیں (اور نچوڑنے کا ذکر کیا) تو حضورؐ نے فرمایا ارے کیا تم نے اسے نچوڑ کر صاف کر دیا؟ کہنے لگیں جی ہاں۔ فرمایا اگر تم اسے ویسے ہی رہنے دیتیں تو وہ برکت برابر قائم و باقی رہتی۔ (مسلم شریف)

(۱۳۶۶) عَنْ جَابِرٍ اَيْضًا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطْعِمُهُ فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسَقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَ امْرَاَتُهُ وَ ضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَا كَلْتُمْ مِنْهُ وَ لَقَامَ لَكُمْ. (رواه مسلم)

(۱۳۶۶) حضرت جابرؓ ہی اس کے بھی راوی ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کھانے کو کچھ مانگا آپؐ نے اس کو تھوڑے سے جو مرحمت فرما دیئے تو عرصے تک وہ آدمی اور اس کی بیوی اور ان دونوں کے آئے گئے مہمان اسی میں سے کھاتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اس نے وہ جو ناپ ڈالے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کاش تم نے اسے ناپا نہ ہوتا تو تم برابر اس میں سے کھاتے رہتے اور وہ اسی طرح باقی رہتے۔ (مسلم)

(۱۳۶۷) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ فَصَنَعَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعَثَتْ بِهٰذَا اُمِّيْ اِلَيْكَ وَ هِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ تَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ. فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَادْعُ فُلَانًا وَّ فُلَانًا وَّ فُلَانًا وَ مَنْ لَقِيْتَ وَ سَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَ مَنْ لَقِيْتُ قَالَ الْجَعْدُ وَ هُوَ الرَّاوِيْ عَنْ اَنَسٍ عَدَدَكُمْ كَانُوْا؟ قَالَ كَانُوْا زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَأَتِ الصُّفَّةُ وَ الْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَ دَخَلَتْ

(۱۳۶۷) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی شادی فرمائی اور اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ شب باشی فرمائی تو ام سلیمؓ نے حریرہ پکا کر اسے پتھر کے ایک برتن میں رکھ دیا اور کہا کہ اے انس اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (تو وہ اسے لے کر حضورؐ کے پاس آئے) اور کہا کہ میری والدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں ایک حقیر ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اسے رکھ دو اور جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ اور بھی چند آدمیوں کا نام لیا اور فرمایا کہ جو جو شخص تمہیں ملے اسے بھی بلا لاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ جس جس کا نام حضورؐ نے لیا تھا ان کو اور جو جو مجھے ملے ان کو بھی میں بلا لایا۔ اس پر جعد (راوی کا نام ہے) نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان سب کی تعداد کل کتنی ہوگی؟ تو انسؓ نے کہا کہ وہ سب کچھ اوپر تین سو آدمی تھے۔ پھر مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس وہ برتن تو لاؤ۔ پھر وہ مہمان آنا شروع ہوئے تو پھر پورا صفہ اور وہ حجرہ شریفہ سب بھر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس دس آدمی حلقہ بنا بنا کر بیٹھیں اور ہر شخص اپنے سامنے ہی سامنے سے لے کر کھائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دسوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا۔ اس طرح ایک ٹولی کھا کر نکلتی اور دوسری ٹولی اندر جاتی یہاں تک کہ سبھوں نے کھا لیا تو حضور صلی اللہ علیہ

طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ فَقَالَ يَا اَنَسُ ارْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِىْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ قَالَ وَ جَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ وَ ذَكَرُوْا نُزُوْلَ اٰيَةِ الْحِجَابِ. (رواه الشيخان)

وسلم نے فرمایا اے انس اب اسے اٹھاؤ تو انسؓ کہتے ہیں کہ میں کچھ بتا نہیں سکتا کہ جب میں نے وہ پیالہ لا کر رکھا تھا جب زیادہ تھا یا جب اس کو اٹھایا (یعنی جوں کا توں رہا) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ یہ اسی موقع کا واقعہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور آیتِ حجاب کا نزول اسی موقع پر بیان کیا گیا ہے۔ (بخاری مسلم)

(۱۳۶۸) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَ يَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ فَمِنْ اَىِّ شَىْءٍ تُعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ. (رواه النسائی و الترمذی و قال حديث حسن صحيح و رواه الدارمی و الحاكم فی صحيحه)

(۱۳۶۸) سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے اور صبح و شام ایک ہی پیالہ میں سے کھانا کھاتے رہتے اور ہم (ایک مرتبہ میں) اس پر دس آدمی بیٹھتے ان کے بعد پھر اور دس آدمی اسی پر بیٹھ جاتے تو ہم نے پوچھا کہ یہ برکت اس میں ہوتی کہاں سے تھی؟ اس پر جواب ملا کہ تم کو تعجب کس بات پر ہے۔ یہ برکت اور کہاں سے آتی ہے یہ کہہ کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی آسمان سے آتی تھی)۔

(۱۳۶۹) عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَانْكَفَأْتُ اِلَى امْرَاَتِىْ فَقُلْتُ لَهَا هَلْ عِنْدَكِ شَىْءٌ فَاِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ لِىْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ وَ لَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ قَالَ فَذَبَحْتُ وَ طَحَنَتْ فَفَرَغَتْ اِلٰى فَرَاغِىْ فَقَطَّعْتُهَا فِىْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِىْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَنْ مَعَهٗ قَالَ فَجِئْتُ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا ذَبَحْنَا

(۱۳۶۹) جابر بیان کرتے ہیں کہ جب (جنگ کے لیے مدینہ کے اردگرد) خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا دیکھا میں فوراً لوٹ کر اپنی بی بی کے پاس آیا اور میں نے کہا' تمہارے یہاں کھانے کے لیے کچھ ہے' کیونکہ میں نے آپ پر شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا نکالا اس میں ایک صاع جو ہوں گے اور ہمارے یہاں گھر کا پلا ہوا بکری کا بچہ تھا بس میں نے تو اس کو ذبح کیا اور بی بی نے جو پیسے ادھر وہ آٹا پیس کر فارغ ہوئی اور ادھر میں گوشت بنا کر فارغ ہو گیا اور میں نے اس کی بوٹیاں بنا کر ہانڈی میں ڈال دیں اور گھر سے واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ بی بی نے کہا دیکھنا (ذرا سا کھانا ہے) ہم کو آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں میں کہیں شرمندہ نہ کرنا۔ یہ کہتے ہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چپکے سے آپ کے کان میں کہا' یا رسولؐ اللہ ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور بی بی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے۔ پس آپ ہی اور چند لوگ آپ کے ساتھ تشریف لے آئیں۔

بَهِيمَةٌ لَنَا وَ طَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ وَ نَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلَابِكُمْ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَ لَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَتَكُمْ حَتّٰى اَجِيْئَ فَجِئْتُ وَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَاَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَ بِكَ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ لِيْ فَاَخْرَجْتُ لَهٗ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَ بَارَكَ ثُمَّ عَمِدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيْهَا وَ بَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِيْ لِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَ اقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَ لَا تُنْزِلُوْهَا وَ هُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَ انْحَرَفُوْا وَ اِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَ اِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان فرما دیا کہ جابرؓ نے تمہاری سب کی دعوت کی ہے- لہٰذا تم سب جلدی سے چلو اور آپ نے فرمایا جب تک میں نہ آؤں اپنی گوشت کی ہانڈی چولھے پر سے نہ اتارنا اور نہ آٹے کی روٹی پکانا- میں گھر آیا اور لوگوں کے آگے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے- میں بی بی کے پاس آیا (اور سب ماجرا کہا) اس نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے میں نے کہا کہ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق خاموشی کے ساتھ ہی آپ کو اطلاع دی تھی (لیکن میں کیا کروں کہ اب سب آ گئے) میں نے آٹا نکال کر آپؐ کے سامنے پیش کر دیا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لیے دعا فرمائی- اس کے بعد ہماری ہانڈی کے پاس آئے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعاء برکت فرمائی' پھر فرمایا اب ایک عورت بلا لاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے اور اپنی ہانڈی سے گوشت نکال نکال کر دیتی رہو' مگر دیکھنا ہانڈی چولھے کے اوپر سے اتارنا مت- اس وقت کھانے کوالوں کی تعداد ایک ہزار تھی' خدا کی قسم سب نے وہ کھانا کھا لیا یہاں تک کہ سب لوگ کھا کر واپس ہو گئے اور کھانا باقی رہ گیا اور ہماری ہانڈی جیسی تھی' ویسی کی ویسی ہی بھری رہی اور آٹا بھی اتنا کا اتنا ہی پڑا رہا- (الشیخان)

(و فى رواية قال جابرانا يوم الخندق نحفر فعرضت كدية شديدة فجاؤا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلوا هذه كدية عرضت فقال انا نازل فقام و بطنه معصوب بحجر و لبثنا ثلاثا لا نذوق ذواقًا فاخذ النبى صلى الله عليه وسلم المعول فضرب فعاد كثيبا اهيل فقلت يا رسول الله ائذن لى الى البيت فقلت لا مرأتى انى رأيت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا ما فى ذلك صبر. قالت عندى شعير و عناق فذبحت العناق و طحنت الشعير حتى جعلنا اللحم فى البرمة ثم جئت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و العجين قد انكسر و البرمة بين الاثا فى قد كادت ان تنضج فقلت طعيم لى فقم انت يا رسول الله و رجل و رجلان. قال كم هو فذكرت له فقال كثير طيب قال قل لها لا تنزع البرمة و لا الخبز من التنور حتى اتى قال فقوموا فقام المهاجرون و الانصار فلما دخل على امرء ته قالت و يحك جاء النبى صلى الله عليه وسلم بالمهاجرين و الانصار و من معهم قالت هل سألك قلت نعم فقال ادخلوا و لا تضاغطوا فجعل يكسر الخبز و يجعل عليه اللحم و يخمر البرمة و التنور اذا اخذ منه و يقرب الى اصحابه ثم نزع فلم يزل يكسر و يغرف حتى شبعوا و فى بقية قال كل هذا و اهد فان الناس اصابتهم مجاعة.)

(١٣٧٠) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ وَ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَا عْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَ اِنْ كُنْتُ لَا شُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ وَ لَقَدْ قَعَدْتُ یَوْمًا عَلٰى طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْبَكْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰیَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِیَسْتَتْبِعَنِیْ فَمَرَّ وَ لَمْ یَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّبِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَ عَرَفَ مَا فِیْ وَ جْهِیْ وَ مَا فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ اِلْحَقْ وَ مَضٰى فَاتَّبَعْتُهٗ فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنْتُ فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةٌ. قَالَ یَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ. فَادْعُهُمْ لِیْ. قَالَ وَ اَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ لَا یَاْوُوْنَ اِلٰى اَهْلٍ وَ لَا اِلٰى مَالٍ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَیْهِمْ وَ لَمْ یَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَیْئًا وَ اِذَا اَتَتْهُ هَدِیَّةٌ اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ وَ اَصَابَ مِنْهَا وَ اَشْرَكَهُمْ فِیْهَا

(١٣٧٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ (ایک وقت مجھ پر ایسا بھی گذرا ہے کہ) میں بھوک میں کبھی کبھی زمین سے اپنا کلیجہ لگا لیا کرتا تھا اور کبھی کبھی بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا اور ایک دن تو میں اس راستے پر جا بیٹھا جس سے مسلمان گزرا کرتے تھے۔ تو ابوبکرؓ گزرے تو میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کا مطلب محض اس لیے پوچھا کہ شاید یہ میرا حال پوچھیں اور مجھ کو اپنے ساتھ لے جا کر کچھ کھانے کو دیں' مگر وہ گزرتے ہوئے چلے گئے اور انہوں نے میری بات نہ پوچھی' پھر حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور میرے چہرے بلکہ میرے دل میں جو آثار اور خواہش تھی اسے پہچان گئے' پھر فرمایا اے ابوہر! میں نے کہا جی یا رسول اللہ فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو اور حضورؐ چلے میں پیچھے پیچھے چلا۔ آپ گھر میں چلے گئے پھر میں نے اجازت مانگی تو آپؐ نے اندر آنے کی اجازت دی تو آپؐ نے ایک پیالے میں کچھ دودھ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا اسے فلاں مرد یا عورت نے (راوی کو اس میں شک ہے) آپؐ کے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے خوش ہو کر مجھ سے فرمایا اے ابوہر' میں نے کہا جی یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کے پاس اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ابوہر کہتے ہیں یہ اصحاب الصفہ صرف اسلامی مہمان تھے ان کا نہ کہیں گھر بار تھا نہ کوئی کاروبار تھا۔ جب کبھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہیں سے کوئی صدقہ خیرات کا کھانا آتا تب تو آپ اسے سب کا سب انہیں لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور

(١٣٧٠) * اس حدیث میں اعجاز کی صورت تو بالکل نمایاں ہے' مگر اس میں کچھ اسلامی آداب بھی موجود ہیں یعنی ضرورت کے وقت اپنے گھر بلا کر تہذیب کے ساتھ پہلے سب کی تواضع کرنی' لوگوں کا بھیڑ کرنے کے بجائے اپنی اپنی جگہ مرتب بیٹھ جانا اس کے بعد ابوہریرہؓ کا ان پر دور کرنا پھر خود ان کو دودھ پلانے کے لیے بیٹھنے کا امر فرمانا اور اپنی ضرورت کا سب سے آخر میں پورا کرنا۔ یہاں یہ شان بھی عجیب ہے کہ جس دودھ نے ابھی ابھی سب کو سیراب کیا تھا وہ آپ کے پی لینے پر ختم کیسے ہو گیا۔ کیا اس کو بھی معجزہ قرار نہ دیا جائے کیا خوب بابرکت وہ ذات تھی جس نے قطرہ کو سمندر کر دیا اور پھر سمندر کو قطرہ بنا کر دکھا دیا۔ اللهم صل علی سیدنا محمد و بارک علیه.

فَسَاءَنِیْ ذَالِکَ فَقُلْتُ وَ مَا هٰذَا اللَّبَنُ فِیْ اَهْلِ الصُّفَّةِ کُنْتُ اَحَقُّ اَنْ اُصِیْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰی بِهَا فَاِذَا جَائُوْا اَمَرَنِیْ فَکُنْتُ اَنَا اُعْطِیْهِمْ وَ مَا عَسٰی اَنْ یَبْلُغَنِیْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَ لَمْ یَکُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَ طَاعَةِ رَسُوْلِهٖ بُدٌّ فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَ اسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ وَ اَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَیْتِ فَقَالَ اَبَاهِرٍّ. فَقُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ خُذْ فَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِیْهِ الرَّجُلَ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَرْوٰی ثُمَّ یَرُدُّ عَلَی الْقَدَحِ حَتّٰی انْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْرَوِیَ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰی یَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ یَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ بَقِیْتُ اَنَا وَ اَنْتَ. قُلْتُ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ اُقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَمَازَالَ یَقُوْلُ اِشْرَبْ حَتّٰی قُلْتُ لَا وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُلَهٗ مَسْلَکًا. قَالَ فَاَرُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ سَمّٰی وَ شَرِبَ الْفَضْلَةَ. (رواہ البخاری)

خوداس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کچھ ہدیہ آتا تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیتے' تو مجھ کو یہ اصحابِ صفہ کا بلوانا ذرا شاق گذرا اور میں نے دل میں سوچا کہ اصحابِ صفہ کی تعداد تو بہت ہے یہ ایک پیالہ دودھ بھلا کیا کافی ہو سکے گا- میں زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ سے اتنا پینے کو مل جاتا' جس سے مجھ میں کچھ جان آ جاتی' جب وہ لوگ آتے تو حضورؐ مجھی کو تقسیم کا حکم دیتے تھے میں ہی ان کو دیتا تھا اور امید نہ تھی کہ اس میں سے کچھ بچ کر مجھے بھی مل سکتا' مگر کرتا کیا' اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو خوشی سے ماننے کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا- غرض میں اصحابِ صفہ کے پاس آیا اور میں نے دعوت پہنچا دی تو وہ سب لوگ آ پہنچے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی- آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ لوگ مکان میں آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضورؐ نے محبت کے لہجہ میں فرمایا اے ابو ہریں نے کہا جی یا رسول اللہ! فرمایا یہ لو اور ان کو تقسیم کر دو- میں نے وہ پیالہ لے کر ہر ایک آدمی کو باری باری دیا وہ پی لیتا اور جب وہ خوب سیر ہو لیتا تب وہ شخص پیالہ مجھے واپس کرتا یہاں تک کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے کر پہنچا بقیہ سب لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے تو حضورؐ نے وہ پیالہ لے کر اسے اپنے دستِ مبارک پر رکھا پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا' اے ابو ہرا! میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! فرمایا تو اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے ہیں- میں نے عرض کیا آپؐ نے سچ فرمایا یا رسول اللہ! فرمایا بیٹھو اور پیو- میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا- حضورؐ بار بار فرماتے جاتے اور پیو اور پیو- آخر میں نے کہا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا اب میرے پیٹ میں ذرا بھی گنجائش نہیں- حضورؐ نے فرمایا اچھا تو لاؤ مجھے پلاؤ- میں نے وہ پیالہ حضور کو دیا- آپؐ نے خدا کی تعریف کی بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ خود پی لیا- (بخاری)

(۱۳۷۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

(۱۳۷۱) حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سو تیں آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳۷۱) * یہ بھی ایک ادبِ اسلامی ہے کہ پہلے دریافت کر لیا جائے کہ کسی شخص کو بیچنا منظور ہے یا ہدیہ پیش کرنا اور ابتداء سے ﷺ .....

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَ مِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُنَفَّشُ الرَّأْسِ ثَائِرُ الرَّأْسِ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً اَوْ قَالَ هِبَةً قَالَ بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُّشْوٰى وَ اَيْمُ اللّٰهِ مَا فِي ثَلَاثِيْنَ وَ مِائَةٍ اِلَّا مَنْ قَدْ حَزَّ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهُ وَ اِنْ كَانَ غَائِبًا اَخْبَاَلَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَةً فَاَكَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَ شَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَا عَلَى الْبَعِيْرِ اَوْ كَمَا قَالَ. (رواہ الشیخان)

نے فرمایا کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز بھی ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک شخص کے پاس ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو کا آٹا ہے تو اس نے اسے گوندھا۔ اتنے میں ایک شخص جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور کشیدہ قامت تھا' کچھ بکریاں ساتھ لے کر آیا تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ قیمت سے دو گے یا عطیہ اور ہبہ کے طور پر دو گے؟ اس نے کہا نہیں' بلکہ قیمت سے دوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی اور ذبح کی۔ وہ بنائی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ کی کلیجی' دل' گردہ وغیرہ کو بھوننے کا حکم دیا اور خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں کوئی ایک شخص بھی نہیں بچا' جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کلیجی اور دل گردہ میں سے نہ دیا ہو' اگر وہ موجود ہوتا تو اسے دے دیتے اور جو موجود نہ ہوتا اس کے لیے رکھ دیتے اور اس سے ایک پیالہ بھر کر رکھا تو سب لوگوں نے اس میں سے کھایا اور خوب شکم سیر ہو کر کھایا اس کے بعد دو پیالے بچ گئے اور ہم اسے اونٹ پر لاد کر لے گئے۔

(شیخان)

(۱۳۷۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ

(۱۳۷۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو بہت کمزور تھی۔ مجھے اس میں بھوک کی شدت کا اثر محسوس ہوا' بتاؤ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر انہوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکال کر اس کے ایک حصہ

لہ ..... کسی بات کا اس پر جبر نہ کیا جائے تعجب ہے کہ ایسے صاحب اخلاق عالیہ اور دوسروں کو ادب سکھانے والے پر مخالفین اسلام کو لوٹنے کا الزام لگاتے شرم نہیں آتی۔ مال غنیمت کو لوٹ کا مال سمجھنا یہ غنیمت کی حقیقت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے' اس بحث کو معجزات کے ضمن میں پھیلایا نہیں جا سکتا۔ مال غنیمت کا مال حلال ہونا خاص اس امت کا طغرۂ امتیاز ہے اور لوٹ کا حرام ہونا ابدی شریعت ہے پھر کجا یہ اور کجا وہ۔

(۱۳۷۲) ✻ یہاں آداب اسلامیہ میں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے برکتہً ظہور میں آئے تو جو اپنی ضرورت سے بچ رہے اس کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دینا چاہیے بچا کر گھر میں رکھ لینا اور محتاجوں کو محروم رکھنا اور وہ بھی اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد یہ آداب اسلامیہ میں سے نہیں۔

خِمَارًا لَّهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِىْ وَ رَدَّتْنِىْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِىْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّهٗ جَالِسًا فِى الْمَسْجِدِ وَ مَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ. قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا. قَالَ فَانْطَلَقَ وَ انْطَلَقْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَ لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِىَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهٗ. فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ هَلُمِّىْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَفُتَّ وَ عَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَّهَا فَاٰدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَ شَبِعُوْا وَ الْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ.

میں تو روٹیاں لپیٹ دیں' پھر اسے میرے کپڑوں کے نیچے چھپایا اور اس کے دوسرے حصہ کو مجھے اڑھا دیا' پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا- میں اسے لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہیں اور آپؐ کے ساتھ بہت سے لوگ بیٹھے تھے تو میں نے ان کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں- تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے فرمایا اٹھو چلو- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور میں بھی آپ کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی تو ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا ارے سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کو ہمراہ لیے آ پہنچے ہیں اور ہمارے پاس تو کچھ ہے نہیں کہ آپ کو کھلا سکیں- وہ بولیں اب اللہ اور اللہ کے رسول ہی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو خوب سمجھتے ہیں- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ گھر میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہاں اے ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) لاؤ دیکھیں تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ وہی روٹیاں سامنے لے آئیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑ کر چورا چورا کیا اس کے بعد ام سلیم گھی کی کپی (شیشی) لے آئیں اور ان روٹیوں پر گھی لگایا- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے پڑھوایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اندر بلالو' تو ان کو آنے کی اجازت دی تو انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس آدمیوں کو اور بلالو تو انہوں نے بھی پیٹ کر بھر کھایا اور باہر چلے گئے- پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس آدمیوں کو اور بلالو وہ بھی بلا لیے گئے یہاں تک کہ پوری جماعت نے شکم سیر ہو کر کھالیا- اس وقت اس جماعت

رواہ الشیخان و فی طریق البخاری ثمانون و قال فی روایۃ ثم اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْ طَلْحَۃَ وَ اُمُّ سُلَیْمٍ وَ اَنَسٌ وَ فَضَلَ فَضْلَۃٌ فَاَھْدَیْنَا ھَا لِجِیْرَانِنَا.

میں ستر یا اسی آدمی تھے (بخاری ومسلم) اور بخاری میں اسی کی تعداد ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کھایا پھر بھی جو کچھ بچ رہا اسے ہم نے اپنے پڑوسیوں کے پاس ہدیہ بھیج دیا۔

(۱۳۷۳) عَنْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ خَیْبَرٍ فَاَمَرَنَا اَنْ نَجْمَعَ مَا فِیْ اَزْوَادِنَا یَعْنِیْ مِنَ التَّمْرِ فَبَسَطَ نَطْعًا فَنَثَرَ عَلَیْہِ اَزْوَادَنَا قَالَ فَعَلَیْتُ فَتَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُ فَحَزَرْتُہٗ کَرَبْضَۃِ شَاۃٍ وَ نَحْنُ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ مِائَۃٍ قَالَ فَاَکَلْنَا ثُمَّ تَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُہٗ فَحَزَرْتُہٗ کَرَبْضَۃِ شَاۃٍ.

(رواہ مسلم)

(۱۳۷۳) حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے ہم کو حکم دیا کہ جو کچھ ہمارے توشہ دانوں میں ہے یعنی کھجوریں اسے ایک جگہ جمع کریں اس کے بعد حضورؐ نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا اور اسی پر ہمارے توشہ دانوں کا سامان انڈیل لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے گردن اونچی کی اور اس ڈھیر کو دیکھا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا اور ہم لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی تو ہم سب نے کھایا اس کے بعد پھر میں نے گردن اٹھائی اور اس کا اندازہ کیا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر اب بھی بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر ہی تھا۔ (یعنی اتنے کا اتنا ہی تھا)

(۱۳۷۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ وَ قُلْتُ اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ فِیْھِنَّ بِالْبَرَکَۃِ قَالَ فَصَفَّھُنَّ اَوْ ضَمَّھُنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ قَالَ ثُمَّ دَعَافَقَالَ اِجْعَلْھُنَّ فِیْ مِزْوَدِکَ وَ اَدْخِلْ یَدَکَ وَ لَا تُنْثِرْ قَالَ فَحَمَلْتُ مِنْہُ کَذَا وَ کَذَا وَ سَقًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ نَاکُلُ وَ نُطْعِمُ وَ کَانَ لَا یُفَارِقُ حَقْوِیْ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اِنْقَطَعَ مِنْ حَقْوِیْ فَسَقَطَ.

(۱۳۷۴) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لے کر آیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے ان میں برکت کی دعا فرما دیجئے تو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو اپنے سامنے تہ بہ تہ لگا کر یا ان کو خوب ملا ملا کر رکھ لیا۔ کہتے ہیں کہ پھر آپؐ نے دعا فرمائی، پھر مجھ سے فرمایا کہ اسے اپنے توشہ دان میں ڈال لو اور دیکھو نہیں اپنا ہاتھ ڈال ڈال کر نکالتے رہنا، مگر پھیلانا مت۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس میں سے اتنے اتنے وسق تو کھجور اللہ کے راستے میں بانٹی اور خود کھائیں، دوستوں کو کھلائیں اور وہ تھیلی میرے تہبند کے ساتھ ہی بندھی رہا کرتی تھی جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ تھیلی میرے پاس سے کہیں ٹوٹ کر جا پڑی۔ (ترمذی)

(رواہ الامام الترمذی عن عمران بن حصین بنحوہ و قال حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ وقد ذکرہ الحافظ ابن تیمیۃ من طرق عدیدۃ)

(۱۳۷۴) * دیکھئے یہاں کھجوروں کے پھیلانے کی ممانعت ویسی ہی تھی جیسا کہ حضرت عائشہ کو اپنے کھانے کے نہ تولنے کی۔ بس غیب کو غیب ہی کی حد تک رہنے دیجئے اور تول کر اور پھیلا کر اس غائبانہ برکت کا افشاء مت کیجئے۔ یہاں تقدیر اس راستہ سے تو نہ آئی مگر شہادت عثمانؓ کے دوسرے راستہ سے ظاہر ہوگئی اور برکت کی وہ تھیلی جو حضرت عثمانؓ کی شہادت تک باقی تھی آخر وہ گم ہو ہی گئی اور پھر کہیں نہ ملی۔

(۱۳۷۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَسَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَ اللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسِيْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ حَتّٰى هَمُّوْا بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِیَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهِ. قَالَ فَفَعَلَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَ ذُوا لتَّمْرِ بِتَمْرِهٖ وَ ذُو النَّوٰى بِنَوَاهُ. قِيْلَ وَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰى قَالَ يَمُصُّوْنَهٗ وَ يَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعٰى عَلَيْهَا حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ اَزْوَادَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَ اَدَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلُوْا. قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَ فِیْ رِوَايَةٍ مَا بَقَاؤُهُمْ

(۱۳۷۵) حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ اور سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں (اور مسلم کی روایت میں صرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے تو سب لوگوں کے توشے ختم ہو گئے یہاں تک (تکلیف بڑھی) کہ لوگوں نے بعض سامان اٹھانے والے اونٹوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کاش آپ اس پوری جماعت کے بقیہ توشے کو اکھٹا کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے دعائے برکت فرما دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس اعلان کے بعد گیہوں والا اپنے پاس کا گیہوں لایا اور کھجور رکھنے والا اپنے پاس کی کھجوریں لایا اور جس کے پاس صرف کھجور کے گٹھلیاں تھیں وہ ان کو ہی لے آیا۔ کسی نے پوچھا کھجور کی گٹھلی سے کیا کام لیا جاتا تھا؟ تو کہنے لگے کہ وہ اسے چوس لیتے تھے اور پھر اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذخیرہ پر دعائے برکت کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اس موقعہ پر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں باتوں کی گواہی لے کر ملے گا کہ اسے اس میں ذرا بھی شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب تبوک کی لڑائی ہوئی تو لوگوں کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کاش آپ ہمیں اجازت دیتے کہ ہم اپنے بعض دودھ والے جانور ذبح کرتے اور اس کا گوشت کھاتے اور اس کی چربی بدن پر ملتے تو حضورؐ نے فرمادیا کہ اچھا ایسا

(۱۳۷۵) ✱ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ نبی کی اپنی خواہش سے ظاہر نہیں ہوتا اور نہ حضرت عمرؓ کے فرمانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دوم حضرت عمرؓ کی اصابت رائے بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا خوب مشورہ دیا۔ پھر آپ کی دعا کا اثر دیکھیے کہ ادھر آپ کے ہاتھ اٹھے پھر دیر کیا تھی ادھر کھانے میں برکت کا وہ ظہور رہا کہ ڈھیر کے ڈھیر لگ گئے نہ یہاں آپؐ نے کوئی مادی عمل کیا تھا نہ اس کی کامیابی میں ادنیٰ سا تردد بس آن کی آن میں یہ سب کا سب ہو گیا۔ یعنی اونٹ ذبح ہونے سے بچ گئے اور جتنے بھوکے تھے وہ سب خود شکم سیر ہی نہیں ہوئے' بلکہ آئندہ کے لیے ذخیرہ بھی بنا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔

بِعَدَابِلِهِمْ وَ لٰكِنْ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَدَعٰى بِنَطْعٍ فَبَسَطَهٗ ثُمَّ دَعٰى بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَّةٍ وَ جَعَلَ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَ جَعَلَ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النَّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا اَوْ عِيَتَكُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَوْ عِيَتَهُمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْهُ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَ فَضَلَتْ فَضْلَةٌ. (الحديث)

(رواہ الشیخان)

ہی کرلو' مگر راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ نکلے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اگر آپؐ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی اور دوسری روایت میں ہے کہ اونٹوں کے ذبح ہونے کے بعد پھر ان کی زندگی بے کار ہو جائے گی' بلکہ بجائے اس کے ان سب سے ان کے بچے کھچے توشے منگوایئے اور پھر اس پر دعائے برکت فرما دیجئے - امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے دے تو حضورؐ نے بھی فرمایا ہاں یہی صورت مناسب ہے- اس کے بعد آپ نے چمڑے کا دستر خوان منگا کر بچھایا پھر سب سے ان کا بچا کھچا توشہ منگوایا تو کوئی آدمی ایک مٹھی آٹا لانے لگا کوئی آدمی ایک مٹھی کھجور اور کوئی ایک روٹی کا ٹکڑا- اس طرح اس دستر خوان پر کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اکٹھا ہو گیا- راوی کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے اس پر دعائے برکت کی' پھر فرمایا اپنے اپنے برتنوں کو لے کر آؤ اور انہیں بھر لو' تو لوگ اپنے اپنے برتن لائے اور لشکر کا کوئی برتن ایسا نہ بچا جسے لوگوں نے نہ بھر لیا ہو- راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سب نے کھایا بھی اور شکم سیر ہو کر کھایا اور اس کے بعد بھی بہت سا بچ گیا- (بخاری مسلم)

(۱۳۷۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَاَصَابَهُمْ عَوَزٌ مِنَ الطَّعَامِ فَقَالَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا اِلَّا شَيْءٌ مِنَ التَّمْرِ فِيْ مِزْوَدِيْ قَالَ جِيْءْ بِهٖ. فَجِئْتُ بِالْمِزْوَدِ قَالَ هَاتِ نَطْعًا فَجِئْتُ بِالنَّطْعِ فَبَسَطَ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فَقَبَضَ عَلَى التَّمْرِ فَاِذَا هُوَ اِحْدٰى وَ عِشْرُوْنَ تَمْرَةً قَالَ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَجَعَلَ يَضَعُ كُلَّ تَمْرَةٍ وَ يُسَمِّيْ حَتّٰى

(۱۳۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی میں گئے تھے تو فوج کو کھانے کی تنگی ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضورؐ! بجز تھوڑی سی کھجوروں کے اور کچھ نہیں- آپؐ نے فرمایا انہی کو لے آؤ- میں لے کر حاضر خدمت ہوا- آپؐ نے فرمایا چمڑے کا ایک دستر خوان لاؤ- میں لے کر حاضر ہوا- آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور مٹھی میں کل کھجوریں لے لیں تو وہ اکیس کھجوریں تھیں' پھر بسم اللہ شریف پڑھی پھر ہر کھجور کو بسم اللہ کہہ کر رکھتے جاتے یہاں تک کہ کل کھجوریں رکھ دیں پھر راوی نے ان کو دبانے کا اشارہ کر کے بتایا کہ حضورؐ نے اس طرح کیا- پھر فرمایا

(۱۳۷۶) * تنبیہ: یہ روایت ابھی آپؐ کے سامنے گذر چکی ہے اور ان دونوں میں کچھ لفظی فرق ہے صرف تائید کے لیے یہاں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کو دوسرا واقعہ سمجھنا نہیں چاہیے-

اَتـى عَلَى التَّمرِ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا فَجَمَعَهٗ فَقَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَ اَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَ شَبِعُوْا وَ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَ اَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَ شَبِعُوْا وَ خَرَجُوْا قَالَ وَ فَضَلَ تَمرٌ فَقَالَ لِیْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُّ فَاَكَلَ وَ اَكَلْتُ قَالَ فَضَلَ تَمرٌ فَاَخَذَهٗ فَاَدْخَلَهٗ فِی الْمَزْوَدِ فَقَالَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ اِذَا اَرَدْتَّ شَيْئًا فَاَدْخِلْ يَدَكَ وَ لَا تَكْفَأْ فَيُكْفَأَ عَلَيْكَ. قَالَ فَمَا كُنْتُ اُرِيْدُ تَمْرًا اِلَّا اَدْخَلْتُ يَدِیْ فَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِيْنَ وَ سَقًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ كَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ ظَهْرِیْ فَوَقَعَ زَمَانَ عُثْمَانَ فَذَهَبَ رَوَاهُ الْحَافِظُ عَبْدُالْغَنِیِّ۔

جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ' تو ان سب نے آ کر کھایا اور شکم سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ تب آپؐ نے فرمایا اب جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ تو وہ لوگ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر کر کھا کے چلے گئے پھر بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا: بیٹھو میں بیٹھ گیا تو آپؐ نے بھی کھجوریں نوش فرمائیں اور میں نے بھی کھائیں۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے وہ کھجوریں لیں اور ان کو میرے توشہ دان میں رکھ دیا پھر مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہؓ جب تم اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر نکالنا اور ان کو انڈیلنا مت ورنہ وہ ختم ہو جائیں گی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر جب مجھے کھجوریں درکار ہوتیں تو میں اس توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اس طرح میں نے اسی توشہ دان میں سے پچاس وسق کھجوریں تو اللہ عزوجل کی راہ میں دے دیں وہ توشہ دان میری پیٹھ کے پیچھے لٹکا رہتا تھا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ شہادت میں اسے اتار کر رکھا تو وہ توشہ دان غائب ہو گیا۔

(۱۳۷۷) عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيْدِ الْمَدَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ وَ اَرْبَعَمِائَةٍ نَسْأَلُهُ الطَّعَامَ فَقَالَ لِعُمَرَ اِذْهَبْ فَاَعْطِهِمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا بَقِیَ اِلَّا اٰصُعٌ مِنْ تَمرٍ مَا اَرٰى اَنْ يَقِيْظَ بُنَیَّ قَالَ اِذْهَبْ فَاَعْطِهِمْ قَالَ سَمْعًا وَ طَاعَةً قَالَ فَاَخْرَجَ عُمَرُ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْرَتِهٖ فَفَتَحَ الْبَابَ فَاِذَا شِبْهُ الْفَصِيْلِ الرَّابِضِ مِنْ تَمرٍ فَقَالَ لَنَا خُذُوْا فَاَخَذَ كُلٌّ مِنَّا مَا اَحَبَّ ثُمَّ الْتَفَتُّ وَ كُنْتُ اٰخِرَ الْقَوْمِ وَ كَاَنَّا لَمْ نَرْزَاْ تَمْرَةً۔

(رواه الامام احمد و رواه ابو داؤد قال ابو عبدالله المقدسی و اسناده علی شرط الصحیح)

(۱۳۷۷) دکین ابن سعید مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جو چار سو چالیس تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے کی چیزیں مانگنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ ان کو دے دو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تو بجز چند صاع کھجوروں کے کچھ نہیں رہا یہ تو موسم گرما میں میرے بچوں کے لیے بھی کافی نہ ہونگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا جاؤ ان کو دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی بہت اچھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنجی اپنے حجرے سے نکالی اور دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھجوروں کا اتنا بڑا ڈھیر ہے جیسا کہ دودھ پیتا چھوٹا جانور کا بچہ بیٹھا معلوم ہو۔ تو انہوں نے ہم سب سے کہا لو لیتے جاؤ تو ہم میں سے ہر ایک نے جتنا چاہا لے لیا۔ پھر میں ادھر متوجہ ہوا اور میں ان میں سب سے اخیر شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے ایک کھجور بھی کم نہیں کی۔

(احمد و ابو داؤد)

الرسول الاعظم ونبع الماء من بين اصابعه وتسبيح الطعام وهو يوكل في زمنه صلوات الله وسلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انگشتان مبارک سے پانی کا ابل پڑنا اور آپؐ کے زمانے میں کھانا کھانے میں کھانے کا تسبیح پڑھنا

(۱۳۷۸) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطُّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَ الْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَ هُوَ يُؤْكَلُ. (رواه البخاری)

(۱۳۷۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تو معجزات کو برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو خوف کی چیز سمجھتے ہو- ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے- پانی کی کمی ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہوتو لے آؤ- لوگ ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو- میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہم کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانے کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے- (بخاری شریف)

(۱۳۷۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلٰوةَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ جَمِيْعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمًا اَخَّرَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذٰلِكَ

(۱۳۷۹) معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک کے لیے چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں دو دو نمازیں ملا ملا کر ادا فرماتے تھے- یہاں تک کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (کچھ) تاخیر کی پھر تشریف لائے پہلے ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اس کے بعد اندر تشریف لے گئے اور باہر تشریف لا کر مغرب و عشا ملا کر پڑھیں' اس کے بعد فرمایا ان شاء اللہ کل تم لوگ

(۱۳۷۸) * ملا علی قاریؒ اس حدیث کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کو وہ معجزات سودمند ہوتے ہیں جن میں عذاب اور خوف کا ظہور ہوا اور صحابہ کرام کو وہ معجزات نافع ہوتے تھے جو موجب برکت ہوتے-

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے قلوب میں معجزات دیکھ کر حق تعالیٰ کی ہیبت پیدا ہوتی اور اس سے ان کے ایمانوں میں اور ترقی ہوتی اس لیے معجزات ان کے لیے موجب برکت ہوتے تھے تم معجزات دیکھ کر صرف ڈرتے تو ہو' مگر تمہارے ایمانوں میں ان سے نہ تو کوئی ترقی ہوتی ہے اور نہ اعمال کا کوئی نیا جذبہ ابھرتا ہے' اس لیے وہ تمہارے حق میں موجب برکت نہیں ہوتے- (المعتصر ص ٦)

فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَأْتُوْنَ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ عَيْنَ تَبُوْكَ وَ اِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوْهَا حَتّٰى يَضْحَى النَّهَارُ فَمَنْ جَائَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسُّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتّٰى اٰتِيَ. فَجِئْنَا هَا وَ قَدْ سَبَقَنَا اِلَيْهَا رَجُلَانِ وَ الْعَيْنُ مِثْلَ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَسَأَلَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا قَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ قَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ قَالَ ثُمَّ غَرَفُوْا بِاَيْدِيْهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيْلًا حَتّٰى اجْتَمَعَ شَيْءٌ قَالَ وَ غَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهِ يَدَيْهِ وَ وَجْهَهُ ثُمَّ اَعَادَهُ فِيْهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ اَوْ قَالَ غَزِيْرٍ فَاسْتَقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ يَا مُعَاذُ اِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ اَنْ تَرٰى مَاءَ هَا هُنَا قَدْ مَلَأَ جِنَانًا. (رواہ مسلم)

تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور اس وقت تک نہیں پہنچو گے جب تک کہ دن چڑھ نہ جائے تو جو شخص بھی وہاں پہنچے وہ تاوقتیکہ میں نہ آلوں پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ ہم سے پہلے دو شخص تبوک کے چشمے پر پہنچ چکے تھے۔ جب ہم پہنچے دیکھا تو چشمہ تاگے کی طرح باریک بہہ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا تم نے اس کے پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا انہوں نے عرض کی جی لگایا تو ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناگواری فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے چلو بھر بھر کر اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی جمع کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دستِ مبارک اور چہرۂ مبارک دھویا اور وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا۔ اسی وقت وہ ایک بڑے چشمے کی طرح بہہ پڑا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔ اس کے بعد فرمایا معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس جگہ اتنا پانی دیکھو گے کہ اس سے باغات پُر ہوں گے۔

(مسلم شریف)

(١٣٨٠) مِنْ حَدِيْثِ جَابِرِ الَّذِيْ رَوَاهُ عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَوَّلُهُ فِيْ قِصَّةِ الشَّجَرَتَيْنِ وَ انْقِيَادِ هِمَا ثُمَّ افْتِرَاقِهِمَا وَ وَضْعِ الْغُصْنِ عَلَى الْقَبْرَيْنِ وَ قَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ فَاَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِبِوَ ضُوْءٍ فَقَالَ اَلَا

(١٣٨٠) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جس کو عبادۃ بن الولید نے روایت کیا ہے جس کی ابتداء میں دو درختوں کے مل جانے ان کے مطیع ہونے اور الگ ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قبروں پر دو شاخیں لگانے کا ذکر ہے اور جس کے آخر میں مذکور ہے کہ ہم اپنے لشکر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا جب نہ ملا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لشکر میں تلاش کرو۔ میں نے

(١٣٨٠) ✱ یہاں آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کا جوش مار کر پھوٹنے کا تذکرہ ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی جتنی مخلوق تھی وہ سب اس سے سیراب ہوگئی مگر یہ تنبیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہدِ میمون میں برتن بہت بڑے بڑے بنائے جایا کرتے تھے اس لیے یہاں پیالہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے چند لوگوں کو اس کو اٹھا کر لانا پڑا اور اس بارے میں اب تک بھی شہر اور گاؤں کے برتنوں میں فرق ہوتا ہے گاؤں کے برتن شہر کے برتنوں کی نسبت اکثر بڑے ہوتے ہیں۔

نوٹ: شجرتین کے جس واقعہ کا ذکر اس حدیث میں ہے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

وَضُوْءَ الْاَوَضُوْءَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِيْ اَشْجَابٍ لَهُ فَقَالَ لِيْ اِنْطَلِقْ اِلٰى فُلَانِ الْاَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ هَلْ فِيْ اَشْجَابِهٖ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْهَا فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ اَنِّيْ اُفْرِغُهٗ لَشَرِبَهٗ يَابِسُهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَجِدْ فِيْهَا اِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ اَنِّيْ اُفْرِغُهٗ لَشَرِبَهٗ يَابِسُهٗ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ فَاَخَذَهٗ بِيَدِهٖ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِشَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ وَ يَغْمِزُهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ اَعْطَانِيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ نَادِ لِجَفْنَةِ الرَّكْبِ فَقُلْتُ يَاجَفْنَةَ الرَّكْبِ فَاَتَيْتُ بِهَا تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَ فَرَّقَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ وَ ضَعَهَا فِيْ قَعْرِ الْجَفْنَةِ فَقَالَ خُذْيَاجَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ بِسْمِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَ دَارَتْ حَتّٰى امْتَلَأَتْ. فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ مَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِمَاءٍ. قَالَ فَاَتَى النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتّٰى رَوَوْا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِيَ اَحَدٌ لَهٗ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْاٰى.

(رواہ مسلم فی او اخر صحیحہ)

عرض کی قافلہ بھر میں ایک قطرہ پانی بھی مجھ کو نہیں ملا - انصار میں ایک شخص تھے جو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی مشکوں میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس ہی جا کر دیکھو اس کی مشک میں کچھ بھی پانی ہے - میں گیا تو ان کے مشک میں بھی اتنا سا پانی ملا کہ اگر میں اس کو انڈیلتا تو جو حصہ اس کا خشک تھا وہ اس کو پی جاتا - میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان کی مشک میں تو صرف اتنا ہی پانی ہے کہ اگر میں اس کو انڈیلوں تو وہ اس کے خشک حصہ میں جذب ہو کر رہ جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور جا کر وہی لے آؤ - میں اس کو لے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا اور اس پر کچھ پڑھنے لگے مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پڑھا تھا اور اس کو اپنے ہاتھ سے ملنے لگے - اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کے پاس اتنا بڑا پیالہ ہو جو پورے قافلے کے لیے کافی ہو جائے' اس کو آواز دو - میں نے اعلان کر دیا کہ جس کے پاس بھی ایسا پیالہ ہو وہ لے آئے چنانچہ اتنا ہی بڑا ایک پیالہ پیش کیا گیا جس کو لوگ اٹھا کر لائے - میں نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور اس کو طشت کے اندر رکھ دیا اور فرمایا کہ جابر! لو اور بسم اللہ کہہ کر میرے ہاتھ پر ڈالو - میں نے بسم اللہ کہہ کر پانی ڈالا - میں نے دیکھا کہ پہلے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی امنڈ آیا' پھر پورے پیالہ میں پانی جوش سے چکر لگانے لگا حتیٰ کہ پیالہ پانی سے لبریز ہو گیا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر اعلان کر دو' جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے لے - یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ (دوڑ دوڑ کر) آتے رہے اور پی پی کر سیراب ہوتے گئے - یہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا' کوئی شخص ایسا اور ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا اور پیالہ تھا کہ جوں کا توں بھرا کا بھرا تھا - (مسلم شریف)

(۱۳۸۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ لَهُ فَادْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتّٰى اِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا اَعْيُنُنَا حَتّٰى بَزَغَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَّا اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ وَ كُنَّا لَا نُوْقِظُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِىْ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِىْ مَا يَحْدُثُ لَهُ فِىْ نَوْمِهٖ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ وَ رَاَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ قَالَ ارْتَحِلُوْا فَسَارَ بِنَا حَتَّى ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ نَزَلَ فَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَصَابَتْنِىْ جَنَابَةٌ وَ لَا مَاءَ. قَالَ لَهٗ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ فَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ فَصَلّٰى ثُمَّ عَجَّلَنِىْ فِىْ رَكْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَ قَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ اَيْهَاهُ اَيْهَاهُ لَامَاءَ لَكُمْ. فَقُلْتُ

(۱۳۸۱) عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا ہم ساری رات چلتے رہے صبح کے قریب آرام کے لیے اترے اور (ایسے غافل سو گئے کہ) ہماری آنکھ نہ کھل سکی یہاں تک کہ آفتاب چمک اٹھا - جو شخص ہم سب میں پہلے بیدار ہوئے وہ ابوبکرؓ تھے - ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے میں جگایا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار نہ ہو جاتے' کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ نئی بات کیا ہے جو بحالتِ خواب آپ کو پیش آ رہی ہے - اس کے بعد عمرؓ بیدار ہوئے اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاگ اٹھے آپؐ نے جب سر اٹھایا اور دیکھا کہ آفتاب چمک اٹھا ہے تو فرمایا یہاں سے نکل چلو اور ہم کو لے کر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ اب دھوپ میں سفیدی آ گئی تھی (یعنی کراہت کا وقت نکل گیا تھا) آپؐ نے اتر کر ہم کو نماز پڑھائی - ہمارے ساتھ ایک شخص تھا کہ وہ علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی - آپؐ نے نماز سے فارغ ہو کر اس سے سوال کیا ہمارے ساتھ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی - اس نے عرض کی کہ مجھ کو غسل کی ضرورت پیش آ گئی تھی اور پانی تھا نہیں - آپؐ نے اس سے فرمایا مٹی سے تیمم کر لے وہ تیرے لیے کافی ہے اس نے تیمم کیا اور نماز ادا کی - پھر ہم کو سخت پیاس لگی تو آپ نے پانی کی تلاش کے لیے ایک قافلہ جو آگے جا رہا تھا اس کی طرف جلدی سے ہم کو روانہ کیا - ہم چل دیئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنی چھاگلوں کے درمیان اونٹنی پر پیر لٹکائے جا رہی ہے - ہم نے اس سے پوچھا پانی کا چشمہ کہاں ملے گا اس نے جواب دیا ارے پانی کہاں - ہم نے اس سے پوچھا تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا اس نے کہا ایک دن رات کا - ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱۳۸۱) * اس حدیث میں پانی کے معجزہ کے سوا کچھ اور بھی امور ہیں جو بہت زیادہ قابل یادداشت ہیں پہلی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار نہ کرنے کے متعلق صحابہؓ کی عادت میں منقول ہے وہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد میں نوم انبیاء کے زیر عنوان باوجود تلاش کے ہم کو حدیث میں نہ مل سکی اس لیے اس کا تذکرہ ہم نے علماء کے حوالہ سے پیش کیا ہے - حالانکہ وہ خود صحابہؓ کی عادت میں بقیہ .....

كَمْ بَيْنَ أَهْلِكَ وَ بَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ مَسِيرَةُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ قُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ وَ مَا رَسُولُ اللّٰهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا حَتَّى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِي أَخْبَرَتْنَا وَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَا وَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَ نَحْنُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا عِطَاشًا حَتَّى رُوِينَا وَ مَلَأْنَا كُلَّ رَاوِيَةٍ وَ مَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَّعَنَا وَ إِدَاوَةٍ وَ غَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَ هِيَ تَكَادُ تَتَفَرَّجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوا مَا عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَ تَمْرٍ وَ صَرَّ لَهَا صُرَّةً وَ قَالَ لَهَا اذْهَبِي فَأَطْعِمِي عِيَالَكِ وَ اعْلَمِي أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ شَيْئًا. فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ أَنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ ذَيْتَ وَ ذَيْتَ فَهَدَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَ أَسْلَمُوْا. (رواه الشيخان و البخاري ج ۱ ص ٤٩ في باب التيمم مطبع مجتبائي)

وسلم کے پاس چل- اس نے کہا رسولؐ اللہ کس کو کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ اور کوئی بات نہ کر سکے- بس اس کو ساتھ لے کر چل دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر اس کو پیش کر دیا آپؐ نے پانی کے متعلق اس سے دریافت کیا اس نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو ہم کو دیا تھا اور یہ کہنے لگی کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے بچے یتیم ہیں آپ نے حکم دیا کہ اس کی اونٹنی بٹھا دی جائے چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی- آپؐ نے اس کی چھاگلوں کے اوپر کے دھانے میں دہن مبارک سے کلی کر کے پانی ڈال دیا اور اس کی اونٹنی کو کھڑا کر دیا (تا کہ نیچے کے دھانے سے پانی لے لیا جا سکے) اس وقت ہم چالیس شخص تھے اور سب پیاسے تھے سب نے شکم سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے اپنے پانی کے اونٹ اور مشکیزے اور جتنے برتن تھے سب پانی سے بھر لیے- اور ہمارے اس رفیق نے غسل بھی کر لیا' مگر صرف اتنا کیا کہ اپنے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا' لیکن چھاگلیں تھیں کہ پانی کے جوش کے مارے پھٹی جا رہی تھیں- اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اب تھوڑا بہت جو کچھ کھانے کا سامان تمہارے پاس ہو وہ اس کے لیے لے آؤ- ہم نے اس عورت کے لیے کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دیں- آپؐ نے ان کو ایک تھیلی میں ڈال کر اس سے کہا' جا یہ اپنے بچوں کو جا کر کھلا دے اور یہ یاد رکھنا کہ ہم نے تیرے پانی کا کچھ نقصان نہیں کیا ہے- جب وہ اپنے گھر آئی تو اس نے کہا' میں نے ایسا بڑا جادوگر کوئی نہیں دیکھا ورنہ تو تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ شخص سچا نبی ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے اس نے یہ یہ کرشمے دکھائے- راوی بیان کرتا ہے کہ اس عورت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس کے قبیلے کے قبیلے کو ہدایت نصیب فرمائی چنانچہ خود وہ اور اس کا سب خاندان مسلمان ہو گیا- (بخاری و مسلم)

لله.. منقول ہے- دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ پہلے بیدار ہونے والوں میں کون شخص تھے- روایت مذکورہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام معلوم ہوتا ہے- تیسری بات یہ ہے کہ جب نماز قضاء ہو جائے تو اس کی قضا وقت مکروہ میں نہ کرنی چاہیے- یہاں راوی نے حتی ابیضت الشمس اور بزغت کے لفظ فرما کر اس بات کو صاف کر دیا ہے- بقیہ طرق میں سب جگہ اجمال ہے اس کو اسی تفصیل پر حمل کر لینا چاہیے-

(۱۳۸۲) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تَسِیْرُوْنَ عَشِیَّتَكُمْ وَ لَیْلَتَكُمْ وَ تَأْتُوْنَ الْمَاءَ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَایَلْوِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَ ذَكَرَ حَدِیْثَ النَّوْمِ فِی الْوَادِیْ فَقَالَ ثُمَّ دَعَا بِمِیْضَاةٍ كَانَتْ مَعِیَ فِیْهَا شَیْءٌ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءً دُوْنَ وُضُوْءٍ وَ بَقِیَ فِیْهَا شَیْءٌ مِنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ لِاَبِیْ قَتَادَةَ اِحْفَظْ عَلَیْنَا مِیْضَاتَكَ فَسَیَكُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ قَالَ اَصْبَحَ النَّاسُ فَقَدُوْا نَبِیَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعِدُكُمْ لَمْ یَكُنْ لِیُخْلِفَكُمْ وَ قَالَ النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ فَاِنْ تُطِیْعُوْا اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ تَرْشُدُوْا. قَالَ فَانْتَهَیْنَا اِلَی النَّاسِ حِیْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَ حَمِیَ كُلُّ شَیْءٍ وَ هُمْ یَقُوْلُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا عَطْشًا فَقَالَ لَا هُلْكَ عَلَیْكُمْ ثُمَّ قَالَ اَطْلِقُوْلِیْ غُمَرِیْ قَالَ وَ دَعَا بِالْمِیْضَاةِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُبُّ وَ اَبُوْقَتَادَةَ یَسْقِیْهِمْ فَلَمْ یَعْدُ اَنْ رَاَی النَّاسُ مَا فِی الْمِیْضَاةِ تَكَابُّوْا عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوا الْمَلَاءَ كُلُّكُمْ سَیُرْوٰی قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُبُّ وَ اَسْقِیْهِمْ حَتّٰی مَا بَقِیَ غَیْرِیْ وَ غَیْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

(۱۳۸۲) ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ آج شام اور ساری رات سفر کرنے کے بعد کل ان شاء اللہ تعالیٰ چشمہ پر جا پہنچو گے۔ بس لوگ چل پڑے اور ایک دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا بس سفر طے کرنے میں مشغول تھے اس کے بعد وادی میں پہنچنے اور وہاں غفلت کی نیند سو جانے کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ وضو کے پانی کا جو برتن میرے ساتھ تھا آپؐ نے اس کو منگایا اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس پانی سے مختصر سا وضو فرمایا اور جو پانی بچا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا آئندہ چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا۔ یہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوگئی تو انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ اس پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ فرمائیں اور پھر اس کا خلاف کریں۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے ہیں ادھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بڑے اصحاب موجود ہیں اگر ان کی رائے پر عمل کرو گے تو کامیاب ہوگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے اس وقت آ کر ملے جب کہ دن چڑھ چکا تھا اور آفتاب کی تمازت سے ہر چیز جلنے لگی تھی۔ لوگوں نے آپ سے فریاد کی یا رسول اللہ ہم تو پیاس سے مرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ یہ کہہ کر اپنے وضو کے پانی کا برتن منگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پانی ڈالتے تھے اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر لوگوں کو پلاتے جارہے تھے۔ لوگوں کا برتن کے پانی کو دیکھنا تھا کہ اس پر ٹوٹ پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اخلاق درست رکھو۔ تم میں سے ہر ہر فرد پانی پی کر سیراب ہو گا' چنانچہ فوراً لوگوں نے تعمیل ارشاد کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور پانی ڈالتے رہے اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے لے کر لوگوں کو پلاتے رہے یہاں تک کہ مجمع بھر میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کی جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پی لیں میں کیسے پی سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا فَشَرِبْتُ وَ شَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّيْنَ رِوَاءً قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ اِنِّيْ لَاُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ اِذْ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اُنْظُرْ كَيْفَ تُحَدِّثُ فَاَنَا اَحَدُ الرَّكْبِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَقُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتَ؟ قُلْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِكُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَهِدْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَ مَا شَعُرْتُ اَحَدًا حَفِظَهٗ كَمَا حَفِظْتَهٗ. (رواہ الشیخان)

علیہ وسلم نے فرمایا طریقہ یہی ہے کہ جو تقسیم کرنے والا ہوتا ہے اس کا نمبر سب سے آخر ہی میں ہوتا ہے- چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرما لیا- راوی کہتا ہے کہ پھر لوگ (اگلے روز) چین سے پانی پر پہنچے اور وہ خوب سیراب تھے- عبداللہ بن رباح رضی اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو جامع مسجد میں بیان کر رہا تھا کہ دفعۃً عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو ٹوکا اور فرمایا ذرا سوچ کر حدیث بیان کرو کیونکہ اس شب کے قافلہ میں میں بھی شریک تھا- میں نے عرض کی آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں- انہوں نے پوچھا تم کس قبیلے کے آدمی ہو میں نے کہا انصار میں کا- عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی حدیث کو بہتر جانتے ہو- عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس شب میں میں بھی شریک تھا اور مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ اس واقعہ کو جس طرح تم نے محفوظ کیا ہے اس طرح کسی اور نے محفوظ کیا ہوگیا- (شیخین)

(۱۳۸۳) وَ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ طَرَفًا مِنْهُ عَنْ زِيَادَةَ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ ثُمَّ قُلْنَا يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا بِئْرًا اِذَا كَانَ الشِّتَاءُ وَسِعَنَا مَاؤُهَا وَ اجْتَمَعْنَا عَلَيْهَا وَ اِذَا كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ مَاؤُهَا فَتَفَرَّقْنَا عَلٰى مِيَاهٍ حَوْلَنَا وَ قَدْ اَسْلَمْنَا وَ كُلُّ مَنْ حَوَالَيْنَا عَدُوٌّ فَادْعُ اللّٰهَ فِيْ بِئْرِنَا اَنْ يَّسَعَنَا مَاؤُهَا فَنَجْتَمِعَ عَلَيْهَا وَ لَا نَتَفَرَّقَ فَدَعَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَعَرَكَهُنَّ فِيْ يَدِهٖ وَ دَعَا فِيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبُوْا بِهٰذِهِ الْحَصَيَاتِ فَاِذَا اَتَيْتُمُ الْبِئْرَ فَاَلْقُوْا وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ الصُّدَائِيُّ فَفَعَلْنَا مَا قَالَ لَنَا فَمَا اسْتَطَعْنَا بَعْدُ اَنْ نَّنْظُرَ اِلٰى قَعْرِهَا.

(۱۳۸۳) زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے اتنا اضافہ اور نقل کیا ہے جس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کنواں ہے جب جاڑوں کا موسم آتا ہے تو اس کا پانی ہم کو کافی ہوتا ہے اور ہم اس کے گرد آباد ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم آتا ہے تو اس میں پانی بہت کم رہ جاتا ہے اور ہم اپنے اردگرد کے پانیوں پر پھیل کر متفرق ہو جاتے ہیں اور ہمارے چاروں طرف ہمارے دشمن آباد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کنویں کے لیے دعا فرما دیجئے کہ اس کا پانی ہمیشہ ہم کو کافی ہو جایا کرے اور ہم کو اِدھر اُدھر متفرق ہونے کی ضرورت نہ ہو- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں منگائیں اور ان کو اپنے ہاتھ میں ملا اور ان پر کچھ دعا پڑھی اور فرمایا اچھا ان کنکریوں کو لیجاؤ اور جب اپنے کنویں پر جانا تو ان کو بسم اللہ کہہ کر ایک ایک کر کے ڈالنا- صدائی بیان کرتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی تو کنویں میں اتنا پانی ہوگیا کہ ہم کوشش کر کے بھی اس کی تہہ کو نہ دیکھ سکتے تھے-

(۱۳۸۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَ لَيْسَ فِي الْعَسْكَرِ مَاءٌ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ فِي الْعَسْكَرِ مَاءٌ قَالَ هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْتِنِيْ بِهٖ قَالَ فَاَتَاهُ بِاِنَاءٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ قَلِيْلٍ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ عَلٰى فَمِ الْاِنَاءِ وَ فَتَحَ اَصَابِعَهٗ قَالَ فَانْفَجَرَتْ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ عُيُوْنٌ وَاَمَرَ بِلَالًا فَقَالَ نَادِ فِي النَّاسِ الْوَضُوْءَ الْمُبَارَكَ. (رواہ الامام احمد)

(۱۳۸۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لشکر میں کسی کے پاس پانی نہ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے پاس پانی نہیں رہا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی ہے؟ اس نے کہا کہ ہے- فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ- وہ ایک برتن لے آیا اس میں تھوڑا سا پانی تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں برتن کے اوپر پھیلائیں- یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آواز دے دو کہ وضو کے لیے برکت کا پانی لے لیں-

(مسند امام احمد)

(۱۳۸۵) مِنْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِنَحْوِهٖ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَاَصَابَنَا جُهْدٌ حَتّٰى هَمَمْنَا اَنْ نَّنْحَرَ بَعْضَ ظَهْرِنَا فَاَمَرَنَا نَبِيُّ اللّٰهِ فَجَمَعْنَا مَزَاوِدَنَا فَبَسَطْنَا لَهٗ نَطْعًا فَاجْتَمَعَ زَادُ الْقَوْمِ عَلَى النَّطْعِ قَالَ فَتَطَاوَلْتُ لِاَحْزُرَهٗ كَمْ هُوَ فَحَزَرْتُهٗ كَرَبْضَةِ الْعَنْزِ وَ نَحْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةً قَالَ فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ حَشَيْنَا جُرُبَنَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَهَلْ مِنْ وَضُوْءٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ بِاِدَاوَةٍ فِيْهَا نُطْفَةٌ فَاَفْرَغَهَا فِيْ قَدَحٍ فَتَوَضَّأْنَا كُلُّنَا بِدَ غْفَقَةٍ دِغْفَقَةٍ اَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةٍ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةٌ فَقَالُوْا هَلْ مِنْ طَهُوْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَغَ الْوَضُوْءُ. (رواہ البخاری)

(۱۳۸۵) سلمہ بن اکوع کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے- وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے تو ہمیں بھوک سے تکلیف ہونے لگی یہاں تک کہ ہمارا ارادہ یہ ہوا کہ اپنی سواری کے ایک آدھ اونٹ کو ذبح کر دیں- تب ہم کو اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ ہم سب اپنے اپنے ناشتہ دانوں کو اکٹھا کریں تو ہم نے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھایا اور سب لوگوں کا توشہ اسی دستر خوان پر اکٹھا ہوا تو میں نے گردن اٹھائی کہ اس کا اندازہ کروں کہ کُل ملا کر کتنا جمع ہو گیا- تو میں نے اندازہ کیا کہ وہ کُل اتنا ہوگا جیسا کہ بکری کی ٹیک ہوتی ہے (یعنی اس کی نشست گاہ) اور ہماری تعداد چودہ سو تھی- راوی کہتے ہیں کہ ہم سب نے کھایا اور پیٹ بھر بھر کر کھایا- پھر ہم سب نے اپنے اپنے توشہ دان بھی بھر لیے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں کچھ پانی بھی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک برتن لے کر آیا' جس میں چند قطرے پانی تھا تو آپ نے اسے ایک برتن میں انڈیل لیا تو ہم سب چودہ سو آدمیوں نے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر وضو کیا- اس کے بعد آٹھ آدمی اور آئے اور انہوں نے پوچھا کچھ اور پانی وضو کے لیے بچا ہے یا نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب پانی ختم ہو گیا-

(بخاری شریف)

(۱۳۸۶) عَنْ اَنَسٍ اَيْضًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابَهُ بِالزَّوْرَاءِ وَ الزَّوْرَاءُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ السُّوْقِ وَ الْمَسْجِدُ ثَمَّهُ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ فِيْهِ كَفَّهُ فَجَعَلَ يَنْبُعُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ جَمِيْعُ اَصْحَابِهِ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ كَانُوْا زُهَاءَ الثَّلاَثِمِائَةِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ بِمَاءٍ لاَ يَغْمِرُ اَصَابِعَهُ. (رواه الشيخان)

(۱۳۸۶) انسؓ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ مقام زوراء میں تھے یہ مدینہ طیبہ میں بازار کے پاس ایک مقام کا نام تھا اور وہاں مسجد بھی تھی۔ آپ نے پیالہ منگایا' جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو پانی آپ کی اُنگلیوں سے پھوٹ پھوٹ کر اُبلنے لگا یہاں تک کہ آپؐ کے سب ہمراہیوں نے وضو کرلیا۔ میں نے پوچھا اے ابوحمزہ (حضرت انسؓ کی کنیت ہے) آپ کے ان ساتھیوں کی کُل تعداد کتنی ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا تقریباً تین سو کے قریب صحابہؓ ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ پانی اتنا تھا کہ آپؐ کی انگلیاں بھی اس میں نہ ڈوبتی تھیں۔ (شیخین)

(۱۳۸۷) عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ حَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ يَدَهُ وَ اَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَتَوَضَّؤُا مِنْهُ قَالَ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ. (رواه الشيخان)

(۱۳۸۷) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت نمازِ عصر کا وقت آ چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا تو نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑا سا پانی پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور لوگوں سے کہا کہ وضو کریں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی ابل ابل کر نکلتا ہوا دیکھا اور تمام حاضرین نے ایک ایک کر کے وضو کرلیا۔

(شیخین)

(۱۳۸۸) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدْ رَاَيْتُنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَ لَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ فَجُعِلَ فِيْ اِنَاءٍ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهِ وَ فَرَّجَ اَصَابِعَهُ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْوَضُوْءِ وَ الْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ. فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَ شَرِبُوْا فَجَعَلْتُ لاَ اٰلُوْمَا جَعَلْتُ فِيْ بَطْنِيْ مِنْهُ فَعَلِمْتُ اَنَّهُ بَرَكَةٌ قُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ اَلْفًا وَ

(۱۳۸۸) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا ہے اور ہمارے پاس پانی نہیں ہے صرف جو کسی کے پاس بچا کھچا رہ گیا تھا بس وہی تھا تو وہ ایک برتن میں ڈال کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا دستِ مبارک اس میں ڈالا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں اس کے بعد فرمایا لوگو چلو اور وضو کا پانی اور اللہ کی طرف سے برکت لوٹو۔ میں نے دیکھا کہ پانی تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہؓ نے وضو بھی کرلیا اور خوب پی بھی لیا۔ اور میں نے تو جتنا پانی میرے پیٹ میں سما سکتا تھا وہ بری طرح پی ڈالا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ یہ برکت ہی برکت کا پانی ہے۔ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ اس وقت تم کتنے صحابہؓ تھے؟ انہوں

اَرْبَعَمِائَةٍ.(رواه الشيخان)

نے کہا ایک ہزار اور چار سو- (شیخین)

(۱۳۸۹) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَيْضًا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهَشَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالَ مَا لَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَتَوَضَّأُ وَ لَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ. فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَ تَوَضَّأْنَا. قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.

(رواه البخاری)

(۱۳۸۹) یہ روایت بھی جابرؓ ہی سے ہے کہ صلح حدیبیہ میں ہم کو پانی نہ مل سکا اور ہم کو سخت پیاس لگی- آپ کے سامنے ایک چمڑے کا تھیلا تھا- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے پانی لے کر وضو کیا' پھر کیا تھا لوگ پانی دیکھ کر بے تابی کے ساتھ اس کی طرف لپکے- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دیکھ کر فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے- انہوں نے عرض کی ہمارے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے نہ پینے کے لیے بس یہی ہے' جو آپ کے سامنے ہے- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس تھیلے میں اپنا دست مبارک ڈالا- بس پانی تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انگلیوں سے چشمے کی طرح ابل ابل کر نکلنے لگا- ہم نے خوب پیا بھی اور وضو بھی کیا- میں نے پوچھا تم کتنے تھے؟ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کا عالم یہ تھا کہ ان کو بھی کافی ہوتا' مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے- (شیخین)

(۱۳۹۰) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَ قَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَ نَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَ الْحُدَيْبِيَّةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَا

(۱۳۹۰) براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو "فتح عظیم" کا مصداق سمجھتے ہو اور کسی شک و شبہ کے بغیر وہ بڑی فتح تھی' لیکن ہم تو بیعت الرضوان کو جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی بڑی فتح سمجھتے ہیں- ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) تھے اور حدیبیہ وہاں ایک کنواں تھا' جس کا پانی ہم نے سب کھینچ کھینچ کر نکال لیا تھا حتیٰ کہ اس میں پانی کا ایک قطرہ تک باقی نہیں چھوڑا تھا یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور اس کی مینڈ پر آ کر بیٹھ گئے اور ایک برتن میں کچھ پانی منگایا اور وضو فرمایا اور کلی کر کے وہ پانی اس کنویں میں ڈال دیا- ہم نے کچھ زیادہ دیر بھی نہیں کی تھی کہ اس میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ جتنا ہو سکا' ہم نے

(۱۳۸۹) * بخاری کے واقعات متفرق ہیں ان کے اجزاء میں کہیں کہیں تفاوت بھی ہے آپ چاہیں ان سب کو ایک واقعہ کہہ سکتے ہیں- اس میں اگر کچھ نقصان ہو گا تو آپ ہی کا نقصان ہے کہ پیغمبر خداؐ کے معجزات کی تقلیل لازم آئے گی اور تکلف بھی اختیار کرنا پڑے گا- بہر حال اپنے نبیؐ کے معجزات کو لطف اندوزی کے لیے یہاں سب کو نہیں تو بعض طرق کو جمع کر دیا ہے ان میں کہیں انگلیوں کا کرشمہ ہے تو کہیں لعاب دہن کا-

شِئْنَا نَحْنُ وَ رِكَابُنَا وَ كُنَّا اَلْفًا وَ اَرْبَعَمِائَةٍ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

(رواہ البخاری)

خود پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اس وقت ہماری تعداد چودہ سو ہو گی یا اس سے کچھ زیادہ۔

(بخاری شریف)

الرسول الاعظم و البرکة فی الماء و الطعام و الثمار الذی کان یکثر ببرکته فوق العادة صلوت اللہ و سلامہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اور کھانے اور پھلوں میں وہ برکت جو عادت و اسباب کی حد سے بڑھ کر تھی

(۱۳۹۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَى بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَوَضَّؤُوْنَ فَقَالَ فَحَزَرْتُ مَا بَيْنَ سَبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَ مَعَهُ اُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَا يَتَوَضَّؤُوْنَ بِهٖ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ يَسِيْرٌ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا وَ كَانُوْا سَبْعِيْنَ اَوْ نَحْوَهٗ.

(۱۳۹۱) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پانی طلب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کشادہ پیالہ پیش کیا گیا اور لوگوں نے اس سے وضو کرنا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اندازہ لگایا تو کوئی ستر اور اسی کے درمیان لوگ تھے (شیخین)۔ یہی واقعہ بعض روایات میں طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے اور اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ بھی تھے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا اور وضو کے لیے پانی نہ مل سکا۔ قافلہ میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر وضو فرمایا اور اپنی چاروں انگلیاں پانی کے پیالے پر پھیلا دیں اور فرمایا لوگو اٹھو اور وضو کر لو۔ یہ لوگ ستر یا کچھ کم و بیش ہوں گے۔

(۱۳۹۲) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ

(۱۳۹۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ تہی دست لوگ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیے کہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیے کہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو اپنے ساتھ (کھانا کھلانے) لے جائے۔ اور حضرت

(۱۳۹۱) * اس واقعہ میں کل ستر اور اسی افراد موجود ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ آپ کا دل گوارا کرے تو اس کو علیحدہ واقعہ شمار کر لیجئے یا ایک ہی بنا دیجئے۔ ہمارا مقصد تو صرف معجزات شماری کا ایک نمونہ پیش کرنا ہے۔

اَوْسَادِسٍ وَ اِنَّ اَبَابَكْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَ اِنَّ اَبَابَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ قَالَ وَ عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ فَغَضِبَ وَ قَالَ وَ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ اَنْ لَّا تَطْعَمَهُ وَ حَلَفَ الْاَضْيَافُ اَنْ لَّا يَطْعَمُوْهُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ كَانَ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَ اَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا وَ قُرَّةِ عَيْنِيْ اَنَّهَا الْاٰنَ لَاَ كْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَالِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَكَلُوْا وَ بَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنْهَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَ ذَكَرَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ فِي الْمُعْجِزَاتِ۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے کر گھر آئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ہمراہ لے کر چلے اور خود ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کھالیا' پھر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی پھر نماز سے لوٹے اور اتنی دیر ٹھہرے رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رات کا کھانا کھالیا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کا اتنا حصہ گذرنے کے بعد گھر پہنچے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر آپ اتنی دیر کہاں رک گئے؟ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ بتاؤ کہ تم نے ان کو کھانا کھلا دیا یا نہیں؟ کہنے لگیں کہ ان لوگوں نے کہا کہ اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک تم نہ آ جاؤ گے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو کھانا نہ کھاؤں گا۔ تو ان کی بی بی نے بھی قسم کھا کر کہا کہ پھر میں بھی کھانا نہ کھاؤں گی' اس پر ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ پھر ہم بھی یہ کھانا نہ کھائیں گے۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ ہوا اور فرمانے لگے کہ یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا اس کے بعد انہوں نے کھانا منگوایا اور خود کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھایا تو یہ حال تھا کہ جب وہ لوگ ایک لقمہ اٹھاتے تھے تو اس کے نیچے اس سے زیادہ کھانا از خود اضافہ ہو جاتا تھا تو انہوں نے اپنی بی بی سے فرمایا کہ اے بنوفراس کی خاتون! دیکھ یہ کیا ہے؟ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! ارے یہ تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہو گیا ہے' تو ان سب نے خوب کھایا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوایا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں سے کھایا۔ (شیخین) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں بیان کرتے ہیں کہ ہم کھانے کے اندر سے تسبیح سنتے تھے۔

الرسول الاعظم و دعائه علی سراقة وار تطام فرسه فی جلد من الارض ثم خروجه منها بدعائه صلوات الله وسلامه علیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراقہ جاسوس مشرکین پر بدؑعا اور اُس کے گھوڑے کا سنگ ستانی زمین میں دھنس جانا پھر آپؐ کی دُعاءِ مبارک سے اس کا زمین سے نکل جانا

(۱۳۹۳) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدِیْثُ هِجْرَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَکْرٍ مِنْ مَّکَّةَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ قَالَ فِیْهِ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ وَ نَحْنُ فِیْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ وَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُتِیْنَا قَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ فَرَسُهُ اِلٰی بَطْنِهَا فَقَالَ اِنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمَا دَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوَا لِیْ وَ اللّٰهِ لَکُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْکُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا اللّٰهَ فَنَجَا فَرَجَعَ لَا یَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا قَالَ قَدْ کُفِیْتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا یَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ وَ فِیْ لَفْظٍ فَسَاخَ فَرَسُهٗ فِی الْاَرْضِ اِلٰی بَطْنِهٖ وَ وَثَبَ عَنْهُ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ هٰذَا عَمَلُکَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یُّخَلِّصَنِیْ مِمَّا اَنَا فِیْهِ وَ لَکَ عَلَیَّ لَاُعْمِیَنَّ مَنْ وَّرَائِیْ.

(رواہ الشیخان)

(۱۳۹۳) براء بن عازبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے خود سراقہ بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہم سخت پتھریلی زمین میں تھے تو ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو اب پکڑے گئے آپ نے فرمایا فکر نہ کرو' یقین جانو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر حضورؐ نے اسے بددعا دی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا - اس نے کہا' اچھا میں سمجھ گیا تم دونوں نے مجھے بددعا دی ہے - اچھا اب آپ دونوں میرے لئے نجات کی دعائے خیر کرو- خدا کی قسم آپ دونوں کا احسان میرے اوپر ہے اور اس کے لئے میں اب یہ کروں گا کہ تمہیں ڈھونڈھنے والوں کو یہیں سے لوٹا دوں گا - تب حضورؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو وہ اس مصیبت سے نجات پا گیا - پھر سراقہ وہاں سے لوٹا اور راستے میں جس سے بھی ملتا سب کو وہیں سے واپس کر دیتا کہ جاؤ کچھ فکر کی ضرورت نہیں وہ ادھر تو نہیں گئے - غرض جس سے بھی ملتا سب کو لوٹا دیتا ایک روایت میں ہے کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا تو وہ کود پڑا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سمجھ گیا یہ آپ ہی کا کام ہے - اب اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے' جس میں میں ہوں چھڑا دے اور میں آپ کے لئے یہ کروں گا کہ جو شخص بھی میرے پیچھے آئے گا اس کو دھوکہ میں ڈال کر راستہ نہ بتاؤں گا -

(۱۳۹۴) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مِنْ رِوَایَةِ سُرَاقَةَ نَفْسَهٗ قَالَ جَاءَ نَا رُسُلُ کُفَّارِ قُرَیْشٍ یَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ

(۱۳۹۴) ابن شہاب سراقہ بن مالک کا خود اپنا بیان اس طرح نقل کرتے ہیں کہ کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرے یا قید کرے تو اس کو ان

(۱۳۹۴) * ہجرت کا یہ واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مختلف جگہ موجود ہے ہم نے صرف اس کے دو طریقے پیش کیے ہیں تا کہ ......

اَبِیْ بَکْرٍ دِیَةَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِمَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَسَرَهٗ فَبَیْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلَجٍ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ یَا سُرَاقَةُ اِنِّیْ رَاَیْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهُمَا مُحَمَّدًا وَّ اَصْحَابَهٗ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَیْسُوْا بِهِمْ وَ لٰکِنَّکَ رَاَیْتَ فُلَانًا وَ فُلَانًا ثُمَّ لَبِثْتُ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَ خَلْتُ بَیْتِیْ فَاَمَرْتُ جَارِیَتِیْ اَنْ تُخْرِجَ فَرَسِیْ وَهِیَ مِنْ وَّرَاءِ اَکَمَةٍ فَتَحْبِسُهَا عَلَیَّ وَ اَخَذْتُ رُمْحِیْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَیْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْاَرْضَ وَ خَفَضْتُ عَالِیَهٗ حَتّٰی اَتَیْتُ فَرَسِیْ فَرَکِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰی دَنَوْتُ مِنْهُمْ وَ عَثَرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ عَنْهَا فَاَهْوَیْتُ یَدِیْ اِلٰی کِنَانَتِیْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَیَخْرُجُ الَّذِیْ اَکْرَهُ فَرَکِبْتُ وَ عَصَیْتُ الْاَزْلَامَ فَقَرَّبَتْ بِیْ حَتّٰی اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ لَا یَلْتَفِتُ وَ اَبُوْبَکْرٍ یُکْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ یَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ

میں سے ہر ایک کے عوض میں ایک دیت کے برابر مال ملے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ابھی کچھ دیر گذرنے نہ پائی تھی کہ میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا اے سراقہ دریا کے کنارے میں نے ابھی ابھی کچھ لوگ دیکھے ہیں جن کے متعلق میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفیق ہوں گے۔ اس کے پتہ دینے پر میں سمجھ تو گیا کہ ہوں نہ ہوں یہ وہی ہیں' مگر بات ٹالنے کے لیے میں نے اس سے کہہ دیا وہ بھلا کہاں ہوتے شاید تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا۔ پھر ذرا سا وقفہ دے کر میں وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی باندی سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر نکالے۔ وہ ایک ٹیلہ کے پیچھے تھا اور اس کو لے کر کھڑی رہے ادھر میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف سے نکلا اور اس کی پھال زمین کی طرف کر دی اور اس کے اوپر کے حصہ کو نیچا کر دیا (تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے) یہاں تک کہ اپنے گھوڑے پر آ کر سوار ہو گیا اور اس کو تیز کر دیا تاکہ وہ جلد ان کو جا پکڑے۔ جب میں ان کے نزدیک جا پہنچا تو میرا گھوڑا دفعتہً پھسلا اور میں اس کے اوپر سے جا پڑا' کھڑے ہو کر میں نے اپنے فال کے تیر نکالے اور ان کا پانسا گھمایا تاکہ یہ دیکھوں کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں دیکھا تو اس میں ایسی بات نکلی جس کو میں ناپسند کرتا تھا' مگر پھر بھی میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے اور نزدیک جا پہنچا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے جب میں اتنا قریب جا پہنچا تو اس مرتبہ میرے گھوڑے کے دونوں ہاتھ یعنی اگلے دونوں

لله ..... آپ یہ انداز ہ فرما سکیں کہ کہنے کو تو یہ ایک ہی واقعہ ہے' مگر نہ معلوم کتنے معجزات کا حامل ہے اور کیوں نہ ہو کہ آج خدا کا محبوبؐ اپنے وطن مالوف و محبوب سے خدا کے لیے باہر کیا جا رہا ہے۔ ایک ذی حس انسان تصور کرے کہ ان حالات میں آپؐ کے اوپر کیا گذر سکتی ہے' پھر اس کی تسلی کے لیے قدرت جو کرشمے اپنی رأفت و رحمت کے دکھائے ان کا تصور خود فرما لیجئے اپنی خوابگاہ پر کس طرح حضرت علیؓ کو لٹایا' کس طرح دشمنوں کے جھرمٹ میں سے صاف آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے کس طرح تعاقب کرنے والے دشمنوں کا لله .....

حَتّٰی بَلَغَتَا الرُّکْبَتَیْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَکَدْ تُخْرِجُ یَدَیْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَ ثَرِیَدَیْهَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْاَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِیْ اَکْرَهُ فَنَادَیْتُهُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَکِبْتُ فَرَسِیْ حَتّٰی جِئْتُهُمْ وَ وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ حِیْنَ لَقِیْتُ مَا لَقِیْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ اَنْ سَیَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ ذَکَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ. (رواہ الشیخان)

پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں پھر اس کی پشت سے جا پڑا' میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو زور سے ڈانٹا مگر وہ اپنے ہاتھ زمین سے نہ نکال سکا' پھر جب بمشکل وہ سیدھا کھڑا ہوا کو تو زمین سے دھوئیں کی طرح ایک غبار نکلا میں نے پھر اپنے تیر گھمائے' مگر پھر وہی بات نکلی جو مجھ کو پسند نہ تھی اس پر میں نے امن کے لیے آواز دی وہ ٹھہر گئے- میں گھوڑے پر سوار ہو کر جب بالکل ان کے پاس پہنچ گیا تو اپنے روک دیئے جانے کی وجہ سے میرے دل میں اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا- اس کے بعد پورا واقعہ نقل کیا-

(متفق علیہ)

الرسول الاعظم و استجابة دعائه صلوات الله و سلامه علیه

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی دعائے مبارک کی شانِ قبولیت

(۱۳۹۵) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ قَاضِیًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِیْ وَ اَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَ لَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَیَهْدِیْ قَلْبَکَ وَ یُثَبِّتُ لِسَانَکَ. اِذَا تَقَاضٰی اِلَیْکَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ کَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَکَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَکَکْتُ فِیْ قَضَاءٍ بَعْدُ.

(رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجة)

(۱۳۹۵) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے قاضی و منصف بنا کر بھیج رہے ہیں' حالانکہ میں ابھی کم عمر ہوں اور مجھے جھگڑے چکانا نہیں آتا- حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو صحیح بات ہی کی طرف رہنمائی فرما دیا کرے گا اور تمہاری زبان کو حق بات پر جما کر رکھے گا لہٰذا جب بھی تمہارے پاس دو فریق آئیں تو تم ایک ہی شخص کی باتوں کو سن کر فیصلہ نہ کر دیا کرنا جب تک کہ تم فریق ثانی کی بات بھی نہ سن لو کیونکہ اس صورت میں معاملہ تمہارے سامنے خوب اچھی طرح واضح ہو جائے گا- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد مجھے کسی معاملہ میں شک و شبہ نہیں ہوا- (ترمذی)

ﷺ ..... حشر ہوا کس طرح غار ثور میں محفوظ رہے کس طرح ام معبد پر گذر ہوا' کس طرح دودھ کے متعلق دوسرے واقعات ظاہر ہوئے- یہ سب واقعات ان ہی اوراق میں آپ کی نظروں سے گذر چکے ہیں اور جو جو معجزات ہماری نظروں سے اب تک ہماری لاعلمی کی وجہ سے غائب رہے یا راویوں کے سہو و نسیان کے نذر ہو گئے یا ان کے زمانے کے واقعات ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قابل بیان نہ تھے یا سند کی بحثوں نے ان کو سرے سے ساقط ہی کر دیا ان کی تعداد اس قدر زائد ہے کہ ان کے بیان کے لیے کئی ضخیم جلدیں چاہئیں-

(۱۳۹۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ اَخُوْبَنِیْ جُمَحٍ قَدْ حَلَفَ وَ هُوَ بِمَكَّةَ لَيَقْتُلَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْفَتُهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَنَا اَقْتُلُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاَقْبَلَ اُبَیٌّ مُقْنَعًا فِی الْحَدِيْدِ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجٰی مُحَمَّدٌ فَحَمَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ قَتْلَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ اَخُوْ بَنِیْ عَبْدِالدَّارِ يَقِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَفْسِهٖ فَقُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَبْصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْقُوَةَ اُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ مِنْ فُرْجَةٍ بَيْنَ سَابِغَةِ الدِّرْعِ وَ الْبَيْضَةِ فَطَعَنَهٗ فِيْهَا بِحَرْبَةٍ فَوَقَعَ اُبَیٌّ عَنْ فَرَسِهٖ وَ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ طَعْنَتِهٖ دَمٌ فَاَتَاهُ اَصْحَابُهٗ فَاحْتَمَلُوْهُ وَ هُوَ يَخُوْرُ خُوَارَ الثَّوْرِ. فَقَالُوْا لَهٗ مَا اَجْزَعَكَ اِنَّمَا هُوَ خَدْشٌ فَذَكَرَ لَهُمْ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَقْتُلُ اُبَيًّا. ثُمَّ قَالَ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ هٰذَا الَّذِیْ بِیْ بِاَهْلِ ذِی الْمَجَازِ لَمَاتُوْا اَجْمَعُوْنَ فَمَاتَ اِلَی النَّارِ.

(۱۳۹۶) کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابی بن خلف نے جو بنو جمح کا بھائی لگتا تھا مکہ مکرمہ میں اس پر قسم اٹھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کر کے چھوڑے گا- جب اس کی اس قسم کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا-" چنانچہ جب ابی چاروں طرف سے ہتھیاروں سے سج کر میدان جنگ میں آیا تو اس نے پکار کر کہا "آج کے دن اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ گئے تو خدا کرے میں زندہ نہ بچوں"- یہ کہہ کر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حملہ کیا- مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو عبدالدار کے بھائی لگتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے فوراً سامنے آ گئے اور شہید ہو گئے- ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اس کے خود اور لمبی چوڑی درع کے درمیان اس کی ہنسلی کے پاس ذرا سی جگہ کھلی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ لے کر اس جگہ پر مارا بس نیزہ لگنا تھا کہ ابی اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور حال یہ تھا کہ آپ کے نیزہ سے ذرا سا خون بھی نہ نکلا- اس کے ساتھی اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ بیل کی سی آواز نکال رہا تھا- اس پر اس کے رفقا نے کہا کتنا بزدل شخص ہے یہ کیا زخم ہے صرف ایک معمولی سی خراش ہے- یہ سن کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں ہی ابی کو قتل کروں گا- اِس کے بعد کہا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ تکلیف مجھے ہے کہ اگر یہ سارے ذی المجاز (ایک بازار کا نام ہے) والوں کو ہوتی تو وہ سب اس کی وجہ سے ختم ہو جاتے یہ کہہ کر وہ واصل جہنم ہو گیا-

(مستدرک وغیرہ)

(رواه موسى بن عقبة عن ابن شهاب الزهرى عن سعيد بن المسيب و ذكره الواقدى و هذا لفظه و هو مما ذكره عروة بن الزبير فى مغازيه و ابن اسحاق و غير هما و الحاكم فى المستدرك ج ٢ ص ٣٢٧.)

(۱۳۹۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ

(۱۳۹۷) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے

عِنْدَ الْبَيْتِ وَ اَبُوْ جَهْلٍ وَ اَصْحَابٌ لَهُ جُلُوْسٌ وَ قَدْ نُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِالْاَمْسِ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى سَلَا جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَاْخُذُهٗ فَيَضَعَهٗ فِيْ كَتِفَيْ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ فَاَخَذَهٗ فَلَمَّا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ فَاسْتَضْحَكُوْا وَ جَعَلَ بَعْضُهُمْ يَمِيْلُ عَلٰى بَعْضٍ وَ اَنَا قَائِمٌ اَنْظُرُ لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ طَرَحْتُهٗ عَنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا لَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ حَتّٰى انْطَلَقَ اِنْسَانٌ اِلٰى فَاطِمَةَ فَجَاءَتْ وَ هُوَ جُوَيْرِيَةٌ فَطَرَحَتْهُ عَنْهُ ثُمَّ اَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ رَفَعَ صَوْتَهٗ ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَ اِذَا سَاَلَ سَاَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهٗ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضَّحْكُ وَ خَافُوْا دَعْوَتَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَ شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَ اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَ ذَكَرَ السَّابِعَ لَمْ اَحْفَظْهُ فَوَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْ سَمّٰى صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ۔ (رواه الشيخان)

رفقاء جو وہاں جمع تھے' ان میں سے کسی نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی تھی ابوجہل بولا تم میں سے ہے کوئی شخص جو اٹھ کر اس اونٹ کی اوجھڑی کو لے آئے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کے شانوں پر جا کر رکھ دے آخر جوان میں سب سے زیادہ بد نصیب تھا' اس نے یہ ہمت کی اور جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو اس نے وہ اوجھڑی لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں پر ڈال دی پھر کیا تھا ایک قہقہہ لگا کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر جا جا کر گرنے لگے- میں یہ سب ماجرا کھڑا دیکھ رہا تھا کاش میرے ساتھ کوئی چھوٹی سی جماعت بھی ہوتی تو میں آپؐ کے شانوں سے اس کو اٹھا کر پھینک دیتا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سربسجود تھے اور اپنا سر مبارک نہ اٹھاتے تھے- اتنے میں کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خبر کی' یہ اس وقت بہت کم سن تھیں بھاگ کر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں سے وہ اوجھڑی اٹھا کر پھینک دی' پھر ان بد کرداروں کو برا بھلا کہنے لگیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آوازِ بلند اُن پر بد دعا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب بد دعا فرماتے تو تین بار فرماتے اسی طرح جب کوئی دعا مانگتے تو تین بار مانگتے پھر تین بار فرمایا الٰہی قریش سے انتقام لے-'' جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمہ سنا تو ان کی سب ہنسی خوشی غائب ہو گئی اور سہم کر رہ گئے- اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر بد دعائیں فرمائیں الٰہی ابوجہل' عتبہ' شیبہ' ولید' امیہ اور عقبہ سے (اور ایک ساتویں شخص کا اور نام لیا جو اس وقت مجھ کو یاد نہیں رہا) انتقام لے- اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے جن جن مشرکین کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک کو جنگ بدر کے میدان میں مقتول پڑا ہوا دیکھا اس کے بعد وہ گھسیٹ کر وہاں ایک کنوئیں میں ڈال دیئے گئے- (بخاری ومسلم)

وَ كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمَّا عَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اِبْنَيْهِ اَنْ يُطَلِّقَا اِبْنَتَي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُقَيَّةَ وَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَ قَالَ عُتَيْبَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرْتُ بِدِيْنِكَ وَ فَارَقْتُ ابْنَتَكَ لَا تَجِيْئُنِيْ وَ لَا اُجِيْئُكَ ثُمَّ تَسَلَّطَ عَلَيْهِ بِالْاَذٰى وَ شَقَّ قَمِيْصَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ فَخَرَجَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ حَتّٰى نَزَلُوْا فِيْ مَكَانٍ مِّنَ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ الزَّرْقَاءُ لَيْلًا فَطَافَ بِهِمُ الْاَسَدُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَجَعَلَ عُتَيْبَةُ يَقُوْلُ وَيْلُ اُخِيْ هُوَ وَ اللّٰهِ اٰكِلِيْ كَمَا دَعَا مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَلَيَّ قَتَلَنِيْ وَ هُوَ بِمَكَّةَ وَ اَنَا بِالشَّامِ فَعَدَا عَلَيْهِ الْاَسَدُ مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ وَاَخَذَ بِرَاْسِهٖ فَذَبَحَهٗ وَ فِيْ رِوَايَةِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا طَافَ الْاَسَدُ بِهِمْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ اِنْصَرَفَ عَنْهُمْ قَامُوْا وَ جَعَلُوْا عُتَيْبَةَ فِيْ وَسْطِهِمْ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ يَتَخَطَّاهُمْ حَتّٰى اَخَذَ بِرَاْسِ عُتَيْبَةَ فَفَدَغَهٗ كَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اَصْحَابِ السِّيَرِ.

جب ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دیں۔ تو عتیبہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بدتمیزی سے یوں کہا کہ میں تمہارے دین کو نہیں مانتا اور میں نے تمہاری لڑکی کو چھوڑ دیا کہ نہ وہ میرے بلانے پر آئے نہ میں اس کے بلانے پر آؤں۔ (یا نہ وہ مجھے جواب دے نہ میں اسے جواب دوں) پھر اس بدبخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کا قصد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیراہن مبارک پھاڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دیجئے۔ کچھ دنوں کے بعد قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ وہ لڑکا کسی سفر کو نکلا۔ ملک شام میں ایک مقام پر جس کا نام زرقا تھا وہ قافلہ رات کو اترا۔ ایک شیر رات میں ان کے پاس سے گھوم گیا تو عتیبہ کہنے لگا اے بھائی بڑا غضب ہو گیا' یہ شیر بخدا مجھے کھا جائے گا جیسا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر بددعا کی ہے' حالانکہ وہ اس وقت مکہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ بس پھر اس شیر نے قافلہ کے بیچ میں سے گزر کر اسی پر حملہ کیا اور اس کا سر پکڑا اور اسے مار ڈالا اور ہشام نے اپنے والد عروہ سے یوں روایت کی ہے کہ جب شیر اس رات میں ان کے پاس گھوم گیا تو قافلے والے اٹھ بیٹھے اور وہ عتیبہ کو بیچ میں کر کے چاروں طرف خود پھیل گئے تو وہ شیر سب کے بیچ میں سے گذرتا ہوا آگے آیا اور اس نے عتیبہ کا سر پکڑا اور اسے توڑ ڈالا۔ اہل سیر کے یہاں اسی طرح مشہور ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر الجواب الصحیح میں کیا ہے۔

(ذكره ابن تيمية في الجواب الصحيح ج ٤ ص ٢١١ رواه الحاكم في المستدرك و صححه الذهبي. و ذكره القرطبي في تفسير سورة و النجم و ابن كثير في البداية و النهاية ج ٦ ص ٢٦٣.)

الرسول الاعظم و الهداية في الدنيا و الكرامة في الاخرة لمن اطاعه صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور فیض تاثیر سے دنیا میں حصول ہدایت اور آخرت میں عزت و کرامت

(۱۳۹۸) وَ فِيْ مَغَازِيْهِ اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ وَهَبٍ

(۱۳۹۸) عمیر بن وہب الجحی جب مشرکین مکہ مکرمہ کے پاس آیا اور

الْجُمَحِيَّ لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى مَكَّةَ وَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَ مِنْهُمْ. اَقْبَلَ عُمَيْرٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ فِي الْحِجْرِ. فَقَالَ صَفْوَانُ قَبَّحَ اللّٰهُ الْعَيْشَ بَعْدَ قَتْلٰى بَدْرٍ قَالَ اَجَلْ وَ اللّٰهِ مَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ بَعْدَ هُمْ وَ لَوْ لَا دَيْنٌ عَلَيَّ لَا اَجِدُ لَهٗ قَضَاءً وَ عِيَالٌ لَا اَدَعُ لَهُمْ شَيْئًا لَرَحَلْتُ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقَتَلْتُهٗ اِنْ مَلَأْتُ عَيْنِيْ مِنْهُ فَاِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ عِلَّةً اَعْتَلُّ بِهَا. اَقُوْلُ قَدِمْتُ عَلٰى اَنِّيْ اَفْدِيْ هٰذَا الْاَسِيْرَ. فَفَرِحَ صَفْوَانُ بِقَوْلِهٖ وَ قَالَ لَهٗ عَلَيَّ دَيْنُكَ وَ عِيَالُكَ اُسْوَةُ عِيَالِيْ فِي النَّفَقَةِ فَحَمَلَهٗ صَفْوَانُ وَ جَهَّزَهٗ وَ اَمَرَ بِسَيْفِ عُمَيْرٍ فَصُقِلَ وَ سُمَّ فَاَقْبَلَ عُمَيْرٌ حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ بِبَابِ الْمَسْجِدِ وَ عَقَلَ رَاحِلَتَهٗ وَ اَخَذَ السَّيْفَ فَعَمِدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ وَ هُوَ فِيْ نَفَرٍ مِنَ الْاَنْصَارِ يَتَحَدَّثُوْنَ فَقَالَ عُمَرُ عِنْدَكُمُ الْكَلْبُ هٰذَا عَدُوُّ اللّٰهِ الَّذِيْ حَرَّشَ بَيْنَنَا يَوْمَ بَدْرٍ وَ حَذَّرَنَا لِلْقَوْمِ" ثُمَّ قَامَ عُمَرُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا اَقْدَمَكَ؟ قَالَ اَسِيْرِيْ عِنْدَكُمْ فَفَادِنَا فِيْ اُسَرَائِنَا فَاِنَّكُمُ الْعَشِيْرَةُ وَ الْاَهْلُ." قَالَ فَمَا بَالُ السَّيْفِ فِيْ عُنُقِكَ؟ قَالَ عُمَيْرٌ قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوْفٍ فَهَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا اِنَّمَا نَسِيْتُهٗ فِيْ عُنُقِيْ حِيْنَ نَزَلْتُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُصْدُقْنِيْ مَا اَقْدَمَكَ؟ قَالَ مَا

جنگ بدر میں جن کفار کو قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو اب عمیر، صفوان بن امیہ کے پاس حجر میں آ کر بیٹھا اور بولا صفوان! جنگ کے مقتولین کے بعد ہماری اس زندگی پر تف ہے اس نے کہا بے شک اس کے بعد جینے کا کوئی مزا نہیں۔ اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے اور یہ بچے نہ ہوتے جن کے لیے میرے بعد کوئی سرمایہ نہیں ہے تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا اگر تم میرے بچوں اور قرض کی طرف سے مجھ کو مطمئن کر دیتے تو میرے لیے ان سے اس وقت بہانہ کرنے کا ایک موقعہ بھی ہے۔ میں ان سے یہ کہوں گا کہ میں اپنے قیدی کا فدیہ دینے کے لیے آیا ہوں۔ اس کی اس بات سے صفوان بڑا خوش ہوا اور بولا کہ اچھا تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور تیرے بچوں کے سب اخراجات میرے بچوں کے برابر رہیں گے۔ صفوان نے اس کو سواری دی اور سب ساز و سامان کے ساتھ لیس کر دیا اور حکم دے دیا کہ صفوان کی تلوار صیقل کر کے زہر میں بجھا دی جائے۔ اب عمیر روانہ ہو گیا مدینہ پہنچا اور مسجد شریف کے دروازہ پر آ کر اترا اور اپنی سواری باندھی اور تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا۔ عمرؓ نے اس کو دیکھ لیا اس وقت وہ جماعتِ انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے کچھ گفتگو فرما رہے تھے اس کو دیکھ کر انہوں نے فرمایا یہ وہی کتا خدا کا دشمن اب تمہارے سامنے ہے، جس نے جنگِ بدر میں ہمارے درمیان جنگ کی سازش مرتب کی تھی اور لوگوں کو ہمارے برخلاف اُبھارا تھا اس کے بعد عمرؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد آپ سے پورا واقعہ بیان کیا۔ بات یہاں تک پہنچی کہ آپؐ نے عمیر سے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ وہ بولا میرا ایک قیدی آپؐ کے پاس ہے، لٰہذا مجھ سے اس کا فدیہ قبول کر لیجئے، آخر آپؐ ہمارے قبیلہ و کنبہ ہی کے تو ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تمہاری گردن میں یہ تلوار کیسی لٹک رہی ہے؟ عمیر نے کہا خدا تعالیٰ اس کا ستیاناس کرے جنگ بدر ہی میں اس نے ہم کو کیا نفع دیا، جب میں اترا تو اس کو لٹکا ہوا بھول گیا اور میری گردن میں لٹکی رہ گئی۔ آپ نے پھر پوچھا اچھا سچ سچ بتا دو کیوں آئے ہو؟

قَدِمْتُ اِلَّا فِیْ اَسِیْرِیْ' قَالَ فَمَاذَا شَرَطْتَ لِصَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّۃَ فِی الْحِجْرِ؟ فَفَزِعَ عُمَیْرٌ وَ قَالَ مَاذَا شَرَطْتُ؟ قَالَ تَحَمَّلْتَ لَہٗ بِقَتْلِیْ عَلٰی اَنْ یَعُوْلَ بَنِیْکَ وَ یَقْضِیَ دَیْنَکَ وَ اللّٰہُ حَائِلٌ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ ذَالِکَ. فَقَالَ عُمَیْرٌ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' کُنَّا نُکَذِّبُکَ بِالْوَحْیِ وَ بِمَا یَاْتِیْکَ مِنَ السَّمَاءِ وَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ کَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ صَفْوَانَ فِی الْحِجْرِ لَمْ یَطَّلِعْ عَلَیْہِ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُہٗ فَاَخْبَرَکَ اللّٰہُ بِہٖ (و ذالک بقیۃ الحدیث رواہ موسٰی بن عقبۃ قست برزۃ الطبرانی ایضًا قال الھیثمی و رجالہ رجال الصحیح ج ۷ ص ۲۸۷)

اس نے کہا میں تو صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں کہ اپنے قیدی کا فدیہ دے دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا تم نے حجر میں بیٹھ کر صفوان کے ساتھ کس معاملہ پر شرط باندھی تھی؟ اب تو وہ گھبرا اٹھا اور بولا میں نے تو کسی بات پر شرط نہیں باندھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات پر کہ تم مجھے قتل کرو گے اور وہ تمہارے بچوں کے مصارف کا کفیل رہے گا اور تمہارا قرض ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے اس ارادہ کے درمیان حائل ہے (تو مجھے قتل نہیں کرسکتا) یہ سن کر عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور کہا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہم وحی اور ان تمام باتوں کو جو آسمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جاتی ہیں جھٹلایا کرتے تھے' لیکن یہ بات جو حجر میں بیٹھ کر میرے اور صفوان کے درمیان ہوئی تھی اس کی خبر میرے اور اس کے سوا کسی کو بھی نہیں لہٰذا ضرور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو اس کی خبر دی ہے۔ (طبرانی)

(۱۳۹۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ اِلٰی بَنِیْ عَامِرٍ فِیْ سَبْعِیْنَ فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَھُمْ خَالِیْ: اَتَقَدَّمُکُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِیْ حَتّٰی اُبَلِّغَھُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اِلَّا کُنْتُمْ مِنِّیْ قَرِیْبًا فَتَقَدَّمَ فَاٰمَنُوْہُ فَبَیْنَمَا ھُوَ یُحَدِّثُھُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اَوْمَئُوْا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَطَعَنَہٗ

(۱۳۹۹) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی سلیم کے ستر اشخاص کو قبیلہ بنو عامر کے پاس بھیجا جب وہ وہاں پہنچے تو میرے ماموں نے کہا میں تم سے آگے جاتا ہوں اگر انہوں نے مجھ کو امن دیا یہاں تک کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے تعارف کراؤں تو فبہا ورنہ تو تم میرے نزدیک ہی تو ہو گے چنانچہ یہ آگے چلے گئے۔ بنو عامر نے ان کو امن دیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابھی ان سے مصروفِ گفتگو ہی تھے کہ انہوں نے چپکے سے ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے ان کو نیزہ مارا اور پار کر دیا۔ یہ والہانہ انداز میں بول اٹھے رب کعبہ کی قسم میں تو

(۱۳۹۹) * اس میں ایک عامرہ بن فہیرہ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے سوا اور بھی معجزات ہیں جو تفصیلی روایات میں موجود ہیں۔ یہاں رفع الی السماء کو محال کہنے والے دیکھیں کہ جو معجزہ ان کے نزدیک ہزاروں سوالات کے بعد بھی اب تک طے نہ ہو سکا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد خدام کے ساتھ پیش آ چکا ہے اور آج تو جدید تحقیقات کی نظر میں یہ ایک مضحکہ خیز ہے جب کہ مریخ پر راکٹ جا رہے ہوں۔ کرۂ نار و کرۂ زمہریر ایک افسانہ پارینہ قرار دیا جا چکا ہو' ان کا ایسے لوگوں کا پیش کرنا جو وحی کے بھی مدعی ہوں خود ان کی وحی کے بطلان کے لیے کافی اور وافی ہے۔

فَـانْـفَـذَهٗ فَقَالَ فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَا لُوْا عَنْ بَـقِيَّةِ اَصْحَابِه فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا رَجُلًا اَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ وَ اٰخَرُ مَعَهٗ فَاَخْبَرَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ اَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَءُ اَنْ بَـلِّغُوْا عَـنَّا قَوْمَنَا اِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا ثُـمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعٰى عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَ ذَكْوَانَ وَ عُصَيَّةَ وَ بَنِيْ لِحْيَانَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ كَانَ فِيْ هٰؤُلَاءِ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عَنْهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْاَرْضِ.

(رواه البخاری)

کامیاب ہو گیا - اس کے بعد بنو عامر نے ان کے اور ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر ڈالا بجز دو صحابی کے' ایک تو لنگڑے تھے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور دوسرے ان کے ساتھ تھے - حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ تقریباً وہ سب شہید ہو چکے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اس نے ان کو بھی خوش کر دیا - (جس کی اطلاع) پہلے ہم قرآن کریم کی اس آیت میں بایں الفاظ پڑھا کرتے تھے: بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا. یعنی ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے اور وہ ہم سے خوش ہو گیا اور ہم کو بھی اس نے خوش کر دیا - اس کے بعد اس آیت کی تلاوت منسوخ کر دی گئی - ان مقتولین میں عامر بن فہیرہ بھی شامل تھے - اس واقعہ پر قبیلہ رعل و ذکوان اور عصیہ و بنی لحیان پر جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی تھی چالیس دن تک آپؐ نے بد دعا فرمائی - عامر بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور میں اس کو آسمان اور زمین کے درمیان اپنی آنکھوں سے اٹھتا ہوا دیکھتا رہا - (بخاری)

الرسول الاعظم و البركة فى ريقه المبارك و يده الكريمة صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور دست مبارک کی برکت و تاثیر

(۱۴۰۰) عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّهٗ اُصِيْبَتْ عَيْنُهٗ فِي الْغَزْوِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَسَالَتْ عَلٰى وَ جْنَتِهٖ فَاَرَادُوْا اَنْ يَقْطَعُوْهَا فَسَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا وَ دَعَاهُ وَ غَمَزَ حَدَقَتَهٗ بِرَاحَتِهٖ فَكَانَ لَا يَدْرِيْ اَيَّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَتْ فَكَانَتْ اَحْسَنَ عَيْنَيْهِ وَاَحَدَّهُمَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَرَفَعَ

(۱۴۰۰) عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد قتادہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑتے ہوئے ان کی آنکھ میں زخم لگا اور وہ رخسار پر لٹک آئی - لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ کر پھینک دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لیے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نہیں ایسا نہ کرو - پھر ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کے حلقہ کو ذرا دبا دیا تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ میں زخم آیا تھا اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہو گئی تھی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر آپ

حَدقَتَہٗ حَتّٰی وَضَعَھَا مَوْضِعَھَا ثُمَّ غَمَزَھَا بِرَاحَتِہٖ وَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اکْسُھَا جَمَالًا فَمَاتَ وَ مَا یَدْرِیْ مَنْ لَقِیَہٗ اَیُّ عَیْنَیْہِ اُصِیْبَتْ. (رواہ الشیخان و قد ذکر ابن کثیر قصۃ اخری تشبھھا (البدایۃ و النھایۃ ج ۳ ص ۲۹۱)

صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کے ڈھیلے کو اوپر اٹھایا اور اس کو اس کی جگہ پر جما دیا پھر اسے اپنی ہتھیلی سے ذرا دبا دیا اور یوں دعا فرمائی اے الٰہی! اس کو خوبصورتی اور جمال عطا فرما تو پھر ان کے انتقال تک یہ حال رہا کہ ان سے جو بھی ملتا اس کو کبھی یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ ان کی کس آنکھ میں زخم لگا تھا۔

(بخاری و مسلم)

(۱۴۰۱) عَنْ قَتَادَۃَ بْنِ النُّعْمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ اُصِیْبَتْ عَیْنُہٗ یَوْمَ بَدْرٍ فَسَالَتْ حَدقَتُہٗ عَلٰی وَجْنَتِہٖ فَاَرَادُوْا اَنْ یَقْطَعُوْھَا فَسَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَدَعَاہُ فَغَمَزَ حَدقَتَہٗ بِرَاحَتِہٖ فَکَانَ لَا یَدْرِیْ اَیَّ عَیْنَیْہِ اُصِیْبَ و فی روایۃ فَکَانَتْ اَحْسَنَ عَیْنَیْہِ.

(رواہ البیھقی و البدایۃ و النھایہ ج ۳ ص ۲۹۱ ثم روی قصۃ اخری مثلھا)

(۱۴۰۱) قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک آنکھ غزوۂ بدر میں اس بری طرح سے زخمی ہوئی کہ اس کی سفیدی تک ان کے رخسار پر بہہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بالکل کاٹ کر باہر نکال دینے کا ارادہ کر لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے منع فرمایا اور ان کو بلا کر اپنی ہتھیلی سے اس بہی ہوئی سفیدی کو اندر دبا دیا اسی وقت وہ درست ہو گئی، حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی دونوں آنکھوں میں کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہی آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں زیادہ خوشنما معلوم ہونے لگی۔

(بیہقی۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۹۱)

(۱۴۰۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ الْیَھُوْدِیِّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَ اَمَّرَ عَلَیْھِمْ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَتِیْکٍ وَ کَانَ اَبُوْ رَافِعٍ یُؤْذِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یُعِیْنُ عَلَیْہِ وَ کَانَ فِیْ حِصْنٍ لَّہٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْہُ وَ قَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ رَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِھِمْ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِاَصْحَابِہٖ اِجْلِسُوْا مَکَانَکُمْ فَاِنِّیْ مُنْطَلِقٌ وَ مُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّیْ اَدْخُلُ. قَالَ فَاَقْبَلَ حَتّٰی دَنٰی مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِہٖ کَاَنَّہٗ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ

(۱۴۰۲) براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کے قتل کے لیے چند انصاریوں کو مقرر کیا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ یہ ابو رافع حضور کو بہت ایذا دیا کرتا اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کی ایک زمین تھی وہیں وہ رہا کرتا تھا۔ جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے اور سورج ڈوب گیا اور لوگ اپنے اپنے ڈھوروں کو لے کر چلے گئے تو عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے سے کہا کہ آپ لوگ یہیں بیٹھیں میں اکیلا جاتا ہوں اور دربان سے ملاطفت اور بہلانے کی باتیں کروں گا شاید میں اندر جا سکوں۔ روای کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ پھاٹک کے قریب پہنچے پھر چادر سے ڈھاٹا باندھا گویا وہ قضائے حاجت کرنے گئے تھے۔ بہت سے لوگ اندر جا چکے تھے تو دربان نے ان کو دیکھ کر پکار کر کہا' اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا چاہتے ہو تو جلد آ جاؤ میں اب پھاٹک بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر داخل ہو

وَ قَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا
عَبْدَاللّٰهِ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) اِنْ كُنْتَ
تُرِيْدُ اَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُغْلِقَ
الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ
اَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْاَغَالِيْقَ عَلٰى وُدٍّ قَالَ
فَقُمْتُ اِلَى الْاَقَالِيْدِ فَاَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ
وَ كَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهٗ وَ كَانَ فِيْ
عَلَالِيَّ لَهٗ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ اَهْلُ سَمَرِهٖ
صَعِدْتُ اِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا
اَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ اِنَّ الْقَوْمَ لَوْ
نَذِرُوْا بِيْ لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَيَّ حَتّٰى اَقْتُلَهٗ
فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ
عِيَالِهٖ لَا اَدْرِيْ اَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ
اَبَارَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَاَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ
فَضَرَبْتُهٗ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَ اَنَا دَهِشٌ فَمَا
اَغْنَيْتُ شَيْئًا وَ صَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ
فَمَكَثْتُ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا
هٰذَا الصَّوْتُ يَا اَبَارَافِعٍ فَقَالَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ
اِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِيْ قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ
فَضَرَبْتُهٗ ضَرْبَةً اَثْخَنَتْهُ وَ لَمْ اَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ
ضَبِيْبَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى اَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ
فَعَلِمْتُ اَنِّيْ قَدْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ
بَابًا فَبَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ
رِجْلِيْ وَ اَنَا اُرٰى اَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ
فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ
فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَتِيْ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى

گیا اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب اور لوگ بھی اندر داخل ہو لیے تو اس
نے پھاٹک بند کر دیا پھر کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ عبداللہ کہتے ہیں
کہ میں نے کنجیوں کے پاس جا کر ان پر قبضہ کیا اور پھاٹک کا قفل کھول دیا۔
ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں کہی جاتی تھیں وہ اپنے ایک اوپر کے کمرے
میں تھا۔ جب ابورافع کے پاس سے اس کے افسانہ گو بھی اٹھ کر چلے گئے تو
میں اس کے کوٹھے پر چڑھا اور جس دروازہ کو کھول کر میں اندر جاتا اندر سے
اسے بند بھی کرتا جاتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میرے ساتھیوں کو اگر
میرے متعلق کچھ خطرہ بھی گذرے اور وہ میری مدد کو میرے پاس آنا چاہیں
گے تو وہ میرے پاس پہنچنے بھی نہ پائیں گے کہ اس وقت تک ان شاء اللہ میں
اسے قتل کر چکا ہوں گا۔ غرض میں اس کے پاس پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ ایک
اندھیرے کمرہ میں اپنے اہل وعیال کے بیچ میں ہے' مگر میں نہیں سمجھ سکتا تھا
کہ وہ اس کوٹھری میں کس جگہ پر ہے تو میں نے اس کا نام لے کر پکارا۔ ابو
رافع! وہ بولا کون ہے؟ بس میں آواز پر انداز سے بڑھا اور میں نے اس پر
تلوار کا ایک وار کیا۔ میں کچھ گھبرایا ہوا تھا' اس لیے کام پورا کر نہیں سکا اور وہ
چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ بس تھوڑی دیر ٹھہر کر میں پھر کوٹھری کے
اندر گیا اور میں نے (آواز بدل کر) پوچھا اے ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ کیا
ہوا؟ وہ بولا ارے تیری ماں پر مصیبت آ ٹوٹے۔ گھر میں کوئی آدمی ابھی
ابھی مجھے تلوار مار گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے اس پر ایک وار اور
کیا۔ جس سے اس کا خون بہت بہہ گیا' مگر ابھی وہ مرا نہیں تھا۔ اس کے بعد
میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں جھونک دی کہ پیٹھ تک دھنستی چلی گئی
تب میں نے سمجھ لیا کہ اب میں نے اسے مار ڈالا پھر میں ایک ایک کر کے
تمام دروازے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے ختم تک پہنچ گیا۔ اس
کے بعد میں نے اپنا پیر یہ سمجھ کر رکھا کہ میں (سیڑھیاں ختم کر چکا اور) زمین
پر پیر رکھ رہا ہوں تو چاندنی رات میں میں زمین پر گر پڑا کہ میری پنڈلی کی
ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامہ سے کس کر باندھا' پھر میں چلا اور
پھاٹک کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچا کہ میں اس وقت تک یہاں

جَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی اَعْلَمَ اَقَتَلْتُهٗ اَمْ لَا؟ فَلَمَّا صَاحَ الدِّیْکُ قَامَ النَّاعِیْ عَلَی السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعٰی اَبَارَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ "فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَقُلْتُ النَّجَا فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَارَافِعٍ. قَالَ فَانْتَهَیْنَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ حَدَّثْنَاهُ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ. فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِهَا قَطُّ.

(رواہ البخاری)

سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ یقینی طور پر نہ معلوم کرلوں کہ میں نے قتل بھی کر دیا یا نہیں جب صبح کے وقت مرغ نے بانگ دی تو ایک خبر مرگ دینے والے نے فصیل پر چڑھ کر پکار کر کہا کہ میں حجاز والوں کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر سناتا ہوں- تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے کہا بس اب بھاگ چلو اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا- راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے سارے واقعات بیان کیے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ تو میں نے اپنی ٹانگ پھیلا دی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا- بس ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی- (رواہ البخاری)

(۱۴۰۳) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ لَمَّا اسْتَعْمَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الطَّائِفِ جَعَلَ یَعْرِضُ لِیْ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِیْ حَتّٰی مَا اَدْرِیْ مَا اُصَلِّیْ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذَالِکَ رَحَلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِبْنُ اَبِی الْعَاصِ؟ قُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" قَالَ مَا جَاءَ بِکَ؟ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَرَضَ لِیْ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِیْ حَتّٰی مَا اَدْرِیْ مَا اُصَلِّیْ قَالَ ذَاکَ الشَّیْطَانُ اُدْنُهْ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَجَلَسْتُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیَّ قَالَ فَضَرَبَ صَدْرِیْ بِیَدِهٖ وَ تَفَلَ فِیْ فَمِیْ وَ قَالَ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ فَفَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اِلْحَقْ بِعَمَلِکَ قَالَ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَعَمْرِیْ مَا اَحْسِبُهٗ خَالَطَنِیْ

(۱۴۰۳) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھ کو طائف پر عامل مقرر کر کے بھیجا تو وہاں پہنچ کر مجھ کو یہ شکایت ہوگئی کہ نماز میں میری ایسی حالت ہو جاتی کہ مجھ کو یہی خبر نہ رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں- جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا ابن ابی العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ضرور کسی ضرورت سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں میرے سامنے کوئی چیز ایسی آ جاتی ہے کہ مجھ کو یہی خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان ہے- ذرا قریب آؤ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گیا اور اپنے دونوں پیروں پر بیٹھ گیا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا ''او خدا کے دشمن نکل جا-'' تین بار ایسا ہی کیا- اس کے بعد فرمایا: اچھا جاؤ اب اپنے کام پر جاؤ- عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں بقسم کہتا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی

(۱۴۰۳) * آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک اور لعاب دہن کا یہ اعجازی اثر دوسرے مقامات میں بھی نظر آتا ہے اس لیے اس کو آپ کے جسمانی برکات و معجزات میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے

بَعْدُ. (رواہ ابن ماجہ فی باب الفزع و الارق)

مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ)

(۱۴۰۴) عَنْ اُمِّ جُنْدُبٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَتَبِعَتْہُ امْرَاَۃٌ مِنْ خَثْعَمٍ وَ مَعَھَا صَبِیٌّ لَھَا بِہٖ بَلَاءٌ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا ابْنِیْ وَ بَقِیَّۃُ اَھْلِیْ وَ اِنَّ بِہٖ بَلَاءٌ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِنْ مَّاءٍ فَاُتِیَ بِمَاءٍ فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَ مَضْمَضَ فَاہُ ثُمَّ اَعْطَاھَا فَقَالَ اسْقِیْہِ مِنْہُ وَ صُبِّیْ عَلَیْہِ مِنْہُ وَ اسْتَشْفِی اللّٰہَ لَہٗ قَالَتْ فَلَقِیْتُ الْمَرْءَۃَ فَقُلْتُ لَوْ وَھَبْتِ لِیْ مِنْہُ فَقَالَتْ اِنَّمَا ھُوَ لِھٰذَا الْمُبْتَلِیْ قَالَتْ فَلَقِیْتُ الْمَرْءَۃَ مِنَ الْحَوْلِ فَسَاَلْتُھَا عَنِ الْغُلَامِ فَقَالَتْ بَرَاَ وَ عَقَلَ عَقْلًا لَیْسَ کَعُقُوْلِ النَّاسِ.

(رواہ ابن ماجہ فی باب النشرۃ)

(۱۴۰۴) ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لیے ہوئے آئی جو کچھ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بچہ ہے اور خاندان بھر میں بس یہی رہ گیا ہے اور اس کو کوئی بیماری ہے' جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تھوڑا سا پانی لاؤ۔ پانی حاضر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک دھوئے اور منہ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ پانی بچہ کو پلا اور کچھ اس پر چھڑک اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے اس کی صحت کی دعا کر۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے ذرا سا مجھ کو دے دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو صرف اس بیمار بچہ کے لیے ہے۔ یہ بیان کرتی ہیں کہ آئندہ سال میری اس عورت سے پھر ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس کے بچہ کا حال پوچھا اس نے کہا وہ بالکل اچھا ہو گیا اور ایسا سمجھ دار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھ دار نہیں ہوتے۔

(ابن ماجہ)

(۱۴۰۵) عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ سَاقِ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَثَرَ ضَرْبَۃٍ فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا ھٰذِہِ الضَّرْبَۃُ؟ قَالَ ھٰذِہٖ ضَرْبَۃٌ اَصَابَتْنِیْ یَوْمَ خَیْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِیْبَ سَلَمَۃُ قَالَ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَکَیْتُ مِنْھَا حَتَّی السَّاعَۃِ.

(رواہ البخاری)

(۱۴۰۵) یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ کہنے لگے یہ اس زخم کا نشان ہے جو میں نے جنگ خیبر میں کھایا تھا۔ تو لوگوں نے شور مچایا کہ لو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو کام آ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین بار پھونک مار دی۔ اس وقت سے آج تک مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔

(بخاری شریف)

(۱۴۰۶) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَخْبَرَنِیْ سَهْلٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُفْتَحُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ لَیْلَتَهُمْ اَیُّهُمْ یُعْطٰی؟ فَغَدَوْا کُلُّهُمْ یَرْجُوْهُ فَقَالَ اَیْنَ عَلِیٌّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) فَقِیْلَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَ دَعَا لَهٗ فَبَرأَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ.

(رواه البخاری و فی طریق عنده فبرا مکانه)

(۱۴۰۶) سہلؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگِ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا' جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح نصیب فرمائے گا اور اس کو اللہ اور اس کا رسول پیارے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا پیارا ہے- اس بشارت کو سن کر لوگ تمام شب بے چین رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو ملتا ہے (یہ بشارت کس کے نصیب میں ہے) دوسرے دن ہر شخص اسی امید میں آپؐ کے سامنے حاضر ہوا' مگر آپؐ نے پوچھا علیؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں- آپؐ نے ان کو بلایا وہ آئے- آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی- بس اسی وقت وہ ایسی صاف ہوگئیں گویا ان میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی' پھر جھنڈا ان کے حوالے فرمادیا- (بخاری شریف)

الرسول الاعظم و تاثیره فی الاحجار و الاشجار و البهائم و تصرفه فیها و تسخیرها له صلوات الله و سلامه علیه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجر و حجر اور بہائم میں تاثیر و تصرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کا مسخر و مطیع ہونا

(۱۴۰۷) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّ مَعَهٗ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَ اسْکُنْ وَ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَلَیْسَ عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَهِیْدَانِ.

(رواه البخاری)

(۱۴۰۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ تھے تو پہاڑ ہلنے لگا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پیر مار کر فرمایا ٹھہر جا' تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں-

(بخاری شریف)

(۱۴۰۶) * مسند احمد' نسائی' ابن حبان اور حاکم میں ہے کہ شروع میں جھنڈا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہا' پھر دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہا مگر خیبر فتح نہ ہوسکا اور کیسے فتح ہوتا جب کہ عالم تقدیر میں فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ قرار پاچکے تھے بالآخر تیسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کے حوالہ فرمایا اور عالم تقدیر کی بشارت پہلے سنادی کہ خیبر کی فتح ان ہی کے ہاتھوں پر مقدر ہے- سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی کیسی جامع صفات تھی کہ جب ان کی تجلیات صحابہ میں نظر آتی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے' گویا ان میں ہر شخص جدا جدا افضل و کمال کا مالک ہے- ان کے لعاب دہن پر ماں باپ قربان جس کی معجزانہ تاثیر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آن کی آن میں شفایاب ہوگئے-

(۱۴۰۸) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَیَّامِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ یَوْمَ الْقَرِّ وَ ھُوَ الْیَوْمُ الثَّانِیْ قَالَ وَ قُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْسِتٌّ فَطَفِقْنَ یَزْدَلِفْنَ اِلَیْہِ بِاَیَّتِھِنَّ یَبْدَأُ فَلَمَّا وَ جَبَتْ جُنُوْبُھَا قَالَ فَتَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ خَفِیَّۃٍ لَمْ اَفْھَمْھَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ۔

(رواہ ابوداؤد)

(۱۴۰۸) عبداللہ بن قرطؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم النحر (قربانی کا دن دسویں ذی الحجہ) ہے اس کے بعد یوم القر (۱۱ ذی الحجہ) یعنی دوسرے دن کا درجہ ہے- راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ اونٹ لائے گئے تو وہ سب کے سب حضورؐ کی طرف جھوم جھوم کر بڑھنے لگے کہ جس سے چاہیں ابتداء فرمائیں تو جب ان کے پہلو زمین سے لگ گئے تو راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کوئی کلمہ آہستہ سے فرمایا' جسے میں سمجھ نہیں سکا تو میں نے کہا کہ حضورؐ نے کیا فرمایا تھا؟ تو کہا جو شخص چاہے لے لے- (ابوداؤد)

(۱۴۰۹) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ حَتّٰی اِذَا دُفِعْنَا اِلٰی حَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ بَنِی النَّجَّارِ اِذَا فِیْہِ جَمَلٌ لَا یَدْخُلُ الْحَائِطَ رَجُلٌ اِلَّا شَدَّ عَلَیْہِ فَذَکَرُوْا ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حَتّٰی اَتَی الْحَائِطَ فَدَعَی الْبَعِیْرَ فَجَاءَ وَاضِعًا مِشْفَرَہٗ اِلَی الْاَرْضِ حَتّٰی بَرَکَ بَیْنَ یَدَیْہِ قَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَاتُوْا خِطَامَہٗ فَخَطَمَہٗ وَ دَفَعَہٗ اِلٰی صَاحِبِہٖ قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ

(۱۴۰۹) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے مدینہ واپس ہوئے یہاں تک کہ جب قبیلہ بنی نجار کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو اس میں ایک اونٹ تھا جو شخص بھی اس باغ میں گھستا وہ اس پر حملہ آور ہوتا- یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم باغ کے پاس تشریف لائے اور اونٹ کو آواز دی وہ اپنا ہونٹ زمین پر لٹکائے ہوئے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مہار لاؤ- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہار لے کر اس کی ناک میں ڈال دی اور اونٹ کو مالک کے حوالے کر دیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' زمین و آسمان میں ایسا کوئی

(۱۴۰۸) ✱ اسی حدیث کا شاید صحیح نقشہ وہ ہو جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

ہمہ آہوان صحراء سر خود نہادہ بر کف ۔۔۔ بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

سبحان اللہ جانوروں کی یہ جاں نثاری ہو اور انسانوں میں یہ خصلت ہو' سخت افسوس ہی افسوس ہے- یہاں معجزات کے منکر تاویل سوچیں کہ یہ نوخریدکردہ جانور کس مادی قانون سے اپنی اپنی جانوں کے قربان کرنے میں پیش قدمی کر رہے تھے؟ اگر دیکھا جائے تو ایک مؤمن کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا معجزہ ہی معجزہ ہے' مگر ایک منکر کے لیے کیا فائدہ؟ وہ ان کے اسانید ہی پر مطمئن نہیں ہوتا' حالانکہ اپنی زندگی کے کسی عملی شعبہ میں وہ ان شقوں اور احتمالات کے نکالے بغیر غرق جدوجہد نظر آتا ہے- لیکن آپ کے معجزات میں وہ سو طرح کے حیلے تراشتا ہے اور آخر انکار کے بغیر چین نہیں آتا- اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا عَاصِي الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ. (رواه الامام احمد و الدارمی و غيرهما)

نہیں جس کو اس کا یقین نہ ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر جنات اور کافر انسانوں کے۔

(امام احمد والدارمی)

(۱۴۱۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ وَاقِمٍ عَرَضَتْ امْرَاَةٌ بَدَوِيَّةٌ بِابْنٍ لَّهَا فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا ابْنِيْ قَدْ غَلَبَنِيْ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَادْنِيْهِ مِنِّيْ فَادْنَتْهُ مِنْهُ. فَقَالَ افْتَحِيْ فَمَهٗ فَفَتَحَتْهُ فَبَصَقَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ شَاْنُكِ بِابْنِكِ لَيْسَ عَلَيْهِ بَاْسٌ فَلَنْ يَّعُوْدَ اِلَيْهِ شَيْءٌ مِّمَّا كَانَ يُصِيْبُهٗ وَ ذَكَرَ قِصَّةَ الشَّجَرَتَيْنِ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا صَحْرَاءَ دَيْمُوْمَةً لَيْسَ فِيْهَا شَجَرَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَابِرٍ يَا جَابِرُ انْطَلِقْ فَانْظُرْ لِيْ مَكَانًا يَعْنِيْ لِلْغَائِطِ فَخَرَجْتُ اَنْطَلِقُ فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا شَجَرَتَيْنِ

(۱۴۱۰) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم ذات الرقاع (مقام کا یا غزوہ کا نام ہے) میں غزوہ کے ارادہ سے نکلے اور ایسا ہوا کہ جب (مقام) حرہ واقم میں پہنچے تو سامنے سے ایک دیہاتی عورت اپنا بچہ لیے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یا رسول اللہ یہ میرا لڑکا ہے' شیطان نے اس کا ایسا پیچھا کیا ہے کہ مجھے تنگ کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اچھا اس بچہ کو ذرا میرے قریب لاؤ وہ قریب لے کر آ گئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا منہ کھول۔ اس نے بچہ کا منہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر یہ الفاظ فرمائے ''او اللہ کے دشمن تجھ پر پھٹکار' دفع ہو جا۔'' اور میں ہی اللہ کا رسول ہوں تین بار یہی کلمات فرما کر کہا' لے اب اپنے بچہ کو لے جا. اب یہ بالکل اچھا ہو گیا اور آئندہ یہ تکلیف اس کو نہ ہوگی۔ اس کے بعد راوی حدیث نے دو درختوں کا واقعہ بیان کیا وہ کہتا ہے کہ پھر ہم چلے اور ایک جنگل بیابان میں پہنچے' جس میں کہیں کوئی درخت نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا! جابرؓ جاؤ اور قضائے حاجت کے لیے کوئی مناسب جگہ جا کر دیکھو۔ میں دیکھنے چلا' مگر مجھے کہیں کوئی پردہ کی جگہ نہ ملی صرف دو درخت نظر آئے جو علیحدہ علیحدہ تھے اگر وہ ایک جگہ ہو جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ بن سکتے تھے۔ میں واپس ہوا

(۱۴۱۰) ✱ یہ روایت ہم نے اس لیے ذکر کی ہے۔ کہ اس کے متفرق معجزات صحت کے ساتھ متفرق طور پر صحیح حدیثوں میں علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں' یہاں سب ایک سلسلہ میں دہرا دیئے گئے ہیں۔ یہ تمام ایک سے ایک عجیب معجزہ ہیں' مگر اس کو کیا کیجئے کہ اس کے اجزاء الگ الگ صحیح طریقوں سے ثابت ہیں۔ اس لیے ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں' ہم نے یہ بات پہلے کئی بار تنبیہاً بیان کی ہے کہ کوئی معجزہ ایسا کم ہوگا جس کی پشت پر اسی جنس کا دوسرا قوی تر معجزہ موجود نہ ہو یا وہی دوسری قوی سند سے ثابت نہ ہو۔ اب کسی ضعیف سند کو لے کر اسی کو اپنے سامنے رکھ لینا یہ طریق انصاف نہیں۔

مُفرَّقَتَینِ لَوْ اَنَّھُمَا اجْتَمَعَتَا سَتَرَتَاہُ فَرَجَعْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اللّٰہِ مَارَاَیْتُ شَیْئًا یَسْتُرُکَ اِلَّا شَجَرَتَینِ مُفَرَّقَتَینِ وَ لَوْ اَنَّھُمَا اجْتَمَعَتَا سَتَرَتَاکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْ اِلَیْھِمَا فَقُلْ لَّھُمَا "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اجْتَمِعَا" قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ لَھُمَا فَاجْتَمَعَتَا حَتّٰی کَاَنَّھُمَا فِیْ اَصْلٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ رَجَعْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قَضٰی حَاجَتَہٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ ائْتِھِمَا فَقُلْ لَّھُمَا "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَکُمَا ارْجِعَا کَمَا کُنْتُمَا کُلُّ وَاحِدَۃٍ اِلٰی مَکَانِھَا" فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ لَھُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَکُمَا ارْجِعَا کَمَا کُنْتُمَا فَرَجَعَتَا ثُمَّ خَرَجْنَا فَنَزَلْنَا فِیْ وَادٍمِنْ اَوْدِیَۃِ بَنِیْ مُحَارِبٍ فَعَرَضَ لَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ مُحَارِبٍ یُقَالُ لَہٗ "غُوْرِثُ بْنُ الْحَارِثِ" وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَقَلِّدٌ سَیْفَہٗ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَعْطِنِیْ سَیْفَکَ ھٰذَا فَسَلَّہٗ فَنَاوَلَہٗ اِیَّاہُ وَ نَظَرَ اِلَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَنْ یَمْنَعُکَ مِنِّیْ؟ قَالَ اللّٰہُ فَارْتَعَدَتْ یَدُہٗ حَتّٰی سَقَطَ السَّیْفُ مِنْ یَدِہٖ فَنَاوَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے تو علیحدہ علیحدہ صرف دو درخت ہی ایسے نظر پڑے ہیں اگر وہ ایک جگہ ہوتے تو آپ کے لیے پردہ بن سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور ان سے جا کر کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں مل جاؤ۔ یہ بیان کرتے ہیں میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم میں نے ان کو سنا دیا وہ فوراً ایک دوسرے سے مل گئے اور ایسے مل گئے' گویا وہ دونوں ایک ہی جڑ میں لگے ہوئے درخت ہیں۔ میں واپس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال بیان کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو مجھ سے فرمایا: ان سے جا کر کہہ دو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ جاؤ پھر اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ اور جیسے پہلے تھے اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ۔ چنانچہ میں گیا اور میں نے جا کر ان سے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تمہیں یہ حکم فرمایا ہے کہ پھر جا کر اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ جیسے پہلے تھے' چنانچہ حسب الحکم وہ اسی طرح واپس ہو گئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد ہم بنو محارب کی ایک وادی میں پہنچے تو یہاں بنو محارب کا ایک شخص جس کا نام غورث بن الحارث تھا سامنے سے آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے وہ بولا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا اپنی یہ تلوار مجھے دینا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار میان سے نکال کر اس کے حوالہ کر دی وہ کچھ دیر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا' اس کے بعد بولا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بولو اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ اس پر اُس کے ہاتھ میں رعشہ پڑ گیا۔ یہاں تک کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا' اے غورث اب تم بتاؤ میرے ہاتھ سے تم کو کون بچائے گا؟ وہ بولا کوئی نہیں (اس کے بعد اس کا قصہ یہاں مذکور نہیں ہے)۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ایسا ہوا کہ جب ہم واپس ہوئے تو ایک صحابی ایک پرندہ کا گھونسلہ اس کے بچوں سمیت اٹھا کر لے آئے۔ ان کے ماں باپ بھی

قَالَ يَا غُورِثُ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: لَا اَحَدَ قَالَ ثُمَّ اَقْبَلْنَا رَاجِعِيْنَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشِّ طَيْرٍ يَحْمِلُهُ وَ فِيْهِ فِرَاخٌ وَ اَبَوَاهُ يَتْبَعَانِهِ وَ يَقَعَانِ عَلٰى يَدِ الرَّجُلِ فَاَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ بِفِعْلِ هٰذَيْنِ الطَّيْرَيْنِ بِفِرَاخِهِمَا؟ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَرَبُّكُمْ اَرْحَمُ بِكُمْ مِنْ هٰذَا الطَّائِرِ بِفِرَاخِهِ ثُمَّ اَقْبَلْنَا رَاجِعِيْنَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ وَ اقِمٍ عَرَضَتْ لَنَا الْمَرْاَةُ الَّتِيْ جَاءَتْ بِابْنِهَا بِرُطَبٍ وَ لَبَنِ شَاةٍ فَاَهْدَتْهُ لَهٗ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُكِ هَلْ اَصَابَهٗ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ يُصِيْبُهٗ؟ قَالَتْ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَصَابَهٗ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ يُصِيْبُهٗ وَ قَبِلَ هَدِيَّتَهَا ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَهْبَطٍ مِّنَ الْحَرَّةِ اَقْبَلَ جَمَلٌ يَرْقُلُ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا قَالَ هٰذَا الْجَمَلُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ هٰذَا جَمَلٌ جَاءَنِيْ يَسْتَعْدِيْ عَلٰى سَيِّدِهٖ يَزْعُمُ اَنَّهٗ كَانَ يَحْرُثُ عَلَيْهِ مُنْذُ سِنِيْنَ حَتّٰى اِذَا اَجْرَبَهٗ وَ اَعْجَفَهٗ وَ كَبِرَ سِنُّهٗ اَرَادَ نَحْرَهٗ اِذْهَبْ مَعَهٗ يَا جَابِرُ اِلٰى صَاحِبِهٖ فَاْتِ بِهٖ فَقُلْتُ مَا اَعْرِفُ صَاحِبَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهٗ سَيَدُلُّكَ عَلَيْهِ قَالَ فَخَرَجَ بَيْنَ يَدَيَّ مُعْنِقًا حَتّٰى وَقَفَ بِيْ فِيْ مَجْلِسِ بَنِيْ خَطْمَةَ فَقُلْتُ اَيْنَ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ قَالُوْا فُلَانٌ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مَعِيْ حَتّٰى جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ

(اڑتے ہوئے) پیچھے پیچھے آ گئے اور اس صحابی کے ہاتھ پر گرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے پاس وہ گھونسلہ تھا اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا ان بچوں کے ساتھ ان کے ماں باپ کی محبت دیکھ کر کیا تم تعجب کرتے ہو؟ ایک روایت میں اس جگہ یہ زیادتی اور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا پروردگار تم پر ان بچوں پر ان کے ماں باپ سے کہیں زیادہ مہربان ہے- اس کے بعد جب ہم پھر مقام حرۂ واقم پر واپس ہوئے تو وہی عورت جو پہلے اپنا (آسیب زدہ) بچہ لے کر آئی تھی، اس مرتبہ تازہ کھجوریں اور بکری کے دودھ کا ہدیہ لے کر آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بولو تمہارا بچہ کیسا ہے اس کو وہ شکایت جو پہلے ہوا کرتی تھی پھر تو نہیں ہوئی؟ وہ بولی اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے وہ شکایت تو اس کو پھر کبھی نہیں ہوئی- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرمالیا- اس کے بعد جب ہم اس سنگستان کے نشیب میں اترے تو ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اس اونٹ نے کیا کہا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانیں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس یہ اونٹ اپنے مالک کی زیادتی کی شکایت لے کر آیا تھا- یہ کہتا تھا کہ اس کا مالک سالہا سال تو اس سے کھیتی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ جب اس کو خارشتی بنادیا اور دبلا کر ڈالا اور جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- جابر! جاؤ اس کو ساتھ لے کر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لے آؤ- میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس کے مالک کو نہیں پہچانتا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ ہی تم کو بتادے گا- یہ کہتے ہیں وہ تیز تیز میرے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ بنوخطمہ کی ایک مجلس میں لاکر مجھ کو کھڑا کردیا- میں نے پوچھا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے کہا فلاں آدمی ہے- میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلارہے ہیں وہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جَمَلَكَ هٰذَا يَسْتَعْدِيْ عَلَيْكَ يَزْعُمُ اَنَّكَ حَرَثْتَ عَلَيْهِ زَمَانًا حَتّٰى اَجْرَبْتَهٗ وَ اَعْجَفْتَهٗ وَ كَبُرَ سِنُّهٗ ثُمَّ اَرَدْتَّ نَحْرَهٗ. فَقَالَ وَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ. فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُنِيْهِ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَابْتَاعَهٗ مِنْهُ وَ سَيَّبَهٗ فِي الشَّجَرِ حَتّٰى نَصَبَ سَنَامًا فَكَانَ اِذَا اعْتَلَّ عَلٰى بَعْضِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ مِنْ نَوَا ضِحِهِمْ شَيْءٌ اَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَمَكَثَ بِذٰلِكَ زَمَانًا.

(رواہ الطبرانی)

میرے ساتھ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا اونٹ تیری زیادتی کی شکایت کرتا ہے کہتا ہے کہ مدتوں تو نے اس سے کھیتی کا کام لیا اور جب اس کو خارشتی بنا دیا اور دبلا کر ڈالا تو اب تو اس کے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا واقعہ تو اسی طرح سے ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کیا تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کرے گا؟ وہ بولا یا رسول اللہ جی ہاں- چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خرید لیا اور درختوں میں اس کو آزاد چھوڑ دیا' یہاں تک کہ اس کا کوہان (فربہی کی وجہ سے) اُبھر آیا- اس کے بعد پھر جب کبھی کسی مہاجر یا انصاری کا اونٹ بیمار پڑتا تو آپ وہی اونٹ اس کو دے دیا کرتے- یہ اونٹ اسی طرح بہت دنوں تک زندہ رہا-

(۱۴۱۱) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ وَ كَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ اِنَّا وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا وَ كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى. (رواہ الشیخان)

(۱۴۱۱) انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ میں (دشمن کے آمد کی) خوفناک افواہ اُڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ کے گھوڑا عاریۃً لے کر (تحقیق حال کے لئے خود تشریف لے گئے) یہ گھوڑا مٹھا (سست) تھا جب آپ واپس ہوئے تو فرمایا (اطمینان رکھو کوئی بات نہیں ہے) اور اس کو تو ہم نے دریا کی طرف تیز رو پایا اس کے بعد سے دوڑ میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا- (متفق علیہ)

(۱۴۱۲) مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ فَاتَّبَعْتُهٗ بِاِدَاوَةٍ مِنْ مَّاءٍ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ فَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَحَدِهِمَا

(۱۴۱۲) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ ایک چٹیل وادی میں اترے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کو چلے تو میں بھی ایک لوٹے میں پانی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی تو کوئی ایسی جگہ نہ ملی' جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کر سکتے دیکھا تو وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس پہنچے اور اس کی دو ٹہنیاں پکڑ کر فرمایا- اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چل اور میرا حکم مان- وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

(۱۴۱۲) * غیب کو غیب قائم رکھنے کے لیے قدرت کبھی کبھی اسی طرح کی باتیں کھڑی کر دیتی ہے تا کہ وہ عالم شہادت کی طرح ﷺ .....

فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِـاِذْنِ اللّٰـهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰی فَـاَخَـذَ بِـغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰی اِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ فِیْمَا بَیْنَهُمَا فَلَئَمَ بَیْنَهُمَا حَتّٰی جَمَعَ بَیْنَهُـمَا فَـقَـالَ اِلْتَئِـمَـا عَـلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَالْتَئَمَتَا عَلَیْهِ فَخَرَجْتُ اُحْضِرُ مَخَافَةَ اَنْ یُحِسَّ رَسُوْلُ اللّٰـهِ عَـلَیْـهِ وَسَـلَّـمَ بِقُرْبِیْ فَبَا عَدْتُ فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ فَحَانَتْ مِنِّیْ لِفْتَةٌ فَاِذَا اَنَـا بِـرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَ اِذَا الشَّـجَـرَ تَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا عَلٰی سَاقٍ وَ ذَكَرَ الْحَدِیْثَ. (رواہ مسلم)

حکم پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس طرح چلا آیا' جیسے کوئی اونٹ اپنی نکیل کھینچنے والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہو- اس کے بعد دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر یہی فرمایا - اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چلا آ - وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان کر اسی طرح چلا آیا - جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بیچ میں آ کر دونوں کو ملایا اور فرمایا تم دونوں اللہ کے حکم سے پاس پاس جڑ جاؤ تو وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس جڑ گئے تو میں وہاں سے تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قریب ہونا محسوس نہ فرما لیں تو میں دور چلا گیا اور میں بیٹھ کر دل سے باتیں کرنے لگا - بس میں تھوڑی ہی دیر ذرا غافل ہوا ہوں گا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنہ پر پہلے کی طرح کھڑے ہیں -

(مسلم شریف)

(۱۴۱۳) عَنْ یَعْلَی ابْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِیِّؓ قَالَ ثَلَاثَةُ اَشْیَاءَ رَاَیْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَـلَّـمَ بَیْنَمَا نَحْنُ نَسِیْرُ مَعَهٗ اِذْ مَرَرْنَا بِبَعِیْرٍ یُسْنٰـی عَلَیْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِیْرُ جَرْجَرَ وَ وَضَعَ جِـرَانَهٗ بِالْاَرْضِ فَوَقَفَ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

(۱۴۱۳) یعلی بن مرہ ثقفیؓ کہتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین عجیب باتیں دیکھیں - ایک دفعہ تو ہم سب آپؐ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے ایک اونٹ کے پاس سے گذر ہوا جس سے کھیتی کو پانی دیا جاتا تھا تو اونٹ نے جب آپؐ کو دیکھا تو بلبلایا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی - حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک

لـ ..... کھل نہ جائے اس لیے ضروری تھا کہ یہاں چھپ کر راوی واقعہ نے جو کچھ دیکھا اس پر بھی آخر کار بات مبہم رہ جائے اس لیے بالآخرہ درختوں کی علیحدگی نہ دیکھ سکا - قدرت نے درختوں کی فرمان برداری دکھلا کر شانِ نبوت بھی کیا خوب عیاں دکھلا دی' لیکن جو اس کے علاوہ غیبی بات تھی اس کو عجیب انداز میں مخفی بھی فرما دیا - وہ جانتا تھا کہ جو شان اس کو نظر آئی وہ شانِ نبوت تھی اور جو شانِ الٰہی تھی وہ فہیم انسان کے ایمان کے لیے پہلے ہی کافی مشاہدہ میں آ چکی تھی اب بے پردہ ہو کر قدرت کو اپنا کرشمہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا تھی - یہاں پہلی روایت میں جو واقعہ مذکور ہے' اس میں درختوں کی واپسی کا مشاہدہ بھی موجود ہے - اب دل چاہے تو آپ اس کو مستقل اسی جنس کا علیحدہ واقعہ تسلیم کریں یا ترجیح کے ٹھہرائیں' لیکن مسلم شریف کا یہ واقعہ بہر کیف تسلیم ہی کرنا پڑے گا تھوڑا بہت فرق تو روایاتِ احکام میں بھی ملتا ہے اور اپنے ضوابط کے ماتحت وہ بھی طے ہو کر قابلِ انکار نہیں ہوتا -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ بِعْنِيْهِ. فَقَالَ بَلْ اَهِبُهُ لَکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَابَلْ بِعْنِيْهِ فَقَالَ بَلْ نَهِبُهُ لَکَ وَ هُوَ لِاَهْلِ بَيْتٍ مَالَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ اَمَّا اِذْ ذَکَرْتَ هٰذَا مِنْ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ يَشْتَکِیْ اِلَیَّ کَثْرَةَ الْعَمَلِ وَ قِلَّةَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهُمْ اَرَادُوْا نَحْرَهٗ. رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰی نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ حَتّٰی غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰی مَکَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرْتُ لَهٗ فَقَالَ هِیَ شَجَرَةٌ اِسْتَاْذَنَتْ رَبَّهَا فِیْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جِنَّةٌ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْخَرِهٖ ثُمَّ قَالَ اُخْرُجْ فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِکَ الْمَاءِ فَسَاَلَهَا عَنِ الصَّبِیِّ فَقَالَتْ وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مارأينا منه رَيْبًا بَعْدَکَ کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ.

کہاں ہے؟ وہ آیا تو آپؐ نے فرمایا، تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو- اس نے عرض کیا جی نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں- حضور نے فرمایا نہیں تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو- اس نے وہی کہا نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اونٹ ایسے گھرانہ کا ہے جن کے پاس روزی کا سہارا اس کے سوا کچھ اور ہے نہیں- آپؐ نے فرمایا اچھا جب تم نے اس کا حال بتا دیا تو سنو یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ مجھ سے کام بہت لیا جاتا ہے اور چارہ کم دیا جاتا ہے تو دیکھو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو اور دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا- (احمد) اور شرح السنہ میں ہے کہ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک پڑاؤ پر اترے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا وہاں تک آیا اور اس نے آپ کو ڈھانک کر آپ پر سایہ کر لیا پھر کچھ دیر بعد اپنی جگہ پر واپس چلا گیا- جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے آپ سے یہ حال بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا ہاں یہ وہ درخت ہے، جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی تھی- راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ وہاں سے چلے اور ایک تالاب پر پہنچے تو ایک عورت آپؐ کے پاس اپنا ایک لڑکا لے کر آئی جس کا دماغ خراب ہو گیا تھا- (یا جس پر آسیب کا اثر تھا) تو حضور نے اس کی ناک پکڑی اور فرمایا نکل دور ہو جا- سن میں اللہ کا رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں- پھر ہم آگے چلے جب لوٹنے لگے تو اسی تالاب پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے لڑکے کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہم نے آپؐ کے جانے کے بعد کچھ اثر اس پر نہیں دیکھا- (مشکوٰۃ)

(۱۴۱۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ غَيْضَةً فَاَخْرَجَ مِنْهَا بَيْضَةَ حُمَّرَةٍ فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ تَرِفُّ عَلٰی رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَيُّکُمْ فَجَعَ

(۱۴۱۴) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک آدمی ایک جھاڑی میں گھسا اور وہاں سے چڑیا کا انڈا اٹھا لایا تو وہ چڑیا بھی پھڑ پھڑاتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے سروں پر آ کر منڈلانے لگی- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے اسے ستایا ہے؟ مجمع میں سے ایک شخص بولا میں اس کا انڈا لے آیا ہوں-

هٰذِهٖ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَنَا اَخَذْتُ بَيْضَتَهَا فَقَالَ رُدَّهٗ رَحْمَةً لَّهَا. (رواه ابوداؤد الطيالسي)

آپؐ نے فرمایا نہیں اس پر ترس کھا کر وہ انڈا واپس رکھ آ ؤ۔ (ابوداؤد طیالسی)

(۱۴۱۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍؓ قَالَ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَسَرَّ اِلَيَّ حَدِيْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ، قَالَ وَ كَانَ اَحَبُّ مَا اسْتَتَرَبِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَائِشُ نَخْلٍ فَدَخَلَ حَائِطَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ وَ ذِفْرَاهُ فَسَكَنَ ثُمَّ قَالَ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هُوَ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا فَاِنَّهٗ شَكٰى اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَ تُدْئِبُهٗ. (رواه مسلم)

(۱۴۱۵) عبداللہ بن جعفرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور چپکے سے ایک بات مجھ سے کہی جو کسی شخص پر میں ظاہر نہیں کروں گا۔ روای بیان کرتا ہے کہ رفع حاجت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پردہ کی جگہ پسند تھی وہ باغ ہوں یا کھجور کے درخت ہوں۔ چنانچہ آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ دفعۃً ایک اونٹ آپ کے سامنے آیا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ایک آواز نکالی اور اس کی دونوں آنکھوں سے پانی جاری ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ نے اس کے سر اور کنپٹی پر دستِ مبارک پھیرا وہ خاموش ہوگیا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آگے آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس جانور پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دے رکھا ہے تم کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں آتا۔ اس اونٹ نے اس بات کی مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس کو مار مار کے گھلائے دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۴۱۶) عَنْ شَيْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبَّاسُ نَاوِلْنِيْ مِنَ الْحَصْبَاءِ فَاَقْعَدَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْبَغْلَةَ فَانْخَفَضَتْ بِهٖ حَتّٰى كَادَبَطْنُهَا يَمُسُّ الْاَرْضَ فَتَنَاوَلَ مِنَ الْبَطْحَاءِ فَحَثٰى بِهٖ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَ قَالَ شَاهَتِ

(۱۴۱۶) شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: عباسؓ! کچھ کنکریاں اٹھا کر مجھ کو دینا۔ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچری اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیچی ہو کر اتنی جھک گئی کہ اس کا پیٹ زمین سے لگنے کے قریب ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی کنکریاں اٹھالیں اور دشمن کی جانب ان کو پھینکا اور

(۱۴۱۵) ✱ اس حدیث میں جانور سے کلام کرنے کے معجزہ کے سوا ایک بڑی موعظت وعبرت یہ سکھائی گئی ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ نے ہی ہمارے لیے مسخر فرمائے ان کا بھی ہم پر حق ہے جس کو پہچاننا ضروری ہے پھر انسانوں کو باہم حق شناسی کی اہمیت کیا ہوسکتی ہے۔ یہ بات تو بہت مختصر ہے لیکن اس کا ملحوظ رکھنا مشکل ہے اور اسی حق شناسی پر نظام عالم موقوف ہے اور جتنی اس میں حق ناشناسی پیدا ہوتی چلی جائے اتنا ہی نظام عالم درہم برہم ہوتا چلا جائے گا۔

الْوُجُوْهُ حٰم لَا يُنْصَرُوْنَ. (رواه البغوی و البیهقی کذا فی شرح المواهب ج ۱ ص ۱۳)

فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ حٰم لَا يُنْصَرُوْنَ.

(بغوی بیہقی)

وَقَالَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ لِبَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ اَلْبِدِيْ فَوَضَعَتْ بَطْنَهَا الْاَرْضَ فَاَخَذَ جَعْبَةً (حفنة) فَضَرَبَ بِهَا وُجُوْهَ هَوَازِنَ (کذافی العمدة ج ۷ ص ۳۵۹)

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خچری سے کہا نیچی ہو جا تو اس نے اپنا پیٹ زمین پر رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی لی اور اپنے قبیلہ ہوازن کے منہ پر پھینک مارا۔

(عمدۃ القاری)

(۱۴۱۷) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا انْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ الَّتِيْ يُقَالُ لَهَا الدُّلْدُلُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُلْدُلُ اَسْدِئْ فَاَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِالْاَرْضِ حَتّٰى اَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفْنَةً مِنْ تُرَابٍ فَرَمٰى بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَ قَالَ حٰم لَا يُنْصَرُوْنَ قَالَ فَانْهَزَمَ الْقَوْمُ وَ مَا رَمَيْنَا هُمْ بِسَهْمٍ وَ لَا طَعَنَّاهُمْ بِرُمْحٍ وَ لَا ضَرَبْنَا هُمْ بِسَيْفٍ وَ فِيْهِ مِنْ حَدِيْثِ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ لِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ نَاوِلْنِيْ مِنَ الْبَطْحَاءِ فَاَفْقَهَ اللّٰهُ تَعَالَى الْبَغْلَةَ كَلَامَهٗ فَانْخَفَضَتْ حَتّٰى كَادَ بَطْنُهَا يَمَسُّ الْاَرْضَ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَصْبَاءِ فَنَفَخَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَ قَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ.

(۱۴۱۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ حنین میں مسلمان شکست کھا گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گلابی رنگ کے خچر پر سوار تھے جسے دلدل کہتے ہیں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دلدل جھک جا تو اس نے اپنا پیٹ زمین سے لگا دیا اتنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا لی اور اسے دشمن کے منہ پر پھینک مارا اور فرمایا حٰم لَا يُنْصَرُوْنَ راوی کہتے ہیں کہ پھر تو وہ جماعت بھاگ کھڑی ہوئی حالانکہ نہ ہم نے ان پر کوئی تیر چلایا نہ ان کو نیزہ مارا اور نہ ہی تلوار کا کوئی وار کیا اور اسی روایت میں عثمان کے بیٹے شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں اپنے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھے ذرا کنکریاں تھوڑی سی اٹھا دو تو اللہ تعالیٰ نے اس خچر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سمجھا دی تو وہ خچر خود ہی اتنا جھک گیا کہ اس کا پیٹ زمین سے لگنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی کچھ کنکریاں اٹھا لیں اور کفار کے منہ پر پھینک ماریں اور شَاهَتِ الْوُجُوْهُ. فرمایا۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط کذا فی حیوة الحیوان تحت مادة ب غ ل)

(طبرانی و نیز حیوۃ الحیوان در مادہ ب غ ل)

(۱۴۱۸) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ

(۱۴۱۸) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس وقت بیت اللہ شریف کے ارد گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے

(۱۴۱۸) ✱ یہ واقعہ جتنا صحیح بخاری میں آیا ہے اگر چہ صرف اس کے الفاظ سے اس میں کوئی اعجاز نظر نہ آئے لیکن فاکہی کی روایت ..... لله

الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَ ثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ وَ يَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ.

تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کی طرف اشارہ کرتے اور یہ فرماتے جاتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ الخ فاکہی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ آپ کی لکڑی بت کو لگتی بھی نہ تھی اور وہ خود بخود فوراً نیچے آ پڑتا تھا۔

(رواہ البخاری فی المغازی و اخرج الحافظ فی الفتح الباری ج ۸ ص ۱۳ عن ابن عمر فیسقط الصنم و لا یمسه ذکرہ الفاکھی وصححه ابن حبان)

(۱۴۱۹) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَ بَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَ لَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذُوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ. الحدیث (رواہ البخاری)

(۱۴۱۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان نکل آئی (جس کو ہم نہ توڑ سکے) لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی دیکھئے یہ ایک سخت چٹان نکل آئی ہے آپؐ نے فرمایا اچھا تو میں خود اترتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپؐ کے پیٹ سے پتھر بندھا ہوا تھا (صحابہؓ کہتے ہیں) ہم لوگوں کو کوئی چیز چکھے ہوئے بھی تین دن گذر چکے تھے آپؐ نے پہنچ کر کدال اپنے دست مبارک میں لیا اور ایک ضرب لگائی تو چٹان ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔ (بخاری شریف)

(۱۴۲۰) عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

(۱۴۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ جب

ﷺ ..... پر نظر ڈالنے سے وہ کھلا ہوا معجزہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر اس زیادتی کے صحیح کہنے والے ابن حبان ہیں جن کی تصحیح معترضین کی نظروں میں ہلکی سمجھی گئی ہے لیکن افسوس ہے کہ جب بڑے بڑے محدثین اس قسم کی زیادتیوں کی بنا پر کسی واقعہ کو معجزات کی فہرست میں شمار کرتے ہیں تو بے وجہ ان پر ملامت شروع کر دی جاتی ہے اور جب خود اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو اس پر ذرا نظر نہیں کی جاتی۔ اس قسم کے واقعات سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ محدثین اگر کسی واقعہ کو معجزہ کہتے ہیں تو ضرور کسی بنیاد ہی پر کہتے ہیں۔ یہاں تحقیق کے بغیر ان کو ملامت شروع کر دینا سخت ناانصافی اور ظلم ہے۔

(۱۴۱۹) * تعجب ہے کہ ایک ایک معجزہ پر عقل کی ترازو لگانے والوں نے اس واقعہ کو کسی چون و چرا کے بغیر معجزہ کیسے تسلیم کر لیا ہے یہاں بھی یہ کہنا ممکن نہ تھا کہ صحابہؓ کی ضربوں سے چٹان کمزور پڑ چکی ہو پھر آپ کی ضرب سے وہ ٹوٹ گئی ہو اور كَثِيْبًا اَهْيَلَ کہنا صرف ایک عرفی مبالغہ ہو مگر صحابہؓ کے مزاج شناس اور حدیثوں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس واقعہ کی پوری سرگذشت از اول تا آخر خارق عادت تھی۔ یہاں احتمال کے گھوڑے دوڑانا صرف ایک وہمی شخص کا کام ہو سکتا ہے۔ اب اس کے ساتھ آپ آئندہ واقعہ کی پوری تفصیل ملا کر یہ اندازہ کر لیجئے کہ آپؐ کے معجزانہ افعال کو کوشش کر کر کے عام واقعات میں شامل کرتے رہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

(۱۴۲۰) * معجزات کو پھیکا کرنے والے شاید یہاں بھی یہ لکھ دیں کہ پتھر کے اوپر لوہے کی ضرب سے چمک پیدا ہو جانا روز ﷺ .....

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَفْرِ الْخَنْدَقِ عُرِضَتْ لَهُمْ صَخْرَةٌ حَالَتْ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْحَفْرِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَخَذَ الْمِعْوَلَ وَ وَضَعَ رِدَاءَهُ نَاحِيَةَ الْخَنْدَقِ وَ قَالَ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَامُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ ثُلُثُ الْحَجَرِ وَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَائِمٌ يَنْظُرُ فَبَرِقَ مَعَ ضَرْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرْقَةٌ فَرَاٰهَا سَلْمَانُ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّانِيَةَ وَ قَالَ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَا لثُّلُثُ الْاٰخَرُ فَبَرِقَتْ بَرْقَةٌ فَرَاٰهَا سَلْمَانُ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّالِثَةَ وَ قَالَ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ الثُّلُثُ الْبَاقِيْ وَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَخَذَ رِدَاءَهُ وَ جَلَسَ قَالَ سَلْمَانُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُكَ حِيْنَ ضَرَبْتَ مَا تَضْرِبُ ضَرْبَةً اِلَّا كَانَتْ مَعَهَا بَرْقَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ رَاَيْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِيْ وَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ حِيْنَ ضَرَبْتُ الضَّرْبَةَ الْاُوْلٰى رُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ كِسْرٰى وَ مَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودنے والوں کے سامنے ایک سخت چٹان نکل آئی جس کو وہ توڑ نہ سکے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور کدال خود ہاتھ میں لی اور اپنی چادر خندق کے کنارے پر رکھ کر ایک ضرب لگائی اور یہ کلمات زبان پر لائے وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا . آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرب لگانا تھا کہ چٹان کا ایک تہائی پتھر ٹوٹ کر اڑ گیا اس وقت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کھڑے دیکھ رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب کے ساتھ بجلی کی سی ایک چمک نظر آئی جو انہوں نے آنکھوں سے دیکھی اس کے بعد پھر دوسری ضرب لگائی اور پھر وہی کلمات پڑھے تو تہائی چٹان اور ٹوٹ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب کے ساتھ پھر ایک چمک پیدا ہوئی جس کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری بار وہی کلمات پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ضرب لگائی تو اس کا بقیہ ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپ اپنی چادر لے کر خندق سے باہر تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے دیکھا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر پر ضرب لگاتے تھے تو بجلی کی سی ایک چمک نکلتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تم نے یہ دیکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں اس خدائے پاک کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں نے پہلی ضرب لگائی تھی تو میرے سامنے کسریٰ کی سلطنت اور اس کے اردگرد کی سب بستیاں کر دی گئی تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حاضرین نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ان ملکوں کے فتح کرنے

لـه ..... مرہ کا معمولی واقعہ ہے اس میں اعجاز کیا ہے' لیکن سلمان فارسیؓ کی آنکھوں سے پوچھو جنھوں نے نہ معلوم کتنی بار خندقیں دیکھی ہوں گی اور پتھروں سے چنگاریاں بھی نکلتی دیکھی ہوں گی کہ وہ اس چمک کو دیکھ کر متحیر ہوتے رہے آخرکار اس عجیب چمک کا راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر رہ نہ سکے اور جب آپؐ نے وہ تفصیلات جو سلمانؓ کے خواب وخیال میں نہ تھیں بتائیں تو یہ واضح ہو گیا کہ آپؐ کی ایک ایک ضرب میں مادی دنیا کے کتنے بڑے بڑے انقلابات پنہاں تھے۔ اگر سلمانؓ یہاں یہ سوال نہ کر لیتے تو معجزہ کے شوقین لـه .....

حَوْلَهَا وَ مَدَائِنُ كَثِيرٌ حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالَ لَهُ مَنْ حَضَرَهُ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّفْتَحَهَا اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ يُغْنِمَنَا دِيَارَهُمْ وَ يُخَرِّبَ بِاَيْدِيْنَا بِلَادَهُمْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ ثُمَّ ضَرَبْتُ الضَّرْبَةَ الثَّانِيَةَ فَرُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ قَيْصَرَ وَ مَا حَوْلَهَا حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّفْتَحَهَا عَلَيْنَا وَ يُغْنِمَنَا دِيَارَهُمْ وَ يُخَرِّبَ بِاَيْدِيْنَا بِلَادَهُمْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ ثُمَّ ضَرَبْتُ الثَّالِثَةَ فَرُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ الْحَبَشَةِ وَ مَا حَوْلَهَا مِنَ الْقُرٰى حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوْكُمْ وَ اتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ.

(رواه النسائی فی الجهاد)

والے کون لوگ ہوں گے؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرا دے- اور ان کی بستیاں ہمارا مال غنیمت بنا دے- اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو تباہ و برباد کر دے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے لیے دعا فرما دی- پھر جب میں نے دوسری بار ضرب لگائی تھی تو قیصر کی سلطنت اور اس کے ارد گرد کے شہر سامنے کیے گئے یہاں تک کہ ان کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا- صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرا دے اور ہماری غنیمت بنا دے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو برباد کرا دے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھی دعا فرما دی- پھر میں نے تیسری بار ضرب لگائی تو حبشہ کی سلطنت میرے سامنے کی گئی اور جو اس کے اردگرد کی بستیاں تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو بھی آنکھوں سے دیکھا تھا- اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک اہل حبشہ تم سے کچھ نہ کہیں تم بھی ان سے کچھ نہ کہنا اور اسی طرح جب تک ترک خاموش رہیں تم بھی خاموش رہنا-

(نسائی شریف)

الرسول الاعظم و دلائل قدرة الله تعالٰى فى اياته التى ظهرت على يديه صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کی وہ نشانیاں جو آپؐ کے دستِ مبارک پر ظاہر ہوئیں

(۱۴۲۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

(۱۴۲۱) انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازہ

ﻟﮧ ..... بھی شاید اس کو ایک ہی معجزہ سمجھتے لیکن اب معلوم ہوا کہ آپؐ کی ضرب میں صرف ایک چٹان کے تودہ خاک بن جانے کا معجزہ نہ تھا بلکہ قیاس و گمان سے بالاتر واقعات کو عظیم الشان پیشگوئی کے علاوہ ان کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے معجزات بھی شامل تھے- سبحان اللہ نبی و رسول بھی ایک بشر ہی ہوتے ہیں لیکن قدرت ان کے ساتھ کبھی کبھی ایسے کرشمے بھی ظاہر فرماتی ہے جن میں سے ہر کرشمہ مادی دنیا کی شکست دینے کے واسطے کافی ہے اسی کا نام معجزہ ہے-

حیرت ہے کہ معجزہ مادی طاقت کی شکست کا ثبوت ہوتا ہے اور معجزہ کی حقیقت سے ناآشنا اسے جرثقیل لگا کر مادہ ہی کی سرپرستی میں رکھنا چاہتے ہیں-

(۱۴۲۱) * یہاں بھی بارش کا ہونا آپؐ کی بہت بڑی برکت کا ظہور تھا اور وہ بھی پانی ہی سے متعلق تھا مگر اس قسم کے متعدد ﻟﮧ .....

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ کَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ یَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَ انْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ یُغِثْنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌ وَ لَا وَ اللّٰهِ مَانَرٰی فِی السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَ لَا مِنْ قَزَعَةٍ وَ اِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ وَ مَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَ سِلْعٍ مِنْ دَارٍ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا وَضَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی ثَارَا لسَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَنْ لِحْیَتِهٖ (رواہ الشیخان) وَ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهٖ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ قَالَ فَلَا وَ اللّٰهِ مَا رَاَیْتُ الشَّمْسَ سَبْتًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَالِکَ الْبَابِ فِی الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا یَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَ انْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یُمْسِکَهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کی جانب سے داخل ہوا جو دار القضا کی جانب تھا اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے یہ شخص آ کر رسول اللہؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ قحط کی وجہ سے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہو گئے اور (سواریاں ہلاک ہو جانے کی وجہ سے) سب راستے بند ہو گئے آپؐ اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ بارش برسا دے۔ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ بارانِ رحمت نازل فرما اے اللہ باران رحمت نازل فرما۔ انس قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ ہم کو آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نظر نہ آتا تھا اور آسمان آئینہ کی طرح صاف پڑا ہوا تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان ایک گھر بھی نہ تھا بس ایک کھلا میدان تھا (ایسی حالت میں آپ نے دعا فرمائی) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی آپؐ نے دعا فرما کر اپنے ہاتھ نیچے کیے بھی نہ تھے کہ پہاڑوں کے برابر بادل اٹھے اور ابھی آپ منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنا شروع ہو گئی یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اٹھا جو شروع میں ڈھال کی طرح نظر آ رہا تھا پھر جب آسمان کے درمیان پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا پھر برسا اور ایسا برسا کہ بخدا ایک ہفتہ تک ہم نے آفتاب کی شکل نہیں دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ آئندہ جمعہ میں پھر وہی شخص اسی دروازہ سے آیا اور آپ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ آپؐ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس مرتبہ اس کی شکایت یہ تھی کہ یا رسول اللہؐ بارش کی کثرت کے مارے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہو گئے اور (ندی نالے بھر جانے کی وجہ سے) آمد و رفت بند ہو گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اب تو وہ بارش بند کر دے۔

لہ ..... واقعات کی شان الگ تھی۔ اس لیے ہر برکت کے ظہور کی شان ہر جگہ علیحدہ علیحدہ ملحوظ رکھئے تا کہ دیگر مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو الگ واقعہ شمار کرنے میں دماغی تکلیف نہ ہو۔ بے شک جہاں واقعہ ایک ہو اس کا متعدد بنانا بھی لا حاصل ہے مگر جن مقاصد کے لیے امام بخاریؒ نے ایک واقعہ کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے آپ بھی اگر ان کو مستحضر رکھیں تو مضائقہ نہیں ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَ الظِّرَابِ وَ بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَمَا يُشِيْرُ بِيَدَيْهِ اِلٰى نَاحِيَةٍ اِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ وَ سَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا وَ لَمْ يَجِیْءْ اَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا اَخْبَرَ بِجَوْدٍ.

راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ اب بارش ہمارے اردگرد ہو اور ہماری بستی پر نہ ہو- اے اللہ اب بارش پہاڑیوں پر ٹیلوں پر وادیوں اور جنگلوں میں ہو- راوی بیان کرتا ہے کہ آپؐ اپنے دست مبارک سے جس جانب بھی اشارہ کرتے جاتے' اسی جانب سے بادل پھٹتے جاتے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بادل چاروں طرف سے پھٹ گئے اور مدینہ بیچ میں اس طرح نظر آنے لگا جیسے تاج ہوتا ہے- اور وادی قناۃ ایک مہینے تک بہتی رہی اور جس جانب سے بھی کوئی شخص آتا وہ بارش کی ہی خبر لے کر آتا۔ (شیخین)

(۱۴۲۲) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَقَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَلَمَّا وَ اجَهْنَا الْعَدُوَّ تَقَدَّمْتُهُ فَاَعْلُوْ ثَنِيَّةً فَاسْتَقْبَلَنِيْ رَجُلٌ مِّنَ الْعَدُوِّ فَرَمَيْتُهُ بِسَهْمٍ فَتَوَارٰى عَنِّيْ فَمَا دَرَيْتُ مَاصَنَعَ وَ نَظَرْتُ اِلَى الْقَوْمِ فَاِذَاهُمْ قَدْ طَلَعُوْا مِنْ ثَنِيَّةٍ اُخْرٰى فَالْتَقَوْهُمْ وَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَلّٰى اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ مُنْهَزِمًا وَ عَلَيَّ بُرْدَتَانِ مُتَّزِرًا بِاَحَدِهِمَا مُرْتَدِيًا بِالْاُخْرٰى فَاسْتَطْلَقَ اِزَارِيْ فَجَمَعْتُهُمَا جَمِيْعًا وَ مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْهَزِمًا وَ هُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاٰى ابْنُ الْاَكْوَعِ فَزَعًا فَلَمَّا غَشَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ

(۱۴۲۲) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں جنگ کی- جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھا تو سامنے سے دشمنوں کا ایک آدمی آیا میں نے اس کے ایک تیر مارا تو وہ کہیں چھپ گیا اور میں نہ معلوم کر سکا کہ وہ کیا ہوا- جب میں نے اس جماعت کی طرف دیکھا تو نظر آیا کہ وہ دوسرے ٹیلے سے چڑھ رہے ہیں اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھڑ گئے ہیں تو ان کی سخت تیراندازی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تتر بتر ہو رہے تھے اور میں بھی بھاگتا ہوا پلٹ پڑا- میں ایک چادر کمر سے نیچے باندھے ہوئے اور ایک چادر اوپر اوڑھے ہوئے تھا تو میری لنگی کھل گئی' میں نے اسے سمیٹ کر باندھا اور بھاگتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گذرا- سب پر تو شکست کے آثار تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سرخ خچر پر بڑے مطمئن سوار تھے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن اکوع کوئی خطرہ دیکھ کر گھبرایا ہوا آیا ہے- تو جب دشمنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سے اتر گئے اور ایک مٹھی بھر مٹی لے کر دشمنوں کے چہروں کی طرف پھینک کر فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (یہ چہرے خراب و برباد ہوں) پھر تو اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی انسان کو جس کو اس نے پیدا فرمایا تھا ایسا نہ چھوڑا کہ جس کی دونوں آنکھوں میں اسی ایک مٹھی سے مٹی نہ بھر گئی ہو تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو

فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ. (رواه مسلم و الحاكم في صحيحه)

(۱۴۲۳) عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ اَنَا وَ اَبُوْ سُفْيَانَ ابْنُ الْحٰرِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ اَهْدَاهَا لَهُ فَرْوَةُ بْنُ نَفَاثَةَ الْجُذَامِيُّ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَ الْكُفَّارُ وَ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ قَالَ الْعَبَّاسُ وَ اَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا يُسْرِعَ وَ اَبُوْ سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَىْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عِطْفَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِىْ عِطْفَةُ الْبَقَرِ عَلَى الْاَوْلَادِ يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوا الْكُفَّارَ وَ الدَّعْوَةُ فِى الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِى الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ فَقَالُوْا يَا بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا حِيْنَ حَمِىَ الْوَطِيْسُ ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ اِنْهَزَمُوْا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰى هَيْئَتِهٖ فِيْمَا اَرٰى فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتٍ فَمَا

شکست دی۔ (مسلم شریف)

(۱۴۲۳) عباسؓ بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں جنگ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لگے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جسے فروہ بن نفاثہ جذامی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا تھا۔ جب مسلمان اور کفار بھڑ گئے اور مسلمان سراسیمہ ہوکر ادھر ادھر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف بڑھائے چلے جا رہے تھے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اسے روک رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں وہ تیز چل کر کفار کے جھرمٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لے جائے اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اصحاب سمرہ کو آواز دو خدا کی قسم جوں ہی انہوں نے میری آواز سنی تو اس طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے جلدی سے لوٹ پڑے ہیں جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹ پڑتی ہے۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر مسلمان کفار سے جم کر لڑے۔ دوسرا اعلان انصار میں ہوا "یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ" کا نعرہ شروع ہوا۔ ہوتے ہوتے یہ نعرہ "یَا بَنِی الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ" پر ختم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سوار اِدھر اُدھر اپنی گردن بڑھا بڑھا کر لڑائی کی تیزی دیکھ کر فرمایا اب گھما گھی کی جنگ ہو رہی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں لیں اور کافروں کے چہروں پر پھینک ماریں۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم پھر تو کفار بھاگ نکلے۔ کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھا تھا کہ ذرا رنگ دیکھوں تو جنگ میری نظر میں اسی طرح جاری تھی، مگر خدا کی قسم جوں ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر وہ کنکریاں ماری ہیں تو میں دیکھنے لگا کہ ان کی تلوار کی دھاریں گوٹھل ہوگئیں اور جنگ کا رخ پلٹ گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر

زِلْتُ اَرٰی حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا حَتّٰى هَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ يَوْمِ بَدْرٍ وَ مَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (رواه مسلم)

کے قصہ میں فرمایا تھا کہ مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. یعنی جب تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔ (مسلم شریف)

(۱۴۲۴) عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنْهُمْ عُرْوَةُ وَ الزُّهْرِيُّ وَ عَاصِمُ بْنُ عَمْرٍو وَ غَيْرُهُمْ قَالُوْا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَرِيْشِ هُوَ وَ اَبُوْبَكْرٍ مَا مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا وَ قَدْ تَدَانَى الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاشِدُ رَبَّهُ مَا وَعَدَهُ مِنْ نَّصْرِهٖ وَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدُ وَ اَبُوْبَكْرٍ يَقُوْلُ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ مِنْ نَّصْرِهٖ وَ خَفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَفْقَةً ثُمَّ هَبَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرْ يَا اَبَابَكْرٍ اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ يَقُوْدُهٗ عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ (يَقُوْلُ الْغُبَارُ) ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعَبَّأَ اَصْحَابَهٗ وَ هَيَّأَ هُمْ وَ قَالَ لَا يُعَجِّلَنَّ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِقِتَالٍ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهٗ فَاِذَا كَثَبَكُمُ الْقَوْمُ يَقُوْلُ قَرُبُوْا مِنْكُمْ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْكُمْ بِالنَّبْلِ. ثُمَّ تَزَاحَمَ النَّاسُ فَلَمَّا تَدَانٰى بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاَخَذَ حَفْنَةً مِنْ حَصْبَاءَ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهَا قُرَيْشًا فَنَضَحَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَ قَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۱۴۲۴) ایک جماعت سے جن میں عروہ، زہری، عاصم بن عمرو وغیرہ شامل ہیں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں عریش (سائبان) میں تھے ان کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا اور فوجیں آپس میں گتھ گئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے وہ نصرت عطا کرنے کی التجا کر رہے تھے جس کا اس نے وعدہ فرمایا تھا اور یہ فرما رہے تھے اے میرے اللہ اگر آپ اس تھوڑی سی جماعت کو ہلاک کر دیں گے تو پھر آپ کی پرستش نہ ہو سکے گی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حال دیکھ کر فرما رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے سامنے بہت التجا کر لی اب یقیناً اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے ضرور پورا فرمائیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کچھ لگ سی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی امداد آ پہنچی۔ یہ جبرئیلؑ ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے لا رہے ہیں اس کے دانتوں پر غبار پڑا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جنگ کے موقع موقع سے کھڑا کیا اور ان کو سامان جنگ جو کچھ بھی تھا اس سے لیس کیا پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص لڑائی شروع کرنے میں اس وقت تک جلدی نہ کرے جب تک کہ اس کو اس کی اجازت نہ ملے۔ ہاں جب دشمن تمہارے قریب آ جائیں تب تم ان کو تیروں پر رکھ لینا۔ پھر لوگ آپس میں گتھ گئے تو جب بعضے آدمی بعض کے بالکل قریب پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھائیں پھر ان کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی طرف منہ کیا اور ان کو ان کے منہ پر پھینک مارا اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (چہرے بگڑ جائیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانوں کی

وَسَلَّمَ اِحْمِلُوْا عَلَيْهِمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ فَحَمَلَ الْمُسْلِمُوْنَ وَ هَزَمَ اللّٰهُ قُرَيْشًا وَ قُتِلَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اَشْرَافِهِمْ وَ اُسِرَ مَنْ اُسِرَ مِنْهُمْ (رواه ابن اسحاق) وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ الْوَالِبِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ خُذْ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ فَاَخَذَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ وَ رَمٰى بِهَا وُجُوْهَهُمْ فَمَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ اَصَابَ عَيْنَيْهِ وَ مَنْخَرَيْهِ وَ فَمَهُ تُرَابٌ مِنْ تِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ.

جماعت ان پر ٹوٹ پڑو تو مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا اور اللہ تعالیٰ نے قریش کو شکست دی اور ان کے معزز اور شرفاء میں سے جو قتل ہوئے وہ قتل ہوئے اور جو قید ہوئے وہ قید ہوئے۔ (ابن اسحاق) اور ابن ابی طلحہ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کی ایک مٹھی لیجئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اس کو ان کے چہروں پر پھینک مارا تو مشرکین میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا جس کی آنکھوں میں، نتھنوں میں اور منہ میں اس ایک مشت کی مٹی نہ پڑی ہو اس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

(۱۴۲۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَ اللَّاتِ وَ الْعُزّٰى لَئِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَأَنَّ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَعَمَ لِيَطَأَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ اِلَّا وَ هُوَ يَنْكُصُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ يَتَّقِيْ بِيَدَيْهِ فَقِيْلَ لَهُ مَا لَكَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَّارٍ وَهَوْلًا وَ اَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّيْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا. (رواه مسلم)

(۱۴۲۵) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل بولا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مٹی پر رگڑتے ہیں اور تم کھڑے دیکھا کرتے ہو (ملعون کا مطلب سجدہ کرنا تھا) لوگوں نے کہا ایسا تو ہوتا ہے، اس پر وہ بولا لات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھ پایا تو میں اس کی گردن رگڑ دوں گا (والعیاذ باللہ) اتفاق سے ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے اس نے بھی دیکھ لیا تو اپنے اسی بیہودہ ارادہ سے آگے بڑھا تو لوگوں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں وہ پیروں کے بل اپنے پیچھے لوٹ رہا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوئے سامنے کسی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا یہ کیا ماجرا تھا وہ بولا میرے اور آپؐ کے درمیان ایک خندق نظر آتی ہے جس میں آگ اور طرح طرح کی خوفناک چیزیں تھیں اور کچھ مخلوق ایسی ہے جس کے بازو اور پر ہیں آپؐ نے فرمایا اگر وہ میرے ذرا قریب آتا فرشتے اس کو اُچک کر لے جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ (مسلم شریف)

الرسول الاعظم و الايات العظام ببركته صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ برکت سے ظاہر ہونے والی چند اور بڑی بڑی نشانیاں

(۱۴۲۶) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ

(۱۴۲۶) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ

(۱۴۲۶) * انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات عملی طور پر بھی ہوتی ہیں آپ نے ان کی قلبی کرامت رفع کرنے کے لیے یہ حکم فرمایا ﷺ .....

اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰی نَزَلُوْا عَلٰی حَیٍّ مِنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ ذَالِکَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَایَنْفَعُهٗ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَیْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّ اَنْ یَکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَیْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوْا یَا اَیُّهَا الرَّهْطُ اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَ سَعَیْنَا لَهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَا یَنْفَعُهٗ فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍمِّنْکُمْ شَیْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ وَ لٰکِنْ وَ اللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَا کُمْ فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَکُمْ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰی قَطِیْعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ یَتْفُلُ عَلَیْهِ وَ یَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَکَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ یَمْشِیْ وَمَا بِهٖ عِلَّةٌ قَالَ فَاَوْفُوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِیْ صَالَحُوْهُمْ عَلَیْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِقْسِمُوْا فَقَالَ

وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت ایک سفر میں چلی تو عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ میں جا کر اترے اور صحابہؓ نے ان سے ضیافت چاہی اور کچھ کھانے کو مانگا تو انہوں نے ضیافت سے انکار کر دیا - اتفاق سے اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تو لوگوں نے ہر قسم کی دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا - تو ان میں سے کسی نے کہا کاش تم اسی جماعت کے پاس چلے جاتے جو یہاں آ کر اترے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز کام کی ہو - تو وہ لوگ ان صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس کوئی جھاڑ پھونک ہے؟ ایک نے کہا ہاں بخدا میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن جب ہم نے تم سے کھانا مانگا تھا تب تو تم نے ہمیں کچھ کھانے کو دیا نہیں تو اب خدا کی قسم میں بھی اب دم نہ کروں گا جب تک تم لوگ ہم کو کچھ معاوضہ نہ دو گے ان لوگوں نے صحابہؓ سے بکریوں کی ایک ٹکڑی پر صلح کر لی تو وہ صحابی گئے اور مریض پر تھتکارنے لگے اور سورۃ الحمدللہ رب العلمین پڑھ کر پھونکنے لگے پھر تو وہ ایسا چنگا ہو گیا جیسے جانور کی پچھاڑی کھول دی جائے (وہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگا) اسے کوئی تکلیف نہ رہی - راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے صحابہ کو جو معاوضہ طے ہوا تھا پورا پورا دے دیا - صحابہؓ نے کہا کہ آؤ یہ بکریاں آپس میں بانٹ لیں مگر جھاڑنے والے نے کہا نہیں ایسا نہ کرنا - پہلے ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو

لٰلہ ..... کہ میرا حصہ بھی لگاؤ تا کہ وہ اس کی حلت میں کوئی تردد نہ کریں - اس قسم کے متعدد واقعات حدیثوں میں نظر پڑتے ہیں جن میں خود آپ نے اپنا حصہ بھی مقرر فرمایا یا اس میں سے کچھ تناول فرمایا ہے - یہاں اس عہد میمون کی یہ نزاہت قابل یادداشت ہے کہ قرآن کریم پر اُجرت لینے کا سوال ہی ان کے سامنے نہ تھا جب ان کی بداخلاقی پر یہ صورت سامنے آ گئی تو اب اس کی حلت کو اتنی اہمیت دی گئی کہ معاملہ آپ کی عدالت تک جا پہنچا - یہ واضح رہے کہ کسی دم پر اجرت لینا الگ بات ہے اور تعلیم پر اجرت لینا بالکل الگ بات ہے - ہمارے زمانے میں اب بڑے عالم ہونے کا معیار ہی یہ قائم ہو گیا ہے کہ اس کی تنخواہ سب سے ذبل ہو - افسوس صد افسوس - والد مرحوم نے کیا خوب فرمایا:

کبھی قطرہ میں گردش تھی اور اب صحراء میں تنگی ہے
مجھے حیرت ہے ہستی پر کہ کل کیا تھی اور اب کیا ہے

میں نے یہ سطور فتویٰ دینے کی غرض سے نہیں لکھیں البتہ میں نے استاد الاساتذہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کو آخری عمر میں پونے دو سو تنخواہ بمشکل قبول کر کے روتے دیکھا ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الَّذِیْ رَقٰی لَا تفْعَلُوْا حَتّٰی نَاْتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوْا لَہٗ فَقَالَ وَ مَا یُدْرِیْکَ اَنَّھَا رُقْیَۃٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اِقْسِمُوْا وَ اضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَھْمًا فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

(رواہ البخاری)

کر وہ سارا واقعہ جوگزرا ہے بیان کرلیں پھر یہ معلوم کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں- وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے سارا واقعہ بیان کیا- آپ نے فرمایا تم کیسے سمجھے کہ یہ سورت ایک منتر کا کام بھی دیتی ہے پھر فرمایا تم لوگوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا لے جاؤ اور ان کو آپس میں بانٹ لو اور دیکھو اپنے ساتھ میرا بھی اس میں سے حصہ لگانا- یہ کہہ کر آپ ہنس دیئے صلی اللہ علیہ وسلم- (بخاری شریف)

(۱۴۲۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی اَھْلِہٖ فَلَمَّا رَاٰی مَابِھِمْ مِنَ الْحَاجَۃِ خَرَجَ اِلَی الْبَرِیَّۃِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُہٗ قَامَتْ اِلَی الرَّحٰی فَوَضَعَتْھَا وَ اِلَی التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْہُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ اِلَی الْجَفْنَۃِ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَ ذَھَبَتْ اِلَی التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْہُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ مَا اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا قَالَتْ اِمْرَاَتُہٗ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَ قَامَ اِلَی الرَّحٰی فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اِنَّہٗ لَوْ لَمْ یَرْفَعْھَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ.

(رواہ احمد)

(۱۴۲۷) حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا جب اس نے اپنے گھر والوں کی تنگی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا جب اس کی بیوی نے یہ حال دیکھا تو چکی کے پاس پہنچی تو اوپر کا پاٹ اس پر رکھ کر درست کیا- پھر چولھے کے پاس جا کر اسے جلایا- اس کے بعد اس نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم کو روزی دے- اس کے بعد جو اس کی نظر پیالہ پر پڑی تو دیکھا کہ وہ کھانے سے بھرا ہوا ہے- چولھے کے پاس جوگئی تو دیکھا وہ (روٹیوں سے) بھرا ہوا ہے- راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں شوہر لوٹ کر آیا تو اس نے پوچھا کیا تم کو میرے جانے کے بعد کوئی چیز نہیں پہنچی؟ وہ بولیں ہاں پہنچی اور ہمارے رب کے پاس سے پہنچی- پھر وہ چکی کی طرف بڑھے (اور اس کے اوپر کا پاٹ اٹھا کر الگ رکھ دیا) تو یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر انہوں نے بیان کی- آپؐ نے فرمایا اگر وہ اس چکی کا پاٹ نہ اٹھاتے تو وہ قیامت کے دن تک برابر چلتی رہتی- (رواہ احمد)

(۱۴۲۸) وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ

(۱۴۲۸) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب غزوۂ احد شروع ہوا تو میرے والد بزرگوار نے شب کو مجھ سے کہا کہ آپ کے صحابہ میں سے جو

(۱۴۲۷) ٭ یہ قدرت کے راز ہیں کہ وہ کبھی کبھی اس قسم کے برکات بھی ظاہر فرماتی رہتی ہے مگر کسی اتفاق سے پھر از خود ایسے سامان مہیا فرمادیتی ہے کہ وہ قائم نہیں رہتے- گذشتہ اوراق میں آپ اس قسم کے دوسرے واقعات بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں- ظاہر تو اس لیے فرماتی رہتی ہے کہ ماننے والے اس کی قدرتِ کاملہ کا اپنی آنکھوں سے گاہ گاہ مشاہدہ بھی کرتے رہیں پھر ان کو صفحۂ ہستی سے گم اس لیے کردیتی ہے کہ مؤمنین کے لیے غیبی ایمان لانے پر پردہ پڑا رہے- یہ مضمون بہت تفصیل طلب ہے مگر اب دماغ و قلم میں ہمت نہیں اس لیے مختصراً اشارہ کیے بغیر رہا بھی نہیں جاتا-

مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أَرَانِيْ إِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ إِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرُ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ إِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَ اسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ وَ دَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ آخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَ ضَعْتُهُ غَيْرَ أُذُنِهٖ فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ. (رواه البخاری)

سب سے پہلے شہید ہونے والے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان میں سب سے پہلا شخص ہوں گا اور دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ مجھ کو کوئی شخص پیارا نہیں جو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں- دیکھو میرے ذمہ کچھ قرض رہ گیا ہے اس کو تم ادا کر دینا اور تمہاری کچھ بہنیں ہیں ان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک رکھنا- جب صبح ہوئی تو وہی شہداء میں سب سے پہلے شخص تھے- میں نے شہداء کی کثرت کی وجہ سے شروع میں دوسرے شخص کے ساتھ ایک ہی قبر میں ان کو دفن تو کر دیا مگر بعد میں میرا دل اس پر راضی نہ ہوسکا کہ میں ان کو دوسروں کے ساتھ رکھوں تو میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکال کر ایک قبر میں علیحدہ دفن کیا- عجیب بات یہ تھی کہ اتنی طویل مدت میں کان کے ذرا سے حصہ کے سوا ان کا سارا جسم اس طرح موجود تھا گویا کہ آج ہی ان کو دفن کیا ہو- (بخاری شریف)

الرسول الاعظم و الهداية و البركة في العلم و المال بدعائه صلوات الله و سلامه عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک سے حصولِ ہدایت اور علم و مال میں خیر و برکت

(۱۴۲۹) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَ لَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَ كُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِيْ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَ قَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِيْ مِائَةٍ وَّ خَمْسِيْنَ فَارِسًا مِنْ أَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَ كَسَرَهَا. (متفق عليه)

(۱۴۲۹) جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھ کو خطاب کر کے فرمایا کیا تم اس ''ذی الخلصہ'' (بتکدہ) کو نیست و نابود کر کے مجھ کو راحت نہیں پہنچا سکتے- میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ ضرور- میں گھوڑے پر جم کر سوار نہیں ہوسکتا تھا اس لیے میں نے آپؐ سے اپنی اس شکایت کا تذکرہ کر دیا- آپؐ نے میرے سینے پر اپنے دستِ مبارک کی ایک ضرب لگائی جس کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا پھر یہ دعا دی ''خداوندا اس کو جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا دے'' یہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آج کا دن ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا- الغرض قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر یہ گئے اور اس بتکدہ کو توڑ پھوڑ کر جلا کر خاک سیاہ کر کے چلے آئے- (متفق علیہ) صحیح بخاری میں اتنا اور ہے کہ جب ہم نے آپ کو اطلاع دی تو آپؐ نے مجھ کو اور قبیلہ احمس کو دعا دی-

(۱۴۲۹) * یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے لیکن ہمارے بعض سیرت نگاروں نے اس کو صرف صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے- امام بخاریؒ نے باب مناقب جریر بن عبداللہ میں اس واقعہ کو کچھ تغیر کے ساتھ ذکر کیا ہے-

(۱۴۳۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَحَبَّهُمَا اِلَى اللّٰهِ فَاَسْلَمَ عُمَرُ وَ رُوِيَ اَنَّ الدَّعْوَةَ كَانَتْ فِيْ يَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ فَاَسْلَمَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَ اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ. (رواه البخاری)

(۱۴۳۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے میرے اللہ! عمر بن الخطابؓ یا ابوجہل بن ہشام میں سے تجھے جو شخص محبوب اور پیارا ہو اس کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت اور غلبہ عطا فرما۔ تو بس عمر بن الخطابؓ ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے اور محبوب تھے اور حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ روایت میں ہے کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کے دن فرمائی تھی اور حضرت عمرؓ جمعرات کو اسلام لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو سربلند فرمایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم سب باعزت اور سربلند ہو گئے۔ (بخاری شریف)

(۱۴۳۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ وَضَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتَى الْخَلَاءَ وَضُوْءً فَقَالَ لَمَّا خَرَجَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا؟ فَقِيْلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِهٖ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَلْحِكْمَةَ وَ ظَهَرَتْ اِجَابَةُ دَعْوَتِهٖ حَتّٰى كَانَ يُسَمَّى الْحِبْرُ وَ قَالَ فِيْهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَوْ اَدْرَكَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسْنَانَنَا لَمَا عَشَرَهُ مِنَّا اَحَدٌ وَ كَانَ عُمَرُ يُقَدِّمُهُ وَ يُدْخِلُهُ مَعَ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَ عِلْمُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَشْهُوْرٌ فِي الْاُمَّةِ. (رواه الشیخان)

(۱۴۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے پانی رکھ دیا اور اس وقت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو دریافت فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے۔ آپؐ نے دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما۔ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک سے لگا کر پھر یہ دعا فرمائی' الٰہی ان کو قرآن کا علم دے اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اور حکمت کا علم دے پھر آپ کی دعا کی مقبولیت کے آثار ظاہر ہوئے کہ لوگ ان کو ''حبر امت'' کہنے لگے۔ ان کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن عباسؓ ہم لوگوں کی عمر کے ہوتے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کو دس بہترین آدمیوں میں سے (عشرہ مبشرہ) خارج نہ کر سکتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر معاملات میں ان کو آگے بڑھاتے تھے اور ان کو اکابر صحابہ میں داخل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا علم تو لوگوں میں مشہور ہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۳۰) * تقدیر الٰہی سے اسلام ان دو میں سے صرف ایک ہی کا مقدر و طے تھے اس وجہ سے پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے دعا کا عنوان بھی اسی کے مطابق صادر ہوا کہ اے اللہ اسلام کو عزت دے ان دو میں سے اس ایک کے اسلام کے ذریعہ جو تیری بارگاہ میں زیادہ محبوب ہو عمر بن الخطابؓ کے ذریعہ یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعے۔

(۱۴۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَبْكِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ تَاْبٰی عَلَیَّ فَدَعَوْتُهَا الْیَوْمَ فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْكَ مَا اَكْرَهُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمَیَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ وَ سَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَ عَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ فَقَالَتْ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) فَاَتَیْتُهٗ وَ اَنَا

(۱۴۳۲) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں ان کو دعوتِ اسلام دیا کرتا تھا ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے ان سے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ کو ایک ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا اور آپ کی خدمت میں روتا ہوا پہنچا اور بولا یارسول اللہ میں اپنی والدہ کو ہمیشہ اسلام کی دعوت دیا کرتا مگر وہ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتی رہیں لیکن آج کا واقعہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپؐ کے متعلق مجھ کو ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا تو اب اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے۔ آپؐ نے فوراً یہ دعا دی کہ الٰہی ابوہریرہؓ کی ماں کو اسلام کی توفیق بخش دے۔ پھر کیا تھا آپؐ کی دعا کی وجہ سے میں خوش ہوتا ہوا گھر کے دروازے کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھڑا[1] ہوا ہے میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ پائی تو فرمایا ابوہریرہؓ باہر ہی رہنا۔ ادھر مجھ کو پانی بہانے کی آواز آئی وہ غسل فرما چکی تھیں اور اپنا کرتہ پہن رہی تھیں فوراً اپنی اوڑھنی اوڑھنے کے لیے جھپٹیں اور فوراً دروازہ کھول دیا اور مجھ کو آواز دے کر بولیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اس مرتبہ خوشی کے مارے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور ابوہریرہؓ

(۱۴۳۲) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں اکثر یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ پلک جھپکنے نہ پاتی کہ وہ دراستجابت پر جا پہنچتی ادھر آپ دعا فرماتے ادھر آثار قبولیت و برکات نظروں کے سامنے آجاتے۔ اس کے تجربے صرف ایک دو بار نہیں شب و روز صحابہؓ دیکھا کرتے تھے اور ان میں سے کچھ خوش نصیب آنکھیں آج بھی دیکھتی رہتی ہیں۔ ابوہریرہؓ کی والدہ کی کہاں وہ ضد اور آن کی آن میں کہاں یہ کایا پلٹ۔ اب اگر ابوہریرہؓ خوشی کے چند آنسو نہ بہادیتے تو اور کیا کرتے۔ غاموں کا ناز دیکھئے کہ دوسری دعا کے لیے بکھر پڑے اور آقا کی ناز برداری دیکھئے کہ اسی وقت فوراً دعا کے لیے تیار ہو گئے پھر رَبُّ السموات والارضین کی رحمت کا نظارہ کیجئے کہ کس طرح اس نے دراجابت وا کر دیئے کہ آپ کی دونوں دعاؤں کے اثر۔ اس طرح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیے جیسا ہاتھ کی انگلیاں جس میں نہ کوئی استعارہ تھا نہ مجاز نہ کوئی آنکھوں کی الٹ پھیر۔ اسی لیے یہاں معتزلہ بے چارے بھی اقرار کر لینے پر مجبور ہو گئے اور استجابت دعا کے معجزہ ہونے کے وہ بھی قائل ہو گئے۔

[1] یعنی بند ہے۔

اَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ فَقَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَکَ وَ هَدٰی اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَحَمِدَاللّٰهَ وَ قَالَ خَیْرًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یُّحَبِّبَنِیْ وَ اُمِّیْ اِلٰی عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ یُحَبِّبَهُمْ اِلَیْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَکَ هٰذَا یَعْنِیْ اَبَاهُرَیْرَةَ وَ اُمَّهٗ اِلٰی عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ حَبِّبْ اِلَیْهِمَا الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ مُؤْمِنٍ یَسْمَعُ بِیْ وَ لَا یَرَانِیْ اِلَّا اَحَبَّنِیْ. (رواه مسلم)

کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت نصیب فرمائی - اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی تعریف اور دعا کے کلمات فرمائے - یہ سماں دیکھ کر میں بول پڑا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب یہ دعا بھی کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری والدہ کو مسلمانوں میں محبوب بنا دے اور ان کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی وقت دعا دی الٰہی اپنے اس بندہ یعنی ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اور اس کی والدہ کو اپنے مؤمن بندوں کی نظروں میں محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کی نظروں میں محبوب بنا دے اس کے بعد پھر کوئی مؤمن نہ بچا جو مجھ کو دیکھے بغیر صرف میرا نام سن کر مجھے محبوب نہ رکھتا ہو -

(مسلم شریف)

(۱۴۳۳) عَنْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّهٗ اَسْلَمَ وَ اَبَتِ امْرَءَ تُهٗ اَنْ تُسْلِمَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِبْنَتِیْ وَ هِیَ فَطِیْمٌ اَوْ شِبْهُهٗ وَقَالَ رَافِعٌ اِبْنَتِیْ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُقْعُدْنَا حِیَةً وَ قَالَ لَهَا اُقْعُدِیْ نَاحِیَةً وَ اَقْعَدَ الصَّبِیَّةَ بَیْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ اُدْعُوَاهَا فَمَالَتِ الصَّبِیَّةُ اِلٰی اُمِّهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهَا فَمَالَتْ اِلٰی اَبِیْهَا فَاَخَذَهَا. (رواه ابوداؤد و اخرجه النسائی فی باب اسلام احد الزوجین و تخییر الولد و رواه الحاکم فی المستدرك)

(۱۴۳۳) رافع بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور میری بی بی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا - ہماری ایک لڑکی تھی اس کے* بارے میں جھگڑا ہوا اس کو کون لے - میری بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یہ بالکل بچی ہے ابھی ابھی اس کا دودھ چھوٹا ہے - رافع نے کہا یہ میری لڑکی ہے مجھ کو ملنی چاہیئے یہ دیکھ کر آپؐ نے رافع سے کہا جاؤ تم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا تم بھی دوسرے گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ پھر لڑکی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا اس کے بعد اس کے والدین سے فرمایا اس کو بلاؤ وہ جدھر چلی جائے اسی کے پاس لڑکی رہے گی - وہ لڑکی اپنی ماں کی طرف جانے لگی - آپؐ نے دعا فرمائی' خداوندا اس کو ہدایت عطا فرما - بس وہ فوراً اپنے باپ کی طرف آ گئی اور فیصلہ کے مطابق انہوں نے اپنی لڑکی لے لی -

(۱۴۳۴) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عَلٰی عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَءَ ةً قَالَ کَمْ سُقْتَ اِلَیْهَا قَالَ وَزْنَ

(۱۴۳۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر (زعفرانی) زردی کا اثر دیکھا تو آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیسا رنگ ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے - آپؐ نے فرمایا کس قدر مہر اس کو دیا ہے -

---

(۱۴۳۳) * کسی نے اس کو اسلامی فیصلہ سمجھ کر تخییر کا حکم باقی رکھا ہے اور کسی کا خیال یہ ہے کہ یہ کھلا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا - منظور یہ تھا کہ اسلام و کفر کے اختلاف کے ہوتے ہوئے بچی مسلمان رہے اور طرفداری بھی ثابت نہ ہو -

نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَ لَوْبِشَاةٍ. (رواه الشيخان)

عرض کیا (یارسول اللہؐ) گٹھلی بھر سونا! آپؐ نے دعائے برکت دی اور فرمایا ولیمہ کرو اگر چہ ایک بکری سے ہی کر سکو۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۳۵) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ لَمَّا قَدِمَ اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ اَنْ يُّنَاصِفَهٗ اَهْلَهٗ وَ مَا لَهٗ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَ مَالِكَ دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا بِسَمْنٍ وَ اَقِطٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغَدْوَ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَظَهَرَتْ بَرَكَةُ دَعْوَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ مِنْ مَالِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَا قَالَهُ الزُّهْرِيُّ اَنَّهٗ تَصَدَّقَ بِاَرْبَعِمِائَةِ اَلْفِ دِيْنَارٍ وَ حَمَلَ عَلٰى خَمْسِمِائَةِ بَعِيْرٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَ كَانَ عَامَّةُ مَالِهِ التِّجَارَةَ وَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ اقْتَسَمَ نِسَاءُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ثُمُنَهُنَّ فَكَانَ ثَلَاثَمِائَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ اَلْفًا وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَوْصٰى عَبْدُالرَّحْمٰنِ لِمَنْ شَهِدَ بَدْرًا فَوَجَدُوْا مِائَةً لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ اَرْبَعَمِائَةِ دِيْنَارٍ وَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ بَكْرٍ بِنْتُ الْمِسْوَرِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بَاعَ اَرْضًا بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَسَمَهَا فِيْ فُقَرَاءِ بَنِيْ زُهْرَةَ وَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ قُوِّمَتْ بِاَرْبَعِمِائَةِ اَلْفٍ. (رواه الشيخان)

(۱۴۳۵) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے دستور کے مطابق ان کا اور سعد بن الربیعؓ کا بھائی چارہ کرا دیا اس کے بعد سعد نے چاہا کہ اس رشتہ کے موافق عبدالرحمٰن ان کے مال اور بیویوں میں نصف نصف کے شریک ہو جائیں (حتیٰ کہ وہ ایک بیوی کو طلاق دے دیں اور عبدالرحمٰن اس سے نکاح کر لیں) عبدالرحمٰن نے اس بے نظیر پیشکش کے جواب میں کہا' اللہ تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے مجھ کو تو تم بازار بتا دو کدھر ہے۔ یہ گئے اور معمولی سی تجارت کر کے اتنا نفع حاصل کر لیا کہ اس سے کچھ گھی اور کچھ پنیر خرید کر اپنے گھر واپس آئے۔ دوسرے دن پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا پورا قصہ نقل کیا۔ آپؐ کی دعا کے اثر سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ اتنے مال دار ہو گئے کہ حسب بیان زہری چار لاکھ دینار تو انہوں نے صدقہ و خیرات میں صرف کیے اور پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ جہاد کے لیے لوگوں کو دیئے تھے۔ زہری کہتے ہیں کہ ان کا یہ سب مال تجارت کی کمائی کا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ان کی بیبیوں نے جب ان کے ترکہ میں اپنا آٹھواں حصہ باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں ۳۲۰۰۰۰ آیا۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰنؓ نے بدری صحابہ کے لیے وصیت کی ان میں ہر شخص کو چار چار سو دینار دیئے جائیں۔ وہ اس وقت شمار کیے گئے تو اس وقت وہ سو کی تعداد میں موجود تھے۔ عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ ام بکر کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن نے چالیس ہزار دینار کی ایک زمین فروخت کی تھی اور اس کو فقراء مہاجرین اور بنو زہرہ کے محتاج اور امہات المؤمنین میں تقسیم کر دیا تھا۔ محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے امہات المؤمنین کے لیے ایک باغ کی وصیت کی تھی جس کی قیمت لگائی گئی تو چار لاکھ تھی۔

(۱۴۳۶) وَ عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ

(۱۴۳۶) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ابو محمد بن عبدالرحمٰن رضی

(۱۴۳۶) * اس ایک واقعہ سے عرب کی تہذیب و اخلاق کی بلندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چند دن قبل اسلام سے پیشتر وہ بقیہ .....

اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ اَوْ كَمَا قَالَ وَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ وَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَجَاءَ بَعْدَ مَامَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَتِ امْرَاَتُهٗ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْیَافِكَ قَالَ اَوَ مَا عَشَّیْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ وَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَیْهِمْ قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ. فَقَالَ یَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَ سَبَّ وَ قَالَ كُلُوْا لَا هَنِیْئًا وَ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا' قَالَ وَ ایْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوْا وَ صَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ یَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَ قُرَّةِ عَیْنِیْ لَهِیَ الْاٰنَ

اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے ان کا انتظام مدت تک یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا شخص اپنے ہمراہ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے شخص کو ساتھ لے جائے اور پھر اسی حساب سے بقیہ لوگ بھی اصحاب صفہ میں سے اپنے ہمراہ لے جائیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین اشخاص کو اپنے ساتھ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو اپنے گھر لے گئے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن شب کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تناول فرمایا اور عشاء کی نماز بھی وہیں ادا فرمائی' پھر بڑی رات گئے اپنے گھر آئے۔ ان کی اہلیہ نے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے میں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ انہوں نے تعجب سے فرمایا ارے کیا اتنی رات گئے تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے عرض کی کھانا تو ان کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا مگر انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے اس کا کھانا گوارا نہ کیا۔ میں یہ باتیں سن کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ سمجھ گیا اور گھر کے کسی گوشہ میں جا چھپا انہوں نے غصہ کے لہجہ میں مجھے آواز دی خوب برا بھلا کہہ کر فرمایا کہ تم سب کھانا کھاؤ اور خود کھانا کھانے پر قسم کھا بیٹھے۔ آخر کار اس قسما قسمی کے بعد کھانا شروع ہو گیا اور بخدا جو لقمہ ہم اٹھاتے اس میں ایسی برکت نظر آتی کہ وہ جتنا کم ہوتا نیچے سے اس سے زیادہ اُبھر جاتا یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر بھی ہو گئے اور کھانا جتنا تھا' وہ پہلے سے زیادہ نظر آتا تھا* ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ماجرا دیکھ کر اپنی بی بی سے

لـه ..... کس حالت میں پڑے ہوئے تھے اور اب کہاں سے کہاں جا پہنچے تھے۔ میزبانی کس انداز کی تھی اور مہمانوں کی تہذیب کس حد تک یہ معجزہ کچھ کم قابل اعتنا نہیں۔ یہاں غصہ میں ابوبکرؓ کے قسم کھا لینے اور بعد میں اس کے توڑ دینے سے ایک شرعی مسئلہ بھی معلوم ہو گیا۔ اصحاب صفہ کی احتیاج اور ان کی اتنی باعزت طور پر ضیافت کا اندازہ بھی فرمایئے پھر اسی کے ساتھ اسلامی نظم و نسق کا حال بھی کچھ معلوم کیجئے کیا اب بھی کوئی ایسا نظام قائم کر سکتا ہے جو محتاجوں کو اپنے ابناء جنس بنا کر اس اکرام کے ساتھ ہمدردی کرتا ہو۔ آج جدید تعلیم کی بلند پروازیوں کے بعد بھی ایک دوسرے کی عزت و مال کا بھیڑیا بنا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ کوئی دنیوی قانون نہ تھا بلکہ صرف خوف الٰہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا لـه .....

اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَالِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٌ وَ قَالَ اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يعني يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَخَذَمِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ وَ كَانَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا عُهْدَةٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَتَفَرَّقْنَا اِثْنَىْ عَشَرَ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ وَ فِي رواية ذكر حلف الاضياف بترك الطعام بتركه ابابكر ثم اكله معهم و ان النبي صلى الله عليه وسلم اكل منها. (رواه الشيخان)

بولے او بنی فراس کی بیٹی یہ کیا تماشہ ہے انہوں نے جواب دیا میرے آنکھوں کی ٹھنڈک' یہ تو پہلے سے بھی سہ گنا زیادہ معلوم ہوتا ہے- اس پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس میں سے کھایا اور اپنی اس ناگواری پر کہا کہ یہ سب شیطان کی بات تھی - مطلب یہ کہ میرا قسم کھا بیٹھنا ایک فعل شیطانی کا نتیجہ تھا پھر ایک لقمہ لے کر اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے وہ صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہی رہا- اتفاق سے ہمارے اور کفار کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہوگئی اور ہم بارہ اشخاص متفرق طور پر چل دیے- ہر شخص کے ساتھ کچھ لوگ ہو لیے- یہ پورا اندازہ خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ہر ہر شخص کے ساتھ کتنے کتنے آدمی ہوں گے مگر سب نے ہی وہ کھانا کھالیا-

(بخاری ومسلم)

(۱۴۳۷) رَوَى الْبُخَارِيُّ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَ سَمْنٍ. فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَ تَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ مَكْتُوْبَةٍ فَدَعٰى لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَ اَهْلِ بَيْتِهَا. فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ خُوَيْصَةً فَقَالَ مَا هِيَ؟ قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱۴۳۷) بخاری نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ام سلیمؓ کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ آپ کے پاس کچھ کھجوریں اور گھی لے آئیں- آپؐ نے فرمایا یہ گھی اس کے برتن میں اور یہ اپنی کھجوریں اس کے تھیلے میں واپس رکھ دو پھر حضورؐ اس گھر کے ایک کونہ میں جا کھڑے ہوئے اور آپؐ نے نفل نمازیں پڑھیں پھر ام سلیمؓ کے اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا فرمائی - ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ! مجھے ایک خاص بات عرض کرنی ہے- آپؐ نے فرمایا کہو وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا ارے وہ آپ کا خدمت گزار لڑکا انسؓ ہے! راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے دنیا اور آخرت کی

لله ..... اور جب تک قوم میں پھر یہی خوف پیدا نہ ہوگا اس نظم کا قائم ہونا مشکل ہے- آپ ہزار قواعد بنائے جایئے وہ سب بددیانتی کے لیے خوشنما الفاظ سے زیادہ ثابت نہیں ہو سکتے -

اب رہا کھانے میں برکت یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک روزمرہ کی بات تھی اور غریبوں کے لیے یہ خوان یغمان یونہی بچھا رہا کرتا تھا کبھی کم اور کبھی بیش- ہم کو حیرت اس پر ہے کہ معجزات کا مادی حل نکالنے والے بے چارے یہاں کیا حل تلاش کریں گے- اگر وہ معذور نظر آئیں تو شروع سے ہی کسی دردسری کی بجائے ان کو معجزات کا باب انسانی قوانین سے الگ سمجھنا چاہیے- ع

در عاشقی چنیں بوالعجبا ہست

عَنْهُ) قَالَ فَمَا تَرَكَ اٰخِرَةً وَ لَا دُنْيَا اِلَّا دَعٰى بِهِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّ وَلَدًا وَ بَارِكْ لَهٗ فِيْهِ فَاِنِّيْ لَمِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا وَ حَدَّثَتْنِيْ اِبْنَتِيْ اُمَيْنَةُ اَنَّهٗ دُفِنَ لِصُلْبِيْ اِلٰى مَقْدَمِ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ وَ مِائَةٌ وَ فِي رواية لمسلم دَعَا لِيْ بِثَلَاثِ دَعْوَاتٍ قَدْ رَاَيْتُ مِنْهَا اِثْنَتَيْنِ وَ اَنَا اَرْجُو الثَّالِثَةَ فِي الْاٰخِرَةِ.

کوئی چیز نہ چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کر دی ہو- اے اللہ ان کو مال اور اولاد دے اور ان کو اس میں برکت بھی دے-بس یہی وجہ ہے کہ میں آج تمام انصاریوں میں سب سے زیادہ مال دار ہوں- اور مجھ سے میری لڑکی امینہ کہتی تھی کہ جب حجاج بصرہ کا حاکم بن کر آیا ہے اس وقت تک کچھ اوپر ایک سو بیس تو خود میرے بچے دفن کیے جا چکے تھے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں تین باتوں کی دعا فرمائی- ان میں سے دو کا پورا ہونا تو میں نے دیکھ لیا اب آخرت میں تیسری دعا دیکھنے کی امید رکھتا ہوں-

(۱۴۳۸) عَنْ اَبِيْ خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهٗ عَشَرَ سِنِيْنَ وَ دَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَ لَهٗ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَ كَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ يَجِيْءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ.

(رواه الترمذی)

(۱۴۳۸) ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انہوں نے دس سال تک کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی ہے ان کا پھلوں کا ایک باغ تھا اس میں سال بھر میں دو بار پھل آتے تھے اس میں ایک پیڑ تلسی (ریحان) کا بھی تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آتی تھی-

(ترمذی شریف)

(۱۴۳۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ اَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ قَدْ اَعْيَا وَ اَرَدْتُ اُسَيِّبَهٗ قَالَ فَلَحِقَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهٗ وَ دَعَا لَهٗ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ لِيْ مَا لِبَعِيْرِكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيْلٌ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيْزِهٖ فَدَعٰى لَهٗ فَمَازَالَ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا فَقَالَ بِرِيْءٌ بَعِيْرُكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ فَبِعْنِيْهِ (وَ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ) و في الترمذی وغيره وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

(۱۴۳۹) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا اور وہ بہت تھک گیا تھا تو میں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دوں کہتے ہیں کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر آ گئے اور آپؐ نے اسے چلانے کے لیے مارا اور اس کے لیے دعا بھی فرمائی تو پھر وہ ایسی چال چلنے لگا کہ پہلے اس طرح نہیں چل سکتا تھا- دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپؐ نے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ بیمار ہے- کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اپنی جگہ سے پیچھے کو ہٹے اور اس کے لیے دعا فرمائی بس پھر وہ ہر اونٹ سے آگے ہی آگے چلنے لگا- تو آپؐ نے فرمایا اچھا تمہارا اونٹ اب اچھا ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں اب ٹھیک ہو گیا آپ کی دعاؤں کی برکتیں اسے مل گئیں- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اچھا اسے میرے ہاتھ بیچ دو- (پھر پوری حدیث بیان کی) اور ترمذی وغیرہ میں

اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاکَ وَ فِیْ لَفْظٍ اَللّٰهُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَهٗ وَ سَدِّدْ رَمْیَتَهٗ فَکَانَ سَعْدٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا یَرْمِیْ اِلَّا یُصِیْبُ وَ لَا یَدْعُوْ اِلَّا اُجِیْبَ.

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے اللہ جب جب یہ سعد تجھ سے دعا مانگے تو ان کی دعا قبول فرما۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ اے میرے اللہ تو ان کی دعا قبول فرما اور ان کا نشانہ ٹھیک بٹھا۔ پھر یہ حال تھا کہ حضرت سعدؓ کا ہر تیر نشانہ پر بیٹھتا تھا اور ہر دعا قبول ہوتی تھی۔

(۱۴۴۰) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ اَجَلِیْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِیْ وَ اِنْ کَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَعْنِیْ وَ اِنْ کَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِیْ. فَقَالَ اللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اللّٰهُمَّ عَافِهٖ ثُمَّ قَالَ قُمْ فَقُمْتُ فَمَا عَادَ اِلَیَّ ذٰلِکَ الْوَجَعُ بَعْدُ. (رواہ الحاکم فی صحیحہ)

(۱۴۴۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں بیمار پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر میرا وقت آ گیا ہے تو مجھے بیماری سے نجات دے کر راحت دے اور اگر ابھی نہیں آیا تو مجھے آرام کی زندگی عطا فرما اور اگر یہ ابتلا اور آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی ان کو مرض سے شفا دے۔ پھر فرمایا اٹھ کھڑے ہو تو بس میں اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ درد مجھے دوبارہ کبھی نہیں ہوا۔ (حاکم)

(۱۴۴۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمَ بَدْرٍ فِیْ ثَلٰثِمِائَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَةَ قَالَ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاکْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِیَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَ قَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَیْنِ وَ اکْتَسَوْا وَ شَبِعُوْا. (رواہ ابوداؤد)

(۱۴۴۱) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ صحابہ کے ساتھ میدانِ بدر میں نکلے جن کے حق میں آپؐ نے یہ دعا فرمائی الٰہی یہ سب پیادہ پا ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ الٰہی یہ سب ننگے ہیں ان کو لباس دے۔ الٰہی یہ سب بھوکے ہیں ان کو پیٹ بھر کر رزق دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی برکت سے ایسی دعا قبول فرمائی کہ فتح نصیب ہوئی اور ایک شخص بھی نہ بچا کہ جب وہ لوٹا تو اس کے پاس سواری کے لئے ایک یا دو اونٹ نہ ہوں اور سب کو پوشش بھی نصیب ہوئی اور سب شکم سیر بھی ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۴۴۲) عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشَرَةٍ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ نَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ یُؤَذِّنُوْنَ بِالصَّلٰوةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعْتُ فِیْ هٰؤُلَاءِ تَاْذِیْنَ اِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَاَرْسَلَ اِلَیْنَا فَاَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ وَ کُنْتُ اٰخِرَهُمْ فَقَالَ حِیْنَ اَذَّنْتُ تَعَالَ فَاَجْلَسَنِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ فَمَسَحَ عَلٰی نَاصِیَتِیْ وَ بَرَّکَ عَلَیَّ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاَذِّنْ عِنْدَ الْبَیْتِ

(۱۴۴۲) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ (مؤذن مکہ اپنے اسلام اور مؤذن ہونے کا قصہ) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے نکلے تو اہل مکہ میں سے دس افراد ان کی تلاش میں نکلے جن میں دسواں میں تھا ہم نے نماز کے لیے آپؐ کے رفقا کی اذانیں سنیں تو کھڑے ہو کر ان کا مذاق اڑانے کے لیے ہم نے بھی اذانیں دینی شروع کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں ایک شخص کی اذان میں نے سنی جس کی آواز بہت اچھی تھی اور ہمارے بلانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ آپؐ کے سامنے حاضر ہو کر ہم میں سے ہر ہر شخص نے اذان دی۔ سب سے آخر میں میں نے اذان دی۔ جب میں اذان دے چکا تو آپؐ نے مجھ کو بلایا اور سامنے بٹھا کر میری پیشانی کے اوپر اپنا دست مبارک پھیرا اور تین بار برکت کی دعا فرمائی اس کے

الْحَرامِ ثُمَّ ذكر الحديث. (رواه النسائي)

بعد مجھ کو حکم دیا جاؤ اور بیت اللہ کے پاس جا کر اذان دیا کرو۔ (نسائی شریف)

(۱۴۴۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ كَانَ يَخْرُجُ السُّوقِ فَيَتَلَقَّاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ ابْنُ عُمَرَ فَيَقُوْلَانِ لَهُ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ.

(۱۴۴۳) عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں نکلتے تھے تو ان سے ابن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملتے تو یہ دونوں ان سے کہتے ہم کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجئے کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی تو وہ ان کو بھی شریک کر لیتے تو بسا اوقات تجارت میں ان کو اتنا نفع ہوتا کہ وہ اپنی اونٹنی سامان سے بھری ہوئی جوں کی توں اپنے گھر واپس کر دیتے۔ (بخاری شریف)

(رواه البخاري في صحيحه و اخرجه صاحب المشكوٰة في الفصل الاول من باب الشركة و الوكالة مع تغيير و عزاه الى البخاري و زاد فيه)

(۱۴۴۴) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِي قَالَ عُرِضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَبٌ فَاَعْطَانِيْ دِيْنَارًا وَ قَالَ اَيْ عُرْوَةُ؟ اِئْتِ الْجَلَبَ فَاشْتَرِ شَاةً فَاَتَيْتُ الْجَلَبَ فَسَاوَمْتُ صَاحِبَهُ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ شَاتَيْنِ بِدِيْنَارٍ فَجِئْتُ بِهِمَا اَسُوْقُهُمَا فَلَقِيَنِيْ رَجُلٌ فَسَاوَمَنِيْ فَاَبِيْعُهُ شَاةً بِدِيْنَارٍ فَجِئْتُ بِالدِّيْنَارِ وَ جِئْتُ بِالشَّاةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا دِيْنَارُكُمْ وَ هٰذِهِ شَاتُكُمْ قَالَ وَ صَنَعْتَ كَيْفَ؟ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِيْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَقِفُ بِكُنَاسَةِ الْكُوْفَةِ فَاَرْبَحُ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا قَبْلَ اَنْ اَصِلَ اِلَى اَهْلِيْ.

(رواه الامام احمد في مسنده)

(۱۴۴۴) عروہ بن ابی الجعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دودھار بکری پیش ہوئی تو آپؐ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اور کہا اے عروہ! دودھ کے جانوروں میں جا کر ایک بکری خرید لاؤ۔ تو میں جانوروں میں گیا اور اس کے مالک سے بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس سے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں اور میں انہیں ہنکاتا ہوا لایا۔ راستے میں مجھے ایک آدمی ملا اس نے مجھ سے ان کا بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور ایک بکری اور ایک دینار ساتھ لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ لیجئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دینار ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکری ہے۔ آپؐ نے فرمایا ارے یہ تم نے کیا تدبیر کی تو میں نے آپؐ سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ان کی خرید و فروخت میں برکت دیجئے۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ میں کوفہ کے کباڑ خانے میں جا کھڑا ہوتا تھا اور بال بچوں کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے چالیس ہزار منافع کما لیتا تھا۔ (احمد)

(۱۴۴۵) عَنْ اُمِّ خَالِدٍ قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَدَوْنَ تَكْسُوْهُ هٰذِهِ الْخَمِيْصَةَ فَسَكَتَ الْقَوْمُ فَقَالَ اِئْتُوْنِيْ بِاُمِّ

(۱۴۴۵) حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک کالی اوڑھنی (یا قمیص) بھی تھی تو آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ یہ اوڑھنی میں کس کو پہنانا چاہتا ہوں؟ سب لوگ چپ رہے۔ اکبارگی آپؐ نے فرمایا ام خالد کو بلاؤ۔ لوگ

(۱۴۴۵) * بعض روایات میں "حتی ذکرت" کا لفظ یاد آتا ہے کہ وہ اتنے دنوں تک باقی رہی کہ اس کی شہرت اڑ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس مدت میں وہ ان کے قامت کے ساتھ ساتھ ان کے جسم پر راست آتی رہی۔ یہ بھی عجیب سے عجیب تر ہے کہ ایک غیر نامی چیز نامی شے کی طرح بڑھتی رہے۔

خَالِدٍ فَاُتِیَ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْبَسَنِیْهَا فَقَالَ اَبْلِیْ وَ اَخْلِقِیْ مَرَّتَیْنِ فَجَعَلَ یَنْظُرُ اِلٰی عَلَمِ الْخَمِیْصَةِ وَ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ اِلَیَّ وَ یَقُوْلُ یَا اُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَا وَ السَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْحَسَنُ فَبَقِیَتْ حَتّٰی ذَکَّتْ. (رواہ الشیخان)

مجھے حضورؐ کے کے پاس بلا کر لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اوڑھنی مجھے پہنائی اور دوبار یہ دعا دی: خوب پرانا کر اور خوب پہن- پھر اوڑھنی کی دھاریوں کو دیکھنے لگے اور اپنے دستِ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے ام خالد! یہ ''سَـنَــا'' ہے- سنا حبشی لفظ ہے اس کے معنی ہیں بہت اچھا- تو وہ اوڑھنی بہت دنوں تک چلتی رہی اور یہاں تک باقی رہی کہ بوسیدہ ہو گئی-

(بخاری و مسلم)

(۱۴۴۶) وَعَنْ یَزِیْدَ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْنُ مِنِّیْ فَمَسَحَ بِیَدِهٖ عَلٰی رَأْسِیْ وَ لِحْیَتِیْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ وَ اَدِمْ جَمَالَهٗ قَالَ الرَّاوِیْ عَنْهُ فَبَلَغَ بِضْعًا وَّ ثَمَانِیْنَ سَنَةً وَ مَا فِیْ لِحْیَتِهٖ بَیَاضٌ اِلَّا نَـزْرٌ یَسِیْرٌ وَ لَقَدْ کَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْهِ وَ لَمْ یَنْقَبِضْ وَجْهُهٗ حَتّٰی مَاتَ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَ قَالَ الْبَیْهَقِیْ اسناده صحیح و رواه الترمذی و قال مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی وَجْهِیْ وَدَعَالِیْ قَالَ عُرْوَةُ اِنَّهٗ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِیْنَ سَنَةً وَلَیْسَ فِیْ رَأْسِهٖ اِلَّاشَعَرَاتٌ بِیْضٌ وقال حدیث حسن.

(۱۴۴۶) یزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ذرا میرے قریب آ ؤ- تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سر اور ڈاڑھی پر پھیرا پھر فرمایا اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما اور ان کے حسن و جمال کو قائم رکھ- راوی ان کا حال یہ بتاتے ہیں کہ ان کی عمر کچھ اوپر اسی کی ہوئی مگر ان کی ڈاڑھی میں بس چند ہی بال سپید ہوئے تھے- وہ بہت ہنس مکھ تھے اور مرتے مرتے ان کے چہرے پر جھریاں نہ پڑیں- (احمد) ترمذی نے یوں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر دستِ مبارک پھیرا اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی- عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے مگر ان کے سر میں بس چند ہی بال سفید ہونے پائے تھے-

الرسول الاعظم و البرکة فی العمرو الصحة بدعائه صلوات الله و سلامه علیه

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائے مبارک سے عمر اور صحت میں معجزانہ برکت اور ترقی

(۱۴۴۷) عَنْ حُزَیْمٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ رَجُلٌ ذُوْسِنٍّ وَ هٰذَا اَصْغَرُ بَنِیْ قَسَمْتُ عَلَیْهِ قَالَ تَعَالَ یَا غُلَامُ فَاَخَذَ بِیَدِیْ وَ مَسَحَ بِرَأْسِیْ وَ قَالَ بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکَ اَوْ بُوْرِکَ فِیْکَ فَرَأَیْتُ حَنْظَلَةَ یُؤْتٰی بِالْاِنْسَانِ الْوَارِمِ فَیَمْسَحُ بِیَدِهٖ وَ یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ فَیَذْهَبُ الْوَرَمُ وَ فِیْ روایة وَ الشَّاةِ

(۱۴۴۷) حزیمؓ بیان کرتے ہیں کہ (حنظلہ کے والد حنظلہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور) عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے- میں نے اپنا مال اسے بانٹ کر دے دیا ہے- آپؐ نے فرمایا میاں لڑکے آگے آ ؤ- پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ تجھ میں برکت دے- یا یوں فرمایا کہ تجھ میں برکت ہو- راوی کہتے ہیں کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا کہ ان کے پاس ورم والا انسان (اور دوسری روایت بکری اور

وَ الْبَعِيْرِ وَ يُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ وَ اسْمُهُ مَدْلُوْكٌ اَنَّهُ ذَهَبَ بِهٖ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ فَدَعَا لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدِهٖ وَ دَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فَكَانَ مُقَدَّمُ رَأْسِهٖ مَوْضِعُ يَدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَدَ وَ سَائِرُهُ اَبْيَضَ.

(رواهما البخارى فى تاريخه)

اونٹ بھی ہے) لایا جاتا اور حنظلہ اس پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ پھیر دیتے تو ورم اور سوجن اسی وقت ختم ہو جاتی اور ابوسفیانؓ (جن کا نام مدلوک ہے) بیان کرتے ہیں کہ وہ حنظلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو وہ اسلام لے آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمادی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک ان کے سر کے اگلے حصہ پر رکھا تھا' صرف وہ سیاہ رہا (یعنی ضعیف العمری میں) بقیہ سر سفید ہو گیا تھا۔ (بخاری)

(۱۴۴۸) عَنْ اَبِى الْعُلٰى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ فَمَرَّ رَجُلٌ فِىْ مُؤَخَّرِ الدَّارِ فَرَاَيْتُهُ فِىْ وَجْهِ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ وَجْهَهُ قَالَ وَ كُنْتُ قَبْلُ مَا رَاَيْتُهُ اِلَّا وَ رَاَيْتُهُ كَاَنَّ عَلٰى وَجْهِهِ الدِّهَانَ.

(رواه الامام احمد)

(۱۴۴۸) ابو یعلی بیان کرتے ہیں کہ میں قتادہ بن ملحان کے پاس ان کے مرض الموت میں ان کے پاس موجود تھا تو ایک شخص گھر کے آخری حصہ سے گزرے تو میں نے اس کا عکس حضرت قتادہ کے چہرہ پر دیکھا انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر دست مبارک پھیر دیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جب بھی میں ان کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کے چہرہ پر روغن ملا گیا ہو۔

(امام احمد)

الرسول الاعظم و ما اخبر من اشراط الساعة و احوال الفتن صلوات الله وسلامه عليه

وہ احوال وواقعات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت اور پیش آنے والے فتنوں کے متعلق بیان فرمائے

(۱۴۴۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ لَهَا اَعْنَاقُ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى. (رواه الشيخان)

(۱۴۴۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ ظاہر نہ ہو جس کی روشنی سے بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں چمکنے لگیں گی۔ (شیخین)

(۱۴۵۰) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَ اَسْمَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۴۵۰) ابوسعید و اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمایا اس بے چارے

(۱۴۴۹) * یہ آگ ۶۵۰ھ کے قرب میں ظاہر ہو چکی ہے عجیب تر یہ ہے کہ پتھر اس سے جل کر خاک ہو جاتے تھے مگر اس پر گوشت نہ پک سکتا تھا۔

قَالَ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (رواه الشيخان)

کو مسلمانوں کی ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ (شیخین)

(۱۴۵۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهُ وَ قَيْصَرُ لَيُهْلَكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ وَ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (رواه الشيخان)

(۱۴۵۱) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگا اور اس کے بعد اس کا نام ونشان اس طرح مٹے گا کہ پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی ضرور ہلاک ہوگا اس کے بعد پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا اور یقین کرو کہ ان کے خزانے تم لوگ اللہ کے راستے میں لٹادو گے۔ (شیخین)

(۱۴۵۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

(۱۴۵۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ یقیناً مسلمانوں کی ایک

(۱۴۵۲) * ابیض کسریٰ کے ایک محل کا نام تھا اور حضرت سعدؓ نے عہد فاروقی میں اس کو فتح کیا تھا۔ کسریٰ شاہان ایران کا لقب تھا اور قیصر شاہان روم کا۔ شاہان ایران میں یہ کسریٰ بن ہرمز سب سے آخری کسریٰ گذرا ہے۔ اس کے بعد پھر کسریٰ لقب کا کوئی بادشاہ تخت نشین نہیں ہوا۔ یزدجرد کی حیثیت صرف ایک معمولی درجہ کی تھی وہ کوئی بادشاہ نہ تھا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس زمانے کی قوی ترین اور مشہور ترین دو سلطنتوں کے متعلق اس جزم ویقین کے ساتھ آپ کی یہ پیش گوئی ہوتی ہے اور پھر کس صداقت وصفائی کے ساتھ کتنی تھوڑی مدت میں پوری بھی ہو جاتی ہے۔

یہاں مختصراً یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک جب کسریٰ کے سامنے پڑھا گیا ہے تو اس نے اپنے اسی شاہانہ غرور میں آکر آپ کے مکتوب کی توہین کی اور اس کو چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اللهم مزقه كل ممزق. خدایا تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اس کے برخلاف قیصر تھا جو اگرچہ ایمان تو نہیں لایا مگر اس نے آپ کے مکتوب کی بڑی توقیر کی اور ایک ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں اس کو حفاظت سے رکھ دیا۔ حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:

و قد اخبر غير واحد ان هذا الكتاب الى الآن باق عند ذرية هرقل فى اعز مكان يتوارثونه كابرا عن كابر واخبر غير واحد ان هذا الكتاب باق الى الان عند الفنش صاحب قشتاله و بلاد الاندلس يفتخرون به و هذا امر مشهور و معروف و قد روى سنيد و هو شيخ البخارى فى تفسيره. (الجواب الصحيح ج ۱ ص ۹۸)

بہت سے اہل کتاب اس کے شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ ہرقل خاندان میں قابل احترام مقام پر یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا چلا آتا ہے اور سنید شیخ بخاری تک نے اس کی تصدیق کی ہے اور اپنی تفسیر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھو الجواب الصحیح ج ۱ ص ۹۸)

جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ قیصر کچھ دنوں اور باقی رہے گا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے امام شافعیؒ سے اس حدیث کا شان ورود بھی نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں اس کی رعایت لازمی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قریش کی قدیم سے شام وعراق کی طرف بڑی آمد ورفت رہا کرتی تھی۔ جب یہ اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کو یہ خطرہ ہونے لگا کہ اب آمد ورفت بقیہ .....

لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ قَالَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَالِ كِسْرٰى الَّذِىْ فِى الْاَبْيَضِ. (رواه الشيخان)

جماعت یا مومنوں کی (راوی کو ان دونوں لفظوں میں سے اصل لفظ کے متعلق شک ہے) شاہِ کسریٰ کا وہ خزانہ جو اس کے قصر ابیض میں ہے فتح کرے گی۔ (شیخین)

(۱۴۵۳) اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِىِّ فَامَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ. (رواه البخاري)

(۱۴۵۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفت اپنا فرمان کسریٰ کو بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ اس کو بحرین کے حاکم کو دے دیں۔ بحرین کے حاکم نے اس کو کسریٰ کے حوالہ کر دیا۔ جب اس نے فرمان مبارک کو پڑھا تو غصہ میں آ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مجھ کو خیال آتا ہے کہ ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ بددعا کی کہ وہ بھی پارہ پارہ کر دیئے جائیں۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۴) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ فِتْنَةٍ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَ حَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ وَ بِالَّتِىْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَ فِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ. (رواه البخاري)

(۱۴۵۴) زینب بنت جحشؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات تھے لا الٰہ الا اللہ خاص طور پر عرب کے لیے افسوس ہے اس فتنے کی وجہ سے جو نزدیک آ پہنچا ہے یاجوج و ماجوج کی سد کا اتنا حصہ کھل چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا کر بتلایا۔ زینبؓ بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم لوگوں پر یہ ہلاکت ایسے وقت آ سکتی ہے کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں جب گندگی بہت زیادہ پھیل پڑے۔ (للاکثر حکم الکل)

لـه ..... میں بہت دشواریاں حائل ہو جائیں گی اور تجارتی مسائل کا حل کیا ہوگا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا اب یہ دور ہی ختم ہو جائے گا اور نہ کسریٰ رہے گا اور نہ قیصر چونکہ اس وقت قریش کا روئے سخن شام و عراق کی جانب تھا اس لیے حدیث کی مراد بھی یہی ہونی چاہیے کہ اب شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ باقی نہ رہے گا۔ عالم کے اطراف و نواحی سے یہاں کوئی بحث ہی نہ تھی اور نہ سارے جہان سے قیصریت و کسرانیت کے خاتمہ سے قریش کو کوئی سروکار تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسریٰ خود اپنے پاداش عمل سے ایسا نابود ہوا کہ پھر اس کا کہیں نام و نشان نہ رہا اور قیصر اپنے ادب کی بدولت گو ملک شام سے مٹ گیا مگر نہ اس طرح کہ زمین کے کسی گوشہ پر بھی اس کا نام و نشان نہ رہتا بلکہ اس کے ادب و احترام کا پھل اس دنیا میں اس کو مل گیا اور کچھ دنوں کے لیے اس کی سلطنت شام سے ہٹ کر ملک روم میں اور رہ گئی۔ (الجواب الصحیح ج ۴ ص ۱۳۸)

(۱۴۵۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هَلَاکُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اِنْ شِئْتُ اُسَمِّیْهِمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَّ بَنِیْ فُلَانٍ. (رواه البخاری)

(۱۴۵۵) ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسے راست باز کی زبان مبارک سے سنا ہے جن کی صداقت کا جہان قائل ہے۔ آپؐ سے یہ حیرتناک بات سنی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہوگی۔ مروان نے تعجب سے پوچھا کیا نوعمر لڑکوں کے ذریعے؟ ابو ہریرہؓ نے کہا جی ہاں مجھ کو اسی طرح معلوم ہے اگر چاہوں تو نام لے کر ان کے باپ دادا تک کا نسب بھی بیان کردوں۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَا هُمَا وَاحِدَةٌ. (رواه البخاری)

(۱۴۵۶) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں جنگ نہ ہولے جن کا دعویٰ ایک ہی ہو۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ. (رواه البخاری)

(۱۴۵۷) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کو تباہ کرنے والا ایک حبشی شخص ہوگا جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۸) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسُرَاقَةَ بْنِ مَالِکٍ کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی قَالَ فَلَمَّا اُتِیَ عُمَرُ بِسِوَارَیْ کِسْرٰی دَعَا سُرَاقَةَ فَاَلْبَسَهُ وَ قَالَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَلَبَهُمَا کِسْرٰی بْنَ هُرْمُزَ وَ اَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ الْاَعْرَابِیَّ اخرجه البیهقی. (کذافی الخصائص ج ۲ ص ۱۱۳)

(۱۴۵۸) حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اس وقت تیری مسرت وخوشی کا عالم کیا ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسریٰ کے وہ دو کنگن ایران کی فتح کے بعد پیش کیے گئے تو انہوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا اور ان کے ہاتھوں میں وہ کنگن ڈال دیئے اور فرمایا کہ اب اس خدا کی تعریف کرو جس نے کسریٰ کے ہاتھوں سے یہ کنگن نکال کر ان کو سراقہ جیسے دیہاتی کو پہنا دیئے۔

(۱۴۵۹) عَنِ ابْنِ مُحَیْرِیْزٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۴۵۹) ابن محیریز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

(۱۴۵۸) * سوچئے کہ یہ پیش گوئی ایک ریگستان کو گلزار بنا دینے والے نے کس کے متعلق اور کن حالات میں کی تھی کیا ظاہری اسباب اس کی تائید کرسکتے تھے مگر آج آپ کے سامنے وہ ایک واقعہ بن کر نظر آرہا ہے۔ کیا اس کو معجزات کی فہرست سے خارج کر ڈالنا معقول ہے یا معجزہ صرف ان ہی اعمال تک محدود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارِسُ نَطْحَةٌ اَوْ نَطْحَتَانِ ثُمَّ لَا فَارِسَ بَعْدَ هٰذَا وَ الرُّوْمُ ذَوَاتُ الْقُرُوْنِ كُلَّمَا هَلَكَ قَرْنٌ خَلَفَهُ قَرْنٌ.(اخرجه البيهقي)

(كذافي الخصائص ج ٢ ص ١١٣)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ فارس تو بس ایک ٹکر دو ٹکر میں ختم ہو جانے والا ہے اس کے بعد فارس کا تو نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا ہاں روم کچھ باقی رہے گا ایک قرن ختم ہو گا اس کے بعد دوسرا باقی رہے گا۔

(بیہقی شریف)

(۱۴۶۰) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَ اَرْدَفَنِیْ خَلْفَهُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَرَاَيْتَ اِنْ اَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى لَا تَسْتَطِيْعَ اَنْ تَقُوْمَ فِرَاشِكَ اِلٰى مَسْجِدِكَ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَرَاَيْتَ اِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ الْبَيْتُ بِالْعَبْدِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اصْبِرْ يَا اَبَا ذَرٍّ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى تَغْرَقَ حِجَارَةُ الزَّيْتِ مِنَ الدِّمَاءِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اُقْعُدْ فِیْ بَيْتِكَ وَ اَغْلِقْ عَلَيْكَ بَابَكَ فَقَالَ اِنْ لَمْ اُتْرَكْ قَالَ فَائْتِ مَنْ اَنْتَ مِنْهُ فَكُنْ فِيْهِمْ قَالَ فَاِنْ اٰخُذُ سِلَاحِیْ قَالَ اِذًا تُشَارِكُهُمْ فِيْهِ وَ لٰكِنْ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يُرَوِّعَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ طَرَفَ رِدَائِكَ عَلٰى وَجْهِكَ يَبُوْءُ بِاِثْمِكَ وَ اِثْمِهٖ. (رواه ابن حبان)

(۱۴۶۰) ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر فرمایا اگر کسی زمانے میں لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا ہوں ایسی بھوک کہ اس کی وجہ سے تم اپنے بستر سے اٹھ کر نماز کی جگہ بھی نہ آ سکو تو بتاؤ اس وقت تم کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کی یہ تو خدا تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جان سکتے ہیں۔ فرمایا دیکھو اس وقت بھی کسی سے سوال نہ کرنا۔ اچھا ابو ذرؓ بتاؤ اگر لوگوں میں موت کی ایسی گرم بازاری ہو جائے کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر جا پہنچے۔ بھلا ایسے زمانے میں تم کیا کرو گے؟ یہ بولے کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا دیکھو صبر کرنا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اگر لوگوں میں ایسا قتل وقتال ہو کہ خون ''حجار زیت'' تک بہہ جائے بھلا اس وقت تم کیا کرو گے انہوں نے عرض کی یہ بات تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا' بس اپنے گھر میں گھسے رہنا اور اندر سے اپنا دروازہ بند کر لینا۔ انہوں نے عرض کی اگر اس پر بھی چھوٹ نہ سکوں۔ فرمایا کہ پھر جس قبیلے میں کے ہو وہاں چلے جانا۔ انہوں نے عرض کی اگر میں بھی اپنے ہتھیار سنبھال لوں۔ فرمایا تو تم بھی فتنے میں ان کے شریک سمجھے جاؤ گے۔ اس لیے شرکت ہرگز نہ کرنا اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تلوار کی چمک تم کو خوف زدہ کر دے گی تو اپنی چادر کا پلہ اپنے منہ پر ڈال لینا اور قتل ہونا گوارا کر لینا۔ تمہارے اور قاتل کے گناہ سب کے سب قاتل ہی کے سر پڑ جائیں گے۔ (ابن حبان)

(۱۴۶۱) عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ وَ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَدَاَ هٰذَا الْاَمْرَ نُبُوَّةً وَّ رَحْمَةً وَ كَائِنًا خِلَافَةً وَّ رَحْمَةً

(۱۴۶۱) ابو ثعلبہؓ، ابو عبیدہؓ اور معاذؓ، یہ تینوں اصحاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اس دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہوئی پھر کچھ دن خلافت اور رحمت رہے گی۔ اس کے بعد خلافت کا دور ختم ہو جائے گا اور کاٹنے والا ملک بن جائے گا۔ سرکشی اور جبر وتشدد اور امت میں

وَ كَائِنًا مُلْكًا عَضُوضًا وَّ كَائِنًا عُتُوَّةً وَّ جَبْرِيَّةً وَّ فَسَادًا فِي الْأُمَّةِ يَسْتَحِلُّوْنَ الْفُرُوْجَ وَ الْخُمُوْرَ وَ الْحَرِيْرَ وَ يُنْصَرُوْنَ عَلٰي ذالِكَ وَ يُرْزَقُوْنَ اَبَدًا حَتّٰي يَلْقَوُا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔ (رواه ابو داؤد الطيالسي)

فساد کا دور دورہ ہو جائے گا - تا آنکہ حرام کاری - شراب خوری اور ریشم کو لوگ حلال بنالیں گے اور ان حالات میں بھی قدرت کی یہ ڈھیل ہوگی کہ فتح و نصرت اور رزق کی فراغت برابر ان پر رہے گی یہاں تک کہ ان کی موت آ جائے گی۔ (ابوداؤد طیالسی)

(۱۴۶۲) عَنْ سَفِيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ تَكُوْنُ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً ثُمَّ تَصِيْرُ مُلْكًا۔ (رواه احمد و الترمذی و ابوداؤد)

(۱۴۶۲) سفینہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت منہاج نبوت پر رہے گی اس کے بعد پھر خلافت نہیں ہوگی بلکہ ملک گیری ہو جائے گی۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

(۱۴۶۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ۔ (رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب اسنادا)

(۱۴۶۳) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ دین کی حالت ایسی کمزور ہو جائے گی کہ دین پر عمل کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسا ہاتھ میں انگارہ پکڑنا۔ (ترمذی شریف)

(۱۴۶۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ

(۱۴۶۴) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت اسلام کے پرشوکت زمانے میں ہو جو شخص تم

(۱۴۶۲) * سفینہ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ خلافت صدیقی دو سال رہی اس کے بعد دس سال تک خلافت فاروقی کا دور رہا' پھر بارہ سال عثمان غنیؓ کی خلافت رہی اور چھ سال حضرت علیؓ کی خلافت چلی - یہ مجموعہ تیس سال ہو گئے - حضرت امام حسنؓ کے دور کے چھ ماہ کی مدت ملا کر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت ٹھیک تیس سال ہوتی ہے - جس کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے - اس کے بعد پھر ملک گیری مطمح نظر ہو گیا اور رشد و ہدایت کا وہ دور ختم ہو گیا جس کو خلافت نبوت کہا جا سکتا تھا۔

ایک مرتبہ ارادہ کے بغیر خیال اس طرف منتقل ہوا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت کل تیس سال ہونے میں شاید حکمت یہ ہو کہ بحکم حدیث چونکہ ہر تاریخی نبی کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوتی چلی آئی ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر نزول سے پہلی اور بعد کی ملا کر ایک سو بیس ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری عمر ساٹھ سال ہوگی - چنانچہ بحذف کسر آپ کی عمر یہی ہوئی - اس حساب سے اگر آپ کے بعد نبوت باقی ہوتی اور کوئی نبی آنا مقدر ہوتا تو اس کی عمر آپ کی عمر کے نصف ہونی چاہیے تھی وہ تیس ہی ہے - چونکہ یہاں نبوت اب ختم ہو چکی تھی اس لیے خلافتِ نبوت علی منہاج النبوۃ کی عمر تیس سال مقدر ہوئی وللہ الحمد۔

یہاں یہ امر قابل یادداشت ہے کہ جو لوگ اس حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ اس حدیث کے ماتحت کیا کسی مدعی نبوت کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے بھی متجاوز ہو سکتی ہے؟

تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَکَ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا. (رواہ الترمذی)

میں سے اسلامی احکام کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہوگا اور آگے اسلام کے ضعف کا وہ دور آنے والا ہے کہ اس میں جو شخص اس کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ بھی نجات پا جائے گا۔ (ترمذی)

(١٤٦٥) عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ وَّ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَ الْحَرِیْرَ وَ الْخَمْرَ وَ الْمَعَازِفَ وَ لَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ یَاْتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَ یَضَعُ الْعَلَمَ وَ یَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَّ خَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ. (رواہ البخاری)

(١٤٦٥) ابو عامرؓ اور ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے آئیں گے جو خالص اور غالب ریشم کے کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال بنا کر رہیں گے اور یہ بھی ہوگا کہ ایک پہاڑ کے دامن میں ایک قافلہ آ کر اترے گا جب شام کو ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے تو ایک شخص اپنی حاجت لے کر ان کے پاس آئے گا وہ جواب دے دیں گے تم کل آنا۔ اللہ تعالیٰ رات ہی میں ان پر عذاب نازل فرمائے گا۔ پہاڑ ان پر گر پڑے گا اور کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لیے بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دے گا۔ (بخاری شریف)

(١٤٦٦) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْحِجَازِ کَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا وَ لَیَعْقِلَنَّ الدِّیْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْاُرْوِیَةِ مِنَ الْجَبَلِ. اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَ هُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ.

(رواہ الترمذی و روی مسلم اوله و فی وهو یارز بین المسجدین و فی روایة الی المدینة)

(١٤٦٦) عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں دین تمام اطراف سے سکڑ کر حجاز کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا جیسا کہ سانپ دور دور جا کر پھر اپنے ہی سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے اور آخر میں دین حجاز میں آ کر اس طرح پناہ لے گا جیسا کہ پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر جا کر پناہ لیتا ہے۔ بے شبہ جب اسلام دنیا میں آیا تھا تو وہ ایک پردیسی شخص کی طرح اپنے خیال کا اکیلا تھا اور آخر میں پھر اسی طرح پردیسی بن جائے گا تو مبارک ہو ان کو جو دین کی خاطر اپنے دیس میں بھی پردیسی کی طرح بن جائیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اصلاح کریں گے میری سنت کی ان باتوں کی جو بدعتیوں نے میرے بعد آ کر خراب کر دی ہوں گی۔ (ترمذی شریف)

(١٤٦٧) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حَوَائِطِ

(١٤٦٧) ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں رونق افروز تھے اور اس وقت آپ ایک تر

(١٤٦٧) ❋ ایک جگہ خود راوی کا بیان ہے کہ یہ نشست اس طرح پر تھی کہ میں نے اسی سے ان کی قبروں کا اندازہ کر لیا تھا للہ .....

الْمَدِيْنَةِ وَ هُوَ مُتَّكِئٌ يَرْكُزُ بِعُوْدٍ فِي الْمَاءِ وَ الطِّيْنِ إِذَا اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ افْتَحْ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا هُوَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَ بَشَّرْتُهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَفَتَحْتُ وَ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ وَ قُلْتُ لَهُ الَّذِيْ قَالَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَبْرًا وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ. (رواه الشیخان)

زمین میں ایک لکڑی کا سہارا لیے ہوئے تھے کہ دفعۃً کسی شخص نے دروازے پر دستک دی- آپؐ نے فرمایا دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو- دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے- میں نے فوراً دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی- اس کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھلوانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اس کو بھی جنت کی بشارت سنا دو- میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عمرؓ تھے- میں نے ان کے لیے بھی دروازہ کھولا اور ان کو بھی جنت کی بشارت سنا دی- اس کے بعد پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا- آپؐ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک آزمائش پر ان کو بھی جنت کی بشارت دے دو- میں نے دیکھا تو وہ عثمانؓ تھے- میں گیا اور ان کو بھی جنت کی بشارت سنا دی اور ان سے وہ بات بھی کہہ دی جو ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی- انہوں نے فوراً یہ دعا فرمائی الٰہی اس پر صبر کی توفیق عطا فرما- اور اللہ ہی کی ذات پاک وہ ہے جس سے ہر معاملہ میں مدد طلب کی جاتی ہے-

(۱۴۶۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَيْتُ جِبْرَئِيْلَ لَمْ يَرَهُ خَلْقٌ إِلَّا عَمِيَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيًّا وَ لٰكِنْ أَنْ يُّجْعَلَ ذٰلِكَ فِيْ اٰخِرِ عُمُرِهٖ. (رواه الحاکم کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۹۳) وفیہ وَ كُنْتُ أَحْيَانًا أَرَاهُ كَمَا يَرَى الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ مِنْ وَّرَاءِ الْغِرْبَالِ. ج ۱ ص ۹۲

(۱۴۶۸) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو کسی اپنی خاص صورت میں دیکھ پایا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی زیارت جس شخص کو بھی ہو وہ آخر کار نابینا ہو جاتا ہے مگر صرف ایک نبی اس سے مستثنیٰ ہے لیکن آخر عمر میں ہوتا ہے فوراً نہیں- ایک روایت میں ابن عباسؓ کا یہ بیان اور ہے کہ میں ان کو گاہ بگاہ اس طرح دیکھ لیتا تھا جیسا کوئی شخص اپنے پاس والے شخص کو پس پردہ پرچھائیں کی طرح دیکھ لیتا ہے یعنی بالکل آمنے سامنے صاف دیدار نہیں ہوتا تھا اور نہ معلوم نہیں کہ عام بشر کی کیا گت بنتی- (مستدرک)

لہ ..... یعنی عثمانؓ جہاں بیٹھے تھے وہ ایک جگہ ان حضرات سے ایک جانب میں بیٹھے تھے- حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا کہ بعض بیداری کے واقعات بھی خواب کی طرح تعبیر طلب ہوتے ہیں پھر اس واقعہ کی بھی تعبیر تحریر فرمائی ہے- بعض نافہموں کو اس سے کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے-

(۱۴۶۸) ✱ یہ دیدار روحانی قرب و خصوصیات پر مبنی ہے- ابن عباسؓ تو ایک عظیم القدر فرشتے کے اتنے سے دیدار کی تاب نہ لا سکے اور اپنی آخر عمر میں نابینا ہو گئے- پھر دیدار الٰہی کو اس پر قیاس کر لیجئے آخر موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو ہزار اشتیاق کے باوجود ''لن ترانی'' کا جواب سننا ہی پڑا- ایسا ایک جبرئیل علیہ السلام کے حق میں کیوں ارشاد فرمایا گیا- یہ بہت تفصیل کا محتاج ہے پھر بھی حقیقت حال کا علم تو اس علام الغیوب کو ہے- عالم شہادت کے بسنے والے عالم غیب سے بھلا کیسے آشنا ہوں- الا ان یشاء اللہ.

(۱۴۶۹) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبَا مَرْثَدِ الْغَنَوِیَّ وَ الزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَ الْمِقْدَادَ وَ کُلُّنَا فَارِسٌ فَقَالَ اِنْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَۃَ خَاخٍ فَاِنَّ بِھَا امْرَأَۃً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مَعَھَا کِتَابٌ مِنْ حَاطِبٍ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَاَدْرَکْنَا ھَا تَسِیْرُ عَلٰی بَعِیْرٍ لَّھَا حَیْثُ قُلْنَا لَھَا اَیْنَ الْکِتَابُ؟ فَقَالَتْ مَا مَعِیَ کِتَابٌ قَالَ فَاَنَخْنَا بِھَا فَالْتَمَسْنَا الْکِتَابَ فِیْ رَحْلِھَا فَلَمْ نَرَ کِتَابًا قَالَ قُلْنَا مَا کَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجَنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّکِ قَالَ فَلَمَّا رَأَتْ اَنِّیْ اَھْوَیْتُ اِلٰی حُجْزَتِھَا وَ ھِیَ مُحْتَجِزَۃٌ بِکِسَاءٍ اَخْرَجَتْ

(۱۴۶۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابو مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سواروں کو ایک گرفتاری کے سلسلہ میں بھیجا اور فرمایا جاؤ اور جب مقام روضہ خاخ پر پہنچو تو وہاں تم کو ایک مسلمان عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا جو حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہے۔ ہم چلے آخر ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ وہ اونٹ پر سوار اس کو تیز دوڑائے لیے جا رہی تھی اور ہم نے اس سے کہا خط کہاں ہے؟'' وہ بولی میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا اونٹ بٹھا دیا اور اس کے کجاوہ میں خط تلاش کیا مگر کوئی خط ہماری نظر نہ پڑا۔ ہم نے کہا یہ امر تو یقینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافِ واقع نہیں فرمایا تجھ کو خط نکالنا ہوگا نہیں تو ہم تجھے ننگا کرتے ہیں وہ ایک کمبلی پہنے ہوئے تھی جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو ننگا کرنے کے لیے اس کے تہ بند کی جگہ کی طرف بڑھا تو اس نے بالوں میں سے خط نکال کر دے دیا ہم

(۱۴۶۹) ٭ اسالیب کلام کو نہ جاننے والا اور فصاحت و بلاغت کے اندازِ بیان سے ناآشنا یہاں محض لفظی چکر میں پڑ کر حیران رہ جاتا ہے اور بے وجہ دماغ سوزی کر کے سوال و جواب کی الجھن میں پھنس جاتا ہے اور ایک کلام کا ذوق رکھنے والا جانتا ہے کہ یہ صرف تشریف و اکرام کا ایک پیرایہ ہے جس میں لفظی وسعت ہوتی ہے مگر وہ مراد نہیں ہوا کرتی۔ دیکھئے ایک موقعہ پر اپنی شان بے نیازی کے اظہار کے لیے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ. (الکھف: ۲۵) اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اب یہاں کون کہہ سکتا ہے کہ کفر و ایمان کا بندہ کو اختیار دے دیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں اس کے لیے جائز کر دی گئی ہیں بلکہ صاف ظاہر ہے کہ شانِ ربوبیت کے استغناء اور اس کی بے نیازی کا یہ ایک پیرایہ بیان ہے جس کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندہ کا ایمان و کفر اس کے حق میں سب برابر ہے۔ اسی طرح مثلاً ایک طبیب اپنے مریض کی صحت کے بعد کہہ دیتا ہے کہ اب جو چاہو کھاؤ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کلمات سے اس نے زہر اور مضر اشیاء کی بھی اجازت دے دی ہے بلکہ ظاہر ہے کہ یہ بھی مریض کے صحت کا ایک پیرایہ بیان ہے۔ اسی طرح اعملوا ما شئتم کا لفظ اہل بدر کے حق میں اس اس کا اعلان ہے کہ تم اپنے اس عمل کی بدولت یقین کر لو کہ بخشے جا چکے لہٰذا اب جو عمل چاہو کرو۔ یہ دوسری بات ہے کہ خدائی کلمات چونکہ بڑی حقیقت کے حامل ہوتے ہیں اس لیے اس کی فطرت پر اتنے اثر انداز ہو جاتے ہیں کہ پھر اس کی فطرت سے دوزخ کے اسباب کرنے کی صلاحیت ہی معدوم ہو جاتی ہے اس لیے یہ لفظی توسیع ایک طرف تو اکرام و تشریف کا پیغام ہوتی ہے اور دوسری طرف کبائر سے ان کی حفاظت کی بشارت بھی ہوتی ہے۔ اب دیکھ لیجئے یہاں حاطب کے عمل کی صورت کتنی مہلک تھی حتیٰ ...... ؎

الْكِتَابَ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَخَذْنَا الْكِتَابَ فَاَتَيْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ بَلْتَعَةَ اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاحَاطِبُ مَا هٰذَا؟ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ اِنْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِّنْ اَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ كَانَ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ اَهْلَهُمْ بِمَكَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِيْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَّلَا اِرْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رِضَاءً بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَكُمْ. فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَدْ

نے وہ خط لے لیا اور اس کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے - اس کو کھول کر دیکھا تو خلاف توقع حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے مشرکین مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جنگی رازوں کی اطلاع دی گئی تھی - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہو حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیا حرکت ہے؟ کہا: ذرا میری بات سن لیں اور میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں میں خود اہل مکہ سے نہ تھا بلکہ باہر کا آدمی تھا جوان میں آ کر بس گیا تھا اور یہ جو مہاجرین ہیں ان کی وہاں رشتہ داری تھی جس کے ذریعہ ان کے عزیزوں کی وہاں نگہداشت ہو رہی تھی - میں نے سوچا کہ جب میرا ان سے کوئی رشتے ناطے کا تعلق نہیں تو لاؤ ان پر کوئی احسان ہی کر دوں جس کی رعایت سے وہ میرے خاندان والوں کی بھی حفاظت کریں - بس اتنی ہی بات ہے ورنہ میں نے یہ حرکت نہ تو کفر کی وجہ سے کی ہے اور نہ اس لیے کہ میں مرتد ہو گیا ہوں یا کفر سے خوش ہوں - میرا بیان سن کر رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے جو بات تھی وہ سچ سچ کہہ دی ہے - عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں بولے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اس منافق کا سر تن سے جدا کرنے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ

لله ..... کہ اس پر نفاق و ارتداد تک کا شبہ بھی پیدا ہو سکتا تھا لیکن جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کی حقیقت انسان کی ایک فطرتی کمزوری سے ذرا بھی آگے نہ تھی -

شان نبوت بھی کمالات ربانی کی کیسی مظہر ہوتی ہے کہ یہاں اب بھی یہ نہیں فرمایا جاتا کہ یہ کوئی کفر کی بات ہی نہیں یہ تو صرف ایک انسانی کمزوری ہے جس سے بشر جب تک وہ بشر ہے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا مبادا اس تشریح سے اس تشریف میں کمی پیدا ہو جو اکرم الاکرمین کو ان کلمات سے اہل بدر کی مقصود بھی -

مصلحت اور مفسدہ میں جب تعارض واقع ہو جائے تو کہاں مصلحت کو مقدم کرنا چاہیے اور کہاں مفسدہ کو یہ شریعت کا ایک بہت بڑا اہم باب ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص ہی پورا اندازہ کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ یہاں ایک طرف مصلحت چاہتی ہے کہ اس عورت کے انکار پر اس کو اگر عریاں بھی کرنا پڑے تو اس صورت سے بھی اس کی تلاشی ضرور لے لی جائے دوسری طرف اجنبی عورت کے ستر کشف کرنے کی مضرت بھی کچھ کم نہ تھی مگر حضرت علی کو یہاں مخبر صادق کی خبر کا یقین تھا اور وہ اس کے لیے مامور بھی تھے کہ جو خط اس کے پاس ہے وہ لے کر آئیں اس لیے انہوں نے کسی ظنی اور تخمینی بات پر اس مفسدہ پر جرأت نہیں کی بلکہ آپ کے صریح حکم کی تعمیل کی جب کوئی صورت باقی نہ رہی تو آخر ایسی بات کی بھی دھمکی دے دی جس کے بعد اس کے لیے خط کے حوالہ کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا - جو توازن لله .....

شَهِدَ بَدْرًا وَّ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (رواہ الشیخان)

وسلم نے فرمایا یہ جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تم کو کیا معلوم ہے کہ شرکائے بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ جو عمل چاہو کرو میں تم سب کو بخش چکا- (شیخین)

(۱۴۷۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَخَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى وَ كَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ وَ فِيْ لَفْظٍ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَدْمَاتَ عَبْدُاللّٰهِ الصَّالِحُ اَصْحَمَةُ فَاَمَّنَا وَ صَلّٰى عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنَّ اَخَالَكُمْ قَدْمَاتَ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ يَعْنِي النَّجَاشِيَّ. (رواہ الشیخان)

(۱۴۷۰) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی خبر آنے سے پہلے جس دن اس کا انتقال ہوا تھا اسی دن لوگوں کے سامنے بیان فرمادی تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر تشریف لا کر نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور چار تکبیریں کہیں- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نمازِ جنازہ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے اصحمہ کی وفات ہوگئی ہے اور اس پر نماز ادا فرمائی اور ہماری امامت فرمائی- اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ایک اسلامی بھائی انتقال کر گیا ہے پس اس پر نمازِ جنازہ پڑھو-

(۱۴۷۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى زَيْدٍ يَعُوْدُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهٖ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَاْسٌ وَ لٰكِنْ كَيْفَ لَكَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِيْ فَعَمِيْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَ اَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ (انیسة بنت زید) فَعَمِيَ بَعْدَ مَامَاتَ

(۱۴۷۱) حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ حضرت زیدؓ بیمار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیمار پرسی کو تشریف لائے اور فرمایا اس بیماری سے تو تمہیں کوئی اندیشہ نہیں لیکن یہ بتاؤ کہ جب تم میرے بعد طویل عمر پاؤ گے اور نابینا ہو جاؤ گے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گا اور طلبِ ثواب کی نیت اور توقع رکھوں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب تو پھر تم جنت میں بغیر حساب کتاب کے پہنچ جاؤ گے- انیسہ بنت زیدؓ کہتی ہیں کہ واقعی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نابینا ہو گئے

لـه ..... کے ساتھ حالات کا اندازہ نہیں لگاتے وہ یا تو مصلحت کی خاطر کھلے محرمات میں بے باک ہو جاتے ہیں یا پھر مفسدہ کا اندازہ نہ لگا کر اجتماعی مصالح کو معمولی سی باتوں پر قربان کر ڈالتے ہیں جب تک شریعت کا پورا پورا علم اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے خوف سے قلب پورا معمور نہ ہو اس توازن کو نبھانا مشکل ہے ۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس کو نہ تو نیک بخت ٗ نادان بنا سکتا ہے اور نہ شرعی مزاج سے ناواقف دانا-

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ. (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا بھی دی کہ بینا ہو گئے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (بیہقی)

(۱۴۷۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَاَسْلَمَ وَ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ وَ كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَايُدْرِيْ مُحَمَّدًا اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ اٰيَةً فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا مِثْلَ الْاَوَّلِ فَحَفَرُوْا لَهٗ وَ اَعْمَقُوْا فَلَفَظَتْهُ الثَّالِثَةَ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ فَتَرَكُوْهُ مَنْبُوْذًا. (رواه الشيخان)

(۱۴۷۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عیسائی ایمان لایا اور مسلمان ہوا اور اس نے سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھی وہ حضور کا کاتب ہو گیا تھا مگر پھر عیسائی بن گیا۔ وہ کہنے لگا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہی باتوں کا علم ہوتا ہے جو میں ان کے لیے لکھ دیا کرتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی: اے اللہ اس کو ایسی سزا دیجئے کہ آپؐ کی قدرت کی نشانی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی پھر اس کا یہ حال ہو گیا کہ اس کی لاش زمین نے باہر پھینک دی۔ ان لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ ہو نہ ہو یہ کام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا ہے کہ جب وہ ان کے گروہ سے الگ ہو گیا تو انھوں نے اس کی قبر کھود ڈالی اور اس کی لاش باہر ڈال دی۔ عیسائیوں نے پھر اس کی قبر کھودی اور جتنی گہری کھود سکتے تھے کھودی پھر صبح کو دیکھا تو زمین نے اس کی لاش باہر پھینک دی تھی۔ پھر عیسائیوں نے پہلے کی طرح الزام دیا پھر اس کے لئے تیسری بار قبر کھودی اور خوب گہری کھودی پھر بھی زمین نے اس کی لاش اُگل دی۔ تب لوگ سمجھ گئے کہ یہ کام آدمیوں کا نہیں ہو سکتا تو اسے یونہی باہر پڑا چھوڑ دیا۔ (بخاری مسلم)

الرسول الاعظم و صبره و سماحته و تحمله الاذى فى سبيل الله صلوات الله و سلامه عليه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال حلم و درگذر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ناقابل برداشت اذیتوں پر صبر و تحمل فرمانا

(۱۴۷۳) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قِصَّةَ الصَّحِيْفَةِ وَ

(۱۴۷۳) ابن شہاب سے قصہ صحیفہ (یعنی بنو ہاشم کے مقابلے پر مشرکین

(۱۴۷۳) ٭ اس واقعہ کو حافظ ابن تیمیہؒ نے بطور آپؐ کے ایک معجزہ ہونے کے نصاریٰ کے سامنے رکھا ہے' لیکن ہمارے بعض علماء نے اس کو بھی مرسل کہہ کر آپؐ کے معجزات میں سے علیحدہ کر دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مرسل کی حیثیت اس عالم کے نزدیک اتنی کمتر کیوں ہے جب کہ مراسیل کا احکام کے باب میں حجت ہونا تسلیم کر لیا گیا ہو۔ بالخصوص حنفیہ کے نزدیک پھر مسلمہ ائمہ حدیث نے مراسیل پر مستقل تصانیف لکھی ہیں۔ امام شافعیؒ گو مراسیل کے منکر ہیں مگر وہ بھی علی الاطلاق نہیں ان کے ہاں بھی استثناء موجود ہے۔ ہمارے نزدیک امام زہریؒ کی جلالت قدر اور متاخرین میں حافظ ابن تیمیہؒ کا اس کو نقل کر دینا اس کے معتبر ہونے کے لیے کافی ضمانت ہے۔ بالخصوص جب کہ دوسرے طرق سے بھی یہ واقعہ ثابت ہے۔ ابن لہیعہ کو گو ضعیف کہا گیا ہے مگر ان کے بارے میں اختلاف آراء کے علاوہ اس درجہ ضعف کہ ان طلخ .....

رَوَاهَا عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاق بِمَعْنَاهُ قَالَ ثُمَّ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ اِشْتَدُّوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَشَدِّ مَا كَانُوْا حَتّٰى بَلَغَ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَهْدُ وَ اشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَ اجْتَمَعَتْ قُرَيْشٌ فِيْ مَكْرِهَا اَنْ يَّقْتُلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَةً فَلَمَّا رَاٰى اَبُوْ طَالِبٍ عَمَلَ الْقَوْمِ جَمَعَ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّدْخِلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعْبَهُمْ وَ يَمْنَعُوْهُ مِمَّنْ اَرَادَ قَتْلَهُ فَاجْتَمَعُوْا عَلٰى ذٰلِكَ مُسْلِمُهُمْ وَ كَافِرُهُمْ فَمِنْهُمْ مَنْ فَعَلَهُ حَمِيَّةً وَّ مِنْهُمْ مَنْ فَعَلَهُ اِيْمَانًا وَّ يَقِيْنًا. فَلَمَّا عَرَفَتْ قُرَيْشٌ اَنَّ الْقَوْمَ قَدْ مَنَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اجْتَمَعُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَ اجْتَمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ اَنْ لَّا يُجَالِسُوْا وَ لَا يُبَايِعُوْهُمْ وَ لَا يَدْخُلُوْا بُيُوْتَهُمْ حَتّٰى يُسَلِّمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَتْلِ وَ كَتَبُوْا فِيْ مَكْرِهِمْ صَحِيْفَةً وَ عُهُوْدًا وَ مَوَاثِيْقَ لَا يَقْبَلُوْا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ اَبَدًا صُلْحًا وَّ لَا

قریش کا باہم عہد نامہ) جس کو عروہ بن الزبیرؓ نے بیان کیا' منقول ہے اور محمد بن اسحاق (مشہور مؤرخ) نے بھی اس کا خلاصہ نقل کیا ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پر مشرکین کی ایذائیں اور سختیاں پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئیں یہاں تک کہ مسلمان سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے اور ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے- ادھر قریش اس پر متفق ہو گئے کہ آپ کو کسی تدبیر سے کھلم کھلا قتل کر دیں- جب ابو طالب نے قوم کا یہ ظلم دیکھا تو انہوں نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ٹھکانے میں لے جائیں اور جو شخص آپؐ کے قتل کا ارادہ کرے اس کو اس ارادۂ بد سے منع کریں- ابو طالب کے اس کہنے پر عبدالمطلب کا سارا قبیلہ کیا مسلمان اور کیا کافر سب کے سب متفق ہو گئے- یہ دوسری بات تھی کہ آپؐ کی یہ حمایت کسی کی تو صرف حمیتِ قومی کی بنا پر تھی اور کسی کی ایمان و یقین کی بنا پر- ادھر قریش نے جب یہ دیکھا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر متفق ہو چکے ہیں تو مشرکین قریش بنو عبدالمطلب کے مقابلے پر بائیکاٹ کے لیے متفق ہو گئے کہ نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کریں گے اور نہ خرید و فروخت اور نہ ان کے گھروں میں آمد و رفت رکھیں گے یہاں تک کہ وہ قتل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد نہ کر دیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ ذکر کیا کہ بنو ہاشم سے اس وقت تک ہرگز کوئی صلح نہ کریں گے اور نہ ان پر رحم کھائیں گے جب تک کہ وہ قتل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کر دیں اس کے بعد بنو ہاشم تین سال تک اسی طرح اپنی جگہ

لـه ..... کا بیان ساقط الاعتبار ہو قابل تسلیم نہیں-

چلیے اگر اس ایک واقعہ کو حدیث کہنے میں کوئی تامل ہو تو بہت سی احکام کی حدیثوں میں بھی ان پر حدیث کا حکم لگانا مشکل ہو گا- حالانکہ محدثین نے ان کو بالاتفاق اپنی مصنفات میں صرف ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اپنا مختار بھی بنا لیا ہے اسی لیے حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی خشک مزاجی کے باوجود اس کے دلائل نبوت ہونے میں ادنیٰ سے تامل کے بغیر دنیا کے سامنے اس کو پیش کر دیا ہے اور ان ہی کے اتباع میں اس کو اسلامی تاریخ کے عجائبات میں شمار کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا- جب کہ اس ایک واقعہ کو الگ رکھ کر بھی ہمارے پاس آپؐ کے بے شمار دلائل نبوت جو زبردست دشمنوں کے واسطے بھی قابل انکار نہیں موجود ہیں- تو ان ہی انبار کے درمیان اس کو تحریر کر دینے میں ہمارا قلم کیوں جھجکے-

تَاْخُذُهُمْ بِهِمْ رَاْفَةٌ حَتّٰى يُسْلِمُوْهُ لِلْقَتْلِ فَلَبِثَ بَنُوْ هَاشِمٍ فِيْ شِعْبِهِمْ ثَلَاثَ سِنِيْنَ وَ اشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَ الْجُهْدُ وَ قَطَعُوْا عَنْهُمُ الْاَسْوَاقَ فَلَمْ يَتْرُكُوْا طَعَامًا يَقْدُمُ مَكَّةَ وَ لَا بَيْعًا اِلَّا بَادَرُوْهُمْ اِلَيْهِ فَاشْتَرَوْهُ يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ اَنْ يُدْرِكُوْا سَفْكَ دَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ حَتّٰى كَانَ تُسْمَعُ اَصْوَاتُ صِبْيَانِهِمْ يَتَضَاغَوْنَ مِنْ وَّ رَاءِ الشِّعْبِ مِنَ الْجُوْعِ وَعَدَوْا عَلٰى مَنْ اَسْلَمَ فَاَوْثَقُوْهُمْ وَ اٰذَوْهُمْ وَ اشْتَدَّ الْبَلَاءُ عَلَيْهِمْ وَ عَظُمَتِ الْفِتْنَةُ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا. قَالَ قَالَ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ فِيْ تَمَامِ حَدِيْثِهٖ وَ كَانَ اَبُوْطَالِبٍ اِذَا اَخَذَ النَّاسُ مَضَاجِعَهُمْ اَمَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ عَلٰى فِرَاشِهٖ حَتّٰى رَاٰى ذَالِكَ مَنْ اَرَادَ مَكْرًا بِهٖ وَ اغْتِيَالًا لَهٗ فَاِذَا نُوَّمَ النَّاسُ اَمَرَ اَحَدَ بَنِيْهِ اَوْ اِخْوَتِهٖ اَوْ بَنِيْ عَمِّهٖ فَاضْطَجَعَ عَلٰى فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ بَعْضَ فُرُشِهِمْ فَيَنَامُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ رَاْسُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ تَلَاوَمَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ وَ مِنْ بَنِيْ قُصَيٍّ وَّ رِجَالٌ سِوَاهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ وَلَدَتْهُمْ نِسَاءُ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَطَعُوا الرَّحِمَ وَ اسْتَخَفُّوْا بِالْحَقِّ وَ اجْتَمَعَ اَمْرُهُمْ مِنْ لَيْلَتِهِمْ عَلٰى نَقْضِ مَا تَعَاهَدُوْا عَلَيْهِ مِنَ الْغَدْرِ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُ وَ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى صَحِيْفَتِهِمُ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَكْرُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ الْاَرْضَةَ

محبوس رہے سختیاں اور مصائب کا دوران پر زیادہ سے زیادہ شدید ہوتا رہا- مشرکین قریش نے ان کے لیے بازاروں کی آمد و رفت بند کر دی اور جب باہر سے کھانے کا کوئی سامان مکہ مکرمہ آتا تو فوراً لپک کر اس کو خرید لیتے اور مقصد یہ تھا کہ اس ایذا رسانی کی تدبیر سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہانے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جائیں- اس جگہ ابن اسحاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ بنو ہاشم پر بھوک کی شدت کا عالم یہ ہو گیا تھا کہ ان کے بچوں کی آواز بنو ہاشم والی گھاٹی کے باہر سے کانوں میں آتی تھی کہ وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں- دوسری طرف جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو باندھ کر ڈال دیا تھا اس پر ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے غرض کہ عظیم آزمائش کا وقت تھا اور مسلمانوں پر گویا قیامت برپا تھی- یہاں موسیٰ بن عقبہ اس واقعہ کے تتمہ میں بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر چلے جاتے تو ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ وہ ان کے بچھونے پر جا لیٹیں یہاں تک کہ جو بدکردار آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہو وہ یہ دیکھ لے- پھر جب لوگوں کو سلا دیتے تو اپنے کسی بچے یا بھانجے یا بھتیجے سے کہتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بسترہ پر جا سوئے جب اس دور پر تیسرا سال ہونے لگا تو بنو عبد مناف اور بنو قصی اور ان کے علاوہ قریش کے ان لوگوں نے جو بنو ہاشم کی اولاد تھے باہم ایک دوسرے کو ملامت کی اور انہوں نے سمجھا کہ انہوں نے باہم رشتہ داری کا تعلق ختم کر کے حق کے خلاف کیا اور قطع رحم کے جرم کے مرتکب ہو گئے اور اسی رات میں ان کا یہ مشورہ ٹھہر گیا کہ غداری اور بائیکاٹ کے جو منصوبے انہوں نے گانٹھ رکھے تھے وہ یکلخت توڑ ڈالیں- ادھر جس عہد نامے میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادۂ بد کا ذکر کیا تھا اس کو قدرت نے دیمک لگا دی اور وہ اس عہد نامہ کو چاٹ گئی- بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عہد نامہ بیت اللہ کی چھت میں لٹکا ہوا تھا دیمک نے اس عہد نامے میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا تمام جگہ سے اس کو چاٹ لیا تھا اور جو جو شرک یا ظلم یا قطع رحم کی باتیں تھیں وہ

فَلَحَسَتْ كُلَّ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ عَهْدٍ وَ مِيثَاقٍ. وَ يُقَالُ كَانَتْ مُعَلَّقَةً فِي سَقْفِ الْبَيْتِ فَلَمْ تَتْرُكْ اِسْمًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيهَا اِلَّا لَحَسَتْهُ وَ بَقِيَ مَا فِيهَا مِنْ شِرْكٍ اَوْ ظُلْمٍ اَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَ اَطْلَعَ اللّٰهُ رَسُولَهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ بِصَحِيفَتِهِمْ فَذَكَرَ ذَالِكَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي طَالِبٍ فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ لَا وَ الثَّوَاقِبِ مَا كَذَبَنِي فَانْطَلَقَ يَمْشِي بِعِصَابَةٍ مِّنْ بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ وَ هُوَ حَافِلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا رَاَوْهُمْ عَامِدِيْنَ بِجَمَاعَتِهِمْ اَنْكَرُوْا ذَالِكَ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ خَرَجُوْا مِنْ شِدَّةِ الْبَلَاءِ فَاَتَوْ هُمْ لِيُعْطُوْهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ قَدْ حَدَثَتْ اُمُوْرٌ بَيْنَكُمْ لَمْ نَذْكُرْهَا لَكُمْ فَاْتُوْا بِصَحِيْفَتِكُمُ الَّتِيْ تَعَاهَدْتُمْ عَلَيْهَا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَنَا صُلْحٌ وَ اِنَّمَا قَالَ ذَالِكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّنْظُرُوْا فِي الصَّحِيْفَةِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْا بِهَا فَاَتَوْا بِصَحِيْفَتِهِمْ مُعْجَبِيْنَ بِهَا لَا يَشُكُّوْنَ اَنَّ الرَّسُوْلَ مَدْفُوْعٌ اِلَيْهِمْ فَوَضَعُوْهَا بَيْنَهُمْ وَ قَالُوْا قَدْ اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَقْبَلُوْا وَ تَرْجِعُوْا اِلٰى اَمْرٍ يَجْمَعُ قَوْمَكُمْ فَاِنَّمَا قَطَعَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ رَجُلٌ وَّاحِدٌ جَعَلْتُمُوْهُ خَطَرَ الْهَلَكَةِ لِقَوْمِكُمْ وَ عَشِيْرَتِكُمْ وَ فَسَادِ بَيْنِكُمْ فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اِنَّمَا اَتَيْتُكُمْ لِاُعْطِيَكُمْ اَمْرًا فِيْهِ نَصَفٌ فَاِنَّ ابْنَ اَخِيْ اَخْبَرَنِيْ وَ لَمْ يَكْذِبْنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَرِیْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ الَّتِيْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ وَ

سب چھوڑ دی تھیں عہد نامہ کا یہ سارا راز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کھول دیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب ابو طالب سے ذکر کر دیا ابو طالب نے قسم کھا کر کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹ نہیں فرمایا اور بنو عبدالمطلب کی ایک جماعت ساتھ لے کر چل پڑے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو گئے اس وقت مسجد قریش سے بھری ہوئی تھی جب انہوں نے ابو طالب کو اپنی جماعت کے ساتھ اپنی طرف آتا دیکھا تو ان کو نئی سی بات معلوم ہوئی اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب تکالیف سے تنگ آ کر یہاں آئے ہیں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں اس پر ابو طالب بولے تمہارے معاملے میں کچھ جدید باتیں ایسی پیش آئی ہیں جو ابھی ہم نے تم کو نہیں بتائیں تو اب وہ کاغذ لاؤ جس پر تم نے باہم عہد کیا ہے شاید کہ ہمارے اور تمہارے مابین صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے - انہوں نے یہ مجمل بات اس لیے فرمائی کہ کہیں وہ لوگ صحیفے کے لانے سے پہلے ہی پہلے اس کی دیکھ بھال نہ کر لیں وہ بڑے فخر کے ساتھ اس صحیفے کو لے آئے اور ان کو اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ان کے حوالے کر دیے جائیں گے انہوں نے اس کو لا کر درمیان میں رکھ دیا اور بولے وقت آ گیا کہ تم لوگ ہماری بات قبول کر لو اور اس راہ کی طرف لوٹ آؤ جو تمہاری قوم میں پھر اتفاق پیدا کر دے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہی شخص پھوٹ کا باعث بنا ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم اور اپنے قبیلے کی بربادی اور باہمی فساد کا ذریعہ بنا لیا ہے اس پر ابو طالب نے کہا دیکھو میں تمہارے سامنے انصاف کی صرف ایک بات پیش کرنے آیا ہوں میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور یقیناً اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ جو صحیفہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور اس نے جہاں جہاں اپنا نام تھا اس کو ہر ہر جگہ سے مٹا دیا ہے اور تمہاری غداری اور ہمارے ساتھ قطع رحمی اور ہمارے برخلاف ظلم پر تمہارے باہم اتفاق کو باقی رکھا ہے اب اگر حقیقت اسی طرح نکلے جس طرح میرے بھتیجے نے کہی ہے تو ہوش میں آ جاؤ' خدا کی

مَحٰى كُلَّ اسْمٍ هُوَ لَهُ فِيْهَا وَ تَرَكَ فِيْهَا غَدْرَكُمْ
وَ قَطِيْعَتَكُمْ إِيَّانَا وَ تَظَاهُرَكُمْ عَلَيْنَا بِالظُّلْمِ فَإِنَّ
الْحَدِيْثَ الَّذِيْ قَالَ ابْنُ اَخِيْ كَمَا قَالَ فَافِيْقُوْا
فَوَاللّٰهِ لَا نُسَلِّمُهُ اَبَدًا حَتّٰى نَمُوْتَ مِنْ عِنْدِ
اٰخِرِنَا وَ اِنْ كَانَ الَّذِيْ قَالَ بَاطِلًا دَفَعْنَاهُ اِلَيْكُمْ
فَقَتَلْتُمُوْهُ اَوِ اسْتَحْيَيْتُمُوْهُ قَالُوْا قَدْ رَضِيْنَا بِالَّذِيْ
تَقُوْلُ فَفَتَحُوا الصَّحِيْفَةَ فَوَجَدُوا الصَّادِقَ
الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخْبَرَ
خَبَرَهَا فَلَمَّا رَاَتْهَا قُرَيْشٌ كَالَّذِيْ قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ
قَالُوْا وَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مِّنْ صَاحِبِكُمْ
فَارْتَكَسُوْا وَ عَادُوْا شَرَّمَا كَانُوْا عَلَيْهِ مِنْ كُفْرِهِمْ
وَ الشِّدَّةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَلٰى رَهْطِهٖ وَ الْقِيَامِ بِمَا تَعَاهَدُوْا
عَلَيْهِ فَقَالَ اُولٰئِكَ النَّفَرُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ
اِنَّ اَوْلٰى بِالسِّحْرِ وَ الْكِذْبِ غَيْرُنَا. كَيْفَ تَرَوْنَ
فَاِنَّا نَعْلَمُ اَنَّ الَّذِي اجْتَمَعْتُمْ عَلَيْنَا مِنْ قَطِيْعَتِنَا
اَقْرَبُ اِلَى الْخُبْثِ وَ السِّحْرِ مِنْ اَمْرِنَا وَ لَوْلَا
اَنَّكُمُ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى السِّحْرِ لَمْ تَفْسُدْ
صَحِيْفَتُكُمْ وَ هِيَ فِيْ اَيْدِيْكُمْ طَمَسَ اللّٰهُ مَا
كَانَ فِيْهَا مِنِ اسْمٍ وَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ بَغْيٍ تَرَكَهٗ.
اَفَنَحْنُ السَّحَرَةُ اَمْ اَنْتُمْ؟ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ
النَّفَرُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ وَّ بَنِيْ قُصَيٍّ وَ رِجَالٌ
مِنْ قُرَيْشٍ وَ لَدَتْهُمْ نِسَاءُ بَنِيْ هَاشِمٍ. مِنْهُمْ اَبُو
الْبَخْتَرِيْ وَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ وَ زُهَيْرُ بْنُ اَبِيْ
اُمَيَّةَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ وَ زَمْعَةُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَ هِشَامُ ابْنُ
عَمْرٍو وَّ كَانَتِ الصَّحِيْفَةُ عِنْدَهٗ وَ هُوَ

قسم ہم اس وقت تک ان کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمارا
بچہ بچہ موت کے گھاٹ نہ اتر جائے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
غلط نکلے تو ہم ان کو تمہارے حوالے کر دیں گے' پھر خواہ ان کو تم قتل کر دینا یا
زندہ رہنے دینا'' وہ بولے ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں- اس کے بعد انہوں
نے عہد نامہ کھولا دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے سچے تھے
جو معاملہ تھا وہ پہلے بتا چکے تھے جب قریش نے دیکھا کہ بات وہی نکلی جو ابو
طالب فرما چکے تھے تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ تو تمہارے ساتھی کا جادو معلوم
ہوتا ہے اور پھر لوٹ کر اپنے کفر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں
کی ایذا رسانی میں اور دونے بڑھ گئے اور اپنے پہلے عہد پر اور پہلے سے
زیادہ مضبوط ہو گئے- بنو عبدالمطلب کی اس جماعت نے کہا کہ جھوٹ
بولنے اور جادوگری کے مستحق تو ہم سے پہلے کہیں اور لوگ نہ ہوں- یہ
بات یقینی ہے کہ ہمارے ساتھ قطع رحمی کے جرم پر تم ہی لوگ متفق ہوئے ہو'
اب اس بات کو خباثت یا جادو کہنا زیادہ مناسب ہے' یا اس صلح و آشتی جو
ہمارا طرز عمل رہا ہے اگر تم لوگ متفق ہو کر جادو نہ چلاتے تو تمہارا عہد
نامہ کبھی دیمک نہ کھاتی اب دیکھتے ہو کہ یہ تمہارے ہی قبضہ میں تھا اور اس
کے باوجود اس میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک تھا وہ سب اللہ
تعالیٰ نے مٹا دیا ہے اور جس جس جگہ تمہارے ظلم کی باتیں تھیں وہ سب
رہنے دی ہیں' بولو اب جادو چلانے والے تم ہوئے یا ہم- یہ سن کر کچھ
لوگ قبیلہ بنو عبد مناف بنو قصی کے اور قریش کے وہ لوگ جو بنو ہاشم کی
عورتوں سے پیدا شدہ تھے بولے جن میں ان کے بڑے بڑے مشاہیر
شامل تھے جیسے ابوالبختری' مطعم بن عدی' زہیر بن ابی امیہ' زمعہ بن الاسود اور
ہشام بن عمرو' ان ہی کے قبضہ میں یہ عہد نامہ تھا اور یہ بنو عامر بن لوی کی اولاد
تھے' یہ اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب لوگ اس عہد نامہ سے
اپنی علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں- اس پر ابوجہل بولا' اچھا یہ سازش رات میں کی
گئی ہے- اس عہد نامہ کے بارے میں اور اس جماعت کی شان میں جنہوں
نے اس عہد نامہ سے علیحدگی ظاہر کر دی تھی اور اس میں جو عہد مذکور تھا اس کو

مِنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ فِیْ رِجَالٍ مِّنْ اَشْرَافِھِمْ وَوُجُوْھِھِمْ نَحْنُ بُرَءَاءُ مِمَّا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَةِ. فَقَالَ اَبُوْ جَھْلٍ لَعَنَہُ اللّٰہُ ھٰذَا اَمْرٌ قُضِیَ بِلَیْلٍ وَ اَنْشَأَ اَبُوْطَالِبٍ یَقُوْلُ الشِّعْرَ فِیْ شَانِ صَحِیْفَتِھِمْ وَ یَمْدَحُ النَّفَرَ الَّذِیْنَ تَبَرَّءُ وْ اوَ نَقَضُوْا مَاکَانَ فِیْھَا مِنْ عَھْدٍ وَ یَمْتَدِحُ النَّجَاشِیَّ.

توڑ دیا تھا ابو طالب نے مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ اور نجاشی بادشاہ کے متعلق بھی مدحیہ اشعار کہے ہیں (کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا) موسیٰ ابن عقبہ (صاحب مغازی) بیان کرتے ہیں کہ جب اس عہد نامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محو و اثبات کر کے خراب کر دیا تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ پھر ملنے جلنے لگے۔

(۱۴۷۴) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ائْذَنْ لِیْ بِالزِّنَاءِ فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْہِ فَزَجَرُوْہُ وَ قَالُوْا مَہْ مَہْ فَقَالَ اُدْنُہْ فَدَنَا مِنْہُ قَرِیْبًا قَالَ فَجَلَسَ قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِاُمِّکَ؟ قَالَ لَا وَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَ کَ قَالَ وَ لَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاُمَّھَاتِھِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِاِبْنَتِکَ؟ قَالَ لَا وَ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَ کَ قَالَ وَ لَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِبَنَاتِھِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِاُخْتِکَ؟ قَالَ لَا وَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَ کَ قَالَ وَ لَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاَخَوَاتِھِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِعَمَّتِکَ؟ قَالَ لَا وَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَ کَ قَالَ وَ لَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِعَمَّاتِھِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِخَالَتِکَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَ کَ

(۱۴۷۴) ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ اس نازیبا سوال پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاروں طرف سے اس کو ڈانٹ پھٹکار شروع کر دی اور 'خاموش خاموش' کا شور مچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ذرا قریب آ جاؤ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر بیٹھ گیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بتا تو اپنی ماں کے ساتھ یہ فعل گوارا کرے گا؟ اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جاؤں بخدا ہرگز نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو پھر اور لوگ اس کو اپنی ماؤں کے حق میں کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کے متعلق یہی سوال کیا اور اسی طرح بہنوں' پھوپھیوں اور خالاؤں اس کے سب محارم کے متعلق یہی سوال کیا اور ہر ایک کے جواب میں وہ یہی کہتا رہا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہرگز نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ جس عورت کے ساتھ بھی تو اس فعل کا ارادہ کرے گا وہ بھی ضرور کسی کی ماں' بیٹی' بہن' پھوپی اور خالہ ہوگی تو پھر اور لوگ اس کو

(۱۴۷۴) * اس کا نام ہے نبوت' آپ نے دیکھا کہ ایک طرف کس حکیمانہ انداز میں اس کو نصیحت فرمائی اور دوسری طرف کیسی مستجاب دعا دی۔ اگر آپ صرف دعا پر کفایت فرما لیتے تو یہ معجزہ صرف اسی کے حق میں معجزہ ہو کر رہ جاتا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ناصحانہ کلمات ہر ذی حس کے لیے تا قیامت معجزہ کا اثر دکھاتے رہیں گے۔ دل چاہتا ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ پورے اعتقاد کے ساتھ نمازوں کے بعد یہی دعا کر کے شفایاب ہوتے رہیں۔

قَالَ وَ لَا النَّاسُ يُحِبُّوْنَهُ لِخَلَالَاتِهِمْ قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَ طَهِّرْ قَلْبَهُ وَ حَصِّنْ فَرْجَهُ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَالِكَ الْفَتٰى يَلْتَفِتُ اِلٰى شَيْءٍ.

(رواه الامام احمد فی مسنده ج ٥ ص ٢٥٦)

کیسے گوارا کر سکتے ہیں- راوی کہتا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور یہ دعا کی خداوندا اس کے گناہ بخش دے اور اس کا دل پاکیزہ بنادے اور اس کو پاک دامن بنادے- بس وہ دن تھا کہ پھر وہی نوجوان کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا-

(مسند امام احمد)

(١٤٧٥) رَوَى الْبُخَارِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ قِصَّةِ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ اِلٰى مَكَّةَ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْاِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا فَقِيْلَ لِيْ اَنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ وَ حْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهُ فَاُكَافِيْ بِهٖ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ' الخ.

(رواه البخاری ١٦ ص ٥٨٣)

(١٤٧٥) امام بخاریؒ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشی قاتل حمزہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہوگیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کیے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے- اتفاق سے ایک جماعت قاصد بن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی' اس لیے میں بھی ان ہی کے ساتھ جا شامل ہوا- یہاں تک کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگیا جب آپؐ نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ ''وحشی'' تو ہی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپؐ نے فرمایا کیا اس بے رحمی کے ساتھ تو نے ہی حمزہ کو شہید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ خبر آپ کو میری جانب سے پہنچی' بچی بچی بات تو وہی ہے آپؐ نے فرمایا اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹالے (تاکہ تجھے دیکھ کر میرا غم تازہ نہ ہو اور مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد نہ آئیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا جب آپ کی وفات ہوگئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہوگیا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لیے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم از کم روز محشر میں تو آپ کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہؓ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں- چنانچہ میں نے جانچ کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا- (بخاری)

(١٤٧٥) * آخر میں وہ کہا کرتے تھے کہ زمانہ کفر میں اگر ایک بہترین ہستی کو قتل کیا ہے تو اپنے اسلامی دور میں ایک بدترین شخص کو واصل جہنم کیا ہے شاید اس طرح اس عمل شر کا کچھ بدلہ ہو جائے

اَنباءُالغیب یعنی پیش گوئیاں

غیب کی پیش گوئیوں کا باب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ایک اہم باب ہے لیکن بعض اہل فکر کو یہ مغالطہ لگ گیا ہے کہ ایمانیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا - غالباً اس کی بنیاد اس پر ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ بہت سی پیش گوئیاں ایسی ہیں جن کے الفاظ مبہم ہیں، بعض وہ ہیں جو بظاہر بہت بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے، بعض وہ ہیں جو تیرہ سو سال کی مدت دراز گذرنے پر بھی ظہور میں نہیں آئیں، اور بعض وہ ہیں جو پوری تو ہوگئیں مگر روایت کے پورے الفاظ کے مطابق پوری نہیں ہوئیں، ان تمام مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہی صورت آسان سمجھی کہ بہت سے مقامات پر تو ان کا انکار ہی کر دیا جائے اور جہاں تسلیم کیا جائے تو ان کی اہمیت نظروں میں اتنی گھٹا دی جائے کہ وہ بھی انکار ہی کے برابر ہو جائے پھر اس کو ضابطہ میں لانے کے لیے ان کی اسانید کی طرف قدم اٹھایا اور جب بعض کی اسانید میں کوئی کمزوری نظر آئی تو ان کے اس خیال کو اور تقویت ہوگئی اس کے بعد انہوں نے یہ دیکھا کہ پیش گوئیوں کا تعلق چونکہ اکثر اخبار آحاد سے ہوتا ہے پھر ان کو ایمانیات سے کیسے تعلق ہو سکتا ہے پھر ان کی نظریں شاید اس طرف بھی گئی ہوں کہ دنیا کے پیش آمدہ اور آئندہ پیش آنے والی خبروں کو عقائد میں داخل کر لینا محض ایک غلو ہے اور ایک غیر معقول قدم ہے، اس لیے تجویز یہ سامنے آئی کہ اس سارے باب ہی کو طے کر کے رکھ دیا جائے - اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

اگر ذرا غور سے کام لیا جاتا تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی کہ پیش گوئیاں نبوت کا بہت اہم جزو ہیں کیونکہ ''النبی'' کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں پا کر دوسروں کو دینے والا، اسی کا دوسرا نام ''غیب کی خبریں'' ہے، جتنے انبیاء علیہم السلام پہلے گذر چکے ہیں سب ہی نے غیب کی خبریں دی ہیں اور پیشگوئیاں فرمائی ہیں، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سب سے آخری اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ یہ باب ہی نہ ہوتا - اس باب کو خود قرآن کریم نے قائم کیا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ قائم کیا ہے حتیٰ کہ اس کے اعجاز کا ایک حصہ یہی غیب کی خبریں ہیں اسی لیے ایک جگہ فرمایا:

وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ. (آل عمران:٤٤)

اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جب کہ وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون مریم کی کفالت کرے اور آپ نہ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے -

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَ لَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ

یہ قصہ من جملہ اخبار غیب کے ہے، جن کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں - اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ

هٰذَا. (الهود: ۴۹) کی قوم۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو ان کے نزدیک بھی پیشگوئیوں کی بڑی اہمیت نظر آتی ہے حتیٰ کہ روم و فارس کی پیش گوئی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفار کے ساتھ اسی بنا پر شرط لگائی تھی۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ نے بڑی اہمیت کے ساتھ یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس کافر کا جہاں جہاں مقتل مقرر فرما دیا تھا وہ شخص ایک انچ برابر بھی ادھر ادھر نہیں پایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خوارج کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے خوارج کے سردار کی نعش کی تلاش کا حکم دیا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ نقشے کے مطابق وہ شخص نہ مل گیا اس وقت تک آپ برابر ہی مضطرب رہا کیے آخر کار جب اسی نقشے کا شخص ہاتھ آ گیا تو اس وقت جا کر دم لیا۔

اس کے برخلاف جب نامساعد حالات اور مخالف اسباب کی وجہ سے آپ کی پیش گوئی پوری ہونے میں ادنیٰ سا بھی تردد ہوا ہے تو آپؐ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جنگ میں جب آپ نے سنا کہ فلاں شخص قابل غبطہ جاں بازی کا ثبوت دے رہا ہے تو آپؐ نے یہ خبر دی کہ وہ تو دوزخی شخص ہے حالانکہ جس بہادری کے ساتھ وہ جنگ کر رہا تھا اس کو دیکھ کر خود صحابہؓ بھی عش عش کر رہے تھے۔ ان مختلف حالات میں یہ ظاہر ہے کہ اس کا دوزخی ہونا فطرۃً محل تردد ہو سکتا تھا لیکن جب اس نے زخموں کی تکلیف سے تنگ آ کر خودکشی کر لی اور آپ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی تو سب پر عیاں ہو گیا کہ رسول وہ نہیں ہوتے جو حالات کا رخ دیکھ کر از خود کوئی رائے قائم کر لیتے ہوں بلکہ جو خبر بھی غیب سے متعلق بیان کرتے ہیں وہ ربانی ہوتی ہے اس لیے اس میں تخلف ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا کہ ان کے نزدیک آپؐ کی پیش گوئی اور آپؐ کے دوسرے اقوال پر ایمان لانے میں سر مو کوئی فرق ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طریقوں سے ثابت ہو اس سب ہی پر ایمان لانا فرض و واجب ہوتا ہے خواہ وہ عقائد میں داخل ہو یا احکام و اخبار میں۔ اب رہا ان کے اجمال و ابہام کا معاملہ تو بسا اوقات ابہام ہی مقصود ہوتا ہے اور اس ابہام میں انسان کی آزمائش اور اس کے ایمان کی قوت و ضعف کا امتحان لینا منظور ہوتا ہے۔ اسی لیے محدثین نے اس باب کا نام ہی کتاب الفتن رکھا ہے پھر جو ابہام بھی اس کے مصداق کے ظہور سے پہلے پہلے ہم کو نظر آتا ہے وہ اس کے مشاہدہ سے قبل ہی قبل ہوتا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت آتا ہے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جو بات اس صورتِ حال کے بیان کرنے کے لیے درکار تھی اس سے زیادہ الفاظ کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ اس کے ظہور سے قبل اور جتنے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے وہ اور الجھاؤ کا موجب بن جاتے اور جتنے الفاظ استعمال میں آ چکے وہ اس واقعہ کا نقشہ کھینچنے کے لیے بہت کافی تھے۔ یہاں ترجمان السنہ جلد اول از ص ۶۲ تا ص ۶۴ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ ہم اس میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ بعض امور اس نوع کے ہوتے ہیں کہ ان کی وضاحت کتنی بھی کر دی جائے مگر ان کے ظہور سے پہلے کسی نہ کسی پہلو میں ابہام رہنا ناگزیر ہوتا ہے پھر حیلہ جو طبائع میں یہ بھی محض ایک عذر لنگ ہوتا ہے ورنہ جن پیشگوئیوں کا ہر پہلو زیادہ سے زیادہ صاف موجود ہے کیا ضعیف الایمان طبیعتوں کو ان پر یقین حاصل ہوتا ہے؟ غرض پیش گوئیوں سے قطع نظر کر لینا معمولی بات نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت کے پورے باب ہی سے قطع نظر کر لینا ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی پیغمبری کے تسلیم کر لینے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہوتی اس کی وجہ ان کا خود بعید از قیاس ہونا نہیں بلکہ انسانی فطرت کا یہ ضعف ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کے سوا غیوب پر ایمان لانے ہی کو ایک کٹھن منزل تصور کرتی ہے خواہ وہ پیشگوئیاں ہوں یا احوال محشر یا جنت و دوزخ کا حال بلکہ ایک بڑی سفاہت یہ ہے کہ وہ جن و ملائک کے وجود کا بھی قائل ہونا نہیں چاہتے حالانکہ اب موجودہ تحقیقات کی بنا پر بھی عالم روحانیات پر کچھ دور تک دسترس ہو چکی ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی پیغمبری تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو بات مادی عقول کے لیے یہاں سب سے زیادہ بعید از قیاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ایک انسان کا اس کی جانب سے رسول ہونا ہے جب دلائل و بینات کی روشنی میں یہ دعویٰ قابل تصدیق ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی ایک خبر کو بھی بعید از قیاس کہنا یہی بات سب سے زیادہ بعید از فہم ہو جاتی ہے' اسی لیے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ کے سفر معراج کی خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً اس کی تصدیق فرمادی اور عجب جزم و اطمینان کے انداز میں فرمایا کہ جب ہم آسمان کی خبروں کے معاملہ میں آپ کی تصدیق کر چکے ہیں تو پھر یہ خبر تو زمین ہی کی ایک خبر ہے۔

اب آپ چند پیش گوئیاں ملاحظہ فرمایئے جو بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں اور صحابہ کرامؓ کی جانب سے ان کے متعلق سوالات بھی منقول ہیں لیکن آپؐ کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات مشاہدہ سے قبل قبل کتنی ہی بعید از قیاس نظر آ رہی ہو وہی بات مشاہدہ کے بعد کتنی قرینِ قیاس معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۱) آپؐ نے فرمایا کہ محشر میں مرد و عورت سب برہنہ جسم قبروں سے اٹھ کر ایک میدان میں جمع ہوں گے یہ سن کر حضرت عائشہؓ کی طبعی غیرت جنبش میں آ گئی اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر یہ تو بڑا کٹھن مرحلہ ہوگا آپؐ نے فرمایا' ہوگا تو یونہی مگر اس دن مخلوق کی بدحواسی کا عالم یہ ہوگا کہ اپنی جان کے سوا کسی کا دوسری جانب خیال ہی نہ جائے گا۔ آج بھی غیر معمولی پریشانیوں میں آدمی کے اوپر اس قسم کا دور گذر جاتا ہے۔ جو دن انسانی ذلت اور بے چارگی کے مشاہدہ کے لیے مقرر ہو چکا ہے اس دن اس کی برہنگی پر سوال کیا؟ یہ خدا تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام ہی ہوں گے کہ وہ اس عام منظر میں بھی لباس فاخرہ میں ملبوس نظر آئیں گے۔

(۲) آپؐ نے فرمایا کہ محشر میں ایک جماعت سر کے بل چلتی ہوئی آئے گی چونکہ یہ بھی ایک خلافِ عادت بات تھی اس لیے یہاں بھی تعجب کے ساتھ آپؐ سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ جس قادر مطلق نے آج ان کو پیروں سے چلنے کی طاقت دی ہے وہی ان کو سروں کے بل چلنے کی طاقت دے دے گا۔

(۳) قرآن کریم نے فرمایا کہ قیامت میں خود انسان کے اعضاء اس کے اعمال کی شہادت دیں گے یہ بھی جتنا کچھ بعید از قیاس مسئلہ ہے' ظاہر ہے مگر جب انسان متحیر ہو کر اپنے اعضاء سے یہ کہے گا کہ تم بھی آج میرے خلاف شہادت دے رہے ہو تو ان کا جواب خود قرآنی الفاظ میں یہ منقول ہے کہ:

﴿اَنۡطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ﴾ (حم السجدہ : ۲۱) "یعنی جس ذات توانا نے ہر چیز کو طاقت گویائی بخشی ہے اسی نے آج ہم کو بھی قوت نطق بخش دی ہے۔"

اسی مقام سے ان احادیث کی شرح بھی سمجھ لینی چاہئے جن میں قرب قیامت میں حیوانات و انسانی اعضاء حتی کہ سوار کے چابک کے پھندنے کا کلام کرنا مذکور ہے۔ ریکارڈ اور گراموفون کی سوئی تو بہت قدیم کی ایجاد ہے اب جدید ایجادات اس سے کہیں آگے جا چکی ہیں جنہوں نے جمادات سے آواز پیدا ہونے کو بہت کچھ معقول بنا دیا ہے۔

(۴) جو پیشگوئیاں کسی وقت معین کے ساتھ محدود نہیں ان کے قبل از وقت پورا نہ ہونے سے ان میں تردد کرنا بھی بالکل غیر معقول ہے۔ ظاہر ہے کہ جس رسول کی بعثت کا دامن قیامت تک کے لیے پھیلا ہوا ہو اس کی پیشگوئیوں کا دامن بھی قیامت تک پھیلا ہوا ہونا چاہیے تاکہ ہر ہر دور میں آپ کی صداقت کی براہین صفحات عالم پر تازہ تازہ نمایاں ہوتی رہیں۔ کیا یہاں جلد بازی کر کے کفار مکہ کی طرح یہ کہنا چاہیے کہ "متی ھو" قیامت جس کا روز روز تذکرہ رہتا ہے آخر وہ کب آئے گی؟ بہرحال جو پیشگوئیاں موقت نہیں ہیں اگر اب تک ان کا ظہور نہیں ہوا تو نہ ان سے دست بردار ہونا مناسب ہے اور نہ ان کی تاویل کرنی درست ہے بلکہ یہاں صبر کے ساتھ ان کے پورا ہونے کے وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

(۵) جو پیشگوئیاں اپنے ظاہری الفاظ میں آپ کو پوری ہوتی معلوم نہ ہوں تو یہ بھی کچھ وجہ تردد نہ ہونی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو اس لیے کہ بعض مرتبہ یہاں خود اپنی ہی فہم کی غلطی ہو جاتی ہے جیسا کہ روم و فارس کی پیش گوئی میں فتح کے وعدہ کے ساتھ قرآن کریم میں "بضع" کا لفظ موجود تھا جس کا اطلاق دس سے کم کم پر آتا ہے۔ یہاں صدیق اکبرؓ نے ایک مدت اپنی جانب سے معین کر لی اور اسی پر مشرکین سے شرط بدلی (اس وقت تک شرط لگانا ممنوع نہ ہوا تھا) حسب الاتفاق اس مدت میں فتح حاصل نہ ہوئی اور صدیق اکبرؓ شرط ہار گئے۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جب قرآن کریم نے یہاں لفظ "بضع" استعمال فرمایا تھا تو تم نے اپنی جانب سے کوئی خاص مدت مقرر کیوں کی' جاؤ اب کی بار جا کر پھر شرط لگاؤ۔ چنانچہ اس مرتبہ پیش گوئی بروقت پوری ہوگئی اور صدیق اکبرؓ نے شرط جیت لی۔ نیز کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں آپ سے سنے ہوئے الفاظ پورے طور پر محفوظ نہیں رہتے تو وہ آپ کی مراد کو ان کے ہم معنی الفاظ میں ادا کرتا ہے جس کو "روایت بالمعنی" کہا جاتا ہے اور اس کے اس تصرف کی وجہ سے کوئی کمی رہ جاتی ہے مگر یہ بات صرف اسی باب کے ساتھ مخصوص نہیں دوسرے ابواب میں بھی روایت بالمعنی ثابت ہے۔ پس اگر کسی راوی کے الفاظ کی وجہ سے پیش گوئی کے کسی ایک حصے کے پورا ہونے میں کوئی خامی نظر آئے تو کیا یہ معقول ہوگا کہ صرف اتنی بات سے تمام حدیثوں سے کم از کم پیش گوئی کے پورے باب ہی سے دست برداری کر لی جائے' اس کا نام علم نہیں راحت طلبی ہے۔ اگر ذرا محنت اٹھائی جائے تو حدیث کے طرق کے تتبع سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ اس جگہ روایت بالمعنی ہوئی ہے یا نہیں' پھر اگر اللہ تعالیٰ استعداد و مناسبت بخشے تو کچھ نہ کچھ اس کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر ایک اہم باب قائم کیا گیا ہے اس کی تفصیلات وہاں دیکھ لی جائیں۔

ہاں اسناد کا سوال بے شک ایک اہم سوال ہے مگر کسی حکم کا خبر واحد سے ثابت ہونا یہ کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم حجیت حدیث

کے مضمون میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ خبر واحد بھی قطعیت کا فائدہ دے سکتی ہے- خلاصہ یہ ہے کہ رد و قبول کے بارے میں صرف پیشگوئی اور غیر پیشگوئی ہونے کا فرق ہمارے نزدیک نہ کبھی پہلے کیا گیا ہے اور نہ اب یہ کوئی معقول بات ہے- آخر قیامت' حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی تمام تفصیلات یہ سب خبر واحد سے ہی ثابت ہیں اور عالم غیب سے متعلق پیشگوئیاں ہی ہیں مگر ہر پیشگوئی سے زیادہ بعید از قیاس بھی ہیں (یعنی مادی عقول کے نزدیک) مگر کیا ان کو تسلیم نہیں کیا جاتا اس لیے دیگر ثابت شدہ پیش گوئیوں کو بھی اسی طرح تسلیم کرنا واجب ہے اور جب ثبوت کی نوعیت ضعیف ہو تو پھر اس ضعف کا اثر بھی دونوں مقامات میں برابر ہے-

یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ یاد رکھنی چاہیے کہ پیش گوئیاں خواہ وہ معمولی نظر آئیں یا غیر معمولی' مستقبل قریب سے متعلق ہوں یا مستقبل بعید سے' قیاس کے موافق ہوں یا بیرون از قیاس' اپنی اصل روح کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا- پیش گوئی کی اصل حقیقت کسی بات کو حق تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر بیان کرنا ہے- اللہ تعالیٰ کے حضور میں سب عالم یکساں روشن ہے' وہاں معمولی اور غیر معمولی یا بعید و قریب کا کوئی تخیل ہی پیدا نہیں ہوتا- اس لحاظ سے کسی معمولی سے معمولی پیش گوئی کو معمولی سمجھنا بھی غلطی ہے کیونکہ نبی کا جو ذریعہ اطلاع ہوتا ہے وہ تمام جگہ یکساں ہوتا ہے اس لیے اس کی اہمیت بھی ہر جگہ یکساں ہی رہنی چاہیے- قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ کے خانگی معاملات میں جب دو بیبیوں کی گفتگو کا راز آپ نے کھول دیا تو انہوں نے تعجب سے پوچھا "من انباک هذا" اس کی تو ہم دو کے سوا کسی کو خبر بھی نہ تھی- بتائیے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی کس نے؟ آپؐ نے فرمایا "نبانی العلیم الخبیر" اس نے جو سب سے بڑھ کر علم والا اور سب سے بڑا خبردار ہے" پس اصل روح کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کی تمام پیشگوئیاں یکساں ہوتی ہیں اور اسی لیے ظہور کی قطعیت میں بھی وہ یکساں ہی رہنی چاہئیں اور کسی معمولی سے معمولی خبر کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر خبر کے متعلق نبی کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ یہ خبر اس کو خدا کی طرف سے دی گئی ہے- جو لوگ ان حقائق پر غور نہیں کرتے وہ معمولی خبروں کو معمولی اور بیرون از قیاس خبروں کو خلاف قیاس سمجھ کر دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں' وہ دونوں جگہ جزم و یقین سے محروم رہتے ہیں-

نجومی و کاہن اور غیب کی دوسری خبریں دینے والوں کا ذریعہ علم یا تو علم نجوم ہے یا تسخیر جنات اور یا محض قیاس آرائی' اس لیے ان میں نہ صدق کی وہ شان نظر آتی ہے نہ جزم و یقین کی وہ کیفیت پھر بیشتر ان میں سے کسبی ہیں جو کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں' کہانت گو بعض مرتبہ فطری بھی ہوتی ہے مگر اس کے ادراکات اکثر ناتمام ہوتے ہیں- یہاں ہم نے متفرق معجزات کے علاوہ آپؐ کی پیشگوئیوں کا باب بھی رکھا ہے اور اصولاً اس کی تین قسمیں کی ہیں اور ہر قسم میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں تاکہ مختلف انواع کی پیش گوئیاں دیکھ کر آپ کے ذہن میں ان کے اعجاز کا کچھ تصور آ جائے- (معجزہ کی حقیقت کا سمجھنا گو کتنا ہی مشکل رہے مگر معجزہ کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے) پہلی قسم وہ پیشگوئیاں جو گذشتہ زمانے میں پوری ہو چکیں- (۲) وہ پیشگوئیاں جو دور حاضر میں پوری ہو رہی ہیں- (۳) وہ پیشگوئیاں جو آئندہ زمانے سے متعلق ہیں اور ابھی ان کا انتظار کرنا چاہیے-

یہاں ایک غلط فہمی لفظ عقیدہ اور اصول کے متعلق بھی ہے اور اسی غلط فہمی پر یہ خیال قائم کر لیا گیا ہے کہ پیش گوئیاں اور جزئی

واقعات عقائد اور اصول کی فہرست میں داخل نہیں ہیں اور اس لیے ان کے انکار یا تاویل کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ تفریعات تمام غلط ہیں جو صرف عقیدہ کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ کتاب السنہ امام احمدؒ کے عقائد کا ایک مجموعہ ہے۔ فقہ اکبر گو امام ابوحنیفہؒ کی براہ راست تصنیف نہ ہو مگر اس کا ان کے تلمیذ حماد کی تصنیف ہونا یقینی ہے۔ فقہ البسط یہ ابومطیع بلخی کی روایت ہے اور کتاب الوصیۃ یہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے۔ عقیدہ طحاوی یہ عقائد حنفیہ کی معتبر ترین تصنیف ہے' ان سب کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول عقائد کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح ائمہ مالکیہ و شافعیہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کا عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا نہ ہو۔ موجودہ امت کا بیشتر حصہ ان ہی ائمہ اربعہ کے متبعین میں دائر ہے اور ان سب کی تصنیفات میں اس مسئلہ کو عقائد ہی میں شمار کیا گیا ہے۔ ہاں اگر ضمنی طور پر کسی نے کوئی بحث کی ہے تو صرف اس میں کہ ان کے رفع جسمانی کی صورت کیا تھی۔ کیا وہ بحالتِ حیات آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا پہلے موت دے کر پھر ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا لیکن ان ہر دو فریق کے نزدیک کسی ایک شخص نے بھی نہ تو رفع جسمانی میں کوئی اختلاف کیا ہے اور نہ ان کے نزول جسمانی میں۔ مثلاً ابن حزم ظاہری جن کے ''تفردات'' کا حال دنیائے علم خوب جانتی ہے غالباً وہ اس کے قائل تھے کہ موت کے بعد ان کا رفع جسمانی ہوا ہے' اسی لیے وہ ان کے نزول جسمانی کے بھی قائل تھے جیسا کہ ان کی کتاب الفصل ج ۳ ص ۲۴۹ والمحلی ج ۷ ص ۳۹۱ میں صراحۃً موجود ہے۔

و قد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بنقل الكواف التي نقلت نبوته و اعلامه و كتابه انه اخبر انه لا نبي بعده الا ماجاءت الاخبار الصحاح من نزول عيسى عليه السلام الذى بعث الى بنى اسرائيل وادعى اليهود قتله و صلبه فوجب الاقرار بهذه الجملة و صح ان وجود النبوة بعده عليه السلام لا يكون البتة.

(كتاب الفصل ج ۱ ص ۷۷)

ان روایاتِ عامہ (متواترہ) کی تصریح کے مطابق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت' بشارت' بعثت اور کتاب آسمانی کی خبر دینے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسانید کے ساتھ آئی ہیں قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے اور یہودی ان کو قتل کر دینے اور سولی پر چڑھا دینے کے مدعی تھے۔ (آسمان سے اترنے کی صحیح احادیث کے مطابق کہ ان سے حضرت عیسیٰؑ کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا یقیناً ثابت ہے لہٰذا ان سب امور کا اقرار کرنا (ایمان لانا) ضروری ہے مگر اس سے آپ کے خاتم انبیاء و مرسلین ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ وہ تو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں نہ کہ آپ کے بعد لہٰذا) یہ قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (کتاب الفصل ج ۱ ص ۷۷)

و هم قد بدلوا هذا كله و جعلوا مكان السبت الاحد و احد ثوا صوما اخر بعد از يد من مائة عام بعد رفع المسيح فكفى بهذا كله

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سو سال بعد ان نصرانیوں نے اس تمام (دین آسمانی) کو بدل ڈالا اور ہفتہ کے بجائے اتوار کو تعطیل کا دن مقرر کر دیا اور (اللہ کی طرف سے مقررہ روزوں کے علاوہ) اور روزے ایجاد کر لیے۔ یہ سب (دین میں) تحریفیں اور

ضلالا. (کتاب الفصل ج۲ ص۲۳) تبدیلیاں ان کی گمراہی کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہیں۔

وانما عندهم اناجيل اربعة متغايرة من تاليف اربعة رجال معروفين ليس منها انجيل الا الّف بعد رفع المسيح باعوام كثيرة و دهر طويل.

اس کے سوا نہیں کہ ان عیسائیوں کے پاس چار ایک دوسرے سے مختلف اور متغایر انجیلیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سالہا سال بعد چار آدمیوں نے تصنیف کی ہیں۔ (کتاب الفصل ج ۲ ص ۵۵ و ج ۲ ص ۸۷)

معتزلہ گو بہت سے عقائد میں اہل سنت والجماعۃ سے علیحدہ ہیں حتیٰ کہ ''رویت باری تعالیٰ'' کے مسئلہ میں بھی وہ جمہور کے ساتھ نہیں مگر اس مسئلہ میں جمہور معتزلہ بھی جمہور امت کے ساتھ ہیں جیسا کہ زمخشری معتزلی کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ ابن عطیہ نے اس مسئلہ پر اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے۔ (دیکھو بحر محیط ج ۲ ص ۴۷۳) حتیٰ کہ حافظ ذہبیؒ نے ''تجرید الصحابہ'' میں اور حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں صحابی وہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایمان کے ساتھ حیات میں کی ہو اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باجماع زندہ ہیں اور شب معراج میں بحالتِ حیات ان کو آپ کی زیارت ہونا بھی ثابت ہے اس لیے وہ بھی صحابی کی تعریف میں داخل ہیں پس اگر وہ مسائل عقائد کی فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں جن میں کہ علماء کا کچھ اختلاف بھی ہے تو وہ مسئلہ جس میں نہ تو ائمہ دین کا کچھ اختلاف ہے اور نہ علمائے معتبرین کا' عقائد کی فہرست میں کیوں شمار نہیں ہو سکتا۔

یہ خیال بھی محض غلط ہے کہ عقیدہ میں صرف وہی مسائل داخل ہیں جو تواتر کے ساتھ قطعی طریقہ پر ثابت ہوں اور جو ظنی طریقے پر ثابت ہوں وہ عقائد کی فہرست میں شمار نہیں ہو سکتے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ''اعتقاد قلبی'' اور ''قطعی علم'' دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں دیکھو بعض اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قطعی علم حاصل تھا مگر اس پر ان کو اعتقاد نہ تھا۔ اسی طرح ایک عامی مسلمان کو آپ کی نبوت کا اعتقاد تو حاصل ہوتا ہے مگر کسی برہانِ قطعی سے اس کا علم نہیں ہوتا' لہٰذا نہ تو یقین کے لیے اعتقاد حاصل ہونا لازم ہے اور نہ اعتقاد کے لیے پہلے اس کا علم حاصل ہونا لازم ہے۔ لہٰذا یہ گمان کر لینا کہ جو چیزیں خبر واحد سے ثابت ہیں چونکہ وہ علم و یقین کے مرتبہ میں نہیں آتیں اس لیے عقیدہ بھی نہیں بن سکتیں ایک بے بنیاد گمان ہے۔ اعتقاد قلب کا ایک عمل ہے جس طرح کہ دوسرے اعمال جوارح کا عمل ہے۔ لہٰذا جس طرح کہ خبر آحاد سے ثابت شدہ مسائل پر جوارح انسانی عمل کے مکلف ہیں اسی طرح قلب بھی ان پر اپنے عمل کا مکلف ہے اور اسی کا نام عقیدہ ہے پس اگر خبر واحد سن کر کسی کا قلب اپنا یہ عمل کر لیتا ہے تو کسی تردد کے بغیر اس کو عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ متکلمین چونکہ قطعیات سے بحث کرتے ہیں اس لیے انہوں نے عقیدوں میں صرف قطعیات کو شمار کیا ہے اور ظنیات کو شمار نہیں کیا۔ پس قطعی اور ظنی ہونے کا فرق قطع و ظن پر نہیں بلکہ جو امور قطعیہ ہیں وہ قطعی طور پر عقیدہ میں شمار ہیں اور جو ظنی طریق پر ثابت ہیں وہ ظنی طریق پر عقیدہ میں شمار ہیں جیسا طریق ثبوت ہو اسی طرح اس پر عقد قلب ہوگا اب اختلاف صرف اپنے اپنے فن کا ہے نہ کہ حقیقت کا۔

یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ وہ ''غیوب'' جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں اگر کسی کی تعلیم کے بغیر محض وحی ربانی سے آپ

بیان فرمائیں تو یہ آپ کی صداقت کی اور بھی بڑی دلیل ہے بلکہ انبیائے سابقین کی بھی صداقت کی دلیل ہے اسی لیے قرآن کریم کی مکی سورتوں میں صرف ان مشترک اصول کلیہ ہی کی تعلیم دی گئی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک دین رہے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں- یہی وجہ ہے کہ جب نجاشی بادشاہ نے قرآن کریم کی چند آیات سنیں تو فوراً یہی کہا کہ یہ اور انجیل ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے کلام معلوم ہوتے ہیں- اسی طرح جب ورقہ نے آپ ؐ کا حال سنا تو اس نے بھی یہی شہادت دی کہ یہ فرشتہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا- پس انبیائے سابقین کے بیان کردہ ''غیوب'' کے متعلق یہ سمجھنا کہ ان کا بیان کرنا صداقت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے نافہمی ہے- ہر نبی ایک مشترک تعلیم بھی لے کر آتا ہے بلکہ اسلام اور قرآن کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ تم کو ان ہی باتوں کا حکم دیتا ہے جو سب انبیاء علیہم السلام وصیت کرتے چلے آئے ہیں' ہاں اس کے ساتھ ہر رسول کی شریعت میں کچھ احکام مختلف بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ یہاں بھی ہیں اور ان کا تذکرہ مدنی سورتوں میں مفصل مذکور ہے- اس لیے جن نادانوں نے اسلام کی چند تعلیمات میں تورات و انجیل کا حوالہ دینے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہا ہے کہ قرآن کریم کتب سابقہ سے ماخوذ ہے یہ انتہا درجہ کی نادانی ہے قرآن خود ہر جگہ یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں پہلی کتابوں کا مصدق ہوں اور خوب سمجھ لو کہ مصدق کے معنی صرف زبانی تصدیق کے نہیں بلکہ ایسی اندرونی تصدیق کے ہیں جس کے بعد یہ یقین ہو سکے کہ یہ کلام اسی کا ہو سکتا ہے جس کے وہ تھے اسی لیے نجاشی اور ورقہ نے سن کر یہ بات کہی تھی- بے شک کسی کی تعلیم کے اور مادی ذرائع علم کے بغیر برحق ہونے کی یہ سب سے واضح دلیل ہے-

❀❀❀

(۱۴۷۶) عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ وَ اَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَحْفَظُنَا اَعْلَمُنَا. (رواہ مسلم)

(۱۴۷۶) ابوزیدؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی' اس کے بعد منبر پر تشریف لا کر خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا- آپ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی' ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ پھر منبر پر تشریف لائے اور عصر تک پھر تقریر فرمائی- اس کے بعد آپ پھر منبر سے اترے اور ہم کو نماز پڑھائی- عصر کی نماز سے فارغ ہو کر پھر منبر پر تشریف لائے اور تقریر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا- اس تقریر میں جو گذشتہ و مستقبل کے واقعات تھے وہ سب ہم کو بتلائے- اب ہم میں جس شخص نے ان کو زیادہ یاد رکھا وہ ہم میں بڑا عالم رہا- (مسلم شریف)

(۱۴۷۷) عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَشَکَا اِلَیْہِ الْفَاقَۃَ ثُمَّ اَتٰی اٰخَرُ فَشَکَا اِلَیْہِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ ھَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَۃَ فَقُلْتُ لَمْ اَرَھَا وَ قَدْ اُنْبِئْتُ عَنْھَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاۃٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَۃَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَۃِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَۃِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ قَالَ قُلْتُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ نَفْسِیْ فَاَیْنَ دُعَّارُ طَیِّیٍٔ نِ الَّذِیْنَ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَ لَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاۃٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی قُلْتُ کِسْرَی بْنِ ھُرْمُزَ' قَالَ کِسْرَی بْنِ ھُرْمُزَ وَ لَئِنْ طَالَتْ

(۱۴۷۷) عدی بن حاتمؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دفعۃً ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تنگدستی کی شکایت کی- اس کے بعد پھر دوسرا آیا اور اس نے راستوں کے غیر مامون ہونے کی شکایت کی- آپؐ نے فرمایا عدی! تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی دیکھا تو نہیں البتہ اس کے حالات مجھ کو ضرور معلوم ہیں- آپؐ نے فرمایا اگر تم کچھ دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شریف عورت مقام حیرہ سے روانہ ہو گی یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے اس کے دل میں کسی کا ذرہ برابر خوف نہ ہوگا- عدیؓ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طی کے ڈاکو جنہوں نے شہروں میں لوٹ کی آگ لگا رکھی ہے بھلا یہ کہاں چلے جائیں گے- اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی اور دراز ہوئی تو تم شاہ کسریٰ کے خزانے بھی فتح کر لو گے- میں نے از راہِ تعجب پوچھا کیا اس کسریٰ بن ہرمز بادشاہ کے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے

(۱۴۷۶) * یہاں گذشتہ واقعات سے مراد پیدائش عالم وغیرہ کے واقعات ہیں اور آئندہ واقعات سے مراد فتنوں کے حالات' علاماتِ قیامت اور حشر و نشر وغیرہ کے واقعات ہیں' یہ وہی علوم ہیں جن کی تعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں- کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس خطبہ میں ان علوم کے علاوہ آپؐ نے اپنے مخاطبین صحابہ کو صنعت' حرفت' زراعت و تجارت اور عالم کے ذرہ ذرہ کی اطلاع دی تھی-

(۱۴۷۷) * حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مال کی اس کثرت کا زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور میں گذر چکا ہے- (دیکھو الجواب الصحیح ج ۴ ص ۱۳۳)

بِکَ حَیَاۃٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ کَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یَقْبَلُهٗ مِنْهُ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهٗ مِنْهُ وَ لَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ یُتَرْجِمُ لَهٗ لَیَقُوْلَنَّ لَهٗ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْکَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِکَ مَالًا وَ اُفْضِلْ عَلَیْکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی. فَیَنْظُرُ عَنْ یَمِیْنِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ وَ یَنْظُرُ عَنْ یَسَارِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِکَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ قَالَ عَدِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَرَأَیْتُ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَ کُنْتُ فِیْمَنِ افْتَتَحَ کُنُوْزَ کِسْرَی بْنِ هُرْمُزَ وَ لَئِنْ طَالَتْ بِکُمْ حَیَاۃٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخْرِجُ الرَّجُلُ مِلْأَ کَفِّهٖ.

(رواہ البخاری)

پھر فرمایا اگر تم نے کچھ اور عمر پائی تو تم دولت کا وہ دور بھی دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر سونا یا چاندی اس نیت سے لے کر نکلے گا کہ کوئی اس کو قبول کر لے مگر اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ خوب یاد رکھو کہ قیامت میں تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے جب کہ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی دوسرا ترجمانی کرنے والا بھی نہ ہوگا۔ اس سے سوال ہوگا۔ اے بندے بتا' کیا میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرے احکام تجھ کو پہنچائے ہوں؟ وہ کہے گا ہاں پھر فرمائے گا کہ میں نے تجھ کو مال نہیں بخشا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں فرمایا تھا؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں۔ تو نے یہ سب کچھ بخشا تھا اس کے بعد وہ شخص اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا پھر بائیں جانب دیکھے گا تو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ عدیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے "دیکھو دوزخ سے بچو اگر چہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا صدقہ دے کر ہی اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو نصیحت کا ایک کلمہ کہہ کر ہی سہی۔ عدیؓ کہتے ہیں آپؐ کی ان فرمودہ پیش گوئیوں میں امن کا وہ دور تو میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت سفر کر کے آتی ہے اور کعبہ کا طواف کر کے چلی جاتی ہے اور راستے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود بھی شریک تھا اور اگر تمہاری عمر ہوئی تو جو تیسری بات آنحضرتؐ نے ارشاد فرمائی ہے وہ بھی تم لوگ دیکھ کر رہو گے یعنی مال کی وہ کثرت ہوگی کہ آدمی اپنی مٹھی بھر نقدی لے کر گھر سے چلے گا۔ مگر اس کا قبول کرنے والا اس کو کوئی نہ ملے گا۔ (بخاری شریف)

(۱۴۷۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَّافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَیْهِمْ ثِیَابُ الصُّوْفِ فَوَافَقُوْهُ عِنْدَ اَکَمَةٍ فَاِنَّهُمْ لَقِیَامٌ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ. قَالَ فَقَالَتْ لِیْ نَفْسِیْ اِیْتِهِمْ فَاَقُوْمُ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهٗ

(۱۴۷۸) جابرؓ بن سمرہ نافع بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ کے پاس مغرب کی سمت کے کچھ لوگ ایسے آئے جو صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ٹیلہ کے پاس آ کر ملے یہ لوگ کھڑے تھے اور آپ تشریف فرما تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میرے دل نے کہا کہ میں ان کے پاس جا کر آپؐ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو جاؤں کہیں آپ پر وہ اچانک حملہ نہ کر دیں۔ پھر مجھے یہ خیال آیا شاید آپ ان کے ساتھ کچھ خفیہ باتیں کر

لَا يَغْتَالُوْنَهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهُ نَجِيٌّ مَعَهُمْ فَاَتَيْتُهُمْ فَقُمْتُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ قَالَ فَحَفِظْتُ مِنْهُ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ اَعُدُّهُنَّ فِيْ يَدِيْ قَالَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ. (رواہ مسلم)

رہے ہوں- آخر میں چل ہی دیا اور آپ کے اور ان کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا- اس وقت آپ کی فرمودہ چار باتیں مجھ کو یاد ہیں جن کو آپؐ نے میرے ہاتھ میں شمار کر کے بتایا تھا پہلی بات یہ کہ تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو فتح کر دے گا اس کے بعد فارس سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دے گا- اس کے بعد پھر روم سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دے گا آخر میں دجال سے جنگ کرو گے اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ تم کو ہی فتح دے گا- (مسلم)

(۱۴۷۹) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَ هُوَ فِيْ قُبَّةِ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ وَ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اِسْتِفَاضَةُ الْمَالِ ثُمَّ يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدُرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً كُلُّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (رواہ البخاری)

(۱۴۷۹) عوف بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چمڑے کے قبہ میں رونق افروز تھے- آپؐ نے فرمایا قیامت سے پہلے پہلے چھ باتیں شمار کر رکھنا- سب سے پہلے تو میری وفات' اس کے بعد بیت مقدس کا فتح ہونا پھر ایک عام وبا جو بکریوں کے پھوڑے کی طرح سے ظاہر ہو گی اور عام موت کا باعث ہو گی- پھر مال کی کثرت اور اتنی کثرت کہ ایک شخص کو سو سو اشرفیاں دی جائیں گی لیکن وہ اس پر بھی ناراض رہے گا اس کے بعد ایک ایسا فتنہ ظاہر ہو گا جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہو جائے گا پھر روم اور تمہارے درمیان صلح ہو گی اور وہ لوگ غداری کریں گے اور ایسا لشکر جرار لے کر تم سے جنگ کے لیے آئیں گے جس میں اسی دستے ہوں گے اور ہر دستے میں بارہ ہزار نفر ہوں گے-

(۱۴۸۰) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۴۸۰) حضرت خباب بن ارتؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے- ہم نے آپؐ کے

(۱۴۷۹) * حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ امور گذر چکے ہیں- حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت مقدس فتح ہو چکا اس کے بعد ان ہی کے زمانے میں طاعون آیا جس میں معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ جیسے جلیل القدر صحابہ اور بہت سے اصحاب کا انتقال ہوا اور ٹھیک اسی طرح ظاہر ہوا جیسا آپ نے بکریوں کی بیماریوں کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا تھا- یہ اسلام میں پہلا طاعون تھا جو تاریخ میں طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے- حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ٹھیک اسی طرح مال کی کثرت ظہور پذیر ہوئی حتیٰ کہ ایک گھوڑے کی قیمت اس کے ہم وزن نقد ہو گئی- اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ ہر ہر گھر میں نمودار ہوا اور جنگ جمل اور صفین تک اس کی شاخیں پھیلیں-

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ وَ قَدْ لَقِیْنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شِدَّۃً فَقُلْنَا اَلَا تَدْعُوا اللّٰہَ لَنَا اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا؟ قَالَ فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَ جْھُہٗ ثُمَّ قَالَ وَ اللّٰہِ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ لَیُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَابَیْنَ لَحْمٍ وَ عَصَبٍ مَا یَصْرِفُہٗ ذَالِکَ عَنْ دِیْنِہٖ وَ یُؤْخَذُ فَیُحْفَرُلَہُ الْحَفِیْرَۃُ فَیُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰی رَأْسِہٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَتَیْنِ مَا یَصْرِفُہٗ عَنْ دِیْنِہٖ وَ لَیُتِمَّنَّ اللّٰہُ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی لَیَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَ مَوْتَ لَا یَخْشٰی اِلَّا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ وَ لٰکِنَّکُمْ تَعْجِلُوْنَ.

(رواہ الشیخان)

سامنے ان مصائب کی جو اس زمانے میں ہم مشرکین کی جانب سے جھیل رہے تھے شکایت کی اور کہا آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپؐ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ خبابؓ کہتے ہیں یہ سن کر آپؐ سیدھے بیٹھ گئے اور آپؐ کا چہرۂ مبارک تمتما رہا تھا' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تم میں سے پہلی امتوں میں ایسے مصائب بھی ٹوٹے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور پٹھے اتار دیئے جاتے تھے اور یہ بھی اس کو اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا اور کسی شخص کے ساتھ یہ بھی کیا جاتا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو دبایا جاتا پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن یہ بھی اس کے لیے اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا- خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو بلند کرے گا اور ایسا غالب کرے گا کہ ایک سوار شہر صنعاء سے چل کر مقام حضر موت تک سفر کرے گا راستے میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا حتیٰ کہ ایک بکری کے مالک کو اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کا خطرہ بھی نہ رہے گا لیکن تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو- (شیخین)

(۱۴۸۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاَنْفِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ وَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ. (رواہ الشیخان و اللفظ للبخاری)

(۱۴۸۱) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ترکوں سے جنگ نہ کر لو گے (اس وقت تک ترک مسلمان نہ ہوئے تھے) جن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں' سرخ سرخ چہرے اور چپٹی چپٹی ناکیں ہوں گی اور ان کے چہرے ایسے پُر گوشت جیسا چمڑہ چڑھی ہوئی ڈھال' اور قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم ایسی قوم سے جنگ نہ کر لو گے جن کے چپل بال کے ہوں گے-

(۱۴۸۲) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْرَعُکُنَّ بِیْ لِحَاقًا اَطْوَلُکُنَّ یَدًا قَالَتْ فَکُنَّ یَتَطَاوَلْنَ اَیَّتُھُنَّ اَطْوَلُ یَدًا فَکَانَتْ اَطْوَلَنَا یَدًا

(۱۴۸۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم سب میں سب سے جلد مجھ سے ملنے والی وہ ہوگی جن کے ہاتھ تم سب میں دراز ہوں- اس پر آپ کی بیویوں نے اپنے ہاتھوں کی پیمائش شروع کر دی کہ ان میں کس کے ہاتھ

(۱۴۸۱) * حدیث مذکور جنگ تاتار میں حرف بحرف پوری ہوگئی- حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے دیکھنے والے بھی اس سے زیادہ ان کا نقشہ بیان کرنا چاہیں تو بیان نہیں کر سکتے- اس فتنہ کی المناک داستان تقریباً دس ہزار صفحات سے زیادہ میں بکھری پڑی ہے-

زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَ تَصَدَّقُ. (رواه الشيخان)

دراز ہیں لیکن بعد میں یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کی مراد اس سے سخاوت تھی اور سب میں سخی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ اپنی دست کاری سے کماتیں اور راہِ خدا میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔ (شیخین)

(۱۴۸۳) عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَقَالَ يَوْمًا خَيْرُكُنَّ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ تَضَعُ يَدَهَا عَلَى الْجِدَارِ فَقَالَ لَسْتُ اَعْنِيْ هٰذَا وَ لٰكِنْ اَصْنَعُكُنَّ يَدَيْنِ. (رواه ابو يعلى و اسناده حسن كما في مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۸)

(۱۴۸۳) ابو برزہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بی بیاں تھیں۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا تم سب میں بہتر وہ ہے جس کے ہاتھ لانبے ہوں۔ بس وہ اٹھ کر فوراً دیوار پر اپنے ہاتھ رکھ رکھ کر ناپنے لگیں، یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا میرا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ جو سب میں زیادہ اپنی دست کاری سے خیرات کرنے والی ہو۔
(مسند ابو یعلی)

(۱۴۸۴) عَنْهُ اَنَّهُ سَارَّ فَاطِمَةَ فَقَالَ لَهَا وَ هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ اَنِّيْ اُقْبَضُ فِيْ مَرَضِيْ هٰذَا ثُمَّ اَخْبَرَهَا اَنَّهَا اَوَّلُ اَهْلِهٖ لُحُوْقًا بِهٖ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَ اَخْبَرَهَا اَنَّهَا سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (رواه الشيخان)

(۱۴۸۴) ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے طور پر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میں اس مرض میں وفات پانے والا ہوں اور گھبرانا مت میری اولاد میں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات تمہاری ہوگی اور ایک روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ انہوں نے یہ خوش خبری بھی سنائی کہ تم جنت میں سب عورتوں کی سردار کہلاؤ گی۔

(۱۴۸۳) * یہ واقعہ صحیحین میں بھی موجود ہے لیکن اس میں "اسرعکن بی لحاقا" ہے یعنی تم سب میں جلد آ کر مجھ سے ملنے والی وہ عورت ہوگی، اور طبرانی کی معجم اوسط میں اولکن یرد علی الحوض کا لفظ ہے یعنی سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والی وہ عورت ہو گی۔ ان تین کتابوں میں یہ تین لفظ ہیں اور یہ تینوں اوصاف ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی جو بی بی صاحبہ سب سے پہلے وفات پانے والی ہوں جیسا کہ صحیحین میں ہے وہی سب سے پہلے آپ کے پاس حوض پر آئیں جیسا کہ معجم اوسط میں ہے اور کیا شبہ ہے کہ ایک لحاظ سے یہ بھی بڑی فضیلت کی بات ہے اس لیے "خیرکن" کا لفظ بھی صادق ہے جیسا کہ مسند ابو یعلی میں ہے۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ صحیحین کی حدیث میں یہ نہیں کہ امہات المومنین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی پیمائش آپ کے سامنے ہوئی تھی اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی جب بھی موت کے مسئلہ میں پوری وضاحت کرنی عرفاً پسندیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ آپؐ نے جب اپنی وفات کی اطلاع دی تو اس طرح دی کہ ابو بکرؓ کے سوا اس کو کوئی شخص پوری طرح سمجھ بھی نہ سکا اور صحیحین کے علاوہ روایات میں اگر چہ یہ تصریح موجود ہے کہ ہاتھوں کی پیمائش آپؐ کے سامنے ہوئی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی صاف صاف موجود ہے کہ آپ نے اپنی مراد اسی وقت واضح فرما دی تھی لہٰذا اس قسم کے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ بعض مرتبہ وحی کی مراد خود نبی پر مخفی رہ جاتی ہے کھلی ہوئی حماقت ہی نہیں بلکہ صریح زندقہ اور دجل ہے۔ والعیاذ باللہ من سوء الفھم۔

(۱۴۸۴) * یہ ایک پیش گوئی دنیا سے لے کر آخرت تک کے بڑے بڑے واقعات پر مشتمل ہے تفصیل کی اس وقت فرصت نہیں۔ ...

(۱۴۸۵) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَیَکُوْنُ فِیْ ثَقِیْفٍ کَذَّابٌ وَ مُبِیْرٌ. (رواہ مسلم)

(۱۴۸۵) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک شخص ظاہر ہوگا جو پرلے درجہ کا جھوٹا اور دوسرا انتہاء درجہ کا ظالم اور خون ریز ہوگا۔ (مسلم شریف)

(۱۴۸۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ لَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا اَیُّکُمْ یَبْسُطُ ثَوْبَهٗ فَیَاْخُذُ مِنْ حَدِیْثِیْ فَیَجْمَعُهٗ اِلٰی صَدْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّنْسٰی شَیْئًا سَمِعَهٗ فَبَسَطْتُ بُرْدَةً عَلَیَّ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ حَدِیْثِهٖ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰی صَدْرِیْ فَمَا نَسِیْتُ بَعْدَ ذَالِکَ الْیَوْمِ شَیْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْهُ. (رواہ الشیخان)

(۱۴۸۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص بھی اس وقت اپنا کپڑا پھیلائے گا اور جو کلمات میں کہتا ہوں ان کو لے کر پھر اپنے سینے سے لگا لے گا تو وہ جو میری حدیثیں سنے گا ان کو ہرگز نہیں بھولے گا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جو چادر میرے جسم پر تھی میں نے فوراً اس کو پھیلا دیا تا آنکہ آپ وہ کلمات کہہ کر فارغ ہو گئے پھر میں نے اس چادر کو سمیٹ کر سینے سے لگا لیا اس تاریخ کے بعد سے پھر جو حدیث بھی میں نے آپ کی سنی وہ نہیں بھولا۔ (شیخین)

(۱۴۸۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا اِلٰی اِثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَةً کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ وَ فِیْ لَفْظِ اِثْنَیْ عَشَرَ اَمِیْرًا رواہ الشیخان و

(۱۴۸۷) جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام بارہ خلفاء تک برابر غالب رہے چلے جائے گا جو سب کے سب قریشی ہوں گے اور ایک روایت میں خلیفہ کے بجائے امیر کا لفظ ہے اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ یہ سب خلفاء ایسے

ﷺ ..... سوائے اللہ تعالیٰ کے کون بتا سکتا ہے کہ کس کی موت پہلے آنے والی ہے اور کس کو خبر ہو سکتی ہے کہ جنت میں سرداری کا لقب کس کو ملنے والا ہے اور کیوں؟ یہ سب مخفی امور ہی نہیں بلکہ راز ہائے سربستہ بھی ہیں جن کو خفیہ طور پر اپنی بنت کریمہ پر ان کے اطمینان کی خاطر کھول دیا گیا تھا ہر ایک کے لیے اس کی اور اپنی موت کا حال صاف اور یقینی بتانا شاید مناسب نہ تھا' ابھی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ اپنی رفقائے حیات سے ان کی موت کا حال بتایا تو مگر کس طرح؟

(۱۴۸۵) * حسب بیان حدیث مذکور قبیلہ ثقیف میں مختار بن ابی عبید ظاہر ہوا' اسی نے امام حسینؓ کی ہمدردی کے پردہ میں شیعیت کی بنیاد ڈالی آخر کار وحی کا مدعی ہوا اور مبیر کا مصداق حجاج ظاہر ہوا جس کی شمشیر ظلم امت میں آج تک ضرب المثل ہے۔

(۱۴۸۶) * یہاں فما نسیت بعد ذلک الیوم شیئا سمعته منه. اس روایت کی وجہ سے ہم نے دوسری روایت میں اس لفظ کی رعایت رکھی ہے یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں میں سے ایک عظیم الشان خبر تھی جو حقیقت بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی اور ابو ہریرہؓ کا بے مثل حافظہ امت نے دیکھ لیا۔

(۱۴۸۷) * امام بیہقی حدیث بالا کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ اس جگہ بارہ خلفاء سے مراد ہر خلیفہ نہیں ہے بلکہ صرف ایسے خلفاء مراد ہیں جو عدل و انصاف کے لحاظ سے اس شان کے ہوں کہ ان پر امت متفق بھی ہو' اس کے بعد پھر عام مار دھاڑ شروع ہو جائے گی۔ اب جن لوگوں نے حدیث کی بیان کردہ اس قید کی رعایت نہیں کی یا دور فتن کے بعد کے ﷺ .....

فی روایة لابی داؤد الطیالسی کُلُّهُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْهِمُ الْاُمَّةُ و فی روایة فَقَالُوْاثُمَّ یَکُوْنُ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یَکُوْنُ الْهَرَجُ. (شیخین)

ہوں گے جن کی خلافت اور امارت پر تمام امت کا اتفاق ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا پھر کیا ہوگا آپ نے فرمایا پھر فتنہ فساد ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

(۱۴۸۸) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْصُوْا لِیْ کَمْ یَلْفَظُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَافُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ مَا بَیْنَ السِّتِّ اِلَی السَّبْعِ مِائَةٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَاتَدْرُوْنَ لَعَلَّکُمْ اَنْ تُبْتَلُوْا قَالَ فَابْتُلِیْنَا حَتّٰی جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا یُصَلِّیْ اِلَّا سِرًّا.

(۱۴۸۸) حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ نے پوچھا شمار کر کے بتاؤ اس وقت کلمہ گو لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہماری تعداد ماشاء اللہ کافی ہے) چھ سات سو کے درمیان ہے۔ کیا اب بھی ہمارے متعلق آپ کو کسی قسم کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا تم کو خبر نہیں شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو، حذیفہؓ کہتے ہیں آخر ہم فتنوں میں مبتلا ہوئے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی کو تو چھپ کر نماز پڑھنی پڑی۔ (شیخین)

(رواہ الشیخان و لفظ البخاری اکتبوالی من تلفظ بالاسلام. و فی روایة غیر مسمم ستمائة الی سبع مائة و هذا ظاهر لا اشکال فیه)

..... امراء بھی شمار کر لیے ان کے حساب سے بارہ کا عدد مستقیم نہیں رہ سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی بیان کردہ صفات کی رعایت کر لی جائے تو بڑے بڑے فتنوں کے ظہور سے قبل یہ عدد ولید بن یزید کے عہد تک پورا ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہؓ سے حضرت اسحٰق علیہ اسلام کی پیدائش کی بشارت دی اس پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے سجدہ شکر ادا کیا اور عرض کی پروردگار! تیری رحمتوں اور نعمتوں کی کثرت سے ابراہیم کی نظریں نیچی ہیں، آج سے تیرہ سال قبل تراسی سال کی عمر میں تو نے (حضرت) اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش سے نوازا اور ان میں بڑی برکت عطاء فرمائی اور ان کی ذریت میں بارہ بڑے بڑے سرداروں کی بشارت عطا فرمائی اور اس کے بعد اب (حضرت) اسحاق (علیہ السلام) کی بشارت سے نوازا۔ (جن کی نسل سے انبیاء علیہم السلام کی جماعتیں پیدا ہوں گی)

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی بارہ خلفاء کی بشارت دی ہے جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں بارہ سرداروں کی بشارت دی تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ بارہ مسلسل ہوں گے اس لیے ان کا مصداق خلفاء اربعہ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے علاوہ بعض اور عباسی خاندان کے عادل امراء ہیں۔

(۱۴۸۸) * غالباً اس پیش گوئی کا مصداق حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آخری زمانہ تھا جب کہ امیر کوفہ نمازوں میں اتنی تاخیر کیا کرتا تھا کہ بعض صحابہ کو مجبوراً خفیہ اپنی نمازیں علیحدہ پڑھنی پڑتی تھیں جن لوگوں نے اس کا مصداق حضرت عثمانؓ کی شہادت کا زمانہ قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت حذیفہؓ اس وقت موجود نہ تھے۔ پھر حضرت حذیفہؓ کے بعد حجاج کے زمانے میں صحابہ کو ان سے بھی کہیں زیادہ مصائب سے سابقہ پیش آیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی کثرت پر ناز کرنا کبھی مبارک نہیں ہوتا جنگ حنین کی مثال .....

(۱۴۸۹) مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ حُمَيْدٍ نِالسَّاعِدِيْ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَاَتَيْنَا وَ ادِيَ الْقُرٰى عَلٰى حَدِيْقَةٍ لِامْرَاَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُخْرُصُوْهَا فَخَرَصْنَاهَا وَ خَرَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَشْرَ اَوْسُقٍ. قَالَ اَحْصِيْهَا حَتّٰى نَرْجِعَ اِلَيْكِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا تَبُوْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُمْ فِيْهَا اَحَدٌ مِنْكُمْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ بَعِيْرٌ فَلْيَشُدَّ عِقَالَهٗ فَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيْحُ حَتّٰى اَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيٍّ. (رواہ الشیخان)

(۱۴۸۹) ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے چلے' جب وادی القریٰ' کے ایک باغ پر پہنچے جو ایک عورت کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پھلوں کا تخمینہ لگاؤ ہم نے ان کا تخمینہ لگایا اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اس کا تخمینہ دس وسق لگایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہاں واپس ہوں- ہم آگے چلے یہاں تک کہ تبوک پہنچے تو رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج شب میں نہایت تیز و تند آندھی آئے گی لہٰذا کوئی شخص بھی تم میں اپنی جگہ سے نہ ہلے جس کا اونٹ ہو وہ اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھے' چنانچہ ایسا ہی ہوا نہایت تیز آندھی آئی- ایک شخص اتفاق سے کھڑا ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہوا نے اس کو طے کے پہاڑوں پر اڑا کر ڈال دیا- (شیخین)

(۱۴۹۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الَّذِيْ اَسَرَ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَبُو الْيُسْرِ ابْنُ عَمْرٍو وَهُوَ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو اَحَدُ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَسَرْتَهٗ يَا اَبَا الْيُسْرِ؟ فَقَالَ لَقَدْ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ رَجُلٌ مَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ وَلَا قَبْلُ هَيْئَتُهٗ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَيْهِ مَلَكٌ كَرِيْمٌ. وَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اِفْدِ نَفْسَكَ وَ ابْنَيْ

(۱۴۹۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت عباسؓ کو قید کر کے لایا تھا وہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالیسر اور نام کعب بن عمرو تھا- آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اے ابوالیسر بتاؤ تو ان کو تم نے کس صورت سے قید کیا انہوں نے عرض کی ایک شخص نے اس میں میری مدد کی تھی جس کو میں نے نہ بعد میں دیکھا اور نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اس کی صورت ایسی ایسی تھی' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امداد تیری ایک عظیم فرشتے نے کی تھی اس کے بعد آپؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا آپ اپنی جانب سے اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل بن حارث کی جانب سے بھی فدیہ دے دیں انہوں نے فرمایا میں تو اپنی اسیری سے پہلے

ﷺ ..... اس سے پہلے گذر چکی تھی بہر حال حدیث میں اس پیش گوئی کے پورے ہونے کا کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا گیا- حذیفہؓ کی اس وقت موجودگی کوئی ضروری امر نہیں ہے ایک بات فرمائی جو بھی اس وقت اس کے پورے مخاطب ہوں-

(۱۴۹۰) * اس جگہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تو ہے ہی کہ آپؐ نے ایک ایسے راز کی اطلاع دے دی جس کا جاننے والا دو کے سوا مکہ مکرمہ میں بھی کوئی اور تیسرا نہ تھا مگر اس کی تہ میں یہاں اس معجزہ سے کم یہ اخلاقی معجزہ نہیں کہ عم بزرگوار کا معاملہ اور پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ ان کے بیان اسلام کے دعوے کی وجہ سے کچھ نرمی کا موقعہ بھی ہے- کچھ نہ سہی تو کم از کم اتنا ہی ہو جاتا کہ ان سے حاصل شدہ مال کو فدیہ میں شمار کر لیا جاتا- پھر حقیقت کی کسی کو خبر بھی نہیں ہے لیکن ان سب کے باوجود جس مال میں سب مسلمانوں کا حق قائم ہو چکا ﷺ .....

اَخِیْکَ عَقِیْلَ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَ نَوْفَلَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ فِهْرٍ قَالَ فَاِنِّیْ قَدْ کُنْتُ مُسْلِمًا قَبْلَ ذَالِکَ وَ اسْتَکْرَهُوْنِیْ. قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِشَانِکَ اِنْ یَّکُ مَا تَدَّعِیْ حَقًّا فَاللّٰهُ یَجْزِیْکَ بِذَالِکَ وَ اَمَّا ظَاهِرُ اَمْرِکَ فَقَدْ کَانَ عَلَیْنَا فَافْدِ نَفْسَکَ وَ قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخَذَ مِنْهُ عِشْرِیْنَ اُوْقِیَةِ ذَهَبًا. فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْسِبْهَالِیْ مِنْ فِدَایَ قَالَ لَا' ذَالِکَ شَیْءٌ اَعْطَانَا اللّٰهُ مِنْکَ: قَالَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لِیْ مَالٌ قَالَ فَاَیْنَ الْمَالُ الَّذِیْ وَ ضَعْتَهٗ بِمَکَّةَ حِیْنَ خَرَجْتَ عِنْدَ اُمِّ الْفَضْلِ وَ لَیْسَ مَعَکَ اَحَدٌ غَیْرَ کُمَا فَقُلْتَ اِنْ اُصِبْتُ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا فَلِلْفَضْلِ کَذَا وَ لِقُثَمٍ کَذَا وَ لِعَبْدِ اللّٰهِ کَذَا قَالَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَاعَلِمَ بِهٰذَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ غَیْرِیْ وَ غَیْرَهَا وَ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ. (رواہ الامام احمد)

ہی مسلمان تھا یہ لوگ زبردستی گھسیٹ کر مجھ کو لے آئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اگر یہ بات جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ دے گا لیکن آپ کی ظاہری صورت تو یہی تھی کہ آپ ہمارے مقابلے ہی کے لیے آئے تھے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپ فدیہ ادا کر ہی دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس اوقیہ سونا لے چکے تھے وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سونے کو میرے فدیہ کے حساب میں شمار فرما لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سونا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ سے دلوایا ہے انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو اور کوئی مال نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو آپ نے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تمہارے دونوں کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا اور تم نے کہا کہ اگر اس جنگ میں میں قتل ہو جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا حصہ اور قثم کے لیے اتنا اور عبداللہ کے لیے اتنا۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اس کی اطلاع میرے اور ان (ام الفضل) کے سوا لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی نہیں ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ کسی شبہ کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد)

(۱۴۹۱) عَنْ سُفْیَانَ بْنِ زُهَیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ الْیَمَنُ فَیَاْتِیْ قَوْمٌ یُبِسُّوْنَ فَیَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِیْهِمْ وَ مَنْ اَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ لَّهُمْ لَوْ کَانُوْا

(۱۴۹۱) سفیان بن زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں ملک یمن فتح ہو جائے گا کچھ لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر اور ان شخصوں کو جو ان کے ساتھ رائے میں متفق ہوں گے مدینہ چھوڑ کر یمن کی جانب کھسک جائیں گے اور ان کے لیے

لہ ..... تھا اس میں حقوق عامہ کے بالمقابل یہاں عم بزرگوار کے حق کی کوئی رعایت نہیں کی گئی اور جب آپ کے اصرار پر اور اصرار کے بعد بھی انہوں نے اصل بات بتانے سے انحراف کیا تو پھر عم بزرگوار کے منہ پر سارا راز افشا کر دینا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قبضہ سے گو بیس اوقیہ کی دولت تو ضرور نکل گئی مگر اسلام حقیقی کے انمول دولت ان کے ہاتھوں میں آ گئی۔ سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اخبار غیبی پر کتنا جزم و یقین حاصل ہوتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا اس کا کتنا ہی انکار کرے مگر ان کے قلوب میں شک و تردد کا چھوٹا سا کانٹا بھی نہیں چبھتا۔

يَعْلَمُونَ ثُمَّ تُفْتَحُ الشَّامُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِاَهْلِيهِمْ وَ مَنْ اَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ تُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ مُتَحَمِّلُونَ بِاَهْلِيهِمْ وَ مَنْ اَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَ فِي رِوَايَةٍ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ. (رواه الشيخان)

مدینہ کی رہائش ہی بہت بہتر تھی کاش کہ وہ جانتے - اس کے بعد پھر ملک شام بھی فتح ہوگا اور کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور اپنے رفقا کے ساتھ اس طرف بھی کھسک جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے حق میں بہت بہتر تھا کاش کہ یہ لوگ جانتے - پھر عراق بھی فتح ہوگا اور اسی طرح اس کی طرف بھی کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور رفقاء کے ساتھ چلے جائیں گے اور ان کے لیے مدینہ ہی بہتر تھا کاش کہ وہ جانتے (تو مدینہ چھوڑ کر ان ممالک کا سفر نہ کرتے) - (شیخین)

(۱۴۹۲) عَنْ اَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَتُفْتَحُ مِصْرُ وَ هِيَ اَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ فَاسْتَوْصُوا بِاَهْلِهَا خَيْرًا وَ فِي رِوَايَةٍ فَاَحْسِنُوا اِلَى اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَ رَحِمًا فَاِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ عَلَى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَاَيْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ وَ اَخَاهُ رَبِيعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا. (رواه مسلم)

(۱۴۹۲) ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا عنقریب مصر فتح ہو جائے گا جہاں کے سکہ کا نام ''قیراط'' ہے تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ عہد ہے اور ان کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے اور جب تم دیکھنا کہ دو شخص ایک اینٹ برابر جگہ پر باہم لڑ رہے ہیں تو پھر وہاں سے نکل جانا - (مذکورہ بالا پیش گوئی کے مطابق مصر فتح ہوا اور اس کی کچھ مدت کے بعد ابوذرؓ کا وہاں گذر ہوا) وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا شرحبیل بن حسنہ کے دو بیٹے ایک اینٹ برابر جگہ پر جھگڑا کر رہے ہیں یہ دیکھ کر حدیث کے حکم کے مطابق میں وہاں سے چلا آیا - (مسلم شریف)

(۱۴۹۳) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ اُجْلِيَ الْاَحْزَابُ عَنْهُ الْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَ لَا يَغْزُوْنَا. (رواه البخاری)

(۱۴۹۳) سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے جب کہ غزوۂ احزاب میں دشمن قدرت کی جانب سے پسپا ہو کر جا چکا تھا - آج کے بعد ہم لوگ ہی ان پر چڑھائی کر کے جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر چڑھ کر نہ آ سکیں گے - (بخاری شریف)

(۱۴۹۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ

(۱۴۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہے کہ آیت وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے نازل ہونے سے پہلے شب میں آنحضرت صلی

(۱۴۹۳) * تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد کفار کو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی -

(۱۴۹۴) * یہ معجزہ کتنا عظیم الشان ہے کہ ہجرت کے بعد ایسے حالات میں آپؐ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی جب کہ چاروں طرف دشمن اقوام آمادۂ انتقام تھیں اور ملک میں عام بدامنی پھیلی ہوئی تھی - پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کی یہ پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی .....

اُلآیَۃُ (وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ) قَالَتْ فَاَخْرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأْسَہٗ مِنَ الْقُبَّۃِ وَ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ.

اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا' لوگو! اب پہرہ داری موقوف کر دو' اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا متکفل ہو چکا ہے۔

(ترمذی شریف)

(رواہ الترمذی و الحاکم و ابن جریر. کذا فی تفسیر ابن کثیر و اصل الحدیث فی الصحیحین)

(۱۴۹۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ اِبِلٌ لِلشَّیَاطِیْنِ وَ بُیُوْتٌ لِلشَّیَاطِیْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّیَاطِیْنِ فَقَدْ رَأَیْتُھَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَعَہٗ قَدْ اَسْمَنَھَا فَلَا یَعْلُوْا بَعِیْرًا مِّنْھَا وَ یَمُرُّ بِاَخِیْہِ قَدِ انْقَطَعَ بِہٖ فَلَا یَحْمِلُہٗ وَ اَمَّا بُیُوْتُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَمْ اَرَھَا کَانَ سَعِیْدٌ

(۱۴۹۵) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ چل کر کچھ شیطانوں کے اونٹ نظر آئیں گے اور کچھ شیطانوں کے گھر بھی ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شیطانی اونٹ تو میں نے دیکھ لیے یعنی تم میں سے ایک رئیس آدمی عمدہ عمدہ اونٹنیاں لے کر اپنی شان دکھانے کے لیے گھر سے باہر اکڑتا ہوا پاس سے نکل جاتا ہے اور اس کے مسلمان بھائی کے پاس سواری کے لیے ایک اونٹ بھی نہیں ہوتا۔ اب رہے شیاطین کے گھر تو میں نے ابھی تک ان کو نہیں دیکھا۔ سعید راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں تو

بقیہ ..... ہوئی۔ علماء نے آپ کی شہادت نہ ہونے کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں اگر اس آیت کو بھی سامنے رکھ لیا جائے تو یہ اور زیادہ واضح ہوسکتا ہے کہ عصمت کے وعدہ کے ساتھ آپ کے لیے شہادت قطعاً مناسب نہ تھی۔ غالباً جو حقیقۃً خاتم النبیین ہوں ان کے لیے ظاہری شہادت یوں بھی مناسب نہ ہوگی جب کہ اضافی خاتم یعنی سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں دشمنوں کے ہاتھوں شہادت مناسب نہ ہوئی اور آپ کے لیے طبعی موت ہی مقدر ہوئی تو جو رسول اعظم دونوں سلسلوں کے لیے خاتم تھے ان کے لیے یہ شہادت کیسے مناسب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴۹۵) * یہاں دیکھئے راوی ایک پیشگوئی کو نہ دیکھ کر نہ تاویل کرتا ہے نہ انکار' ان ہی پیشگوئیوں میں آپ کے سامنے قیامت تک کے واقعات مذکور ہیں جو اپنے اپنے دور میں پورے ہوتے رہے۔ ہر ایمان دار یہ کہہ کر دنیا سے گذر گیا یہ آج نہیں تو کل پورے ہوکر رہیں گے پھر کتنی بے عقلی ہے کہ ایک یا دو واقعے اگر ہمارے سامنے پورے نہیں ہوتے تو ہم فوراً اپنی بے عقلی سے اس کے انکار یا تاویل کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق تو صاف بتا دیا گیا ہے کہ وہ تو بالکل قیامت کے قرب میں ہوگا پھر آپ گذشتہ کفار کی طرح قیامت کو اپنے وقت سے پہلے بلانے کی کوشش فضول کرتے ہیں اور فضول عیسیٰ کے نزول کی تاویلات واہیہ گھڑتے رہتے ہیں یا بیکار ان کے نزول ہی کے منکر ہوتے ہیں' قدرت جتنا ان کے نزول کا وقت قریب آتا جاتا ہے اسی قدر اس کے معقول ہونے کے اسباب پیدا کرتی جاتی ہے کرہ نار اور کرہ زمہریر کا راز (جس کا شریعت میں کہیں ذکر تک نہیں) تو اب فاش ہو چکا ہے بلکہ قابل مضحکہ بن چکا ہے سیر معراج پر ایمان رکھنے والوں کے لیے نزول عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی بحث کرنے کا محل ہی باقی نہیں چھوڑا اور جو منکر ہیں وہ ذرا صبر کریں تو نزول مسیح علیہ السلام اور سیر معراج دونوں ان کے سامنے حل ہو جانے والے ہیں۔

يَقُوْلَ لَا اَرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَ قْفَاصَ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ. (رواہ ابوداؤد)

وہ یہی پنجرے (فغدف) ہیں جن کو لوگ ریشمی کپڑوں سے سایہ کرنے کے لیے بناتے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۱۴۹۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰى قَوْمًا فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِثْلُ اَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ يَرُوْحُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ. (رواہ مسلم)

(۱۴۹۶) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم کو لمبی زندگی بخشی تو تم کچھ لوگ ایسے دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح مار دھاڑ مچانے کے لیے کوڑے ہوں گے اور ان کی گت یہ ہوگی کہ جب صبح ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اور جب شام ہوگی تو بھی (اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے) اس کی ناراضگی میں۔ (مسلم)

(۱۴۹۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا. (رواہ مسلم)

(۱۴۹۷) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ایک وہ مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دُموں کے سے کوڑے رہیں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم توڑتے رہیں گے۔ دوم وہ عورتیں جو لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن درحقیقت برہنہ ہوں گی ان کا حال یہ ہوگا کہ دوسروں کو اپنی طرف راغب کریں گی اسی طرح خود بھی غیروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سروں کے اوپر ایسے جوڑے بندھے ہوئے بال ہوں گے جیسے اونٹ کے کوہان اونچے معلوم ہوتے ہیں، نہ وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بڑے فاصلہ سے مہکتی ہوگی۔ (مسلم)

(۱۴۹۸) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَ اعْدِلْ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيْتُ. (رواہ احمد و البیہقی)

(۱۴۹۸) حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر ولایت تم کو سپرد ہو تو خدا تعالیٰ کے تقوے کا خیال رکھنا اور انصاف کا لحاظ رکھنا۔ اسی دن سے مجھے خیال لگا رہا کہ مجھے مسلمانوں کی تولیت میں مبتلا ہونا ہے۔ آخر کار میں حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو کر رہا۔

(۱۴۹۹) عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۴۹۹) ابوبکرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

(۱۴۹۷) * سبحان اللہ یہ پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ کس زمانے میں فرمائی گئی جب کہ اُدھر خیال بھی نہ جا سکتا ہوگا۔

(۱۴۹۹) * حسب بیان حدیث بالا یونہی ہوا یعنی ۴۰ھ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسنؓ کے ذریعے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے لشکروں میں صلح کی صورت پیدا فرما دی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ ابْنَتِهٖ وَ هُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ اَنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَ سَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (رواه البخاری)

منبر پر خطبہ دے رہے تھے اس وقت آپؐ نے اپنے نواسے حضرت امام حسنؓ کے متعلق ارشاد فرمایا میرا یہ لڑکا سیّد ہے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

(بخاری شریف)

(۱۵۰۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَ الْعَسَلَ فَاَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا بِاَيْدِيْهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ ثُمَّ اِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَاءِ فَاَرَاكَ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ ثُمَّ اَخَذَبِهٖ رَجُلٌ بَعْدَكَ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَبِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَبِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ لَهٗ فَعَلَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ لَتَدَعَنِّيْ فَلَا عْبُرُهٗ فَقَالَ اُعْبُرْ. فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ وَ اَمَّا الَّذِيْ تَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَ الْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْاٰنُ حَلَاوَتُهٗ وَ لِيْنُهٗ. وَ اَمَّا مَا يَتَكَفَّفُ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ الْمُسْتَقِلُّ وَ اَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِيْ اَنْتَ عَلَيْهِ فَاَخَذْتَ بِهٖ فَيُعْلِيْكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُوْا ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ فَيَعْلُوْا ثُمَّ يَاْ خُذُ بِهٖ رَجُلٌ فَيَنْقَطِعُ بِهٖ ثُمَّ يُوْصَلُ لَهٗ فَيَعْلُوْبِهٖ فَاَخْبِرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ اَصَبْتَ بَعْضًا

(۱۵۰۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ آج کی شب میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد برس رہا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو لیے جا رہے ہیں پھر ان میں کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم' اس کے بعد میں نے ایک رسی دیکھی جو زمین سے لے کر آسمان سے متصل تھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس کو پکڑا ہے اور اوپر تشریف لے گئے ہیں پھر آپؐ کے بعد ایک اور شخص نے اس کو پکڑا ہے اور وہ بھی اوپر چلا گیا' اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چلا گیا پھر تیسرے شخص نے اس کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی' تھوڑی دیر کے بعد پھر جڑ گئی اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے آپ اجازت دیں کہ اس خواب کی تعبیر میں بیان کروں' آپؐ نے ارشاد فرمایا اچھا بیان کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی بادل سے مراد اسلام ہے اور وہ جو اس سے شہد اور گھی برستا ہے اس کا مصداق قرآن کریم کی شیرینی اور اس کا نرم طرزِ تعبیر ہے اور وہ جو لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں تو اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو ان میں سے کوئی تو اس کو زیادہ مقدار میں حاصل کر چکا ہے اور کوئی کم۔ اور وہ جو رسی آسمان سے لے کر زمین تک لٹک رہی ہے اس کا مصداق وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپؐ نے اس حق کو مضبوط پکڑ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر اس پر دوسرا شخص ہوگا اور وہ بھی اوپر چلا جائے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص رسی کو پکڑے گا اور وہ بھی اوپر چلا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا شخص اس کو تھامے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی اور کچھ ہی دیر بعد پھر وہ جڑ جائے گی اور وہ شخص بھی اوپر چلا جائے گا۔

وَ اَخْطَاْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُخْبِرَنِّيْ بِالَّذِيْ اَخْطَاْتُ قَالَ لَاتُقْسِمْ. (رواه الشيخان)

یارسول اللہؐ مجھے بتائیے یہ تعبیر میں نے صحیح دی یا غلط- آپؐ نے فرمایا کچھ تو صحیح دی اور کچھ غلط- انہوں نے عرض کی یارسول اللہؐ خدا کی قسم آپ مجھے ضرور بتائیں میں نے کیا غلطی کی' آپ نے فرمایا قسم مت دو-

(۱۵۰۱) عَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِيْ ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ. (رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح)

(۱۵۰۱) مرہ بن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے جب کہ آپ آئندہ آنے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اور اس طرح ذکر فرما رہے تھے گویا وہ بہت ہی قریب نمودار ہونے والے ہیں- اسی درمیان میں سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے ایک شخص گذرا- آپؐ نے فرمایا کہ یہ ان ایام میں حق پر ہوگا- میں ان کی طرف چلا' کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان غنیؓ تھے- یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا رخ آپ کی طرف پھیر کر کہا کہ کیا وہ یہی ہیں آپ نے فرمایا یہی ہیں- (ترمذی' ابن ماجہ)

(۱۵۰۲) عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِؓ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَاَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَ مَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ وَ مَا هُوَ قَالَتْ رَاَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَ وُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حِجْرِهٖ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّيَ الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ ابْنِيْ هٰذَا فَقُلْتُ

(۱۵۰۲) ام فضل بنت حارث روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں- اور عرض کی یارسول اللہؐ آج شب میں نے ایک بہت خطرناک خواب دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے- انہوں نے عرض کی وہ بہت ہی سخت ہے آپؐ نے فرمایا آخر کیا ہے- انہوں نے عرض کی میں نے دیکھا گویا آپؐ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے- آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (حضرت) فاطمہؓ کے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں ہوگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لڑکا ہوا اور وہ میری گود میں آیا پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی- تو میں نے حضرت حسینؓ کو آپ کی گود میں دیا میرا خیال ذرا سی دیر کسی دوسری طرف بٹا ہوگا کیا دیکھتی ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بندھی ہوئی ہے- میں نے عرض کی یا نبی اللہ میرے ماں' باپ آپ پر قربان کیسے مزاج ہیں خیر تو ہے فرمایا جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ کو یہ اطلاع دی کہ میری امت میرے اس جگر گوشہ کو شہید کرے گی- میں نے عرض کی کیا ان کو ان کو؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں ان ہی کو اور (اس خبر کی

هٰذَا قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَةٍ حَمْرَاءَ.

(رواه البیهقی فی دلائل النبوة)

تصدیق کے لیے) وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے تھے۔ (بیہقی شریف)

(۱۵۰۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ (هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ) سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰؤُلَآءِ الْاٰخَرِیْنَ فَقَالَ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ وَ فِیْ لَفْظٍ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ وَ فِیْ لَفْظِ الْعِلْمُ.

(رواه البخاری)

(۱۵۰۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی نے امی لوگوں میں ان ہی میں کے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا وہ ان کو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو کفر و شرک کی زندگی سے پاک وصاف کرتے اور ان کو کتابِ الٰہی اور عقل کی باتیں سکھاتے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور نیز خدا نے ان پیغمبر کو اور لوگوں کی طرف بھی بھیجا ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے ہیں اور وہی ہے زبردست' حکمت والا تو آنحضرتؐ سے پوچھا گیا' یا رسول اللہ' جن دوسرے لوگوں کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ لوگ کون ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ابنائے فارس ہیں اگر دین ثریا پر بھی چلا جائے جو بہت بلند ستارہ ہے تو یہ لوگ دین کو وہاں جا کر بھی حاصل کرلیں گے۔ بعض روایتوں میں یہاں دین کے بجائے ایمان کا اور بعض میں علم کا لفظ آتا ہے۔ (مقصد سب کا ایک ہی ہے ایمان تو دین کی بنیاد ہے اور اسی طرح علم سے مراد بھی علم دین ہی ہے)۔ (بخاری)

(۱۵۰۴) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ عَلٰی اُمِّ حِرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَ کَانَتْ اُمُّ حِرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۵۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام کے یہاں تشریف لے جاتے اور وہ آپ کی تواضع کے طور پر جو کھانا ان کو میسر ہوتا آپؐ کے سامنے پیش کرتیں' یہ عبادہ بن صامت کی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؐ ان کے گھر تشریف لے

(۱۵۰۳) * عہد تابعین اور تبع تابعین میں اسی طرح ظہور پذیر ہوا اور ابنائے فارس میں دین و علم کے وہ وہ شہباز ظاہر ہوئے جنہوں نے دین کی خاطر ثری سے ثریا تک پرواز کی اور آخر علم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے جیسے حسنؒ بصری' محمد بن سیرینؒ' سعید بن جبیرؒ' عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ' اور مجاہد ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ امام ابوحنیفہ کو بھی اسی حدیث کا مصداق سمجھنا چاہیے اور اس میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ عہد تابعین کے ابناء فارس میں سے دین کو جو شہرت امام ابوحنیفہؒ کے ذریعے حاصل ہوئی بحسب انصاف اس کی نظیر ملنی مشکل ہے آج دنیا میں حنفیہ کی جو کثرت ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ.

روایت ہے کہ جب آیہ ﴿فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾ (مائدہ : ۵۴) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا' یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں' آپؐ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ اس کی قوم کے لوگ ہیں اور فرمایا "انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن" مجھے یمن کی جانب سے رحمٰن کی رحمت کی لپٹیں آتی محسوس ہوتی ہیں۔ (ابواب الفصیح ج ۴ ص ۱۳۹)

(۱۵۰۴) * ام حرامؓ کی شہادت حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں ہوئی ہے جب کہ امیر معاویہؓ ان کی جانب سے نیابت فرمارہے ←.....

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْہُ وَ جَعَلَتْ تَفْلِیْ رَأْسَہٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَ ھُوَ یَضْحَکُ فَقَالَتْ مِمَّ تَضْحَکُ؟ قَالَ عُرِضَ عَلَیَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ یَرْکَبُوْنَ ثَبَجَ ھٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْکًا عَلَی الْاَسِرَّۃِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْکِ عَلَی الْاَسِرَّۃِ فَقَالَتْ اُمُّ حِرَامٍ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ فَدَعَا لَھَا ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَہٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَ ھُوَ یَضْحَکُ فَقَالَتْ مِمَّ تَضْحَکُ؟ فَقَالَ عُرِضَ عَلَیَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ کَمَا قَالَ فِی الْاُوْلٰی فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ. قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَرَکِبَتِ الْبَحْرَ زَمَنَ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِھَا لَمَّا خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَمَاتَتْ. (رواہ الشیخان)

گئے انہوں نے حسب معمول آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا اور آپ کا سر سہلانے لگیں، آپؐ سو گئے اور تھوڑی دیر بعد مسکراتے ہوئے اٹھے انہوں نے پوچھا آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے تھے جو سمندر کی گہرائی میں جہاد کے لیے سفر کریں گے ایسی شان و شوکت والے نظر آرہے تھے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر۔ یہ سن کر ام حرام نے عرض کی دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کر دی۔ اس کے بعد آپ اپنا سر مبارک تکیہ پر رکھ کر پھر سو گئے اور تھوڑی دیر بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے، ام حرام نے آپ سے پھر پوچھا کہ آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے تھے اور ان کی شان بھی ویسی ہی بیان فرمائی جیسا پہلی مرتبہ والوں کی، انہوں نے عرض کی آپ میرے لیے دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپؐ نے فرمایا تو پہلی جماعت میں داخل ہو چکی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایسا ہی ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام حرامؓ نے بحری سفر کیا اور جب سفر سے فارغ ہو کر کنارے پر اتریں تو اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کی وفات ہوگئی۔ (شیخین)

(۱۵۰۵) عَنْ حُذَیْفَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتَنِ الَّتِیْ تَمُوْجُ مَوْجَ الْبَحْرِ وَ قَالَ لِعُمَرَ اَنَّ بَیْنَکَ وَ بَیْنَھَا بَابًا مُغْلَقًا یُوْشَکُ ذَالِکَ الْبَابُ اَنْ یُّکْسَرَ فَسَأَلَہٗ مَسْرُوْقٌ مَنْ ذَالِکَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. (رواہ الشیخان)

(۱۵۰۵) حضرت حذیفہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں جو امت میں ان فتنوں کے متعلق ہے جو سمندر کی ہولناک موجوں کی طرح آنے والے ہیں کہ آپؐ نے عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ تمہارے اور ان فتنوں کی آمد کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے قریب ہے کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا مسروق (ایک تابعی کا نام ہے) کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا دروازے سے مراد کون شخص ہے انہوں نے فرمایا اس سے مراد عمرؓ کی خود ذات ہے۔ (شیخین)

ﷺ ..... تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک مسلمانوں کو بحری غزوہ کی نوبت نہ آئی تھی اور سمندر میں سفر کر کے جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا جس میں جزیرۂ قبرص فتح ہوا۔ اسی سلسلہ میں مسلمان دمشق پہنچے اس وقت دمشق میں حضرت ابوالدرداء صحابی بقید حیات تھے۔ یہ رو پڑے۔ جب ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں آج کے دن تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت نصیب فرمائی ہے۔ فرمایا کہ میں اس پر روتا ہوں کہ یہ امت برابر کفار پر غالب رہی آخر انہوں نے احکام الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی کی تو جیسا تم دیکھ رہے ہو اب اس نوبت کو پہنچ چکی ہے۔

(١٥٠٦) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَ الْقَائِمُ خَیْرٌ مِنَ الْمَاشِیْ وَ الْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَ مَنْ وَجَدَ فِیْهَا مَلْجَأً فَلْیَعُذْ بِهٖ رواه ابوبكرة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ قَالَ فِیْهِ فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْیَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ فَلْیَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْیَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَهٗ اِبِلٌ وَ لَا غَنَمٌ وَ لَا اَرْضٌ. قَالَ یَعْمِدُ اِلٰی سَیْفِهٖ فَیَدُقُّ عَلٰی حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِیَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَا اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰی یُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی اَحَدِ الصَّفَّیْنِ اَوْ اَحَدِ الْفِئَتَیْنِ فَضَرَبَنِیْ رَجُلٌ بِسَیْفِهٖ اَوْ یَجِیْءُ سَهْمٌ فَیَقْتُلُنِیْ قَالَ یَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَ اِثْمِكَ وَ یَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (رواه الشیخان)

(۱۵۰۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں ایسے بڑے بڑے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھا شخص کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا اس شخص سے جو ان میں شریک ہوگا بدرجہا بہتر ہوگا جو شخص بھی ان کی طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھے گا وہ فتنے اس کو آ چمٹیں گے اس زمانے میں اگر کوئی جائے پناہ کسی کو میسر ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی پناہ لے لے۔ ابوبکرہؓ صحابی نے اس میں کچھ اور تفصیلات بھی نقل کی ہیں اور فرمایا کہ جب یہ فتنے ظاہر ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں اس کو چاہیے کہ وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ بکریوں میں چلا جائے اور جس کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔ راوی کہتا ہے اس پر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ فرمایئے اگر کسی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکری اور نہ زمین۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی تلوار لے کر پتھر سے اس کی دھار توڑ ڈالے اور اگر بچ سکتا ہے تو اس طرح فتنوں کی شرکت سے بچ جائے اس کے بعد آپؐ نے خدا کو گواہ کر کے فرمایا: اے اللہ میں نے تیرا حکم پہنچا دیا یا نہیں' یہ سن کر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ فرمایئے اگر میرے ساتھ زبردستی کی جائے یہاں تک کہ مجھ کو گھسیٹ کر کسی ایک صف یا جماعت میں شامل کر دیا جائے اور اس کے بعد کوئی شخص اپنی تلوار سے مجھے قتل کر ڈالے یا کوئی تیر ہی مجھ کو آ لگے اور قتل کر دے (تو میرا حشر کیا ہوگا) آپؐ نے فرمایا تیرا اور اس کا گناہ قاتل کی گردن پر ہوگا اور وہی دوزخی ہوگا۔ (شیخین)

(١٥٠٧) عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا مَرَّتْ بِبَعْضِ مِیَاهِ بَنِیْ عَامِرٍ طَرَقَتْهُمْ لَیْلًا فَسَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فَقَالَتْ اَیُّ مَاءٍ هٰذَا؟ قَالُوْا مَاءُ الْحَوْءَبِ قَالَتْ مَا اَظُنُّنِیْ اِلَّا رَاجِعَةً قَالُوْا مَهْلًا یَرْحَمُكِ اللّٰهُ تَقْدَمِیْنَ فَیَرَاكِ الْمُسْلِمُوْنَ فَیُصْلِحُ

(۱۵۰۷) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنو عامر قبیلہ کے ایک پانی پر سے گذریں تو چونکہ شب کے وقت یہاں پہنچی تھیں اس لیے انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت فرمایا کہ اس پانی کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا یہ ''ماء الحوءب'' (عراق میں ایک تالاب کا نام) ہے یہ سن کر فرمایا مجھے یقین ہے کہ مجھ کو یہاں سے واپس ہونا ہوگا لوگوں نے عرض کی ایسا نہ کیجئے آپ تشریف لیے جا رہی ہیں جب مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو ممکن ہے کہ آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان

اللّٰهُ بِكَ. قَالَتْ مَا اَظُنُّنِي اِلَّا رَاجِعَةً اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَيْفَ بِاِحْدَا كُنَّ يَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْبِ. (رواه ابن حبان)

صلح کی صورت پیدا فرمادے اس کے بعد بھی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو تو واپس ہی جانا ہوگا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو خطاب کرتے ہوئے خود سنا ہے: اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تم میں سے ایک بی بی پر ''ماءالحوب'' کے کتے بھونکیں گے۔(ابن حبان)

(۱۵۰۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّي قَتَلْتُ بِيَحْيٰى سَبْعِيْنَ اَلْفًاوَ اَنِّي قَاتِلٌ بِابْنِ ابْنَتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًاوَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا. (رواه في المستدرك ج ۳ ص ۱۷۸. قال الذهبي على شرط مسلم) (و ما رواه الحاكم ج ۲ ص ۲۹۰ فضعفه الذهبي من اجل رواته)

(۱۵۰۸) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ یحییٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو قتل کیا تو میں نے اس کا انتقام ستر ہزار انسانوں کو قتل کر کے لیا تھا لیکن آپؐ کے نواسے کے قتل کا انتقام میں ستر در ستر ہزار قتل کر کے لوں گا۔ مستدرک ج ۳ ص ۱۷۸ ذہبی نے اس کو مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ اور حاکم نے جو روایت ج ۲ ص ۲۹۰ پر بیان کی ہے اس کی ذہبی نے تضعیف کی ہے راویان حدیث کے ضعف کی وجہ سے)

(۱۵۰۹) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَاِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَ اِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاتَّشْتُهُ يَعْنِي ابْنَ رَوَاحَةَ فَوَجَدُ نَافِيْمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّ سَبْعِيْنَ مَا بَيْنَ طَعْنَةٍ وَ رَمْيَةٍ. (رواه البخاري)

(۱۵۰۹) حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر بنیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ تھا تو میں نے ان کو یعنی ابن رواحہ کو تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم کے سامنے کے حصہ میں کچھ اوپر ستر زخم نیزوں اور تیروں کے لگے تھے۔(بخاری)

(۱۵۰۸) * معلوم رہے کہ امور تکوینیہ اور امور تشریعیہ دونوں الگ الگ رہا کرتے ہیں جن کو نہ پہچاننے والے فضول الجھا کرتے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام اسی نکتہ کی وجہ سے خضر علیہ السلام کے ساتھ تین ہی واقعات پر صبر نہ کر سکے تو پھر کسی کا حوصلہ کیا ہے کہ وہ ان کو نباہ دے گا۔ اگر اس فرق کو بغور ملحوظ رکھا جائے تو یہاں بے معنی سوالات کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے۔ میں امور تکوینیہ کو کیا سمجھوں کہ اس کے حل کرنے میں ٹانگ اڑاؤں میں تو حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ سے صرف ایک نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ امور تشریعیہ اور امور تکوینیہ کو سمجھنا ہمارے بس سے باہر کی بات ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی قوم نے ان کو قتل کیا تو اس وقت ان کو کیوں نہ روکا پھر بعد میں یہ انتقام کیوں لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل کی ہمت مسلمانوں کو کیوں دے دی پھر اس کے بعد فتنہ تاتاران پر کیوں مسلط کیا۔ یہ باتیں جہان کا پیدا کرنے والا ہی جانے۔ ہم اپنے محدود علم کے موافق کچھ لکھتے مگر وہ بھی عالم غیب میں تکے لگانے کے سوا اور کیا تھا اس لیے سب بھائیوں کے دلوں پر اس واقعہ کا نقش عظمت قائم کر کے رخصت ہی ہونا چاہتے ہیں اور ان کو بھی یہ راز بتا دینا چاہتے ہیں .....

(۱۵۱۰) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ نَعٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَ جَعْفَرًا وَ ابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّاْیَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَ اِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ اَخَذَھَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ.(رواہ البخاری)

(۱۵۱۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی اطلاع آنے سے قبل ہی لوگوں کے سامنے بایں تفصیل بیان فرما دی تھی کہ زید نے جھنڈا سنبھالا اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد جعفر نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر اس کو عبداللہ بن رواحہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے جارہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے اشک ہائے غم جاری تھے۔ ان کے بعد اس جھنڈے کو خالد بن ولید نے لیا جو قدرت کی شمشیروں میں ایک شمشیر ہیں اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ (بخاری شریف)

(۱۵۱۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ لَکَ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اَنّٰی یَکُوْنَ لِیْ اَنْمَاطٌ فَاَنَا اَقُوْلُ الْیَوْمَ لِاِمْرَاَتِیْ نَحِّیْ عَنْکِ اَنْمَاطَکِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ یَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ لَکُمْ اَنْمَاطٌ. (رواہ الشیخان)

(۱۵۱۱) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہو تمہارے پاس چلوے دار منقش چادریں ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسولؐ اللہ بھلا ایسی چادریں ہمارے پاس کہاں (مگر ایسا ہوا کہ آخر وہ چادریں ہم کو میسر آئیں) اور آج جب میں اپنی بی بی سے کہتا ہوں کہ تو اپنی منقش چادریں ہٹا لے تو وہ یہ جواب دیتی ہے کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا کہ ایسی چادریں آئندہ تمہارے پاس ہوں گی۔ (شیخین)

(۱۵۱۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِیْتُ اَنَّہٗ وُضِعَ فِیْ یَدَیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَھَبٍ فَکَرِھْتُھُمَا وَ قَطَعْتُھُمَا فَاُذِنَ لِیْ فِیْ نَفْخِھِمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ. (رواہ الشیخان)

(۱۵۱۲) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں مجھے وہ ناگوار ہوئے اور میں نے ان کو توڑ پھینکا ہے۔ مجھے اس کی اجازت دی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں۔ میں نے ایسا کیا ہے اور وہ اڑ گئے ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ میرے بعد دو جھوٹے مدعیان نبوت کا زور ہوگا (اور وہ قتل کر دیئے جائیں گے)۔ (شیخین)

لہ ..... چاہتے ہیں کہ وہ غیب کے امور کے پیچھے نہ پڑیں اگر وقت کی اضاعت ہی مطلوب ہو تو اس کو مریخ ستارہ پر پہنچنے والوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ظاہری و باطنی معاملات ہی سلجھائیں۔ جو واقعات گذر چکے ان پر غور فرمانے میں اپنا وقت عزیز صرف نہ کریں۔ والسلام

(۱۵۱۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ فَتَرَا أَيْنَا الْهِلَالَ وَ كُنْتُ رَجُلًا حَدِيْدًا الْبَصَرِ فَرَأَيْتُهُ وَ لَيْسَ اَحَدٌ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَاٰهُ غَيْرِىْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَارَاهُ وَ اَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِىْ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَ الَّذِىْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَئُوا الْحُدُوْدَ الَّتِىْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الحدیث رواہ مسلم)

(۱۵۱۳) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی۔ میں بہت تیز نظر تھا اس لیے میں نے سب سے پہلے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا کسی اور کو نظر نہ آیا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کیا آپ کو نظر نہیں آیا' کیا آپ کو نظر نہیں آیا۔ مگر ان کو نظر نہیں آتا تھا۔ آخر انہوں نے فرمایا اگر آج نظر نہیں آتا تو کل انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو بستر پر لیٹے لیٹے خود بخود نظر آ جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اہل بدر کے واقعات ذکر کرنے شروع کیے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جو جو شخص ان میں مقتول ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پہلے نام لے لے کر اس کا مقتل ہم کو بتاتے جاتے تھے یہاں فلاں قتل ہوگا اور یہاں فلاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جب معرکہ جنگ سر ہو گیا تو جس کی جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دی تھی وہ اس سے سر مو اِدھر اُدھر نہ تھا۔

(۱۵۱۴) عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِىْ مَسَاجِدِهِمْ فِىْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۱۵۱۴) حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جب کہ لوگ مسجدوں میں دنیوی باتیں کیا کریں گے تو ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے (جو خدا کے گھر میں آ کر بھی دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں) (بیہقی)

(۱۵۱۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَ لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا. (متفق علیہ)

(۱۵۱۵) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے براہِ راست نہیں نکالے گا بلکہ ایک ایک کر کے علماء کو اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی نہ رہے گا تو یہ نوبت آ جائے گی کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے پھر ان سے فتوے پوچھے جائیں گے اور جانے بوجھے بغیر جہالت کے فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

(۱۵۱۶) عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَ لَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَ هِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

(۱۵۱۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ دور نہیں جب کہ اسلام کا صرف نام ہی نام رہ جائے گا اور قرآن شریف کے صرف نقوش ہی نقوش نظر آئیں گے ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت کے لحاظ سے اجاڑ ہوں گی۔ اس وقت کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بدتر ہوں گے' فتنے ان ہی میں سے اٹھیں گے پھر لوٹ کر ان ہی میں جائیں گے۔
(بیہقی شریف)

(۱۵۱۷) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانُ يُخْتَلَسُ فِيْهِ الْعِلْمُ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ. (رواه الترمذی)

(۱۵۱۷) ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف حیران ہو کر نظریں اٹھائیں پھر فرمایا یہی وہ وقت ہوگا جب علم سینوں سے نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ علم نبوت میں سے کچھ نہ رہے گا۔
(ترمذی شریف)

(۱۵۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۱۵۱۸) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

(۱۵۱۶) * یہ دور علمائے سوء کا دور ہوگا جب کہ علم نابود ہو جائے گا اور جاہل علماء کے نام سے پکارے جائیں گے جیسا کہ ابھی پہلی حدیث میں گذرا۔ جو لوگ علمائے حقانی پر ان حدیثوں کو چسپاں کر کر کے مذہب سے بیزار ہونا چاہتے ہیں وہ صرف ان علماء کی مذمت کو نہ پڑھیں بلکہ حدیث کے ابتدائی مضمون پر بھی غور کر لیں کہ یہ نقشہ اسلام کے دور عروج کا ہے یا اس کے دور نزول کا اور علمائے حقانی کا ہے یا علمائے سوء کا۔

(۱۵۱۸) * سفیان ثوریؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کعب سے پوچھا فرمایئے وہ کون لوگ ہیں جن کو ارباب العلم کہا جا سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جتنا وہ جانتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے سوال کیا اچھا تو علماء کے سینوں سے علم نکالنے والی چیز کیا ہے فرمایا لالچ۔ (دارمی)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کاش اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور جو لوگ اس علم کے اہل تھے صرف ان کو سکھاتے تو اپنے زمانے میں سب کے سردار بن کر رہتے مگر انہوں نے تو اس کو دنیا داروں کے سامنے ڈال دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے ان کو بھی کوئی ٹکڑا مل جائے آخر ان کی نظروں میں وہ ذلیل و خوار بن کر رہ گئے۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث کو ہم نے عبرت کے لیے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آئندہ چل کر ایسے علماء پیدا ہوں گے جو اپنی روٹی اپنی زبانوں سے اس طرح حاصل کریں گے جیسا بیل زبان سے بھوسا کھاتا ہے۔ ایک حدیث اور نقل کرنا ضروری ہے' فرمایا کہ بہترین مخلوق بہترین علماء ہیں۔ اسی طرح بدترین مخلوق بھی بدترین علماء ہیں۔ خیر و شر کی یہ تقسیم تا قیامت چلتی رہے گی ہاں قلت و کثرت کا فرق ضرور رہے گا اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ہر دو نوع کے علماء کو پہچانیں اور ان میں فرق قائم رکھیں اور سب کو ایک لاٹھی نہ ہانکیں۔ درحقیقت یہاں ان کو شرار علماء کہا گیا ہے وہ صرف نمائشی علماء ہوں گے۔ مصیبت یہ ہے کہ خیر و شر صحیح و غلط معلوم کرنے کی ہمارے دلوں میں کوئی پرواہ ہی باقی نہیں رہی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اُمَّتِىْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِى الدِّيْنِ وَ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُوْنَ نَاْتِى الْاُمَرَاءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَ نَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَ لَايَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَاَنَّهٗ يَعْنِى الْخَطَايَا. (رواہ ابن ماجہ)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت ہوگی جو دین کا قانون خوب حاصل کرے گی اور قرآن کی تلاوت بھی کرے گی پھر یہ کہے گی آ ؤ ہم ان بے دین حاکموں کے پاس چل کر ان کی دنیا میں بھی حصہ لگالیں اور اپنا دین ان سے علیحدہ رکھیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسا کانٹے دار درخت کے نزدیک جانے سے سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں مل سکتا اسی طرح ان کے پاس جا کر سوائے خطاؤں کے اور کچھ نہ حاصل ہو سکے گا۔

(۱۵۱۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِى الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ. (رواہ البخاری)

(۱۵۱۹) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کسی کو یہ بحث نہ رہے گی کہ جو مال وہ لے رہا ہے یہ حلال ہے یا حرام۔

(بخاری شریف)

(۱۵۲۰) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَايَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبٰو فَاِنْ لَّمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ وَ يروى مِنْ غُبَارِهٖ.

(رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجۃ)

(۱۵۲۰) ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آ کر رہے گا جب کہ کوئی شخص ایسا نہ بچے گا جو سود نہ کھائے' اگر وہ کھائے گا نہیں تو غیر اختیاری طور پر اس کا دھواں ضرور اس تک پہنچے گا۔

(مسند ابوداؤد)

(۱۵۲۱) عَنْ اَبِىْ مَالِكِ الْاَشْعَرِىِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَشْرِبَنَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِىَ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا. (رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ)

(۱۵۲۱) ابو مالک اشعریؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے آئیں گے جو شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر دوسرا نام رکھیں گے۔

(ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۱۵۲۲) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا

(۱۵۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دین کی سب سے پہلے چیز جو

(۱۵۱۹) * یہ پیش گوئی اس دور کی ہے جس میں حرام ذرائع موجود ہی نہ تھے اور حلال میں بھی شبہ نکالے جاتے تھے۔

(۱۵۲۰) * ہمارے زمانے میں بیرونی تجارت کا حال سامنے ہے اور اندرون ملک میں معاشی طریقوں کی ابتری بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس زمانے کی پیش گوئی ہے جب کہ سودخوری سے لوگوں کی روح کانپتی تھی۔

يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الرَّاوِي يَعْنِي الْإِسْلَامُ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيلَ فَكَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ قَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّونَهَا. (رواه الدارمی)

برتن کی طرح الٹی کی جائے گی وہ شراب ہوگی- میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ اس کی حرمت کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرما چکا ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہ وہ اس کا نام بدل کر اس کو حلال بنا ئیں گے-

(دارمی)

(۱۵۲۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَ تُهْلِكُكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ. (متفق علیہ)

(۱۵۲۳) عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تمہارے متعلق مجھ کو فقر و فاقہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ ڈر اس کا ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلا دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر پھیلا دی گئی تھی پھر تم اس میں ایک دوسرے پر حرص کرنے لگو گے جیسے انہوں نے حرص کی تھی اور وہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے یعنی غفلت میں ڈال دے- (متفق علیہ)

(۱۵۲۴) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى

(۱۵۲۴) ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جب کہ قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گے جیسا کہ دعوت پر دستر خوان والے ایک دوسرے کو کھانے

(۱۵۲۳) * یہ پیش گوئی ان ناسازگار حالات میں کی گئی جب کہ امت کے پاس نہ کھانے کو تھا نہ پہننے کو- اب ہر چند کہ دنیا ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں رہی لیکن پھر بھی جو فراوانی موجود ہے پھر اس پر جس طرح حرص نے گھیر رکھا ہے وہ سب پر ظاہر ہے- ایام گذشتہ میں ہمارے پاس دنیا کی بھی کوئی کمی نہ تھی- آلاتِ جدیدہ نے جو عجائبات ہماری آنکھوں کو دکھلائے کبھی ان آلات کے بغیر ہم ان کو دکھلا چکے ہیں- افسوس ہے کہ آج ہماری آنکھیں خود ہی اپنے گذشتہ حالات سے بند ہو چکی ہیں- تعجب ہوائی جہازوں کی ایجادات پر کرنا کچھ جائے تعجب نہیں' قابل تعجب یہ ہے کہ جب یہ ہوائی جہاز کا سفر نہ تھا تو شرق و غرب کا سفر کس طرح طے کر لیا گیا تھا- آج بھی ہم ان عجائبات کی تحقیقات کے فہم سے قاصر ہیں جو دور ماضی میں ہمارے ہاتھوں جاری رہا کرتی تھیں- میرا اس وقت یہ مضمون نہیں ہے میں تو صرف پیش گوئیوں کی نوعیت اور ان کی اہمیت ذہن نشین کرنے کے درپے ہوں جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے کی تھیں-

ترجمہ میں دنیا کے ہلاک کرنے کا مطلب گذر چکا ہے- آج کل دنیا پرست لوگ سمجھ لیں کہ ہلاکت غفلت ہی کا نام ہے جب حلال و حرام کا فرق نہ رہے خدا تعالیٰ کی یاد قلوب سے نکل جائے تو اس سے بڑھ کر ہلاکت اور کیا ہوگی آج نہیں تو کل یہ بات روشن ہو کر رہے گی-

(۱۵۲۴) * اس حدیث کو بار بار پڑھیے اور غور فرمائیے کہیں یہ دور ہمارا ہی دور تو نہیں ہے کیا آج ہمارے دلوں کو "الوھن" نے دبا تو نہیں لیا' کیا جو لوگ ہمارے نام سے لرزتے تھے آج وہی ہمارے مقابلے میں شیر تو نظر نہیں آتے' کیا آج ہماری تعداد دنیا میں کچھ کم ہے پھر کیا آج ہم قوموں کے سامنے حلوائے تربن کر تو نہیں رہ گئے' کیا آج ساری اقوام کی نظریں ہمارے ہی طرف لگی ہوئی نہیں' ......

قَصْعَتِهَا قَالَ فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَ لَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَ لَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ. (رواه ابوداؤد والبيهقي في دلائل النبوة)

کی دعوت دیتے ہیں اس پر ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا اس لیے کہ اس وقت ہماری تعداد بہت کم ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہاری تعداد بہت بڑی ہوگی مگر اس طرح بیکار ہوگے جیسے پانی کے رو کی سطح پر جھاگ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت تمہارے دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں "اَلْوَهْنُ" ڈال دے گا۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہؐ "الوہن" کیا چیز ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی نفرت۔
(ابوداود۔ بیہقی)

(۱۵۲۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتْبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ؟
(متفق عليه و عند الترمذي عن عبدالله بن عمرو حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك)

(۱۵۲۵) ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلی امتوں کے قدم بقدم نقلیں کر کے رہو گے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ (جانور) کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم اس میں بھی گھس کر رہو گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہلی امتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں تو پھر اور کون؟ ایک روایت میں ہے کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے کھلم کھلا زنا کیا ہوگا تو میری امت میں یہ بھی ہو کر رہے گا۔

(۱۵۲۶) عَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ

(۱۵۲۶) مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

..... اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. صحابی ہے کہ اس نقشہ کا تصور کرنا بھی اس کے لیے مشکل ہو رہا ہے کیونکہ وہ اس دور میں تھا جب کہ مسلمان مٹھی بھر ہو کر دنیا کو مغلوب بنا چکے تھے پھر وہ کثرت کے دور میں مغلوبیت کا کیا تصور کر سکتا تھا' اس لیے متحیر ہو کر یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شاید یہ نوبت ہماری اس لیے ہو جائے گی کہ ہم عدد میں اس دن بہت تھوڑے ہوں گے۔ لیکن اس کی حیرت میں یہ کہہ کر اور اضافہ کر دیا کہ نہیں نہیں اس دن بلحاظ عدد تو تم بہت ہو گے لیکن تمہاری حیثیت دریا کے اوپر بہنے والے خس و خاشاک جیسی ہوگی جو کتنا بھی ہو مگر کسی مصرف کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح آخر میں تم میں حرص و طمع کے علاوہ ہمدردی اور خدا ترسی کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ اب اس نقشہ کو اپنی حالت کے ساتھ ملا کر دیکھتے چلے جائیے۔

(۱۵۲۵) * اس حدیث پر ترجمان السنہ کے مقدمہ میں تفصیلی بحث گذر چکی ہے ملاحظہ فرمالیجیے۔

(۱۵۲۶) * یہ پیش گوئی بھی دیکھنے میں ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن سوائے اس کے اس کو کوئی کیا سمجھے کہ آخر میں مسلمان صرف ایسے رہ جائیں گے جن کی مثال جو اور کھجوروں کی بھوسی کی ہوگی' اسلام سے ان کا دور کا واسطہ نہ رہے گا نہ ان کو اپنی دنیوی زندگی کی اصلاح و ترقی کی فکر رہے گی صرف اغراض و اہواء باقی رہ جائیں گی۔ اور جو بھی جتنا تیس مار خاں ہوگا اس کا نظریہ صرف اپنی اغراض ہی .....

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَ تَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ وَ التَّمَرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً. (رواه البخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے جائیں گے اور بدکردار لوگ رہ جائیں گے جو جو کی بھوسی اور کھجور کے چورے کی طرح بیکار ہوں گے اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (بخاری شریف)

(۱۵۲۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَ يَفِيْضَ حَتّٰى يَخْرُجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَ حَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَ اَنْهَارًا. (رواه مسلم)

(۱۵۲۷) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ مال کی اتنی کثرت نہ ہو جائے کہ مال بہا بہا پھرنے لگا یہاں تک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کے لیے گھر سے نکلے گا تو اس کو کوئی نہیں ملے گا جو اس کو قبول کرے اور یہاں تک کہ سرزمین عرب سرسبز باغ نہ بن جائے اور اس میں نہریں نہ نکل جائیں۔ (مسلم شریف)

(۱۵۲۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ يُمْسِیْ كَافِرًا اَوْ يُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَ يُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا. (رواه مسلم)

(۱۵۲۸) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں سے پہلے پہلے نیکیاں کرلو جو اندھیری رات کی طرح تاریک ہوں گے (کہ حق و باطل کا پتہ ہی نہ چلے گا) صبح کو ایک شخص مومن ہوگا تو شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر بن جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے مال پر بیچ ڈالے گا۔ (مسلم شریف)

(۱۵۲۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

(۱۵۲۹) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تلہ ..... رہ جائے گا۔ وہ لوگ خال ہی خال ہوں گے جن کے سامنے تحفظ انسانیت و تحفظ اسلام کا سوال باقی رہ جائے جو ریسرچ بھی ہوگی وہ اسلام جیسے مذہب کے برخلاف' پھر یہ بھی کس کی؟ یعنی مدعیان اسلام کی ان عجیب انقلابات کی خبریں دینا کیا معجزات شمار نہ کیا جائے۔

(۱۵۲۷) * یہ پیشگوئی اس سرزمین کے متعلق ہے جہاں پینے کے پانی کے لیے لوگ ترستے تھے اور سایہ کے لیے کیکر کے درخت کے سوا کوئی درخت نہ ملتا تھا اور وہ بھی بمشکل پھر اس جزم و یقین کے ساتھ ہے جیسے قیامت کی آمد سے پہلے اس کا تسلیم کرنا نہ معلوم کتنی تاویلات کا محتاج ہوگا لیکن اس خلاف قیاس پیش گوئی کا آج آنکھیں مشاہدہ کر رہی ہیں اور ایسے حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں کہ عن قریب موبمو اس کا مشاہدہ ہوگا۔

(۱۵۲۸) * اس پیش گوئی کی حقیقت مدتوں واضح نہ ہو سکی حتیٰ کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل کسی تاویل کے بغیر آنکھیں اس کا مشاہدہ کر چکی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح رات اور دن کی گردش کے ساتھ ساتھ دین بدلا کرتا تھا۔ و نعوذ باللہ من شر الفتن ماظھر منھا و ما بطن۔

(۱۵۲۹) * اس بعید از قیاس پیشگوئی کا نقشہ ۴۷ء کے انقلاب میں کس صفائی سے آنکھوں نے دیکھ لیا۔ گذشتہ بڑے بڑے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تاویلیں کر کے چلے گئے۔ کیا کسی اعجاز سے یہ پیش گوئی کم ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَ لَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْھَرْجُ الْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ. (رواہ مسلم)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ لوگوں پر وہ دور نہ آ جائے جس میں قاتل کو یہ بحث نہ ہو کہ اس نے کس جرم میں قتل کیا ہے اور مقتول کو یہ خبر نہ ہو کہ کس جرم میں اس کو قتل کیا گیا ہے- عرض کی گئی کہ یہ ظلم کیسے ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ اندھا دھند قتل کا ہوگا- ایسے زمانے کے قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے-(مسلم)

(۱۵۳۰) عَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ فِیْ قِصَّۃِ اِلْتِقَاءِ الشَّجَرَتَیْنِ اَنَّ امْرَءَ ۃً اَتَتْہُ فَقَالَتْ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا بِہٖ لَمَمٌ مُنْذُ سَبْعِ سِنِیْنَ یَاْخُذُہٗ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْنِیْہِ فَاَدْنَتْہُ مِنْہُ فَتَفَلَ فِیْ فِیْہِ وَ قَالَ اخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَجَعْنَا فَاَعْلِمِیْنَا مَا صَنَعَ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَتْہُ وَ مَعَھَا کَبْشَانِ وَ اَقِطٌ وَ سَمْنٌ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذِیْ ھٰذَا الْکَبْشَ فَاتَّخِذِیْ مِنْہُ مَا اَرَدْتِّ فَقَالَتْ وَ الَّذِیْ اَکْرَمَکَ مَا رَاَیْنَا بِہٖ شَیْئًا مُنْذُ فَارَقْتَنَا ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّۃَ اِتْیَانِ الْبَعِیْرِ وَ عَیْنَاہُ تَدْمَعَانِ الخ. (رواہ فی المستدرک ج ۲ ص ۶۱۸ وقال الذھبی صحیح)

(۱۵۳۰) یعلی بن مرہ اپنے والد سے دو درختوں کے مل جانے کے سلسلہ میں روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یہ میرا ایک بچہ ہے اس پر سات برس سے آسیب کا اثر ہے اور ہر روز دو مرتبہ اس کو دورہ پڑتا ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ تو وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی تو حضور نے اس کے منہ میں تھتکارا اور فرمایا اللہ کے دشمن نکل جا' دور ہو- میں اللہ کا رسول ہوں- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم سفر سے واپس آئیں تو ہم کو حال بتانا کہ کیا ہوا- تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی اور اپنے ہمراہ کچھ پنیر کچھ گھی اور دو مینڈھے لائی- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ مینڈھا لے جا اور جو تیرا جی چاہے وہ کر- اس عورت نے کہا اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت و بزرگی عطا فرمائی جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر تشریف لے گئے ہم نے اس لڑکے پر آسیب کا کچھ اثر نہیں دیکھا- اس کے بعد راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ کے آنے کا اس حال میں کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے قصہ بیان کیا-

(۱۵۳۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یعنی مِنَ الْمُھْلِکَاتِ. (رواہ البخاری)

(۱۵۳۱) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ کچھ عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں تو بال سے بھی باریک ہوتے ہیں مگر ہم لوگ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تباہ کن شمار کیا کرتے تھے-

(بخاری شریف)

(۱۵۳۲) عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاکِ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا. (رواه ابن ماجه و الدارمي و البيهقي في شعب الايمان)

(۱۵۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دیکھو خبردار معمولی معمولی گناہوں کا بڑا خیال رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر بھی باز پرس ہوگی۔ (ابن ماجہ)

(۱۵۳۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَ تَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَ يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَ تَظْهَرَ الْفِتَنُ وَ يَكْثُرَ الْهَرْجُ وَ هُوَ الْقَتْلُ حَتّٰی يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضُ. (رواه البخاری)

(۱۵۳۳) ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک کہ علم نبوت نہ اٹھے اور پھر زلزلے کثرت کے ساتھ نہ آنے لگیں اور دنوں میں بے برکتی نمایاں طور پر محسوس نہ ہو اور فتنوں کا ظہور نہ ہونے لگے اور قتل کی کثرت اس طرح نہ ہو جائے کہ حق و ناحق کا امتیاز ہی باقی نہ رہے یہاں تک کہ جب مال کے لینے والے ہی کم رہ جائیں تو مال پانی کی طرح بہنے لگے۔ (بخاری شریف)

(۱۵۳۴) عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَاهِرِيْنَ لِلرُّوْمِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَيْهِمْ

(۱۵۳۴) نیار بن مکرم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الخ) روم کی فتح کی بشارت لے کر اتری تو اس وقت تک فارس روم پر غالب تھے ادھر رومی چونکہ اہل کتاب تھے اور مسلمان بھی قرآن پاک کو مانتے تھے اس اشتراک کی وجہ سے مسلمانوں کو تمنا یہ تھی کہ رومی غالب ہوں اسی کی طرف آیت ﴿يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ میں اشارہ

(۱۵۳۲) * اس روایت سے حضرت انسؓ کی مذکورہ بالا روایت کی شرح بھی ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ حضرت انسؓ اس کا شکوہ کر رہے ہیں کہ تم لوگ چھوٹے گناہوں کی پوٹ ہو کر ان کو معمولی بات سمجھتے ہو اور ہم ان کو ہلاک کر دینے والا سمجھا کرتے تھے۔

(۱۵۳۳) * یہ ہے علم غیب کا وہ حصہ جو نا آشنا افراد پر اب تک او جھل رہا ہے وہ نہیں جانتے کہ آپ سے جو سوال آپ کی آخری عمر میں ہوا وہ بھی عجیب وغریب واقعات تھے جن کو "فاخبرني عن اماراتها" میں دریافت کیا گیا تھا یعنی اگر آپ کو قیامت کا صحیح صحیح وقت معلوم نہیں تو اس کی کچھ علامات ہی بیان فرما دیجئے۔ حدیثوں میں بیدار مغزوں کے لیے اس کی بڑی لمبی چوڑی تفصیلات موجود ہیں اگر ہم ادھر جائیں تو ان علامات کے ذکر ہی کے لیے ایک جلد درکار ہے اب سوچئے کہ علوم کی کتنی کثرت ہے اور علم نبوت کا کتنا فقدان ہوتا جا رہا ہے کیا یہ قیاس کی بات ہے کہ جس عہد میمون میں سوائے علوم نبوت کے ان علوم کا پتہ ہی نہ ہو اس زمانے میں یہ بتا دیا جائے کہ یہ علم گم ہو کر وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ "تعلیم یافتہ" طبقہ وہی کہلائے گا جو علم نبوت سے یکسر خالی ہو اسی طرح اس ایک حدیث کو آخر تک دیکھتے جایئے اور موجودہ دنیا کے واقعات ساتھ ملاتے جایئے تو آپ کو ایک سے ایک عظیم تر نظر آتا جائے گا ہے کوئی نظر عبرت جو ان واقعات کو دیکھے ہے کوئی سمع موعظت جو ان محیر العقول معجزات کا سننا گوارا کر سکے پھر معجزات نظر آئیں تو کیسے: وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ. (طور: ٤٤) فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ. (الحجر: ١٤ و ١٥) (قرآن کی مراجعت)

لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ وَفِيْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ لَيْسُوْا بِاَهْلِ كِتَابٍ وَلَا اِيْمَانٍ بِبَعْثٍ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ يَصِيْحُ فِيْ نَوَاحِيْ مَكَّةَ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَقَالَ نَاسٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ زَعَمَ صَاحِبُكُمْ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسًا فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ اَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى وَ ذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ اَبُوْبَكْرٍ وَ الْمُشْرِكُوْنَ وَ تَوَاضَعُوا الرِّهَانَ وَ قَالُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ اِلٰى تِسْعِ سِنِيْنَ فَسَمِّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ وَسَطًا نَنْتَهِيْ اِلَيْهِ قَالُوْا فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِيْنَ قَالَ فَمَضَتْ سِتُّ سِنِيْنَ قَبْلَ اَنْ يَّظْهَرُوْا فَاَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ رَهْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَعَابَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِيْنَ قَالَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ قَالَ وَ اَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيْرٌ.

ہے- اور قریش یہ چاہتے تھے کہ فتح اہل فارس کی ہو کیونکہ یہ دونوں بت پرست تھے نہ کسی کتاب کے قائل تھے نہ قیامت کو مانتے تھے اس لیے جب فتح روم کی آیت اتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ کی گلیوں گلیوں میں چلا چلا کر یہ آیت پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے- اس پر کچھ مشرکوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اچھا تمہارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ دعویٰ ہے کہ چند سالوں میں رومی اہل فارس پر غالب آ جائیں گے تو آؤ اسی پر ہماری تمہاری ہار جیت کی بازی ہے- انہوں نے فرمایا بہت مناسب- یہ بات اس زمانے کی ہے جب کہ بازی لگانی حرام نہ تھی- بہرحال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے بازی بدلی اور ایک مال مقرر پر اتفاق ہوگیا جو جیتے وہ اس کو لے لے- مشرکوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ بضع کا لفظ عربی میں تین سے نو تک اطلاق ہوتا ہے' اس لیے آؤ اس کے درمیان درمیان کی ایک مدت مقرر کرلیں آخر چھ سال کی مدت مقرر ہوگئی- جب اس مدت میں رومیوں کو فتح نہ ہوئی تو حسب قرارداد بازی کا مال مشرکوں نے وصول کرلیا پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی فارس پر غالب آ گئے اور حسب پیش گوئی ان کو فتح نصیب ہوگئی' اس پر مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ پر نکتہ چینی کی کہ آپ نے یہ مدت کیوں مقرر فرمائی تھی جب کہ بضع کا لفظ نو تک استعمال ہوتا ہے- راوی کہتا ہے کہ جب حسب پیش گوئی رومیوں کو فتح حاصل ہوگئی تو یہ دیکھ کر اسی دن بہت سے مشرک اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے-

(رواه الترمذی و قال هذا حديث حسن صحيح غريب لانعرفه الامن حديث عبدالرحمن بن ابی الزناد)

(۱۵۳۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ وَ اللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَ يَقُوْلُوْنَ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهٖ وَ اِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ

(۱۵۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آخر یہ دوسرے مہاجرین اور انصار ان کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے- بات یہ تھی کہ میرے دوسرے ساتھی مہاجرین کو بازاروں میں لین دین کرنا مصروف و مشغول رکھتا تھا اور میرے انصار بھائیوں کو اپنے مال'

يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْاَسْوَاقِ وَ اِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَ كُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْأِ بَطْنِيْ فَاَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ وَ اَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعُهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ تِلْكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا وَ اللّٰهِ لَوْ لَا اٰيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا اَبَدًا اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَ الْهُدٰى الى قوله الرحيم. (رواه البخاری)

جانور کے کاروبار پھنسائے رکھتے تھے۔ میں ایک نادار انسان تھا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹا رہتا تھا اس آسرے پر کہ آپؐ ہی مجھے پیٹ بھر کھانا کھلا سکتے ہیں' تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت جاتا تھا جب دوسرے لوگ وہاں نہ ہوتے تھے اور میں ہی آپ کی باتیں یاد رکھتا تھا جب کہ دوسرے لوگ ان کو بھول جاتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی اپنا کپڑا اس وقت تک پھیلائے رکھے گا جب تک میں اپنی یہ بات ختم نہ کرلوں پھر وہ اس کپڑے کو سمیٹ کر سینے سے لگا لے تو وہ میری ایک حدیث بھی نہ بھولے گا۔ میرے پاس اس وقت ایک ہی اونی چادر تھی میں نے وہی لے کر پھیلا دی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر پوری فرمالی پھر میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ تو اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے کہ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی نہیں بھولا۔ خدا کی قسم اگر قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ.... الى قوله الرحيم) تو میں تم لوگوں سے یہ حدیثیں کبھی بیان نہ کرتا۔

(بخاری شریف)

❀ ❀ ❀

(۱۵۳۵) ✱ اس روایت کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن جو بات مجموعہ الفاظ اور روایات سے منقح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان صرف اس وقت کی حدیث پر نہیں بلکہ عمر بھر کی حدیثوں پر حاوی تھا اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آج بھی صحابہ میں سے مقلین ومکثرین کی فہرست میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بلا اختلاف مکثرین صحابہ کی پہلی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔

الكرامات

قال الحافظ ابن تيمية و من الكرامات ما اظهرها اصحابها كا ظهار العلاء بن الحضرمي المشي على الماء و قصته رواه صاحب المجمع ج ۹ ص ۳۷٦ و قال فيه ابراهيم الهروى لم اعرفه و بقية رجاله ثقات. و هذا قد جرى غير مرة له و لامته من الايات ما يطول و صفه فكان اتباعه يحى الله له الموتى من الناس و الدواب و بعض اتباعه يمشى بالعسكر الكثير على البحر حتى يعبروا الى الناحية الاخرى و منهم من القى فى النار فصارت عليه بردا و سلاما و امثال ذلك كثير. (الجواب الصحيح ج ١ ص ١٤٦ و ج ١ ص ١٤٧) و ذكر فى ص ۲٦۰ كتاب النبوات و قد يمشى على الماء قوم بتائيد الله لهم و اعانته اياهم بالملائكة كما يحكى عن المسيح و كما جرى للعلاء بن الحضرمى و لابى مسلم الخولانى فى عبور الجيش و ذلك اعانة على الجهاد الخ. و اظهار عمر رضى الله تعالى عنه سارية على المنبر ص ۲۷۴ و قال فى موضع اخر و اظهار ابى مسلم لما القى فى النار انها صارت عليه برد او سلاما و منها ما يتحدى بها صاحبها ان دين الاسلام حق كما فعل خالد بن الوليد لما شرب السمّ و كا لغلام الذى اتى الراهب الى ان قال و كما يكثر الله الطعام و الشراب يكثر من الصالحين كما جرى فى بعض المواطن للنبى و احياء الله ميتا لبعض الصالحين كما احياه الله للانبياء الخ كتاب النبوات ص ۴ الجواب الصحيح ج ۱ ص ۱۴٦ و ج ۱ ص ۱۴۷ و الذين ذكر عنهم كرامات الاولياء من المعتزله و غيرهم... لاينكرون الدعوات المجابة و لاينكرون الرؤيا الصالحة كان هذا متفق عليه بين المسلمين كتاب النبوات ص ۲٦۷.

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ جو جو کرامتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ظاہر فرمائیں وہ ایک سے ایک بڑی ہیں مثلاً علاء بن حضرمی کا معہ لشکر کے پانی کے اوپر اوپر گھوڑوں سمیت دریا کو عبور کر جانا- صاحب مجمع الزوائد واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس میں صرف ایک راوی ابراہیم ایسا واقع ہوا ہے جس کو میں نہیں پہچانتا باقیہ اس کے جتنے راوی ہیں سب ثقہ ہیں- بہت سے معجزات و کرامات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کے لیے ظاہر فرمائی ہیں جس کا بیان کرنا موجب طوالت ہوگا- مثلاً بعض امتیوں کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ فرمادیا ان میں آدمیوں کے واقعات بھی ہیں اور کچھ جانوروں کے زندہ ہونے کے واقعات بھی- بعض مسلمان صالحین لشکر کثیر لے کر سمندروں کے پار نکل گئے ہیں بعض وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو گل و گلزار بنایا ہے- اس قسم کے واقعات بہت ہیں- (الجواب الصحیح ج ا ص ۱۴٦ و ج ا ص ۱۴۷) دریا پار اترنے کے کچھ واقعات کا تذکرہ کتاب النبوات میں بھی ہے ص ۲٦۰ اور ص ۲٦۷ پر اس مشہور واقعہ کا ذکر ہے جس میں مدینہ میں منبر سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جنگ میں ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دینا اور اس آواز کا یہیں سے میدان جنگ میں پہنچ جانا مذکور ہے- کتاب النبوات ص ۴ اور الجواب الصحیح ج ا ص ۱۴٦ و ج ا ص ۱۴۷ میں ابو مسلم کے حق میں آگ کا گل و گلزار ہو جانا مذکور ہے- اسی طرح خالد بن ولید کا حقانیت اسلام ظاہر فرمانے کے لیے کافروں کے سامنے زہر کا پی جانا اور ان پر کچھ اثر نہ ہونے کا ذکر بھی ہے- اسی قسم کے واقعات جو بعض انبیاء علیہم السلام کے حق میں ظاہر ہوئے وہ امتِ محمدیہ کے بعض صالحین کے لیے بھی منقول ہیں جو لوگ کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں جیسے معتزلہ وغیرہ دعا کے قبول ہونے اور خواب میں بشارات کے تو وہ بھی قائل ہے-

سقى السحاب عسكر العلاء بن الحضرمی وعبورهم خليجا بدون السفينة

(۱۵۳٦) قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بُعِثَ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضْرَمِيُّ فِيْ جَيْشٍ كُنْتُ فِيْهِمْ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فَسَلَكْنَا مَفَازَةً فَعَطِشْنَا عَطْشًا شَدِيْدًا حَتّٰى خِفْنَا الْهَلَاكَ فَنَزَلَ الْعَلَاءُ وَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَسْقِنَا فَجَاءَ تْ سَحَابَةٌ كَاَنَّهَا جَنَاحُ طَائِرٍ فَقَعْقَعَتْ عَلَيْنَا وَ اَمْطَرَتْنَا حَتّٰى مَلَأْنَا الْاٰنِيَةَ وَ سَقَيْنَا الرِّكَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا الْخَلِيْجَ مِنَ الْبَحْرِ مَا خِيْضَ قَبْلَهُ وَ لَاخِيْضَ بَعْدَهُ فَلَمْ يَجِدْ سُفُنًا فَصَلَّى الْعَلَاءُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَجِزْنَا ثُمَّ اَخَذَ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ جُوْزُوْا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَمَشَيْنَا عَلَى الْمَاءِ فَوَاللّٰهِ مَا ابْتَلَّ لَنَا قَدَمٌ وَ لَا خُفٌّ وَ لَا حَافِرٌ وَ كَانَ الْجَيْشُ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ. (رواه الدميرى تحت مادة ب ع و ض و ذكر القصة الحافظ ابن تيميه فى اقتضاء الصراط المستقيم ص ٣٦٣)

علاء بن الحضرمی کے لشکر کو بادل کا سیراب کرنا اور بغیر کشتی کے خلیج عبور کر جانا

(۱۵۳٦) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی بحرین کی طرف ایک لشکر لے کر روانہ ہوا جس میں خود میں بھی شریک تھا ہمارا راستہ ایک ایسے بے آب جنگل سے تھا جس میں ہم کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ ہم کو موت کا خطرہ ہونے لگا پانی کا کہیں ایک قطرہ نہ ملا تو علاء بن حضرمی نے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی ''اے حلیم' اے علیم' اے علی' اے عظیم ہم کو تو سیراب فرما دے'' پس فوراً ایک ذرا سا بادل ایک طرف سے اٹھا جو دیکھنے میں تو پرندہ کے ایک بازو کی طرح تھا پھر وہ گرجا اور ہمارے اوپر ایسا برسا کہ ہم نے اپنے پانی کے سب برتن بھر لیے اور اپنی سواریوں کو اچھی طرح پانی پلا لیا- اس کے بعد ہم چلے تو ایک ایسی خلیج میں ہمارا گذر ہوا کہ ایسا پانی ہم نے نہ کبھی پہلے عبور کیا تھا نہ اس کے بعد عبور کیا' کسی کشتی کا وہاں پتہ تک نہ مل سکا پھر انہوں نے اتر کر یوں دعا مانگی: اے بردباری والے اے سب کا علم رکھنے والے اے سب سے بلند اور اے سب سے بزرگ ہم کو پناہ دے'' (یا ہم کو دریا پار کرا دے- اگر یہاں زاء یعنی ''اجزنا'' ہو) پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کہا بسم اللہ کہہ کر دریا پار ہو جاؤ (اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ اجزنا ہی ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے اوپر اوپر گذر گئے' خدا کی قسم نہ ہمارا قدم' نہ کسی اونٹ کا خف نہ کسی جانور کا کھر تک ذرا تر ہوا- اور پورا لشکر چار ہزار آدمیوں کا تھا-

المشي على الماء

(۱۵۳۷) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُصْعَبِ الْمَدَنِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ الْبَصْرِيِّ قَالَ دَخَلَتْ فِيْ اُذُنِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ بَعُوْضَةٌ حَتّٰى وَصَلَتْ

پانی پر چلنا

(۱۵۳۷) مطرف بن عبداللہ بن ابی مصعب مدنی کہتے ہیں کہ محمد بن ثابت نے عمر بن ثابت بصری سے روایت کی ہے کہ ایک بصری شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور کان کے اندرونی حصہ تک جا پہنچا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی اور شب و روز جاگتے رہے- ان سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

اِلَى صِمَاخِهِ فَانْصَبْتُهُ وَ اَسْهَرَتْهُ لَيْلَهُ وَ نَهَارَهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ يَا هٰذَا اُدْعُ بِدُعَاءِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّذِيْ دَعَا بِهٖ فِي الْمَفَازَةِ وَ فِي الْبَحْرِ فَخَلَصَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَ مَا هُوَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بُعِثَ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضْرَمِيُّ فِيْ جَيْشٍ كُنْتُ فِيْهِمْ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فَسَلَكْنَا مَفَازَةً فَعَطِشْنَا عَطْشًا شَدِيْدًا حَتّٰى خِفْنَا الْهَلَاكَ فَنَزَلَ الْعَلَاءُ وَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَسْقِنَا فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ كَاَنَّهَا جَنَاحُ طَائِرٍ فَقَعْقَعَتْ عَلَيْنَا وَ اَمْطَرَتْنَا حَتّٰى مَلَأْنَا الْاٰنِيَةَ وَ سَقَيْنَا الرِّكَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى خَلِيْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ مَا خِيْضَ قَبْلَهُ وَ لَا خِيْضَ بَعْدَهُ فَلَمْ يَجِدْ سُفُنًا فَصَلَّى الْعَلَاءُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَجِزْنَا ثُمَّ اَخَذَ بِعَنَانِ فَرَسِهٖ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ جُوْزُوْا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَشَيْنَا عَلَى الْمَاءِ فَوَاللّٰهِ مَا ابْتَلَّ لَنَا قَدَمٌ وَ لَا خُفٌّ وَ لَا حَافِرٌ وَ كَانَ الْجَيْشُ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ ذكره الشيخ الامام العلامة ابوبكر محمد بن الوليد الفهرى الطرطوشي و يعرف بابن ابى رندہ كما نقله العلامة الدميرى فى مادة ب ع وض: و ذكره الحافظ ابن تيمية فى اقتضاء الصراط المستقيم ص ٣٦٣. ورواه البيهقى عن انس رضى الله عنه فى حديثه قال ادركت فى هذه

کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اے شخص علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا پڑھو اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا - اس دعا کی بدولت انہوں نے خشکی اور تری کی مشکلات پر قابو پایا اور اللہ تعالیٰ نے بڑی مصیبت سے نجات دلائی - اس شخص نے دریافت کیا وہ دعا کیا ہے خدا تم پر رحم فرمائے - انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیے گئے اور میں بھی ان کے ہمرکاب تھا اور یہ لشکر بحرین کی طرف روانہ ہوا اور ہم سب جنگلات طے کرتے ہوئے جارہے تھے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوئے حتیٰ کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا - اس کے بعد علاء اترے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر یہ دعا مانگی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہم کو سیراب فرما - یہ کہنا تھا کہ ایک بادل نمودار ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرندے کے پر کی طرح ہم پر سایہ کیے ہوئے ہے پھر گرج کر برسا اور ہم نے اپنے برتن بھر لیے اور اپنی سواریوں کو پانی پلایا اور روانہ ہو گئے' چلتے چلتے ایک خلیج پر پہنچے جس کو نہ پہلے پار کیا گیا اور نہ بعد میں اور نہ وہاں کوئی کشتی تھی لہٰذا حضرت علاء نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہم کو اس دریا سے پار کر دے - پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ آؤ اور اللہ کا نام لے کر پار ہو جاؤ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے اور ہمارا قدم تک تر نہ ہوا اور نہ ہمارے اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر پانی میں بھیگے اور لشکر کی تعداد چار ہزار تھی - امام علامہ ابوبکر محمد بن ولید فہری طرطوشی نے بھی یہ مضمون علامہ دمیری سے ب ع وض کے مادہ میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں اس کا تذکرہ کیا ہے - بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل اس امت کی کرامات کے ذیل میں آئندہ آئے گی - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت علاء بن حضرمی رضی اللہ

الامة ثلاثا الخ كما سيجيء تفصيله عند بيان كرامة هذه الامة في احياء الميت. فذكر عن انس: قَالَ: ثُمَّ جَهَّزَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَيْشًا وَ اسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيَّ قَالَ اَنَسٌ كُنْتُ فِيْ غُزَاتِهٖ فَاَتَيْنَا مَغَازِيْنَا فَوَجَدْنَا الْقَوْمَ قَدْ بَدَرُوْا بِنَا فَعَفَوْا اٰثَارَ الْمَاءِ وَ الْحَرُّ شَدِيْدٌ فَجَهَدَنَا الْعَطَشُ وَ دَوَابَّنَا وَ ذَالِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا مَالَتِ الشَّمْسُ لِغُرُوْبِهَا صَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ مَدَّيَدَهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَ مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا حَطَّ يَدَهٗ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا وَ اَنْشَا سَحَابًا وَاَفْرَغَتْ حَتّٰى مَلَاءَتِ الْغُدُرَ وَ الشِّعَابَ فَشَرِبْنَا وَ سَقَيْنَا رِكَابَنَا وَ اسْتَقَيْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا عَدُوَّنَا وَ قَدْ جَاوَزُوْا خَلِيْجًا فِي الْبَحْرِ اِلَى الْجَزِيْرَةِ فَوَقَفَ عَلَى الْخَلِيْجِ وَ قَالَ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ، ثُمَّ قَالَ اَجِيْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ قَالَ فَاَجَزْنَا مَايَبُلُّ الْمَاءُ حَوَافِرَدَوَابِّنَا فَلَمْ نَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا فَاَصَبْنَا الْعَدُوَّ عَلَيْهِ فَقَتَلْنَا وَ اَسَرْنَا وَ سَبَيْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا الْخَلِيْجَ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ فَاَجَزْنَا مَايَبُلُّ الْمَاءُ حَوَافِرَدَوَابِّنَا ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ مَوْتِهٖ وَ دَفْنِهٖ وَ نَبْشِ قَبْرِهٖ وَ سَعَتِهٖ مَدَّالْبَصَرِ وَ امْتِلَاءِهٖ نُوْرًا. ثم قال البيهقي وقد روى عن ابى هريرة في قصة العلاء بن الحضرمي في استسقائه و مشيهم على الماء دون قصة الموت بنحو من هذا و ذكر البخاري في التاريخ لهذه القصة اسنادا اخر و قد اسنده ابن ابى الدنيا عن ابى كريب و قد ذكره الحافظ ابن تيمية اجمالا في كتاب النبوات ص ۲۶۰.

تعالیٰ عنہ کے سپرد کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی لشکر میں تھا۔ جب ہم میدانِ کارزار پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن نے پہلے ہی سے پانی کے نشانات مٹا دیئے اور اس وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی پیاس سے ہماری اور ہمارے جانوروں کی بری حالت تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ جب سورج کے غروب ہونے کا وقت نزدیک ہوا تو حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر اپنا ہاتھ آسمان کی جانب پھیلایا۔ اس وقت آسمان پر بادل وغیرہ بالکل نہ تھے۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ نیچا نہ کرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوائیں چلانی شروع کر دیں اور بادل نمودار ہوئے اور خوب برسے اور اس سے تالاب اور نالے بھر گئے پھر ہم نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور سیراب ہو گئے پھر ہم نے دشمن پر چڑھائی کی اور وہ خلیج سے گذر کر جزیرے تک پہنچ گئے تھے پھر حضرت علاء خلیج کے پاس ٹھہر گئے اور یہ دعا کی یا علی یا عظیم یا حلیم یا کریم پھر فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر پار کرو اور ہم پار ہو گئے۔ پانی سے ہمارے جانوروں کے سم تک تر نہ ہوئے۔ تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ ہم نے دشمن کو جالیا اور کچھ تو قتل کر ڈالے اور کچھ کو قیدی بنالیا۔ پھر لوٹتے ہوئے اس خلیج پر دوبارہ آئے اور حضرت علاء نے وہی کلمات دہرائے اور ہم نے خلیج کو عبور کرلیا اور ہمارے سواری کے جانوروں کے سم تر نہ ہوئے تھے پھر راوی نے ان کی موت اور راوران کے دفن کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر کھودنے اور اس کی کشادگی اور نور سے بھرپور ہونے کا بھی واقعہ بیان کیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے میں یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کی گئی ہے اور اس میں بھی سیراب ہونے اور پانی پر چلنے کا ذکر ہے لیکن ان کی موت کا ذکر نہیں ہے۔ واقعہ کی تفصیل قریب قریب ملتی جلتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ میں اس واقعہ کو دوسری سند سے بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب النبوات میں اجمالی طور پر یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

تسخير الريح العمر بن الخطابؓ

(۱۵۳۸) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَجَّهَ جَيْشًا وَ رَأَّسَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ سَارِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ يَا سَارِيَةُ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) الْجَبَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ الْجَيْشِ فَسَئَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هُزِمْنَا فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَالِكَ اِذْ سَمِعْنَا مُنَادِيًا يٰسَارِيَةُ الْجَبَلَ ثَلَاثًا فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَ نَا بِالْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ فَقِيْلَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّكَ كُنْتَ تَصِيْحُ بِذَالِكَ.

فاروقِ اعظمؓ کے لیے ہوا کا مطیع ہوجانا

(۱۵۳۸) نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج کہیں روانہ کی اور اس پر ایک شخص کو جن کا نام ساریہ تھا امیر بنایا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ یکا یک پکار کر کہنے لگے کہ اے ساریہ ذرا اس پہاڑ کا رخ لو۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی (پھر بدستور خطبہ وغیرہ پورا کیا۔ کچھ عرصہ بعد) اس فوج کی طرف سے ایک قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالاتِ جنگ دریافت کیے وہ کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین ہم جنگ میں ہارنے اور بھاگنے لگ گئے تھے کہ اتنے میں ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جس نے تین بار کہا اے ساریہ اس پہاڑ کی آڑ لو۔ ہم نے اسی پہاڑ کی طرف پیٹھ کر لی اور لڑے بس پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دے دی۔ راوی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہاں ہاں آپ ہی نے تو ایک دن پکار کر یہ الفاظ کہے تھے۔ (ابن کثیر)

(رواه عبدالله بن وهب و قال الحافظ بن كثير هذا اسنادٌ جيد حسن) و قد ذكره الحافظ ابن تيميةؒ اجمالاً في كتاب النبوات ص ۲۷۴) و ذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسار دار ابحر دفاجتمع له جموع من الفرس و الا كراد عظيمة و دهم مسلمين منهم امر عظيم و جمع كثير و رأى عمر رضي الله عنه)

جرى النيل و كتاب عمر رضي الله تعالى عنه اليه

(۱۵۳۹) رُوِيْنَا مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ لَهِيْعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ لَمَّا افْتُتِحَتْ مِصْرُ اَتٰى اَهْلُهَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ حِيْنَ دَخَلَ بُوْنَةَ مِنْ اَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوْا اَيُّهَا الْاَمِيْرُ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةٌ لَا يَجْرِيْ اِلَّا بِهَا قَالَ وَ مَاذَاكَ قَالُوْا اِذَا كَانَتْ اِثْنَيْ عَشَرَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَمِدْنَا اِلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ مِّنْ اَبَوَيْهَا

حضرت عمر فاروقؓ کا دریائے نیل کے نام فرمان اور اس کا جاری ہوجانا

(۱۵۳۹) بطریق ابن لہیعہ قیس بن الحجاج سے روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوگیا تو لوگ عمرو بن العاص گورنر مصر کے پاس آئے اور جب عجم کے بونہ کا دن منانے کا وقت آیا تو انہوں نے کہا اے امیر! جب یہاں قحط پڑتا ہے تو یہاں کی روایات کے مطابق وہ بونہ کی رسم ان ہی دستور کے مطابق ادا کیے بغیر نہیں جاتا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا وہ رسم کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب مہینے کی ۱۲ تاریخ ہوجاتی ہے تو ہم ایک باکرہ لڑکی کے والدین کو راضی کر کے اس کو زیورات ولباس سے خوب آراستہ کرتے

فَارْضَيْنَا اَبَوَيْهَا وَ جَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الْحُلِيِّ وَ الثِّيَابِ اَفْضَلَ مَا يَكُوْنُ ثُمَّ اَلْقَيْنَاهَا فِيْ هٰذَا النِّيْلِ فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو اِنَّ هٰذَا مِمَّا لَا يَكُوْنُ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ قَالَ فَاَقَامُوْا بُوْنَةَ و ابيب و مسرى وَ النِّيْلُ لَا يَجْرِيْ قَلِيْلًا وَ لَا كَثِيْرًا حَتّٰى هَمُّوْا بِالْجَلَاءِ فَكَتَبَ عَمْرٌو اِلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّكَ قَدْ اَصَبْتَ بِالَّذِيْ فَعَلْتَ وَ اِنِّيْ قَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ بِطَاقَةً دَاخِلَ كِتَابِيْ فَاَلْقِهَا فِي النِّيْلِ فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُهٗ اَخَذَ عَمْرٌو الْبِطَاقَةَ فَاِذَا فِيْهَا مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عُمَرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى نِيْلِ اَهْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِكَ وَ مِنْ اَمْرِكَ فَلَا تَجْرِ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيْكَ وَ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِيْ بِاَمْرِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَ هُوَ الَّذِيْ يُجْرِيْكَ فَنَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُجْرِيَكَ قَالَ فَاَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ فَاَصْبَحُوْا لِيَوْمِ السَّبْتِ وَ قَدْ جَرَى النِّيْلُ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِيْ لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَ قَطَعَ اللّٰهُ تِلْكَ السُّنَّةَ عَنْ اَهْلِ مِصْرَ اِلَى الْيَوْمِ.

ہیں پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سن کر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' یہ مکروہ رسم اسلام برداشت نہیں کرسکتا اور جو اسلام سے پہلے پہلے رسوم بد ہوچکیں وہ سب ختم ہوئیں آخر جب رسم بونہ کے منانے کا دن آیا تو دریائے نیل میں نہ تھوڑا پانی رہا نہ بہت تا آنکہ لوگوں نے وہاں سے جلاوطن ہونے کا ارادہ کرلیا اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ قصہ لکھ بھیجا انہوں نے اس مضمون کا خط جواباً ارسال فرمایا تم نے جو کیا وہ بالکل درست کیا۔ (بے شک اسلام میں یہ رسم نا قابل برداشت ہے) میں تمہارے پاس ایک خط بھیج رہا ہوں میرے اس خط کو تم دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا۔ یہ خط ہے ایک اللہ کے بندہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے دریائے نیل کے نام' وہ شخص تمام مسلمانوں کا امیر مقرر ہوا ہے۔ امابعد او دریائے نیل اگر تو پہلے سے اپنے ارادہ سے چڑھا کرتا ہو تو مت چڑھ ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایک اللہ واحد قہار کے ارادہ سے چڑھا کرتا ہو اور وہی تجھ کو جاری کیا کرتا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو پھر جاری کردے چنانچہ حسب الحکم یہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا تو ایک ہی شب کے اندر دریائے نیل میں سولہ سولہ گز پانی آ گیا اور وہ دن ہے اور آج کا دن کہ اللہ تعالیٰ نے اس دستور کو مصر والوں سے ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔

کون النار برد او سلاما

(۱۵۴۰) عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ اَنَّ الْاَسْوَدَ بْنَ قَيْسٍ مَرَّبَا لِيَمَنِ وَ كَانَ الْاَسْوَدُ جَبَّارًا فَبَعَثَ اِلٰى اَبِيْ مُسْلِمِ الْخَوْلَانِيِّ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ مُسْلِمٍ مَا اَسْمَعُ فَقَالَ لَهٗ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ نَعَمْ فَرَدَّدَ

آگ کا ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا

(۱۵۴۰) شرحبیل بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ اسود بن قیس یمن کی طرف چلا اور یہ بڑا ظالم شخص تھا اس نے شرحبیل بن مسلمؒ کو پکڑ بلایا' یہ آئے تو اس کمبخت نے کہا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابومسلم نے کہا (ایسی خرافات) میں سنتا بھی نہیں (جواب تو کیا دوں) پھر اس نے کہا کہ اچھا تو یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا بے شک میں اس کی گواہی دیتا ہوں پھر وہ مکرر یہ بات

ذَالِکَ عَلَیْهِ مِرَارًا فَاَمَرَ بِنَارٍ عَظِیْمَةٍ فَاُضْرِمَتْ ثُمَّ اَمَرَ بِالْقَاءِ اَبِیْ مُسْلِمٍ فِیْهَا فَلَمْ تَضُرُّهُ فَاَخْمَدَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی حِیْنَ اُلْقِیَ فِیْهَا فَقِیْلَ لَهٗ اَخْرِجْ هٰذَا عَنْکَ مِنْ اَرْضِکَ لِئَلَّا یُفْسِدَ عَلَیْکَ اَتْبَاعَکَ فَاَخْرَجَهٗ فَقَدِمَ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْمَدِیْنَةَ وَ قَدْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ بِبَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَامَ یُصَلِّیْ اِلٰی سَارِیَةٍ فَبَصُرَبِهٖ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ اِلَیْهِ فَقَالَ مِمَّنِ الرَّجُلُ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْیَمَنِ قَالَ مَا فَعَلَ الَّذِیْ حَرَّقَهُ الْکَذَّابُ قَالَ ذَالِکَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ ثَوْبٍ قَالَ نَشَدْتُکَ بِاللّٰهِ اَنْتَ هُوَ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَاعْتَنَقَهٗ ثُمَّ بَکٰی ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ حَتّٰی اَجْلَسَهٗ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَرَانِیْ فِیْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُعِلَ بِهٖ کَمَا فُعِلَ بِاِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ خَرَجَ فِیْرُوْ زُالدَّیْلَمِیُّ عَلَی الْاَسْوَدِ فَقَتَلَهٗ وَ جَاءَ الْخَبَرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهٖ وَ هُوَ فِیْ مَرَضِ مَوْتِهٖ فَخَرَجَ فَاَخْبَرَ اَصْحَابَهٗ بِذَالِکَ وَ قَالَ قُتِلَ الْاَسْوَدُ الْعَنَسِیُّ اللَّیْلَةَ قَتَلَهٗ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ وَ قِصَّةٌ مَشْهُوْرَةٌ وَ کَذَالِکَ قِصَّةُ مُسَیْلَمَةَ الْکَذَّابِ وَ هُمَا مِنَ الْکَذَّابِیْنَ.

مزے لے کر فرماتے رہے آخر اس نے ایک بڑی جگہ ان کے لیے بنوا کر اس میں آگ روشن کی پھر حکم دیا کہ ابومسلم کو اس میں جھونک دو۔ عجیب بات ہے کہ ابومسلم جب اس آگ میں ڈالے گئے تو ان پر اس کا اثر ذرا سا بھی نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو اس وقت جب وہ اس میں ڈالے گئے بجھا دیا پھر اسے مشورہ دیا گیا کہ ان کو شہر سے باہر نکال دو تا کہ تمہارے دوسرے ہم مذہبوں کو یہ شخص خراب نہ کرے چنانچہ ان کو باہر نکال دیا گیا۔ ابومسلم جب مدینہ منورہ آئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے وہ مسجد شریف کے پاس آئے اور اپنی سواری دروازہ پر بٹھا کر سب سے پہلے مسجد میں گئے اور ایک ستون کے پیچھے آ کر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ پایا تو اٹھ کر ان سے یہ پوچھنے لگے کہ تم کہاں کے باشندے ہو، وہ بولے یمن کا، اس پر انہوں نے یہ سوال فرمایا جس شخص کو اسود عنسی نے جلا دیا تھا تم کو ان کی کچھ خیر و خبر ہے۔ انہوں نے کہا اچھا وہ عبداللہ بن ثوب۔ انہوں نے فرمایا تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ وہ تم ہی تو نہ تھے انہوں نے کہا جی ہاں میں ہی تھا پھر کیا تھا مارے خوشی کے انہوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور رو پڑے۔ پھر ان کو اپنے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان لے کر بیٹھے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اس وقت تک مجھ کو موت نہ دی جب تک کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایک شخص ایسا نہ دکھلا دیا جس کے ساتھ راہِ خدا میں وہی سلوک نہ ہوا ہو جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر فیروز دیلمی نے اسود پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پہنچی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری لمحات میں تھے ادھر وہ مرا ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کے جہنم واصل ہو جانے کی خوش خبری ملی کہ آج ہی کی شب میں اس بد بخت کی موت واقع ہوگئی۔ اسی طرح بعد میں مسیلمہ بن کذاب کی خبر قتل ملی اور یہ دونوں شخص ان کذابین میں تھے جن کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی۔

(ذکرہ حافظ ابن تیمیة واخرج فی الخصائص ج ۲ ص ۸۰ الجواب الصحیح ج ۱ ص ۱۱۲-۱۱۳ و کتاب النبوات ص ۲۶۵)

مرورابی مسلم الخولانی مع عسکره علی الماء ودعائه

ابومسلم خولانی کا اپنے لشکر کے ساتھ پانی پر سے گذرنا اور دُعا فرمانا

(۱۵۴۱) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمِ الْخَوْلَانِیِّ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا غَزَا اَرْضَ الرُّوْمِ فَمَرُّوْا بِنَهْرٍ قَالَ اَجِیْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ قَالَ وَ یَمُرُّ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ فَیَمُرُّوْنَ عَلَی الْمَاءِ فَمَا یَبْلُغُ مِنَ الدَّوَابِّ اِلَّا اِلَی الرُّکَبِ اَوْ فِیْ بَعْضِ ذَالِکَ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذَالِکَ قَالَ وَ اِذَا جَازُوْا قَالَ لِلنَّاسِ هَلْ ذَهَبَ لَکُمْ شَیْءٌ مَنْ ذَهَبَ لَهٗ شَیْءٌ فَاَنَا ضَامِنٌ قَالَ فَاَلْقٰی مِخْلَاةً عَمَدًا فَلَمَّا جَاوَزُوْا قَالَ الرَّجُلُ مِخْلَاتِیْ وَ قَعَتْ فِی النَّهْرِ فَقَالَ لَهٗ اِتْبَعْنِیْ فَاِذَا الْمِخْلَاةُ قَدْ تَعَلَّقَتْ بِبَعْضِ اَعْوَادِ النَّهْرِ فَقَالَ خُذْهَا (رواه ابن عساکر البدایه ج ٦ص ٢٦١)

(۱۵۴۱) ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غزوہ روم کے لیے روانہ ہوئے' ان کا ایک نہر پر گذر ہوا تو اپنے لشکر سے مخاطب ہوکر فرمایا چلو دریا پار چلو' لوگ گزرنے لگے تو ان کے گھوڑوں کے تھوڑا نزدیک پانی رہا- جب سب پار اتر گئے تو انہوں نے فوج سے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی- اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو تو میں اس کا ضامن ہوں- راوی کہتا ہے ایک شخص نے قصداً اپنا ایک توبرا دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ میرا توبرا نہیں ملتا کہیں پانی میں گر گیا ہے- اس پر انہوں نے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ' دیکھا تو وہ توبرا نہر کے کنارہ نہر کی لکڑیوں میں لٹکا ہوا ملا فرمایا لو اپنا توبرا لو-

(ابن عساکر البدایہ ج۶ ص ۲۶۱)

(۱۵۴۲) عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ اَنَّ اَبَا مُسْلِمِ الْخَوْلَانِیَّ جَاءَ اِلٰی دَجْلَةَ وَهِیَ تَرْمِیْ بِالْخُشُبِ مِنْ مَدِّهَا فَمَشٰی عَلَی الْمَاءِ وَ الْتَفَتَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ وَ قَالَ هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ مَّتَاعِکُمْ شَیْئًا فَنَدْعُو اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

(۱۵۴۲) سلیمان بن المغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ابومسلم خولانی دریائے دجلہ کے پاس تشریف لائے اور اس پر جوار آجانے کی وجہ سے لکڑیاں بہہ کر آرہی تھیں تو وہ خود دریا کی سطح پر چل کر آئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہوکر بولے تم میں سے کسی کا کوئی مال گم تو نہیں ہوا اور نہ تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں- اس کی اسناد صحیح ہے-

(رواه الحافظ ابن کثیر عن الحافظ البیهقی هذا اسناد صحیح. البدایه والنهایة ج۲ص ١٥٦)

عبور دجلة بدعاء رجل من المسلمین منهم

ایک مسلمان کی دُعا سے پوری ایک جماعت کا دریائے دجلہ کو بغیر کسی کشتی کے عبور کرجانا

(۱۵۴۳) عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ قَالَ انْتَهَیْنَا اِلٰی دَجْلَةَ وَ هِیَ مَادَّةٌ وَ الْاَعَاجِمُ خَلْفَهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اقْتَحَمَ بِفَرَسِهٖ فَارْتَفَعَ عَلَی الْمَاءِ فَقَالَ النَّاسُ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اقْتَحَمُوْا فَارْتَفَعُوْا عَلٰی

(۱۵۴۳) اعمش اپنے بعض رفقاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم نہر دجلہ کے کنارے پہنچے تو مسلمانوں کے امیر نے آگے بڑھ کر بسم اللہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا- عجب تماشہ نظر آیا کہ گھوڑا جہاز کی طرح پانی کے اوپر او پر چلنے لگا پھر تو اور لوگوں نے بھی بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے اور سب کے سب اسی طرح پانی کے اوپر تیرتے چلے

السَّمَاءِ فَنَظَرَ اِلَيْهِمُ الْاَعَاجِمُ وَ قَالُوْا دِيْوَان دِيْوَان ثُمَّ ذَهَبُوْا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ فَمَا فَقَدَ النَّاسُ اِلَّا قَدَحًا كَانَ مُعَلَّقًا بِعَذَبَةِ سَرْجٍ فَلَمَّا خَرَجُوْا اَصَابُوا الْغَنَائِمَ فَاقْتَسَمُوْهَا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقُوْلُ مَنْ يُّبَادِلُ الصَّفْرَاءَ بِبَيْضَاءَ.

(رواه البيهقي البداية و النهاية ج ٦ ص ١٥٥)

گئے عجمی اصحاب نے یہ ماجرا دیکھا اور کہنے لگے کہ یہ تو دیو اور جن ہیں- پھر واپس آ کر کہنے لگے کہ پانی میں کسی کا کچھ گم نہ ہوا مگر صرف ایک پیالہ تھا جو کہیں گھوڑے کے زین میں لٹکا ہوا تھا- جب پانی سے باہر آ گئے تو سب نے مال غنیمت تقسیم کیا اور باہم سونے اور چاندی کی خرید و فروخت کرنے میں مشغول ہو گئے-

ادخال ابی تميم النار حتی انه دخل في الشعب

(۱۵۴۴) عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ حَرْمَلٍ قَالَ خَرَجَتْ نَارٌ بِالْحَرَّةِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى تَمِيْمِ الدَّارِيِّ فَقَالَ قُمْ اِلٰى هٰذِهِ النَّارِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ اَنَا وَ مَا اَنَا قَالَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى قَامَ مَعَهٗ قَالَ وَ تَبِعْتُهُمَا فَانْطَلَقَا اِلَى النَّارِ فَجَعَلَ تَمِيْمٌ يَحُوْشُهَا بِيَدِهٖ حَتّٰى دَخَلَتِ الشِّعْبَ وَ دَخَلَ تَمِيْمٌ يَحُوْشُهَا بِيَدِهٖ حَتّٰى دَخَلَتِ الشِّعْبَ وَ دَخَلَ تَمِيْمٌ خَلْفَهَا قَالَ فَجَعَلَ عُمَرُ يَقُوْلُ لَيْسَ مَنْ رَاٰى كَمَنْ لَّمْ يَرَقَالَهَا ثَلٰثًا.

ابوتمیم کا آگ کو دھکیل کر گھاٹی میں داخل کر دینا

(۱۵۴۴) معاویہ بن حرمل بیان کرتے ہیں کہ مقام حرہ میں آگ نمودار ہوئی تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمیم داری کے پاس آ کر حکم فرمایا کہ دیکھو یہ آگ لگ رہی ہے اس کی طرف جا کر اس کو ہٹا دو- انہوں نے عرض کی اے امیر المؤمنین میری ہستی کیا ہے اور میں اس قابل کہاں ہوں' وہ اصرار فرماتے ہی رہے آخر ان کے ساتھ اٹھ کر چل دیئے اور میں بھی ساتھ ساتھ ہو لیا اور وہ دونوں آگ کی طرف بڑھتے رہے تو تمیم داری اس آگ کو دھکے دے رہے تھے' آخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور تمیم داری تھے کہ اس کے پیچھے لگے رہے- اس پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات کو بچشم خود دیکھ لے وہ اس کی برابر نہیں ہو سکتا جو خود مشاہدہ نہ کرے تین بار یہ کلمات فرمائے- (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۳)

رواه البيهقي و النعيم الحافظ ابن كثير في كتابه البدايه و النهاية ج ٦ ص ١٥٣.

احياء الموتى

(۱۵۴۵) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَدْرَكْتُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثَلٰثًا لَوْ كَانَتْ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَمَا تَقَاسَمَهَا كَذَا فِي الْاَصْلِ الْاُمَمُ قُلْنَا وَ مَا هِيَ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ كُنَّا فِيْ

مُردوں کا زندہ کرنا

(۱۵۴۵) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس امت میں تین شخصوں کو دیکھا کہ اگر کہیں وہ بنی اسرائیل میں ہوتے تو وہ امتوں میں نہ بٹتے' ہم نے ان کی کنیت ابوحمزہ پکار کر کہا کہ ان کو ہمیں بھی بتایئے اور ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے- انہوں

(۱۵۴۵) * البدایہ والنہایہ ص ۱۵۴ و ص ۱۵۵ پر ان تینوں واقعات کی تفصیل موجود ہے اور یہ سب اس امت کی کرامات سے متعلق ہیں-

الصُّفَّةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَأَةٌ مُّهَاجِرَةٌ وَ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا قَدْ بَلَغَ فَاَضَافَ الْمَرْأَةَ اِلَى النِّسَاءِ وَ اَضَافَ اِبْنَهَا اِلَيْنَا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ اَصَابَهُ وَ بَاءُ الْمَدِيْنَةِ فَمَرِضَ اَيَّامًا ثُمَّ قُبِضَ فَغَمَّضَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمَرَ بِجَهَازِهِ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَغْسِلَهُ قَالَ يَا اَنَسُ ائْتِ اُمَّهُ فَاَعْلِمْهَا فَاَعْلَمْتُهَا قَالَ فَجَاءَتْ حَتّٰى جَلَسَتْ عِنْدَ قَدَمَيْهِ فَاَخَذَتْ بِهِمَا ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ لَكَ طَوْعًا وَ خَالَفْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا وَ هَاجَرْتُ لَكَ رَغْبَةً اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِيْ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ وَ لَا تُحَمِّلْنِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ مَا لَا طَاقَةَ لِيْ بِحَمْلِهَا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا انْقَضٰى كَلَامُهَا حَتّٰى حَرَّكَ قَدَمَيْهِ وَ اَلْقَى الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهِ وَ عَاشَ حَتّٰى قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ حَتّٰى هَلَكَتْ اُمُّهُ. (رواه البيهقي من طريق عيسى بن يونس عن عبدالله بن عون عن انس و رواه ابي سعيد الماليني و في اَنَّ اُمَّ السَّائِبِ كَانَتْ عَجُوْزًا عَمْيَاءَ و قدروى من وجه اخر مرسلاً يعني انقطاع و اخرجه ابن ابي الدنيا متصلا ايضا البدايه و النهاية ج ٦ ص ١٥٤)

نے کہا کہ ایک عورت اپنے ساتھ ایک اپنا بچہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ بلوغ تک پہنچ چکا تھا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو مستورات کا مہمان بنا دیا اور اس کے بیٹے کو ہماری مہمانی میں دے دیا بس کچھ دیر نہ لگی ہو گی کہ مدینہ میں اس کو ایک وبائی بیماری لگ گئی تو کچھ دن تو وہ لڑکا بیمار پڑا رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور اس کی تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا - جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور ان کو مطلع کرو - انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی والدہ کو وفات کی خبر دی وہ آئیں یہاں تک کہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئیں اور غم میں اس کے پیر پکڑ کر کہا الٰہی میں دل سے تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور بتوں سے متنفر ہو کر ان کو چھوڑ دیا اور تیری محبت میں تیرے لیے ہجرت بھی کی' الٰہی اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے اور ایسی مصیبت مجھ پر نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہ ہو - انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی دیر نہ لگی ہو گی کہ اس لڑکے نے اپنے پیروں کو حرکت دی اور اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر منہ کھول دیا پھر بڑی مدت تک زندہ و سلامت رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا - اس واقعہ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کو ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ اور ہے کہ ام سائب ایک نابینا بوڑھی عورت تھیں' الخ

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۴)

قصة رجل من اليمن و احياء حماره له بدعائه ربه جل مجده

یمن کے ایک شخص کا اپنے مُردہ گدھے کے واسطے اپنے رب سے دوبارہ زندہ کر دینے کی دُعا مانگنے کا واقعہ

(۱۵۴۶) عَنْ اَبِيْ شَرِيْكٍ النَّخْعِيِّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَلَمَّا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ نَفَقَ حِمَارُهُ فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى

(۱۵۴۶) ابوشریک نخعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آ رہا تھا راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے فوراً وضو کیا اور دو رکعتیں نماز ادا کیں اور یہ دُعا مانگی الٰہی میں مدینہ سے صرف جہاد کی نیت اور تیری رضامندی حاصل کرنے

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ جِئْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ مُجَاهِدًا وَ فِيْ سَبِيْلِكَ وَ ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِكَ وَ اَنَا اَشْهَدُ اِنَّكَ تُحْيِي الْمَوْتٰى وَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ لَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَيَّ الْيَوْمَ مِنَّةً اَطْلُبُ اِلَيْكَ الْيَوْمَ اَنْ تَبْعَثَ حِمَارِيْ فَقَامَ الْحِمَارُ يَنْفُضُ اُذُنَيْهِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ و رواه ابوبكر بن ابی الدنيا عَنِ الشَّعْبِيِّ فِيْ كِتَابِ مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَ زَادَ عَلٰى هٰذَا الرِّوَايَةِ فَاَسْرَجَهُ وَ الْجَمَهُ ثُمَّ رَكِبَهُ وَ اَجْرَاهُ فَلَحِقَ بِاَصْحَابِهٖ فَقَالُوْا لَهُ مَا شَانُكَ قَالَ شَانِيْ اَنَّ اللّٰهَ بَعَثَ حِمَارِيْ قَالَ الشَّعْبِيُّ فَاَنَا رَاَيْتُ الْحِمَارَ بِيْعَ اَوْ يُبَاعُ فِي الْكُنَاسَةِ يَعْنِي الْكُوْفَةَ قَالَ ابْنُ اَبِي الدُّنْيَا بِسَنَدِهٖ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ شَرِيْكٍ النَّخْعِيِّ اَنَّ صَاحِبَ الْحِمَارِ رَجُلٌ مِّنَ النَّخْعِ يُقَالُ لَهُ نَبَاتَةُ بْنُ يَزِيْدَ خَرَجَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ غَازِيًا.

(رواه الحافظ بن كثير. البدايه و النهايه ج ٦ ص ١٥٢)

کے لیے اپنے وطن سے آیا ہوں اور میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور جو مر کر دفن ہو چکے ان کو قبروں سے پھر نکال کر زندہ کرنے والا ہے آج میری گردن پر کسی کا احسان نہ رکھنا۔ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو پھر زندہ کر دے' بس اسی وقت وہ گدھا اپنے کانوں کو پھٹ پھٹاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اسناد صحیح ہیں ابن ابی الدنیا نے شعبی سے کتاب من عاش بعد الموت میں اس روایت میں اتنی زیادتی اور نقل کی ہے کہ پھر اس نے اس پر زین کس اور لگام چڑھا' اور اس پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا' انہوں نے اتنی دیر لگ جانے کی وجہ پوچھی اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے گدھے کو زندہ کر دیا۔ شعبی نقل کرتے ہیں کہ اس گدھے کو کوفہ کے محلہ کناسہ میں بکتے ہوئے میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ یعنی اس شہر کا نام لے کر بتایا کہ وہ کوفہ تھا۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ وہ شخص قبیلہ نخع میں کا تھا اس کا نام نباتہ بن یزید تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں غزوہ میں شرکت کے لیے چلا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۲)

احياء حدأة شوشت على الحاضرين لاستماعهم الوعظ

اس چیل کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا واقعہ جس کے شور کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی تھی

(۱۵۴۷) وَ حَكَى الدَّمِيْرِيُّ فِيْ مَادَّةِ حِدَاَةٍ اَنَّ الشَّيْخَ عَبْدَالْقَادِرِ الْجِيْلِيَّ (قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهُ) جَلَسَ يَوْمًا يَعِظُ النَّاسَ وَ كَانَتِ الرِّيْحُ عَاصِفَةً فَمَرَّتْ عَلٰى مَجْلِسِهٖ حِدَاَةٌ طَائِرَةٌ فَصَاحَتْ فَشَوَّشَتْ عَلَى الْحَاضِرِيْنَ مَا هُمْ فِيْهِ فَقَالَ الشَّيْخُ يَارِيْحُ خُذِيْ رَاْسَ هٰذِهِ الْحِدَاَةِ فَوَقَعَتْ لِوَقْتِهَا فِيْ نَاحِيَةٍ وَ رَاْسُهَا فِيْ نَاحِيَةٍ فَنَزَلَ الشَّيْخُ عَنِ الْكُرْسِيِّ وَاَخَذَهَا

(۱۵۴۷) امام دمیری نے مادہ حداۃ میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ ایک دن وعظ فرما رہے تھے ہوا تند و تیز تھی اس طرف سے ایک چیل چکر لگا کر شور کرتی ہوئی آئی جس کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی۔ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس چیل کا سر پکڑ لے۔ بس اسی وقت وہ چیل نیچے آ پڑی کہ وہ خود ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ وعظ کی کرسی سے اتر پڑے اور اس کو ایک ہاتھ میں لیا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس پر پھیرتے

بِيَدِهٖ وَ اَمَرَّهٗ الْاُخْرٰى عَلَيْهَا وَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَحَيِيَتْ وَ طَارَتْ وَ النَّاسُ يُشَاهِدُوْنَ ذَالِكَ. قال و روينا بسند الصحيح.

ہوئے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وہ زندہ ہو کر اڑ گئی اور سب حاضرین یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ دمیری فرماتے ہیں کہ ہم تک اسناد صحیح سے یہ بات پہنچی ہے۔

قصة شرب السم خالد و عدم مضرته له

حضرت خالد بن ولیدؓ کے زہر پینے اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے کا واقعہ

(۱۵۴۸) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ خَالِدٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْبَهُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ خِلْقَتِهٖ وَ صِفَتِهٖ وَ لَمَّا نَزَلَ الْحَيْرَةَ قِيْلَ لَهٗ اِحْذَرِ السَّمَّ لَا يَسْقِيْكَ الْاَعَاجِمُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِهٖ فَاَخَذَهٗ بِيَدِهٖ وَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَ شَرِبَهٗ فَلَمْ يَضُرَّهٗ شَيْئًا.

(۱۵۴۸) حضرت خالدؓ شکل و شمائل میں حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے۔ جب یہ مقام حیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا خبردار رہیے کہیں عجم کے لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا وہ زہر میرے پاس لاؤ (چنانچہ زہر لایا گیا) انہوں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر پی لیا لیکن ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔

(تہذیب التہذیب. ابویعلی. ابن سعد)

(تهذيب التهذيب. و رواه ابو يعلى و الحافظ ابن تيميه رحمة الله تعالى عنيه ج ٤ ص ٢٣٧ الجواب الصحيح. و رواه ابن سعد في الطبقات ايضا غيران فيه الحرة بدل الحيرة و ذكره الحافظ ابن تيميه رحمة الله تعالى عنيه فى كتاب النبوات ص ١٠ و ترجم البخارى بشرب السم و اخرج له الحافظ قصة خالد عن ابن ابى شيبة رحمة الله عليه و قال ان المصنف رحمة الله تعالى عنيه اى البخارى رحمة الله تعالى عنيه رمزالى ان السلامة من ذلك كان كرامة له. فتح البارى ج ١ ص ١٩٤)

(۱۵۴۹) عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ اُتِيَ خَالِدٌ بِرَجُلٍ مَعَهٗ زِقُّ خَمْرٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عَسَلًا فَصَارَ عَسَلًا. (رواه ابن ابى الدنيا باسناد صحيح كما فى الاصابة ج ١ ص ٤١٤)

(۱۵۴۹) خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس کے ساتھ شراب کا مشکیزہ تھا۔ آپ نے دعا کی' اے اللہ تو اس کو شہد بنا دے وہ شہد بن گئی۔

(ابن ابی الدنیا)

(۱۵۴۸) * اس قسم کے واقعات میں غور کرنا چاہیے کیا ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرد یا کوئی جماعت اس یقین پر اپنے نفس کو کھلی ہلاکت میں ڈال دے کہ اس کا اثر مخالف پر اسلام کی حقانیت کا پڑے گا تو کیا ایسا فعل جائز ہوگا اور کیا اس کو خودکشی کے مرادف تو سمجھا نہیں جائے گا؟ اور یہ کہ کن حالات میں اور کن کن قیود کے ساتھ ایسے فعل کی اجازت دی جا سکے گی۔

(۱۵۴۹) * دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اس شخص سے پوچھا گیا تیری مشک میں کیا ہے؟ اس نے کہہ دیا سرکہ آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو سرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ سرکہ ہی بن گئی تھی حالانکہ پہلے اس میں شراب تھی۔ (اصابہ)

قصة فتح الكوة ايضا كانت نحوا من الاستسقاء

(۱۵۵۰) عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتِ انْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوىً اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَ سَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ.

(رواه الدارمی كذا فی المشكوة فی باب الكرامات)

طلب بارش کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے مقابل چھت میں ایک سوراخ کھولنے کا واقعہ

(۱۵۵۰) ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قحط پڑنے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا دیکھو آپ کی قبر مبارک کے ٹھیک بالمقابل چھت میں ایک سوراخ کھولو کہ آسمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے درمیان کوئی حائل باقی نہ رہے۔ صحابہؓ وغیرہ نے جا کر ایسا ہی کیا۔ پھر اس زور کی بارش آئی کہ جا بجا گھاس کی کثرت ہو گئی' اونٹ فربہ ہو گئے اور مارے فربہی کے ان کے جسم کی چربی پھٹ پڑی اور اسی وجہ سے اس کا نام تاریخ میں عَامَ الْفَتْقِ پڑ گیا۔ (دارمی)

(۱۵۵۰) ✱ حافظ ابن تیمیہؒ اس کی مراد یہ لکھتے ہیں:

بل قد روی عن عائشة انها كشفت عن قبر النبی صلی الله عليه وسلم لينزل المطر فانه رحمة تنزل علی قبره و لم تستسق عنده و لا استغاثة هناک و لهذا لما بنيت حجرته علی عهد التابعين. بابی هو و امی صلی الله عليه وسلم تركوا فی اعلاها كوة الی السماء و هی الی الان باقية فيها موضوع عليها شمع علی اطرافه حجارة تمسكه و كان السقف بارزًا الی السماء.

(اقتضاء الصراط المستقيم ص ۳۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بارش آنے کے لیے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اپنے حجرہ کی چھت کھول دی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش ایک رحمت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگی لیکن وہاں بارش کے لیے کوئی دعا وغیرہ نہیں کی گئی اس لیے جب عہد تابعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک تعمیر ہوا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں) تو اوپر کی جانب روشن دان کھلا ہوا رہنے دیا گیا جو ابھی تک اسی طرح کھلا ہوا موجود ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۳۸)

حافظ ابن تیمیہؒ محمد بن الحسن اس کے راوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

هذا صاحب اخبار و هو مضعف عند اهل الحديث كالو اقدی و نحوه لكن يستانس بما يرويه و يعتبر به.

(اقتضاء الصراط المستقيم ص ۳۷۱)

یہ مؤرخ ہے محدثین (مشہور مؤرخ) واقدی کی طرح اس کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں' لیکن آثار و قرائن اس روایت کی صحت کی تائید کرتے ہیں اور قابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ کی رائے بعض مسائل میں جمہور سے الگ ہے وہ یہاں توسط کے ساتھ تاویل کے درپے ہیں حالانکہ جو تاویل بقیہ.....

حمل البحر صحيفة عبد صالح و ايصال الامانة الى صاحبها

سمندر کا اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندہ کا خط لے کر مکتوب الیہ تک مع اس کی امانت کے پہنچا دینے کا واقعہ

(۱۵۵۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَکَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ سَاَلَ بَعْضَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنْ یُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِیْنَارٍ فَقَالَ ائْتِنِیْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ فَقَالَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا فَقَالَ فَأْتِنِیْ بِالْکَفِیْلِ قَالَ کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ فَقَضٰی حَاجَتَهٗ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْکَبًا یَرْکَبُهَا یَقْدَمُ عَلَیْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِیْ اَجَّلَهٗ فَلَمْ یَجِدْ مَرْکَبًا فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِیْهَا اَلْفَ دِیْنَارٍ وَ صَحِیْفَةً مِنْهُ اِلٰی صَاحِبِهٖ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ اَتٰی بِهَا اِلَی الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنِّیْ کُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِیْنَارٍ فَسَاَلَنِیْ کَفِیْلًا فَقُلْتُ کَفٰی بِاللّٰهِ کَفِیْلًا فَرَضِیَ بِذٰلِکَ فَسَاَلَنِیْ شَهِیْدًا فَقُلْتُ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا فَرَضِیَ بِذٰلِکَ وَ اِنِّیْ جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْکَبًا اَبْعَثُ اِلَیْهِ الَّذِیْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ وَاِنِّیْ اَسْتَوْدَعُتُکَهَا فَرَمٰی بِهَا فِی الْبَحْرِ حَتّٰی وَلَجَتْ فِیْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَ هُوَ فِیْ ذٰلِکَ یَلْتَمِسُ مَرْکَبًا یَخْرُجُ اِلٰی

(۱۵۵۱) حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے اپنی قوم کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگی۔ اس نے کہا چند گواہ میرے پاس لاؤ جن کو میں گواہ بنا سکوں اس نے کہا اجی بس اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔ اس نے کہا اچھا تو کوئی ضامن لاؤ' اس پر بھی اس نے کہا اجی بس اللہ کا ضامن ہونا کافی ہے۔ اس نے کہا ہاں جی ٹھیک کہتے ہو۔ اس کے بعد اس نے وہ رقم اسے دے دی اور شرط یہ کی کہ ایک مقررہ مدت میں ادا کر دے۔ پھر وہ سمندر کے سفر پر چلا گیا اور اپنا کاروبار کیا' پھر اس نے جہاز اور کشتی کی بہت تلاش کی تا کہ اس پر سفر کر سکے اور اپنے قرض خواہ کے پاس مقررہ مدت کے اندر پہنچ جائے مگر اسے کوئی جہاز نہ مل سکا تو اس نے ایک لکڑی لی اس کے اندر ایک ہزار اشرفیاں رکھ دیں اور ایک خط اپنے دوست قرض خواہ کے نام لکھ کر اس کے اندر رکھ دیا پھر اس سوراخ کا منہ خوب بند کر دیا پھر اسے لے کر سمندر کے کنارے پہنچا اور یوں دعا کی کہ ''اے میرے اللہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں اس نے ضامن مانگا میں نے کہا اللہ کی ضمانت کافی ہے وہ اس پر راضی ہو گیا پھر اس نے مجھ سے گواہ طلب کیا تو میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں وہ اس پر بھی راضی ہو گیا اور میں نے جہاز بہت تلاش کیا تا کہ اس کے پاس اس کی واجب رقم بھیج سکوں مگر جہاز مجھے نہ مل سکا اب میں وہ رقم آپ کو امانت دے رہا ہوں''۔ یہ کہہ کر اس نے اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ لکڑی اس میں ڈوب گئی اور وہ واپس چلا گیا اور برابر جہاز کشتی کی تلاش میں رہا تا کہ اپنے وطن کو جا سکے۔

لـ..... انہوں نے فرمائی وہ بدیہی البطلان ہے اور وہاں جا کر استنقاء کے عمل سے ان کو زیادہ مضر ہے اس کی تفصیل آئندہ جلد میں مفصل آنے والی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں تو ہماری غرض صرف ایک معجزہ اور کرامت کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی اسناد میں کلام کرنے والوں کا منہ کوئی بند نہیں کر سکتا نہ اس کے درپے ہونے کی ضرورت ہے جب کہ اس سے بڑھ کر اور اس کے مثل بہت سے واقعات مسلّم اور ثابت شدہ ہیں۔

بـلـده فـخـرج الَّـذِیْ كَانَ اَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعلَ مَرْكَبًا جَاءَ بِمَالِهٖ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِیْ فِيْهَا الْمَالُ فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَ الصَّحِيْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِیْ كَانَ اَسْلَفَهُ فَاَتٰى بِاَلْفِ دِيْنَارٍ قَالَ وَ اللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِیْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِاٰتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِیْ اَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَیَّ شَيْئًا قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّیْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِیْ جِئْتُ بِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِیْ بَعَثْتَ فِی الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ رَاشِدًا.

(رواه البخاری)

ادھر وہ قرض خواہ سمندر کے کنارے اس انتظار میں آیا کہ شاید کوئی جہاز اس کی واجب رقم لے کر آ رہا ہو' دیکھا تو وہی لکڑی جس میں اس کی اشرفیاں تھیں سامنے آئی' اس نے وہ لکڑی سمندر سے نکال لی- اس خیال سے گھر لے جا کر جلانے کے کام میں لائے گا جب اسے کھولا تو اس کے اندر اس نے اپنا وہ مال اور قرض دار کا خط اپنے نام پایا- اس کے کچھ عرصہ بعد وہ قرض دار خود بھی آ گیا اور اس کے پاس ایک ہزار اشرفی لے کر پہنچا اور کہنے لگا کہ معاف کرنا میں برابر ہی جہاز تلاش کرتا رہا تا کہ وعدے کے مطابق آپ کا مطالبہ وقت پر پہنچا سکوں مگر اب جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل کوئی جہاز مل ہی نہ سکا- قرض خواہ نے پوچھا یہ بتاؤ کیا تم نے پہلے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا میں تم سے کہہ تو رہا ہوں کہ جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل مجھے کوئی جہاز نہیں مل سکا تو قرض خواہ بولا کہ اچھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے وہ مطالبہ اس رقم کے ذریعہ ادا کر دیا جو تم نے لکڑی میں بھیجی تھی اب تم یہ ہزار دینار لے کر واپس جاؤ اللہ تمہیں نیکی دے- (بخاری)

كشف الصخرة عن فم الغار

ایک چٹان کا غار کے منہ پر سے اللہ کے حکم سے خود بخود ہٹ جانے کا واقعہ

(۱۵۵۲) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اَوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا اِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَ كُنْتُ لَا اَغْبُقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَ لَا مَالًا فَنَاٰى بِیْ طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى

(۱۵۵۲) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں میں سے ایک بار تین آدمی ایک ساتھ سفر میں نکلے- ایک دن رات گذارنے کے لیے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لی اور اس میں تینوں آدمی گھس گئے اچانک پہاڑ کی ایک چٹان لڑھک کر آئی اور اس غار کے منہ پر ڈھک گئی جس سے اس کا منہ بند ہو گیا- تینوں میں گفتگو ہونے لگی کہ اس مصیبت سے تم کو اسی وقت نجات ہو سکتی ہے جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ اور وسیلہ دے کر دعا نہ مانگو- اس پر ان میں سے ایک نے یوں دعا کی: اے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے- میری عادت تھی کہ جب تک وہ دونوں شام کو دودھ نہیں پی لیتے تھے اس وقت تک نہ میں اپنے بیوی بچوں کو دودھ پینے دیتا تھا اور نہ خود پیتا- ایک دن اتفاق سے مجھے جانوروں کے لیے درختوں کی پتیاں تلاش کرنے بہت دور چلا جانا پڑا- شام

نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَ اَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَ الْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ اَنْتَظِرُ اِسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرِقَ الْفَجْرُ وَ الصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا.

قَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيَّ وَ فِيْ رِوَايَةٍ كُنْتُ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَاَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِّنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِيْ فَاَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَ مِائَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى اَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ حَتّٰى اِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَ هِيَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ وَ تَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ اَعْطَيْتُهَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا.

وَ قَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اسْتَاجَرْتُ اُجَرَاءَ وَ اَعْطَيْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِيْ لَهٗ وَ ذَهَبَ فَثَمَّرْتُ اَجْرَهٗ حَتّٰى كَثُرَتْ

کو اپنے گھر اس وقت بکریوں کو لے کر پہنچا جب وہ دونوں سو چکے تھے- میں نے ان دونوں کی شام کی خوراک دودھ دوہا مگر جب میں نے ان دونوں کو سوتا پایا تو مجھے نہ ان کو جگاتے اچھا معلوم ہوا اور نہ ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلا دینا پسند آیا- تو میں پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے جاگنے کے انتظار میں کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میرے بچے میرے پیروں میں پڑے روتے رہے اور تلملاتے رہے- جب وہ دونوں جاگے تو انہوں نے اپنا شام کے حصہ کا دودھ پی لیا- اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کی مصیبت سے جس میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں ہم کو نجات دے دیجئے تو وہ پتھر ذرا سا کھسکا مگر یہ لوگ اس میں سے نکل نہیں سکتے تھے-

اب دوسرے شخص نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری ایک چچیری بہن تھی جس سے مجھے سب سے زیادہ محبت تھی' اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرد کو عورت سے جتنی سخت سے سخت محبت ہو سکتی ہے اتنی مجھے اس سے تھی- میں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا مگر وہ میرے قبضہ میں نہ آ سکی- یہاں تک کہ ایک بار اسے قحط اور خشک سالی کی تکلیف ہوئی وہ میرے پاس مدد مانگنے آئی- میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ وہ مجھے ایک بار اپنے اوپر پورا اختیار دے گی وہ راضی ہو گئی- یہاں تک کہ جب مجھے اس پر قابو حاصل ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں بیٹھا تو اس نے اتنا کہا ذرا خدا سے تو ڈر اور مہر کو ناجائز طریقے سے مت توڑ- یہ سننا تھا کہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا حالانکہ مجھے اس سے عشق تھا- میں نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ میں نے اسے وہ اشرفیاں بھی معاف کر دیں جو اسے دی تھیں- اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی کے لیے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ پھنسے ہیں اس سے ہمیں نکال دے تو پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور وہ لوگ اب بھی اس میں سے نکل نہیں سکے-

اس کے بعد تیسرے نے یہ دعا کی اے میرے اللہ! میں نے ایک بار کئی مزدوروں سے مزدوری کرائی تھی سب کو تو میں نے ان کی مزدوریاں ادا کر دیں مگر ایک آدمی کی رہ گئی' وہ اپنی مزدوری میرے ہی پاس چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری

مِنْهُ الْاَمْوَالُ فَجَاءَ نِیْ بَعْدَ حِیْنٍ فَقَالَ یَا عَبْدَاللّٰهِ اَدِّ اِلَیَّ اَجْرِیْ فَقُلْتُ كُلُّ مَاتَرٰی مِنْ اَجْرِكَ مِنَ الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ وَ الرَّقِیْقِ فَقَالَ یَا عَبْدَاللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِیْ فَقُلْتُ لَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ فَاَخَذَهٗ كُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ یَتْرُكْ مِنْهُ شَیْئًا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا یَمْشُوْنَ.

(رواه الشیخان)

کے پیسے ایک نفع بخش کام میں لگا دیئے یہاں تک کہ اس رقم سے پھر مال خوب بڑھا- کچھ عرصہ بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے بندے! میری مزدوری تو دے- میں نے کہا میاں یہ سارے اونٹ' یہ گائے بیل' یہ بھیڑ بکریاں یہ غلام یہ سب تیری مزدوری ہی میں ہیں- یہ سن کر وہ بولا اے اللہ کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر- میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کرتا- یہ سن کر اس نے وہ سب مال ساتھ لیا اور سب کو ہانکتا ہوا ساتھ لے گیا اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا-اے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی کا خیال کر کے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں اس سے ہمیں نجات دیجئے-اس پر وہ چٹان پوری ہٹ گئی اور وہ لوگ اس میں سے نکل کر اپنی راہ چلے گئے-(بخاری و مسلم)

افراغ السحاب ماءه علی حدیقة عبد صالح لله تعالی

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے ایک نیک بندے کے باغ پر بادلوں کا برسنا

(۱۵۵۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰی ذَالِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهٗ فِیْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَالِكَ الْمَاءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِیْقَتِهٖ یُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ: یَا عَبْدَاللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِیْ سَمِعَ فِی السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ یَا عَبْدَاللّٰهِ لِمَ تَسْئَلُنِیْ عَنِ اسْمِیْ؟ فَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِیْ هٰذَا مَاءُهٗ یَقُوْلُ: اِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِیْهَا فَقَالَ اَمَّا اِذَا قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَ اٰكُلُ اَنَا وَ

(۱۵۵۳) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کسی جگہ چٹیل میدان میں سفر کر رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی میں سے یہ آواز سنی کہ چل فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر-اس پر وہ بدلی ایک طرف کو چلی (یہ مسافر بھی تحقیق کرنے اسی طرف چلا) اور اس نے اپنا مینہ ایک پتھریلی زمین پر برسا کر ڈال دیا تو وہاں کی پتھریلی نالیوں میں سے ایک نالی نے اس تمام پانی کو سمیٹ لیا- یہ شخص اس کے پیچھے پیچھے ہولیا- دیکھا تو ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی ادھر اُدھر پھیر رہا ہے- اس مسافر نے اس باغبان سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام یہ ہے اور وہی نام بتایا جو مسافر نے اس بدلی کے اندر سے سنا تھا پھر اس باغبان نے اس مسافر سے پوچھا اے اللہ کے بندے تم نے میرا نام کیوں پوچھا؟ اس نے کہا یہ پانی جس بدلی سے برسا ہے میں نے اس بدلی میں ایک آواز سنی کہ اے بدلی چل فلاں کے (تیرے ہی) باغ کو سیراب کر-تو ذرا بتلا تو کیا عمل کرتا ہے (کہ اللہ کے یہاں تیرا یہ درجہ ہے)-اس نے کہا اچھا جب تم نے پوچھا ہی ہے تو سنو میں اس کی کل پیداوار کا حساب رکھتا ہوں ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال

عَيَالِىْ ثُلُثًا وَ اَرُدُّفِيْهَا ثُلُثَهٗ. (رواہ مسلم)

بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

كلام الصبيان فى مهدا مهاتهم

اللہ کے حکم سے شیر خوار بچوں کا باتیں کرنا

(۱۵۵۴) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِى الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِما الصلوٰةُ وَ السَّلَامُ وَ صَاحِبُ جُرَيْجٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ كَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهٗ وَ هُوَ يُصَلِّىْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ اُمِّىْ وَ صَلَاتِىْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَ هُوَ يُصَلِّىْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ اُمِّىْ وَ صَلَاتِىْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَ هُوَ يُصَلِّىْ فَقَالَتْ يَاجُرَيْجُ فَقَالَ اَىْ رَبِّ اُمِّىْ وَ صَلَاتِىْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلُ جُرَيْجًا وَ عِبَادَتَهٗ وَ كَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِىٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتُمْ لَاُفْتِنَنَّهٗ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِىْ اِلٰى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَ جَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَقَالَ مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِىِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ قَالَ اَيْنَ الصَّبِىُّ؟ فَجَاؤُا بِهٖ فَقَالَ دَعُوْنِىْ حَتّٰى اُصَلِّىَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ

(۱۵۵۴) حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گود کے بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔ایک تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور ایک جریج عابد والا لڑکا ہے۔قصہ یہ ہوا کہ جریج ایک عابد شخص تھا اس نے اپنی عبادت کے لیے ایک کوٹھری بنا رکھی تھی وہ ایک دن اسی میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اس نے پکارا اے جریج! جریج نے خیال کیا کیا کروں اے اللہ! ادھر خدا کی نماز کا لحاظ ادھر ماں کا لحاظ۔پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور اسی میں لگا رہا۔ماں واپس چلی گئی۔دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا یا اللہ کیا کروں۔ادھر ماں ادھر نماز۔پھر نماز ہی میں لگا رہا ماں کے بلانے پر نہیں گیا۔پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا اے اللہ ادھر ماں ادھر نماز کیا کروں؟ پھر بھی نماز ہی کی طرف متوجہ رہ گیا۔بس ماں نے جھنجھلا کر بددعا کی اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اس کو پہلے فاحشہ عورتوں سے پالا نہ پڑے۔اس کے بعد بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد وغیرہ کا شہرہ اڑنے لگا۔ایک بدکار عورت تھی جس کا حسن و جمال ضرب المثل تھا۔اس نے بنو اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اسے لبھاؤں' یہ کہہ کر وہ ایک دن اس کے پاس آئی۔ اس نے اس کی طرف نظر تک نہ اٹھائی' وہ فاحشہ عورت کھسیا کر جذبہ انتقام میں بھر گئی اور ایک گڈریئے کے پاس گئی جو اسی عبادت خانے میں سویا کرتا تھا اور اس گڈریئے کو اپنے اوپر قابو دیا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔اس سے حمل ٹھہر گیا۔جب اس نے بچہ جنا تو اس نے جریج سے انتقام لینے کے لیے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے۔بس یہ سننا تھا کہ لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کو عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور لگے اسے مارنے (کہ عابد بن کر حرام کاری کرتا ہے) جریج نے پوچھا بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو' کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا تو نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے۔جریج نے کہا

الی الصّبیّ فطعن فی بطنه و قال یا غلام من
ابوک قال: فلان الرّاعی فاقبلوا علی
جُریج رحمة اللّٰه تعالٰی علیه یقبّلونه و
یتمسّحون به و قالوا نبنی لک صومعتک
من ذهب قال لا اعیدوها من طین کما
کانت ففعلوا و بینا صبیّ یرضع من امّه
فمرّ رجلٌ راکبٌ علی دابّة فارهة و شارة
حسنة فقالت امّه اللّٰهمّ اجعل ابنی مثل هذا
فترک الثّدی و اقبل الیه فنظر الیه فقال
اللّٰهمّ لا تجعلنی مثله ثمّ اقبل علی ثدیها
فجعل یرضع فکانّی انظر الی رسول اللّٰه
صلّی اللّٰه علیه وسلّم و هو یحکی ارتضاعه
باصبعه السّبّابة فی فیه فجعل یمصّها ثمّ
قال و مرّوا بجاریة و هم یضربونها و
یقولون زنیت سرقت و هی تقول: حسبی
اللّٰه و نعم الوکیل فقالت امّه اللّٰهمّ لا
تجعل ابنی مثلها فترک الرّضاع و نظر
الیها فقال: اللّٰهمّ اجعلنی مثلها فهنالک
تراجعا الحدیث فقالت مرّ رجلٌ حسن
الهیئة فقلت اللّٰهمّ اجعل ابنی مثله فقلت
اللّٰهمّ لا تجعلنی مثله و مرّوا بهذه الامة و
هم یضربونها و یقولون زنیت سرقت
فقلت اللّٰهمّ لا تجعل ابنی مثلها فقلت
اللّٰهمّ اجعلنی مثلها قال انّ ذلک الرّجل
جبّار فقلت اللّٰهمّ لا تجعلنی مثله و انّ هذه
یقولون زنیت و لم تزن و سرقت و لم

اچھا تو وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ وہ بچہ لے کر اس کے سامنے آئے' اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو- اجازت ملی' اس نے نماز پڑھی پھر وہ جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس بچہ کے پیٹ میں انگلی چبھو کر بولا- اے بچے! تو سچ سچ بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ چند دنوں کا بچہ قدرتِ خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا- یہ کرامت دیکھ کر اب وہی لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بنا کر چھونے لگے- کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں- اس نے کہا نہیں یہ سب رہنے دو جیسا مٹی کا وہ پہلے تھا ویسا ہی بنا دو تو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا- اور تیسرا بچہ جو گود میں بولا ہے اس کا قصہ یہ ہے' ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل وصورت والا گزرا- ماں نے دعا کی کہ یا اللہ! میرے بچہ کو بس اسی سوار جیسا شاندار بنانا- بچہ نے ماں کا پستان چھوڑ کر اس سوار پر نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا نہ بنانا- یہ کہہ کر پھر پستان چوسنے اور دودھ پینے لگا- راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت نبی کریمؐ نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کے لیے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے- پھر حضورؐ نے بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بے چاری کہے جا رہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے! ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لیے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنانا- بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دیجیے گا- اس پر ماں بیٹوں میں تکرار و حجت ہونے لگی- ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لیے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچے کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر تو تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑ سے مارتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا

تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا.
(رواہ الشیخان)

ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم جابر نہ بنایئے گا اور بے چاری یہ لڑکی! لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے زنا بھی کیا ہے تو نے چوری بھی کی ہے مگر نہ اس بے چاری نے چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے تو میں نے کہا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنایئے گا۔ (بخاری و مسلم)

استجابة دعاء سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا اور اس کا قبول ہونا

(۱۵۵۵) وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا يَعْنِي بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَ اُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَالِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ وَ اَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْئَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَ يُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَ لَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَ لَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ اَنَا وَ اللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهُ وَ اَطِلْ فَقْرَهُ وَ عَرِّضْهُ

(۱۵۵۵) حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ والوں نے ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور مستجاب الدعوات عشرہ مبشرہ میں سے تھے) کی حضرت عمرؓ سے شکایت کی حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا اور ان کی جگہ حضرت عمار کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا۔ ان مفسدہ پردازوں نے ان کی دربار خلافت میں یہ شکایت کی تھی کہ یہ ٹھیک ٹھیک نماز نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے اس شکایت کی تحقیقات فرمائی اور ان کو بلا کر پوچھا کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں تو اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جیسی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی اس کے خلاف سرمو بھی نہیں کرتا عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتیں ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں اور بقیہ دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق مجھے بھی آپ سے ایسی ہی توقع تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کر دیا جو کوفہ والوں سے خود تحقیقات کریں۔ انہوں نے وہاں جا کر تحقیقات کی اور ہر ہر مسجد میں جا جا کر نمازیوں سے ان کے بارے میں سوالات کیے سب نے ان کی نیکی کی تعریف ہی کی یہاں تک کہ وہ تحقیقاتی وفد بنی عبس کی مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک شخص اسامہ بن قتادہ جس کی کنیت ابو سعدہ تھی وہ بولا اچھا جب آپ نے پوچھا ہی ہے تو سنیے کہ حضرت سعد تو نہ کسی فوج کے ساتھ جاتے تھے اور نہ انصاف سے مال برابر تقسیم کرتے تھے اور مقدمات میں انصاف بھی نہیں کرتے تھے یہ جھوٹے الزامات سن کر حضرت سعد نے غصہ میں فرمایا اچھا تو میں بھی اب تین بددعائیں کرتا ہوں اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور اس وقت میرے خلاف صرف دکھانے سنانے شہرت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے اس کی

لِلْفِتَنِ وَ كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ إِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرِ نِ الرَّاوِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فَاَنَا رَاَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَ اِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ .(رواه الشيخان)

تنگدستی بڑھادے اور اسے فتنوں میں پھنسادے- پھر اس کا یہ حال ہوا کہ وہ یہ کہتا پھرتا تھا میں ایک بوڑھا آدمی ہوں مصیبت اور فتنوں میں پھنس گیا ہوں مجھے حضرت سعد کی بددعا لگ گئی ہے- عبدالملک بن عمیر راوی حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدتوں بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کی دونوں ابرویں دونوں آنکھوں پر آپڑی تھیں اور وہ راستہ چلتی لڑکیوں کے سامنے آتا انہیں گھورتا اور انہیں آنکھیں مارتا تھا- (بخاری ومسلم)

دعاء سعدان يجعل موته في الجرح الذي اصابه ان لم يكن الحرب مقدرًا مع القريش فيما يأتي

حضرت سعدؓ کا دُعا فرمانا کہ اگر اب آئندہ زمانے میں قریش کے ساتھ جنگ مقدر نہ ہو تو انہیں اسی زخم میں موت نصیب فرمادے

(۱۵۵۶) قَالَ هِشَامٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَ اَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَ ضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ فَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَاَبْقِنِيْ لَهُمْ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَ اِنْ كُنْتَ وَ ضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَ اجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَ فِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِيْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا. (رواه البخاري)

(۱۵۵۶) ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بذریعہ حضرت عائشہؓ کے مجھ کو یہ اطلاع دی ہے کہ سعد نے (جو بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم مقرر ہوئے تھے) یہ دعا مانگی کہ الٰہی تو خوب دانا و بینا ہے کہ مجھ کو اس قوم کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ کوئی اور شے محبوب نہیں جنہوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور اس ذات اقدس کو اپنے وطن سے نکالا تھا الٰہی میرا گمان یہ ہے کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ختم کر دی ہے اب اگر قریش کے ساتھ کسی جنگ کا آئندہ امکان باقی ہو تب تو مجھ کو ان کے ساتھ جنگ کے لیے اور زندہ رکھ اور اگر یہ جنگ ختم ہو چکی ہو تو میرا زخم از سرنو ہرا کر دے اور اسی میں میری موت آجائے یہ کہنا تھا (کہ تقدیر الٰہی میں چونکہ جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور آئندہ قریش مدینہ پر چڑھ کر آنے کی ہمت ہار چکے تھے اس لیے) ان کا زخم پھٹ گیا اور اس سے خون بہہ نکلا اور اس زور سے بہا کہ صحابہ کو گھبراہٹ سب سے پہلے اسی خون سے ہوئی جو بہہ کر ان کی طرف آیا- اس وقت یہ مسجد کے ایک خیمہ میں تھے جو بنی غفار کا تھا تو سب لوگ چیخ اٹھے اے خیمہ والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے بہہ بہہ کر ہمارے پاس آرہا ہے دیکھا تو پھر سعد کا زخم تازہ ہو کر خون بہار ہا تھا- آخر اسی میں ان کی شہادت ہوگئی- (بخاری شریف)

2 دعاء سعید ابن زید علی اروٰی بنت اوس

(۱۵۵۷) عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَ ادَّعَتْ اَنَّهٗ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ اَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِىْ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهٗ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ لَا اَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَ اقْتُلْهَا فِىْ اَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَ بَيْنَمَا هِىَ تَمْشِىْ فِىْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِىْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَ فِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَ اَنَّهٗ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ اَصَابَتْنِىْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ وَ اَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِى الدَّارِ الَّتِىْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا.

اروٰی بنت اوس کے لیے سعید بن زید کا بددعا کرنا

(۱۵۵۷) حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے اروٰی بنت اوس کا جھگڑا ہوا اور وہ مروان بن الحکم کے پاس مقدمہ لے گئیں- دعویٰ یہ تھا کہ سعید بن زید نے اروٰی کی کچھ زمین دبالی ہے- سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے بھلا میں ان کی کچھ زمین داب لوں گا؟ درآنحالیکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن چکا ہوں- مروان نے پوچھا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت بھر زمین بھی زبردستی داب لے گا تو قیامت میں ساتوں طبق زمین کے اتنے حصہ کا طوق اس کی گردن میں پہنایا جائے گا- مروان نے یہ حدیث سن کر کہا اب میں آپ سے اس مقدمہ میں کوئی اور شہادت طلب نہیں کروں گا- حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بددعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پٹ کر دے اور اسے اسی کی زمین میں ہی موت دے- راوی کہتا ہے کہ جب تک وہ اندھی نہیں ہولی اسے موت نہیں آئی- دوسری بددعا یوں پوری ہوئی کہ وہ اپنی اسی زمین میں ایک دن چلی جا رہی تھی بس ایک گڑھے میں جا گری اور مرگئی- (بخاری مسلم) مسلم کی محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت میں بھی یہی مضمون ہے اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی، لوگوں سے پیسے کوڑی مانگتی پھرتی تھی اور کہتی تھی مجھے حضرت سعید کی بددعا لگ گئی ہے- اور جس زمین کے بارہ میں اس نے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مقدمہ قائم کیا تھا اسی میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزر رہی تھی کہ اچانک اس میں گر پڑی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا-

الاسد و سفینة مولٰی رسول الله صلوات الله و سلامه علیه

(۱۵۵۸) عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطَأَ الْجَيْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْ اُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَاِذَا هُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ يَا اَبَا الْحٰرِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِىْ كَيْتَ وَ كَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِىْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ. (رواه فی شرح السنة)

(۱۵۵۹) عَنْ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكِبْنَا الْبَحْرَ فِىْ سَفِيْنَةٍ فَانْكَسَرَتِ السَّفِيْنَةُ فَرَكِبْتُ لَوْحًا مِّنْ اَلْوَاحِهَا فَطَرَحَنِىْ فِىْ اَجَمَةٍ فِيْهَا اَسَدٌ فَلَمْ يَرُعْنِىْ اِلَّا بِهٖ فَقُلْتُ يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَأْطَأَ رَأْسَهٗ وَ غَمَزَ بِمَنْكِبِهٖ شِقِّىْ فَمَا زَالَ يَغْمِزُنِىْ وَ يَهْدِيْنِى الطَّرِيْقَ حَتّٰى وَ ضَعَنِىْ عَلَى الطَّرِيْقِ فَلَمَّا وَ ضَعَنِىْ عَلَى الطَّرِيْقِ هَمْهَمَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُوَدِّعُنِىْ.

(رواه الحاکم)

سفینہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیر سے آمنا سامنا

(۱۵۵۸) ابن منکدر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ روم کے ملک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوج سے کٹ گئے یا شاید قید ہو گئے وہ بھاگ کر ادھر ادھر فوج کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک شیر سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا تو سفینہ نے کہا اے شیر! میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں مجھے تو یہ یہ صورتیں پیش آ گئیں اس پر شیر اور آگے بڑھا اور وہ کچھ منمنا رہا تھا یہاں تک کہ وہ شیر سفینہ کے بغل میں آ کر کھڑا ہو گیا جب وہ کسی طرف سے کوئی آواز سنتا تو اس کی طرف رخ کرتا پھر واپس آ کر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ حضرت سفینہ نے اپنی فوج پالی پھر وہ شیر بھی واپس چلا گیا۔

(شرح السنہ)

(۱۵۵۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سمندر کے سفر میں ایک کشتی میں بیٹھے۔ اتفاق سے وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کشتی کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا اس تختہ نے مجھ کو لے جا کر خشکی کی ایک جھاڑی کے قریب ڈال دیا جس میں شیر بھی تھا اسے دیکھ کر تو مجھے خوف آنے لگا مگر میں نے شیر سے کہا اے ابو الحارث! میں سفینہ ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم۔ یہ سن کر اس نے اپنا سر جھکا دیا اور اس نے آگے بڑھتے ہوئے اپنا کندھا ہلایا۔ گویا وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے مجھے راستہ پر پہنچا دیا۔ جب وہ مجھے راستے تک پہنچا چکا تو وہ ایک بار گرجا تو میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔

(حاکم)

رفع بعض الشهداء الى السماء

(۱۵۶۰) عَنْ عُرْوَةَ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَ أُسِرَ عَمْرو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ هٰذَا فَاَشَارَ اِلٰى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ اُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ ابْنُ فُهَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَاقُتِلَ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى اِنِّيْ لَا نْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ الخ و فی ص ۵۸۴ من البخاری قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَبْدِاللّٰهِ اَبِيْ جَابِرٍؓ لَا تُبْكِيْهِ اَوْ مَا تُبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

بعض شہداء کا آسمان پر اُٹھالیا جانا

(۱۵۶۰) عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیر معونہ کے واقعہ میں نقل کرتے ہیں کہ جب اس میں شہادت کا بازار گرم ہوا تو عامر ابن الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون صاحب ہیں- اس پر عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ یہ عامر بن فہیرہ ہیں انہوں نے کہا میں نے اس لیے دریافت کیا تھا کہ شہادت کے بعد میں نے بچشم خود معائنہ کیا کہ ان کا جسدِ مبارک آسمان کی طرف اتنی دیر تک اٹھایا گیا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان مجھ کو نظر آتا رہا' تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر لا کر رکھ دیا گیا- اسی قسم کا واقعہ جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کے متعلق ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر گریہ و زاری نہ کرو' فرشتے اپنے بازوؤں کا ان پر اس وقت تک سایہ کیے رہے یہاں تک کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے-

قول حرام لما طعن يوم بئر معونة

(۱۵۶۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعَهُ يَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حِرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَ كَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهِ وَ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ. (رواہ البخاری)

حضرت حرامؓ اور ان کے نیزہ لگنے کے بعد ان کا قول

(۱۵۶۱) انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے میں نے خود سنا ہے کہ ''بیر معونہ'' کے غزوہ میں حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو رشتہ میں ان کے ماموں لگتے تھے جب نیزہ لگ کر پار ہو گیا تو انہوں نے خارج شدہ خون لے کر اپنے منہ اور سر پر مل کر (ایک ہیئتِ محمودہ کے باقی رکھنے کے لیے) فرمایا رب کعبہ کی قسم میرا کام تو بن گیا-

---

(۱۵۶۰)* ان دونوں واقعات میں آسمان پر اٹھائے جانے کی تصریح جو بچشم خود دیکھنے والا ہے وہ ان کو ایک کرامت کے طور پر نقل کرتا ہے- اب آپ کا دل جو چاہے ان کی تاویلات کرتا پھرے- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا سوال تو اب جدید واقعات کے سامنے لغو ثابت ہو چکا ہے اور عنقریب ان کے نزول کے بعد تو ختم ہی ہو جانے والا ہے- وَمَا قَدَرُ و اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه - زیادہ کیا لکھا جائے- مسلمانوں کے ایمان و اسلام کا نوحہ کس سے کیا جائے- جو قوم معجزات و کرامات کی تاریخ کبھی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرتی تھی اب وہی اس میں شبہات نکالتی نظر آ رہی ہے- اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ -

(۱۵۶۱) * ذرا اس کرامت پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ وہ قلب کتنے پاکیزہ ہوں گے جو راہِ خدا میں زخم کھا کر مزے لے لے کر بقول اکبر الہ آبادی فرما رہے ہوں ؎

وہ کم ہیں تڑپنے میں جنہیں آتی ہو لذت ۔۔۔ یوں آپ کی شمشیر کے بسمل تو بہت ہیں ۔۔۔۔۔

ابو طلحه و تغشي النعاس اياه يوم احد

(۱۵۶۲) عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِیْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِیْ مِنْ يَدِیْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَ اٰخُذُهٗ وَ يَسْقُطُ وَ اٰخُذُهٗ. (رواه البخاری ص ۵۸۲)

غزوۂ احد میں ابوطلحہ پر نیند طاری ہو جانے کا واقعہ

(۱۵۶۲) ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جن لوگوں پر نیند طاری ہوئی ان میں سے ایک میں بھی تھا حالت یہ تھی کہ میرے ہاتھ سے تلوار بھی گری جاتی تھی وہ گرتی اور میں اس کو اٹھاتا اور پھر گرتی اور میں پھر اس کو اٹھاتا- (بخاری شریف)

الحفظ عن الجن و الشياطين

(۱۵۶۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَ قُلْتُ وَ اللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِيَالٌ وَ لِیْ حَاجَةٌ

جن اور شیاطین سے حفاظت

(۱۵۶۳) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کے مال کی نگرانی کرنے پر میری تعیناتی فرمادی- میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے آ کر اپنے لپ بھر بھر کر اس مال میں سے چرانا شروع کیا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا تا کہ اس چوری کی سزا ملے' اس پر وہ (خوشامدانہ طریق پر) کہنے لگا کہ میں بہت محتاج یعنی مستحق زکوٰۃ آدمی ہوں اور بال

ﷺ ..... یہاں دیکھیے وہ خون جس پر ناپاکی کا حکم لگایا جا سکتا ہے ''حرام'' کس مزے سے اس کو اپنے منہ اور سر پر مل کر کیا فرماتے جاتے ہیں اور مرتے مرتے وہ کلمہ فرماتے ہیں جو ان جیسے ہوشمند کے منہ سے ہی نکل سکتا ہے- یہ ہیں وہ لوگ جن کے کام راہِ خدا میں زخم کھا کر بنا کرتے تھے- کسی کرامت کے مقابل اس کرامت کو رکھا جا سکتا ہے- مگر وہ نظریں کم ہیں جو ان کرامتوں کی طرف اٹھتی ہوں- اس کرامت کی قدر وہی کر سکتے ہیں جو حب الٰہی کا کچھ نشہ رکھتے ہوں- آں کہ چشد داند-

(۱۵۶۲) ✽ عین جنگ کے حال میں نیند کا آنا بھی ایک کرشمہ قدرت تھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا اور یہاں ایک جلیل القدر صحابی صرف اس اعجاز کی تصدیق کے لیے نہیں بلکہ کرامت کے طور پر اس کو ذکر کر رہا ہے کہ میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھا جن کے ساتھ یہ عجیب واقعہ پیش آیا ورنہ جنگ اور وہ بھی ہزیمت کی جنگ میں کبھی نیند آ سکتی ہے مگر نیند کے مارے میرا حال یہ تھا کہ میرے ہاتھوں سے میری تلوار تک چھوٹ کر گر گر پڑتی تھی-

(۱۵۶۳) ✽ عالم روحانیات کے عجائبات ہیں یہاں جن انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا اور اس کی گرفتاری اور چوری کا واقعہ بھی ثابت ہوا خواہ اس میں ابوہریرہ کی روحانیت کا دخل ہو یا اس شیطان کے ضعف کا مگر اس ایک واقعہ کو پڑھنے والے یہ اندازہ کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں واقعات کی نوعیت کیا تھی اور آپ کی نبوت کا اثر شیاطین پر کیا تھا اور آیۃ الکرسی کا اثر اس وقت کیا تھا اور اب کیا ہے اور کیوں؟ اور آیۃ الکرسی کے خصائص کہاں سے معلوم ہوئے- ان سب کے علاوہ دنیوی انتظام پھر اس میں افسر متعلقہ کا اختیار اور آپ کی خدمت میں اطلاع اس پر آپ کا اس کے کذب پر تین دن تک مطلع فرماتے رہنا مگر مستحق زکوٰۃ کو نہ روکنا اور تین بار کا خاص عدد ملحوظ رکھنا اور تیسری بار کسی عذر کی سماعت نہ کرنا' یہ اور اس کے علاوہ بعض عمیق دقائق اور ہیں جو اس وقت قابل اشارہ بھی نہیں-

شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ فَاِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَدَعْنِيْ فَاِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَيَّ عِيَالٌ وَ اَنِّيْ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ اَمَا قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَ لَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ

بچے دار ہوں- مجھے اس پر رحم آ گیا اور اس کو چھوڑ دیا- صبح کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود یہ سوال کیا کہو ابو ہریرہ وہ شب والا تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے جو بات تھی عرض کر دی کہ اس نے اپنی حاجت اور بچوں کا ذکر کیا تو میں نے رحم کھا کر اس کو چھوڑ دیا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا- میں نے یقین کر لیا کہ آج وہ ضرور پھر آئے گا کیونکہ آپ یہ ارشاد فرما چکے تھے کہ وہ پھر آئے گا- چنانچہ میں نے اس کی آمد کا انتظار کیا تو جیسا فرمان ہوا تھا وہ آیا پھر وہی حرکت شروع کر دی- میں نے پھر اس کو پکڑ کے آپؐ کے سامنے پیشی کے لیے کہا اس نے پھر وہی اپنی حاجت مندی اور بچوں کی شکایت کی آخر مجھ کو پھر رحم آ گیا اور میں نے پھر اس کو رہا کر دیا- صبح کو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہو ابو ہریرہ وہ رات والا قیدی کدھر گیا؟ میں نے جو بات تھی وہ عرض کر دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنی بڑی ضرورت اور عیال داری کا اظہار کیا- میں نے رحم کھا کر اس کو پھر رہا کر دیا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر آئے گا اور اس نے جو کہا جھوٹ بکا- میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد وہ ضرور آئے گا چنانچہ تیسری بار میں نے اس کا پھر انتظار کیا' اس نے آ کر پھر وہی حسب معمول حرکت شروع کر دی میں نے پھر اس کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ اب تین بار ہو چکا اب میں تجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور پیش کر کے رہوں گا تو ہر بار نہ آنے کا وعدہ کر لیتا ہے اور پھر آ جاتا ہے وہ بولا اب تو مجھے معاف کر دو اور میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں جو تم کو نفع بخش ہوں گے میں نے کہا بتاؤ- اس نے کہا بستر پر لیٹتے وقت آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کر- اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ' الخ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح تک ایک فرشتہ تم پر نگران مقرر رہے گا اور تمہارے پاس شیطان نہ پھٹک سکے گا اور اس پر میں نے اس کو رہا کر دیا صبح کو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت حال دریافت کی میں نے عرض کی کہ وہ بڑی معذرت کے بعد یہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو تو میں تم کو چند کلمات ایسے بتاؤں گا

اَنَّہٗ یُعَلِّمُنِیْ کَلِمَاتٍ یَنْفَعُنِی اللّٰہُ بِہٖ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ قَالَ مَا ھِیَ قَالَ قَالَ لِیْ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَأْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِھَا حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَۃَ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ قَالَ لِیْ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَ لَا یَقْرُبُکَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ وَ کَانُوْا اَحْرَصَ شَیْءٍ عَلَی الْخَیْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّہٗ قَدْ صَدَقَکَ وَ ھُوَ کَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْثَلٰثِ لَیَالٍ یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ قَالَ لَا قَالَ ذَاکَ شَیْطَانٌ. (رواہ البخاری)

جوتم کونفع دیں میں نے وہ کلمات اس سے پوچھے تو اس نے سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کے لیے بتایا اور یہ کہا کہ اس کے اثر سے صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک فرشتہ نگران رہے گا اور کوئی شیطان تمہارے پاس نہ پھٹک سکے گا۔ اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایسی اچھی اچھی باتوں کی بڑی حرص رہا کرتی تھی اور اس لیے میں نے یہ سن کر اس کو رہا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بالکل سچ کہا مگر ہے وہ سخت جھوٹا' اس کے بعد فرمایا ابو ہریرہؓ جانتے بھی ہو تین راتوں سے یہ باتیں کس کے ساتھ کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی جی نہیں فرمایا کہ دراصل یہ شیطان تھا۔

(بخاری شریف)

شھادۃ خبیب وعاصم رضی اللہ عنھما

حضرت خبیبؓ اور حضرت عاصمؓ کی شہادت کا واقعہ

(۱۵۶۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَرِیَّۃً عَیْنًا وَ اَمَّرَ عَلَیْھِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَ ھُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَ مَکَّۃَ ذُکِرُ وْالِحَیٍّ مِنْ ھُذَیْلٍ یُقَالُ لَھُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَتَبِعُوْھُمْ بِقَرِیْبٍ مِنْ مِائَۃِ رَامٍ فَاقْتَفَوْا اٰثَارَھُمْ حَتّٰی اَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوْہُ فَوَجَدُوْا فِیْہِ نَوٰی تَمْرٍ تَزَوَّدُوْہُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالُوْا ھٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَتَبِعُوْا اٰثَارَھُمْ حَتّٰی لَحِقُوْھُمْ فَلَمَّا انْتَھٰی عَاصِمٌ وَ اَصْحَابُہٗ

(۱۵۶۴) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بنا کر جاسوسی کے لیے بھیجا اور اس پر عاصم ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا' یہ عاصم بن عمرؓ کے دادا لگتے ہیں۔ لشکر کا یہ دستہ چلتے چلتے جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچا تو بنولحیان کو جو ہذیل کے خاندان سے تھے ان کی خبر کی گئی انہوں نے سو آدمی تیرانداز ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب وہ ایک منزل پر پہنچے تو وہاں اتر کر کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں پڑی ہوئی پائیں جو یہ لوگ مدینہ طیبہ سے اپنے راشن میں لے گئے تھے بس ان کو دیکھ کر یہ لوگ تاڑ گئے کہ یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں اور ہو نہ ہو اسی راستے سے ان کا گذر ہوا ہے لہٰذا ان کے پیچھے چل دیئے یہاں تک کہ ان کو جا پکڑا۔ عاصم نے یہ دیکھ کر اپنے رفقاء کے ساتھ ایک پست زمین کی آڑ لی۔ ان لوگوں نے آ کر عاصم اور ان کے ساتھیوں کا گھیرا ڈال لیا اور ان کے

(۱۵) ✽ حضرت خبیبؓ کے اس واقعہ میں کتنی کتنی کرامات بلکہ معجزہ کا ظہور ہے جن کو دیکھنے کے لیے نظر عبرت درکار ہے۔ (۱) جو لوگ اپنے عہد کے بڑے پابند تھے ان کافروں نے کس طرح عہد شکنی کی؟ پھر دوسرے کفار کے معاہدوں پر اعتماد کر بیٹھنا کتنی بڑی عظیم الشان غلطی ہے۔ ایک صحابی شروع سے ان کے چکموں میں نہ آ سکے اور جنہوں نے اس کو ایک قابل اعتماد رسم سمجھی تھی انہوں نے ان کی بات مان کر اس کا خمیازہ بھگتنا تھا بھگتا۔ (۲) اب حضرت خبیبؓ کی راست بازی اور دیانت کو ملاحظہ فرمایئے کہ فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس بچہ کو قتل بقیہ .....

لَجَئُوْا اِلٰی فَدْفَدٍ وَجَاءَ الْقَوْمُ فَاَحَاطُوْا بِهِمْ فَقَالُوْا لَكُمُ الْعَهْدُ وَ الْمِيْثَاقُ اِنْ نَزَلْتُمْ اِلَيْنَا اَلَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ. اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَكَ فَقَاتَلُوْهُمْ فَرَمَوْهُمْ حَتّٰى قَتَلُوْا عَاصِمًا سَبْعَةَ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَ بَقِيَ خُبَيْبٌ وَ زَيْدٌ وَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَ الْمِيْثَاقَ فَلَمَّا اَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَ الْمِيْثَاقَ نَزَلُوْا اِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ حَلُّوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِيْ مَعَهُمَا هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ فَاَبٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوْهُ وَ عَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوْهُ وَ انْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَ زَيْدٍ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرٰى خُبَيْبًا بَنُو الْحٰرِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَ كَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحٰرِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا حَتّٰى اِذَا اَجْمَعُوْا قَتْلَهٗ اِسْتَعَارَ مُوْسٰى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِيْ فَدَرَجَ اِلَيْهِ حَتّٰى اَتَاهُ فَوَضَعَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ فَلَمَّا رَاَيْتُهٗ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّيْ وَ فِيْ يَدِهِ الْمُوْسٰى فَقَالَ

ساتھ عہد کیا کہ اگر تم کسی جھگڑے کے بغیر آج سامنے آ جاؤ تو ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی قتل نہ کریں گے- اس پر عاصم بولے میں تو کافروں کے عہد میں آنا نہیں چاہتا- اور یوں دعا کی الٰہی اپنے رسول کو ہمارے حال کی خبر کر دے- اس کے بعد ان لوگوں نے جنگ اور تیراندازی شروع کر دی یہاں تک کہ عاصم مع سات آدمیوں کے تیروں سے شہید ہو گئے خبیبؓ اور زیدؓ اور ایک شخص اور تھا ان تینوں نے کافروں کے عہد میں آنا قبول کر لیا- جب انہوں نے پورا پورا عہد کر لیا تو یہ ان کے پاس آ اترے- جب کافران پر قابض ہو گئے تو انہوں نے انہی کی کمانوں کی تانتیں اتار کر انہیں سے باندھ لیا- تیسرے شخص نے کہا جو ان دو کے ساتھ تھا کہ یہ پہلی غداری ہے اس لیے اس نے اس بات سے صاف انکار کر دیا کہ ان کے ساتھ چلے کافروں نے کھینچ کر اس پر زور دیا کہ ان کے ساتھ چلے مگر اس شخص نے نہ مانا اس لیے انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا- اب رہے خبیبؓ اور زیدؓ تو صرف ان دونوں کو لے کر کفار چلے اور ان کو مکہ مکرمہ کے بازار میں لا کر بیچ دیا- خبیب کو بنوالحارث بن عامر نے خرید لیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان ہی خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا' یہ خبیبؓ بنوالحارث کے پاس قیدی بن کر رہے یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے ان کے قتل کر ڈالنے کا پختہ مشورہ کر لیا تو خبیبؓ نے بنات حارث سے زیر ناف صاف کرنے کے لیے استرا عاریتاً مانگا- ایک عورت نے سادگی میں استرا لا کر ان کو دے دیا- وہ عورت کہتی ہے کہ اس کا ایک بچہ کہیں اس کی غفلت سے گھسٹتا گھسٹتا ان کے پاس جا پہنچا- انہوں نے اس کو اٹھا کر اپنی ران کے اوپر بٹھا لیا- میں نے جب یہ دیکھا تو میں گھبرا گئی (کہ کہیں یہ اس کو قتل نہ کر ڈالیں) استرا تو ان کے ہاتھ میں موجود ہی تھا- میری یہ گھبراہٹ دیکھ کر خبیبؓ نے کہا' کیا تم کو میری جانب سے اس کا خطرہ ہے کہ میں اس معصوم بچے کو قتل

﴿بقیہ﴾ ..... کرنے کی بجائے بڑے آرام سے اپنے زانو پر بٹھا لیا اور ان بزدلوں کو اطمینان دلایا کہ یہ خبیبؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اب کوئی دوسرا خبیب ہو چکا ہے محض کسی جذبۂ انتقام سے کوئی بات خلاف شریعت کر سکے یہ ممکن نہیں- (۳) پھر یہ کتنی بڑی کرامت ہے جو اگر ان کی زبانی ادا ہوتی تو متردوں کو یہاں تردد کرنے کی کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر یہاں تو آمادۂ قتل اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہیں کہ ہم نے بے موسم میوہ جات ان کو کھاتے مشاہدہ کیا اور ہمارا یقین ہے کہ اس رب نے ان کو یہ رزق غیب سے پہنچایا تھا جس نے حضرت مریمؑ کے ﴿بقیہ﴾ .....

اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذَاكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ كَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَاَيْتُهُ يَاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَ مَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَ اِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَ مَا كَانَ اِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ لَا اَنْ تَرَوْا اَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا (وَ اقْتُلْهُمْ بَدَدًا) وَ لَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ:

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذَالِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ يَّشَاءُ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْ صَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعٖ

ثُمَّ قَامَ اِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَ بَعَثَتْ قُرَيْشٌ اِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهٖ يَعْرِفُوْنَهُ وَ كَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ

کر دوں گا؟ ایسا جرم مجھ سے نہیں ہو سکتا انشاء اللہ تعالیٰ اس عورت نے کہا کہ میں نے اس قیدی سے بڑھ کر بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا- میں نے اس کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے بچشم خود دیکھا ہے حالانکہ اس موسم میں انگوروں کا مکہ مکرمہ میں کہیں نام و نشان نہ تھا- ادھر وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے کہیں جا کر خود لا بھی نہیں سکتے تھے پھر اس کے علاوہ اور صورت کیا سمجھی جا سکتی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کو کھلاتا تھا (جیسے بے موسم پھل حضرت مریم علیہا السلام کو ملا کرتے تھے) اس کے بعد حضرت خبیبؓ کو انہوں نے حرم سے باہر نکالا تا کہ ان کو قتل کر سکیں (حرم کے اندر یہ ممکن نہ تھا) (اس وقت حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دو رکعتیں نماز پڑھ لینے دو' نماز کے بعد ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا! اگر تم لوگوں کو یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا کہ میں کہیں اپنی موت سے گھبراہٹ میں دیر کر رہا ہوں تو یہ رکعتیں اور لمبی پڑھتا- اس واقعہ کی بنا پر خبیبؓ پہلے وہ شخص تھے جو قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا طریقہ ڈال گئے' اس کے بعد یہ دعا مانگی' الٰہی ان غداروں کو چن چن کر مار' پھر یہ اشعار پڑھے۔

جب میں مسلمان مروں تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں
کہ میری موت راہ مولیٰ میں کس کروٹ پر آتی ہے
یہ بات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے کہ اگر وہ چاہے
تو پور پور شدہ ہڈیوں میں برکت عطا فرمائے

اس کے بعد عقبہ بن الحارث نے کھڑے ہو کر حارث کے بدلے میں ان کو قتل کر دیا- ادھر قریش نے لوگ روانہ کیے کہ اگر ہو سکے تو وہ عاصمؓ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں تا کہ وہ اس کو شناخت کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر سکیں مگر حفاظت الٰہی نے ان کا بال بھی بیکا ہونے نہ دیا- یہی عاصمؓ وہ تھے جنہوں نے جنگ بدر میں ان کی بڑی بڑی شخصیتوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی

ﷺ..... پاس بے موسم میوے دیکھ کر اس سوال پر مجبور کر دیا تھا "یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا" (۴) یہاں یہ بات قابل یادداشت ہے کہ حضرت خبیبؓ کو اس کے تذکرہ کرنے کی طرف کوئی توجہ نظر نہیں آتی- انہیں شوق اٹھتا ہے تو صرف تھوڑی سی جبہہ سائی کا- (۵) موت فطرۃً ایک دہشت کی چیز ہے مگر ایک مسلمان کو وہ اتنی پیاری ہے کہ اس کے شوق میں ان کو نمازوں کا طول دینا بھی پسند نہیں ہوتا' یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہاں جبہہ سائی کی سنت ان کو زیادہ پیاری تھی یا جام شہادت پینے کا شوق زیادہ پیارا تھا یہ معجزہ کچھ کم ہے کیسی قوم کو کیسا بنا دیا- (۶) یہ اسی کے رموز ہیں وہی جانے کہ عاصمؓ کو تو شہادت کا جام پلا دیا جائے اور ان کے مقدس جسم کی ایسی محیر العقول طرح نگرانی کی جائے اور دشمنوں ﷺ.....

يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ. (رواه البخاري ص ٥٨٦ و قلمر في البخاري على ص ٤٢٧ بتغير يسير)

حفاظت یوں کی کہ ایک مکھیوں کا چھتہ سائبان کی طرح ان کے جسم پر مسلط کر دیا جن کی وجہ سے وہ ان کے جسم کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ (بخاری شریف)

استنارة العصا في ظلام الليل

اندھیری رات میں عصا کا روشن ہو جانا

(١٥٦٥) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَ اَحْسِبُ الثَّانِيَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَ مَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ.

(۱۵۶۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے نکلے ایک کا نام ''عباد بن بشر'' تھا اور دوسرے کا نام جہاں تک میرا خیال ہے ''اسید بن حضیر'' تھا۔ رات بہت تاریک تھی مگر خدا کی قدرت کہ ان کے ساتھ ساتھ چراغوں کی طرح کی دو چیزیں ان کے آگے آگے روشنی دکھاتی ہوئی چلی جا رہی تھیں۔ پھر جب دونوں اپنے اپنے گھروں کی طرف الگ ہونے لگے تو وہ روشنیاں بھی ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئیں یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بخاری شریف)

(رواه البخاري) و ذكر الشيخ بدر العيني انه و قع مثله عن قتادة بن النعمان و ابي عبس و محمد بن حمزة بن عمرو الاسلمي من اضاءة الاصابع و العصي في زمن النبي صلى الله عليه وسلم ثم ذكر عن الشيخ حسام الدين الرهاوي مثله (العمدة ج٢ ص ٤٣٢)

لله ..... کی آرزوئیں خاک میں ملا ڈالی جائیں اور ان کے جسم تک دشمن پہنچنے کی ہمت ہی نہ کر سکیں۔ (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع غیبی طریقہ پر دی جاتی بھی ایک کرشمہ غیبی نہیں تو اور کیا تھا نہ تار نہ ٹیلیفون' نہ لاسلکی سے کوئی خبر کرنے والا موجود' ہاں وہ موجود تھا جو جہان بھر ان سب اشیاء کی خلقت کا الہام کرنے والا تھا۔

(۱۵۶۵) ٭ امام بخاریؒ نے احکام مساجد میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ہمارے مجتبائی نسخہ میں یہاں ان دونوں شخصوں کا نام حسب سابق موجود ہے پھر ابواب المناقب میں جا کر ان دونوں صحابیوں کے نام کے ساتھ ایک باب باندھا ہے اور اس روایت میں بھی ان دونوں کا نام ذکر کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے بھی باب الکرامات میں اس واقعہ کو کچھ فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں اتنی تفصیل اور ہے کہ یہ دونوں شخص کسی ضرورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ گئے تھے ان کے ہاتھوں میں دو چھڑیاں تھیں جب یہ رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کی چھڑی روشن ہو گئی پھر جب ہر ایک کا راستہ الگ الگ پھٹنے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی اور اس طرح تاریک شب میں یہ دونوں شخص روشنی میں اپنے اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔

تعجب ہے کہ جب ان دونوں شخصوں کے نام خود بخاری شریف مجتبائی میں موجود ہیں اور اپنے ناموں کے ساتھ باب المناقب میں موجود ہیں پھر ان کو صاحب مشکوٰۃ شریف (مجتبائی) نے بھی باب الکرامات میں اپنے ناموں کے ساتھ ذکر کر دیا ہے اور اس کی نسبت کتاب بخاری شریف کی طرف کی ہے تو پھر یہاں بعض سیرت نگاروں نے باہر کی کتاب کی مدد سے نام متعین کرنے کی جو زحمت اٹھائی اس کی ضرورت کیا تھی۔ محدثین کے نزدیک یہ طریقہ بہت معیوب ہے کیونکہ یہ فن حدیث کے ساتھ عدم اشتغال کا مشعر ہے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ نے اسی قسم کے چند دوسرے واقعات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جن کو ہم نے عربی عبارت میں اوپر لکھ دیا ہے مگر ان میں سے ایک واقعہ بھی صحابہؓ کے درمیان نہ کبھی معرض بیان و تکرار میں آیا نہ کچھ تعجب خیز سمجھا گیا' نہ اس کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت سمجھی گئی بلکہ ان سب واقعات کو صاف اور سیدھے طریقے پر سن کر تسلیم کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الامام المهدی

حضرت امام مہدی کی احادیث مطالعہ فرمانے سے قبل ان کا مختصر تذکرہ معلوم کر لینا ضروری ہے- حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

حضرت امام مہدی کا نام ونسب اور ان کا حلیہ شریفہ ٭ حضرت امام مہدی سید اور اولادِ فاطمہ زہرا ؓ میں سے ہیں- آپ کا قد وقامت قدرے لانبا' بدن چست' رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے مشابہ ہوگا- نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے- آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبداللہ' والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا' زبان میں قدرے لکنت ہوگی جس کی وجہ سے تنگدل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے- آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا- سید برزنجیؒ اپنے رسالہ الاشاعت میں تحریر کرتے ہیں کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایات میں کہیں نہیں ملا-

آپ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج شاہ روم اور مسلمانوں میں جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا ٭ آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب وشام میں ابوسفیان[1] کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا- جو سادات کو قتل کرے گا- اس کا حکم ملکِ شام ومصر کے اطراف میں چلے گا اس درمیان میں بادشاہِ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی- لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا- بادشاہِ روم دار الخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں پہنچ جائے گا اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خون ریز جنگ کے بعد فریق مخالف پر فتح پائے گی- دشمن کی شکست کے بعد موافق فریق میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب غالب ہوگئی اور اسی کے نام سے یہ فتح ہوئی- یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا نہیں دین اسلام غالب ہوا اور اسی کی وجہ سے یہ فتح نصیب ہوئی- یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لیے پکاریں گے جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی-

بادشاہِ اسلام شہید ہو جائے گا- عیسائی ملک شام پر قبضہ کر لیں گے اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے

---

[1] حسب بیان سید برزنجی یہ شخص خالد بن یزید بن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا- امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام عروہ تحریر فرمایا ہے- سید برزنجی نے اپنے رسالہ الاشاعت میں اس کا حلیہ اور اس کے دور کی پوری تاریخ تحریر فرمائی ہے مگر اس کا اکثر حصہ موقوف روایات سے ماخوذ ہے اسی لیے ہم نے شاہ صاحبؒ کے رسالہ سے اس کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے امام قرطبیؒ نے بھی امام مہدی کے دور کی پوری تاریخ نقل فرمائی ہے- تذکرہ قرطبی گو اس وقت دستیاب نہیں مگر اس کا مختصر مؤلفہ امام شعرانی عام طور پر ملتا ہے قابل ملاحظہ ہے- سید برزنجی کے رسالہ میں امام مہدی کے زمانہ کے مفصل اور مرتب تاریخ کے علاوہ اس بات کی مختصر حدیثوں میں جمع وتطبیق کی پوری کوشش کی گئی ہے لیکن چونکہ اس باب کی اکثر روایات ضعیف تھیں اس لیے ہم نے ان کے درمیان تطبیق نقل کرنے کی چنداں اہمیت محسوس نہیں کی-

گی باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ سے قریب ہے) پھیل جائے گی- اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہیے تا کہ ان کے ذریعہ سے یہ مصیبتیں دور ہوں- اور دشمن کے پنجے سے نجات ملے-

امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا ٭ حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں' مکہ معظمہ چلے جائیں گے- اس زمانے کے اولیائے کرام اور ابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے- بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے- حضرت مہدی علیہ السلام رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپ کو مجبور کر کے آپ سے بیعت کر لے گی- اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گذشتہ ماہِ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا- اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی- "**ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوا لہ و اطیعوا**" اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے- بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی- خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی- شام و عراق اور یمن کے اولیائے کرام و ابدال عظام آپ کی صحبت میں اور ملکِ عرب کے لاتعداد لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے (جس کو 'تاج الکعبہ' کہتے ہیں) نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے-

خراسانی سردار کا حضرت امام مہدی کی اعانت کے لیے فوج روانہ کرنا اور سفیانی کے لشکر کا ہلاک و تباہ ہو جانا ٭ جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان سے ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لیے روانہ ہوگا- جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کر دے گا- اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی- وہ سفیانی (جس کا ذکر اوپر گذر چکا) اہل بیت کا دشمن ہوگا اس کی ننھیال قوم بنوکلب ہوگی- حضرت امام مہدی کے مقابلہ کے واسطے اپنی فوج بھیجے گا- جب یہ فوج مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ اس فوج کے نیک و بد سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہوگا- ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا اور دوسرا سفیانی کو- عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال سن کر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کے جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے-

عیسائیوں کا مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے اجتماع اور امام مہدی کے ساتھ خون ریز جنگ اور آخر میں امام مہدی کی فتح مبین ٭ اور اپنے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر امام مہدی علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے شام میں جمع ہو جائیں گے ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے- اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار سپاہ ہوگی (جس کی کل تعداد ۸،۴۰،۰۰۰ ہوگی) حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے- دمشق کے پاس آ کر عیسائیوں کی فوج سے مقابلہ ہوگا- اس وقت حضرت امام مہدی کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے- ایک گروہ تو نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا' خداوند کریم ان کی توبہ

ہرگز قبول نہ فرمائے گا- باقی فوج میں سے کچھ تو شہید ہوکر بدر و احد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے اور کچھ بتوفیق ایزدی فتح یاب ہوکر ہمیشہ کے لیے گمراہی اور انجام بد سے چھٹکارا پالیں گے- حضرت امام مہدی دوسرے روز پھر نصاریٰ کے مقابلہ کے لیے نکلیں گے اس روز مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کر کے نکلے گی کہ یا میدان جنگ فتح کریں گے یا مر جائیں گے یہ جماعت سب کی سب شہید ہو جائے گی- حضرت امام مہدی باقی ماندہ قلیل جماعت کے ساتھ لشکر میں واپس آئیں گے- دوسرے دن پھر ایک بڑی جماعت یہ عہد کرے گی کہ فتح کے بغیر میدان جنگ سے واپس نہیں آئیں گے یا مر جائیں گے- اور حضرت امام مہدی کے ہمراہ بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کریں گے اور آخر یہ بھی جام شہادت نوش کریں گے- شام کے وقت حضرت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ لوٹیں گے- تیسرے روز اسی طرح ایک بڑی جماعت قسم کھا کر نکلے گی اور وہ بھی شہید ہو جائے گی اور حضرت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئیں گے- چوتھے روز حضرت امام مہدی رسدگاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے پھر نبرد آزما ہوں گے- یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی مگر خداوند کریم ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا- عیسائی اس قدر قتل ہوں گے کہ باقیوں کے دماغ سے حکومت کی بو نکل جائے گی اور بے سروسامان ہوکر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگ جائیں گے- مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے اس کے بعد حضرت امام مہدی بے انتہاء انعام واکرام اس میدان کے شیروں جان بازوں پر تقسیم فرمائیں گے مگر اس مال سے کسی کو خوشی حاصل نہ ہوگی- کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان و قبیلے ایسے ہوں گے جن میں فی صدی صرف ایک ہی آدمی بچا ہوگا- اس کے بعد حضرت امام مہدی بلادِ اسلام کے نظم و نسق اور فرائض و حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے' چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے اور ان مہمات سے فارغ ہوکر فتح قسطنطنیہ کے لیے روانہ ہو جائیں گے-

ستر ہزار فوج کے ساتھ امام مہدی کی فتح قسطنطنیہ کے لیے روانگی اور ایک نعرۂ تکبیر سے شہر کا فتح ہو جانا ✲ بحیرۂ روم کے کنارے پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحٰق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لیے جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں مقرر فرمائیں گے- جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل نام خدا کی برکت سے یکا یک گر جائے گی- مسلمان ہلا کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے- سرکشوں کو ختم کر کے ملک کا انتظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے- ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گذرے گا- امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نکل آیا اور مسلمانوں کو تباہ کر رہا ہے-

حضرت امام مہدی کا دجال کی تحقیق کے لیے ایک مختصر دستہ روانہ فرمانا اور ان کی افضلیت کا حال ✲ اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپ اور قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں- وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے- لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ ہوکر معلوم کر لیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے- پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے اس میں کچھ عرصہ نہ گذرے گا کہ دجال ظاہر

ہو جائے گا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے حضرت امام مہدی دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے اور اسباب حرب و ضرب تقسیم کرتے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُترنا اور اس وقت کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا ✱ لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔ آپ اس کے ذریعہ سے نازل ہو کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع و خوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لیے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتداء کریں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے کہ یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا۔ میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے۔

حضرت امام مہدی کے عہد خلافت کی خوش حالی اور اس کی مدت اور ان کی وفات ✱ تمام زمین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل و انصاف سے (بھر جائے گی) منور و روشن ہو جائے گی۔ ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہو گی۔ تمام لوگ عبادت و طاعت الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے۔ آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہو گی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں۔ آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ و جدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہو گی۔ بعد ازاں امام مہدی علیہ السلام کی وفات ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازے کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ جائیں گے۔[1] (رسالہ علاماتِ قیامت مؤلفہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ)

---

[1] اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ شاہ صاحب موصوف نے یہ تمام سرگذشت گو حدیثوں کی روشنی ہی میں مرتب فرمائی ہے جیسا کہ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے مگر واقعات کی ترتیب اور بعض جگہ ان کی تعیین یہ دونوں باتیں خود حضرت موصوف ہی کی جانب سے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کیے گئے ہیں خواہ وہ گذشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے ان کا اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں بلکہ حسب مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آ گیا ہے پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے تو بعض مقامات پر کبھی اس کی کوئی درمیانی کڑی نہیں ملتی۔ کہیں ان کی ترتیب میں شک و شبہ رہ جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ غور یہ کرنا چاہیے کہ جب قرآن و حدیث کا اسلوبِ بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے؟ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب صاحب شریعت نے خود بیان ہی نہیں فرمائی تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے۔ لہٰذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کر لی گئی ہے تو اس پر جزم کیوں کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن سے قائم کی ہے حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جو قرآنی اور حدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں اس لیے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھایا جائے اس کو کتاب و سنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ ہی کا انکار کر ڈالنا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ نہیں یہ ایک مؤرخ کا وظیفہ ہے۔ للہ .....

یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے حتی کہ امام ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب ہی علیحدہ قائم کر دیا- ان کے علاوہ وہ ائمہ حدیث جنہوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کی ہیں ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں: امام احمد' البزار' ابن ابی شیبہ' الحاکم' الطبرانی' ابویعلی موصلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ- جن جن صحابہ کرامؓ سے اس باب میں روایتیں ذکر کی گئی ہیں- ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت علی' ابن عباس' ابن عمر' طلحہ' عبداللہ بن مسعود' ابوہریرہ' انس' ابوسعید' ام حبیبہ' ام سلمہ' ثوبان' قرہ بن ایاس' علی الہلالی' عبداللہ ابن الحارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو اہل سنت والجماعۃ

بقیہ ..... رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دے دیتا ہے پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لیے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی تھی وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لیے بالکل غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں- علاوہ ازیں جس کو ازل سے ابد تک کا علم ہے وہ یہ خوب جانتا تھا کہ امت میں دین روایت اور اسانید کے ذریعہ پھیلے گا- اور اس تقدیر پر راویوں کے اختلافات سے روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہوگا- پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا- اور ہو سکتا تھا کہ امت اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا- لہٰذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلہ میں نہ تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح ہے اور نہ اس وجہ سے اصل پیشگوئی میں تردد پیدا کرنا علم کی بات ہے- یہاں جملہ پیش گوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آچکی ہے اس کو اسی حد تک تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہوا جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کر لی گئی ہے تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے-

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف صحابہؓ سے روایت ہوئی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کے مناسب اور حسب ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں- یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے براہ راست سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو' بہت ممکن ہے کہ جس صحابی نے امام مہدی کی پیش گوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو جو دوسرے صحابی نے دوسری مجلس میں سنا ہے اور اس لیے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے جو دوسرے صحابی کے بیان میں موجود ہے یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہوتے ہیں' اس لیے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکال لے اس لیے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ توجیہات راویوں کے بیانات پر پوری پوری راست نہیں آتیں- اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کر لینے کے بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا آسان ہے- اگر کاش وہ اس پر بھی نظر کر لیتے کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت کی جانب سے نہیں بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں یہ صرف ان دماغوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہو کر آ گئے ہیں جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے اور اس لیے ہر ایک نے اپنے الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کر سکتا تھا تو پھر نہ تو ان پر راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا-

کے عقائد میں شمار کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

''کہ امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جا سکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدے کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ ابونعیم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی وغیرہم نے صحابہ وتابعین سے اس باب میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں جن کے مجموعے سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد اہل سنت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے۔'' (شرح عقیدہ السفارینی ص۷۹و۸۰)

اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے۔ قاضی شوکانی نے اس سلسلہ کی جو حدیثیں جمع کی ہیں ان میں مرفوع حدیثوں کی تعداد پچاس اور آثار کی اٹھائیس تک پہنچتی ہے۔ شیخ علی متقی نے بھی منتخب کنز العمال میں اس کا بہت مواد جمع کر دیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں اور حافظ ذہبی مختصر منہاج السنہ میں تحریر فرماتے ہیں:

الاحادیث التی تحتج بھا علی خروج المھدی صحاح رواھا احمد و ابوداود و الترمذی منھا حدیث ابن مسعود و ام سلمة و ابی سعید و علی. (مختصر منہاج ص ٥٣٤)

یعنی جن حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں۔ ان کو امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ' اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت فرمایا ہے۔

یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحیح مسلم کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گے' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل پیدا ہوگا' دجال اسی کے عہد میں ظاہر ہوگا' مگر اس کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لیے مصلے پر آ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ مصلے کو چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے چونکہ آپ مصلے پر جا چکے ہیں اس لیے اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت کی ایک بزرگی ہے لہٰذا یہ نماز تو آپ انہی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

یہ تمام صفات ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جن میں محدثین کو کوئی کلام نہیں۔ اب گفتگو ہے تو صرف اتنی بات میں ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہیں یا کوئی اور دوسرا خلیفہ۔ دوسرے نمبر کی حدیثوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہوں گے۔ ہمارے نزدیک صحیح مسلم کی حدیثوں میں جب اس خلیفہ کا تذکرہ آ چکا ہے تو پھر دوسرے نمبر کی حدیثوں میں جب وہی تفصیلات اس کے نام کے ساتھ مذکور ہیں تو ان کو بھی صحیح مسلم ہی کی حدیثوں کے حکم میں سمجھنا چاہیے۔ اس لیے اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ امام مہدی کا ثبوت خود صحیح مسلم میں موجود ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ مثلاً جب صحیح مسلم میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا ایک امیر امامت کے لیے مصلے پر آ چکا ہوگا تو اب جن حدیثوں میں اس خلیفہ کا نام امام مہدی بتایا گیا ہے' یقیناً وہ اسی مبہم خلیفہ کا بیان کہا جائے گا۔ یا مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو بے حساب مال تقسیم کرے گا اب اگر

دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مال کی یہ دادودہش امام مہدی کے زمانے میں ہوگی تو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق امام مہدی کو قرار دینا بالکل بجا ہوگا - اسی طرح جنگ کے جو واقعات صحیح مسلم میں ابہام کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اگر دوسری حدیثوں میں وہی واقعات امام مہدی کے زمانے میں ثابت ہوتے ہیں تو یہ کہنا بالکل قرین قیاس ہوگا کہ صحیح مسلم میں جنگ کے جو واقعات مذکور ہیں وہ امام مہدی ہی کے دور کے واقعات ہیں غالباً ان ہی وجوہات کی بناپر محدثین نے بعض مبہم حدیثوں کو امام مہدی ہی کے حق میں سمجھا ہے اور اسی باب میں ان کو ذکر کیا ہے- جیسا کہ امام ابوداؤد نے بارہ خلفاء کی حدیث کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ بارہواں خلیفہ یہی امام مہدی ہیں-

اب سب سے پہلے آپ ذیل کی حدیثیں پڑھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ امام مہدی کی آمد کی صحابہ وتابعین کے درمیان کس درجہ شہرت تھی اس کے بعد پھر مرفوع حدیثوں پر نظر ڈالئے تو بشرط اعتدال وانصاف آپ کو یقین ہو جائے گا کہ امام مہدی کی آمد کا مسئلہ بے شک ایک مسلم عقیدہ رہا ہے البتہ روافض نے جو اور بے تکی باتیں اس میں اپنی جانب سے شامل کر لی ہیں تو ان کا نہ تو کوئی ثبوت نقل میں ملتا ہے نہ عقل ان کو باور کر سکتی ہے صرف ان کی تردید میں کسی ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کر دینا یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے-

(۱) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ سَعْدٍ: قَالَ لَمَّا قَامَ سُلَيْمَانُ فَاَظْهَرَمَا اَظْهَرَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَحْيٰ هٰذَا الْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يُذْكَرُ قَالَ لَا. (اخرجہ ابن ابی شیبہ الحاوی ج۲ ص۸۰)

حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ جب سلیمان خلیفہ بنے اور انہوں نے عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں تو میں نے ابو یحییٰ سے کہا وہ مہدی یہی ہیں جن کی شہرت ہے؟ انہوں نے کہا' نہیں-

(۲) عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يُحَدِّثُ قَوْمًا فَقَالَ: اَلْمَهْدِيُّوْنَ ثَلَاثَةٌ مَهْدِيُّ الْخَيْرِ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ. وَ مَهْدِيُّ الدَّمِ وَ هُوَ الَّذِيْ تَسْكُنُ عَلَيْهِ الدِّمَاءُ وَ مَهْدِيُّ الدِّيْنِ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ تُسْلِمُ اُمَّتُهُ فِيْ زَمَانِهٖ. كذافى الحاوى ج ۲ ص ۷۸ وَ فِيْهِ عَنْ كَعْبٍ قَالَ مَهْدِيُّ الْخَيْرِ يَخْرُجُ بَعْدَ السُّفْيَانِي.

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ مہدی تین ہوں گے- (۱) مہدی خیر یہ تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں- (۲) مہدی دم یہ وہ شخص ہے جس کے زمانے میں خون ریزی ختم ہو جائے گی- (۳) مہدی دین یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں' ان کے زمانے میں نصاریٰ بھی اسلام قبول کر لیں گے کعب بیان کرتے ہیں کہ مہدی خیر کا ظہور' سفیانی کے ظہور کے بعد ہوگا-

(۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ لِابْنِ الْحَنَفِيَّةِ الْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ كَمَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قِيْلَ لَهُ الْمَهْدِيُّ.

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابن حنفیہ سے کہا المہدی کا لقب ایسا ہے جیسا کسی نیک آدمی کو ''رجل صالح'' کہہ دیں (اس لحاظ سے مہدی کا اطلاق متعدد اشخاص پر ہوسکتا ہے)

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُبْعَثُ الْمَهْدِيُّ بَعْدَ اَيَاسٍ حَتّٰى يَقُوْلَ النَّاسُ لَا مَهْدِيَّ. كذا فى الحاوى ج ۲ ص ۷۶.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جب لوگ مایوس ہو کر یہ کہیں گے کہ اب مہدی کیا آئے گا؟

(۵) عَنْ کَعْبٍ قَالَ اِنِّیْ اَجِدُ الْمَهْدِیَّ مَکْتُوْبًا فِیْ اَسْفَارِ الْاَنْبِیَاءِ مَافِیْ عَمَلِهٖ ظُلْمٌ وَ لَا عَیْبٌ.

کعب کہتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں مہدی کی یہ صفت دیکھی ہے کہ اس کے عمل میں نہ ظلم ہوگا نہ عیب۔

(الحاوی ج ۲ ص ۷۷)

(۶) عَنْ مَطَرٍ اَنَّهٗ ذُکِرَ عِنْدَهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ فَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ الْمَهْدِیَّ یَصْنَعُ شَیْئًا لَمْ یَصْنَعْهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ قُلْنَا مَا هُوَ؟ قَالَ یَاْتِیْهِ رَجُلٌ فَیَسْاَلُهٗ فَیَقُوْلُ: اُدْخُلْ بَیْتَ الْمَالِ فَخُذْ فَیَدْخُلُ وَ یَخْرُجُ وَ یَرَی النَّاسَ شِبَاعًا فَیَنْدَمُ فَیَرْجِعُ اِلَیْهِ فَیَقُوْلُ خُذْمَا اَعْطَیْتَنِیْ فَیَاْبٰی وَ یَقُوْلُ اِنَّا نُعْطِیْ وَ لَا نَاْخُذُ.

(الحاوی ج ۲ ص ۷۷)

مطر کے سامنے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مہدی آ کر ایسے ایسے کام کریں گے جو عمر بن عبدالعزیز سے نہیں ہو سکے۔ ہم نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس ایک شخص آ کر سوال کرے گا وہ کہیں گے بیت المال میں جا اور جتنا چاہے مال لے لے وہ اندر جائے گا اور جب باہر آئے گا تو دیکھے گا کہ سب لوگ نیت سیر ہیں تو اس کو شرم آئے گی اور یہ لوٹ کر کہے گا کہ جو مال آپ نے دیا تھا وہ آپ لے لیجئے تو وہ فرمائیں گے ہم دینے کے لیے ہیں لینے کے لیے نہیں۔

(۷) عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مَیْسَرَةَ قَالَ قُلْتُ لِطَاؤُسٍ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ هُوَ الْمَهْدِیُّ؟ قَالَ هُوَ الْمَهْدِیُّ وَ لَیْسَ بِهٖ اِنَّهٗ لَمْ یَسْتَکْمِلِ الْعَدْلَ کُلَّهٗ اَخْرَجَهٗ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ.

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے پوچھا کیا عمر بن عبدالعزیز ہی مہدی ہیں؟ انہوں نے کہا ایک مہدی وہ بھی ہیں لیکن وہ خاص مہدی نہیں ان کے دور کا سا کامل انصاف ان کے دور میں کہاں ہے؟ (الحاوی ج ۲ ص ۷۷)

(۸) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ یَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَنَا الْمَهْدِیُّ وَ اَنِّیْ اِلٰی اَجَلٍ اَدْنٰی مِنِّیْ اِلٰی مَایَدَّعُوْنَ.

(اخرجه المحاملی فی امالیه الحاوی ج ۲ ص ۸۱)

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ مہدی میں ہوں حالانکہ مجھے ان کے دعووں سے اپنا مر جانا نزدیک تر نظر آتا ہے۔

(۹) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ قِیْلَ یَوْمًا عِنْدَ حُذَیْفَةَ قَدْ خَرَجَ الْمَهْدِیُّ قَالَ لَقَدْ اَفْلَحْتُمْ اِنْ خَرَجَ وَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ بَیْنَکُمْ اِنَّهٗ لَا یَخْرُجُ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ غَائِبٌ اَحَبَّ اِلَی النَّاسِ مِنْهُ مِمَّا یَلْقَوْنَ مِنَ الشَّرِّ. اَخْرَجَهُ الدَّانِیْ فِیْ سُنَنِهٖ الحاوی ج ۲ ص ۸۱.

سلمہ بن زفر بیان کرتے کہ ایک دن حذیفہ کے سامنے کسی نے کہا کہ مہدی ظاہر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر ایسا ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمہارے درمیان موجود ہیں تو تم نے بڑی فلاح پائی۔ یاد رکھو کہ وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ مصائب کی وجہ سے کوئی غائب شخص لوگوں کو ان سے پیارا معلوم نہ ہوگا۔ (یعنی شدید انتظار ہوگا)

ان آثار کی روشنی میں لامھدی الاعیسی کی شرح بھی بخوبی ہو سکتی ہے بشرطیکہ ابن ماجہ کی اس حدیث کو کسی درجہ میں حسن تسلیم کرلیا جائے۔

رب العالمین کی یہ عجیب حکمت ہے کہ جب کسی اہم شخصیت کے متعلق کوئی پیش گوئی کی گئی ہے تو اس کی اس آزمائش زمین پر ہمیشہ اس نام کے کاذب مدعی چاروں طرف سے پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اس طرح ایک سیدھی بات آزمائشی منزل بن کر رہ گئی ہے- مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صریح سے صریح الفاظ میں پیش گوئی کی گئی جس میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا کوئی احتمال ہی نہیں ہو سکتا تھا اس کے باوجود نہ معلوم کتنے مدعی مسیحیت پیدا ہو گئے آخر یہ ایک سیدھی پیش گوئی ایک معمہ بن کر رہ گئی- اسی طرح جب حضرت امام مہدی کے حق میں پیش گوئی کی گئی تو گذشتہ زمانے میں یہاں بھی بہت سے اشخاص مہدویت کے مدعی پیدا ہو گئے چنانچہ محمد بن عبداللہ یہ النفس الزکیہ کے لقب سے مشہور تھا- اسی طرح محمد بن مرتوت' عبیداللہ بن میمون قداح' محمد جون پوری وغیرہ نے اپنے اپنے زمانے میں مہدویت کا دعویٰ کیا- شیخ سید برزنجی لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں مقام ازمک میں بھی ایک شخص نے مہدویت کا دعویٰ کیا- سید موصوف نے ایک اور کردی شخص کے متعلق بھی لکھا ہے کہ عقر کے پہاڑوں میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا- ان سب اشخاص کے واقعات تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور وہ تمام مصائب و آلام بھی مذکور ہیں جو ان بدبختوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑے گئے تھے-

رافضی جماعت کا تو مستقل یہ ایک عقیدہ ہی ہے کہ محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہے ان کے خیالات کے مطابق وہ اپنے طفولیت کے زمانے ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر کسی مخفی غار میں پوشیدہ ہیں اور یہ جماعت آج تک انہی کے ظہور کی منتظر ہے اور مصیبتوں میں انہی کو پکارتی پھرتی ہے- ان مفترین کی تاریخ اور روافض کی اس وہم پرستی اور بے بنیاد عقیدہ کی وجہ سے بعض اہل علم کے ذہن اس طرف منتقل ہو گئے کہ اگر علمی لحاظ سے مہدی کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائے تو اس تمام بحث و جدل سے امت مسلمہ کی جان چھوٹ جائے اور روزمرہ نئی نئی آزمائشوں کا اس کو مقابلہ نہ کرنا پڑے چنانچہ ابن خلدون مؤرخ نے اسی پر پورا زور صرف کیا ہے اور چونکہ تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے علمی طبقہ میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے- اس لیے اس قسم کے مزاجوں کے لیے اس کا انکار کرنا اور تقویت کا باعث بن گیا پھر بعد میں اسی کے اعتماد پر اس مسئلہ کا انکار چلتا رہا ہے- محدثین علماء نے ہمیشہ اس انکار کو تسلیم نہیں کیا اور خود مؤرخ موصوف کے زمانے میں بھی اس پیش گوئی کے اثبات پر تالیفات کی گئیں جن میں سے اس وقت "ابراز الوهم المكنون من كلام ابن خلدون" کا نام ہمارے علم میں بھی ہے مگر یہ رسالہ ہم کو دستیاب نہیں ہو سکا- امام قرطبی' شیخ جلال الدین سیوطیؒ' سید برزنجی' شیخ علی متقی' علامہ شوکانی' نواب صدیق حسن خاں شارح- عقیدہ سفارینی کی تصنیفات ہماری نظر سے بھی گزری ہیں ان کے مؤلفات کے علاوہ بھی اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے گئے ہیں-

اصل یہ ہے کہ جب کسی خاص ماحول کی وجہ سے وضع حدیث کی دواعی پیدا ہو گئے ہیں تو اس دور کی حدیثوں پر محدثین کی نظریں بھی ہمیشہ سخت ہو گئی ہیں اور اس لیے بعض صحیح حدیثیں بھی مشتبہ ہو گئیں جیسا کہ بنی امیہ کے دور میں فضائل اہل بیت کی بہت سی حدیثیں مشتبہ ہو گئی تھیں جب محدثین نے ان کو چھاننا شروع کیا تو بعض متشدد نظروں میں اچھی خاصی حدیثیں بھی اس کی لپیٹ میں آ گئیں- آخر جب اس فضا سے ہٹ کر علماء نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی تو انہوں نے بہت سی ساقط شدہ حدیثوں میں کوئی سقم نہ پایا اور آخر ان کو قبول کیا- اسی طرح یہاں بھی چونکہ ایک فرقے نے محمد بن عسکری کے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کر دیا تو پھر وہی وضع

حدیث کے جذبات ابھرے اور جب علماء نے غلط ذخیرہ کو ذرا تشدد کے ساتھ الگ کرنے کا ارادہ کیا تو لازمی طور پر یہاں بھی کچھ حدیثیں اس کی زد میں آ گئیں- یہ ظاہر ہے کہ اس باب کی صریح حدیثوں میں کوئی حدیث بھی صحیحین کی نہ تھی، گو صحت کے لیے صحیحین کی حدیث ہونا کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں اس لیے محدثانہ ضابطہ کے مطابق نقد و تبصرہ کو یہاں کچھ نہ کچھ وسعت مل گئی- لیکن یہ بات کچھ اسی باب کی حدیثوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر کتاب پر شیخین کی کتابوں کے سوا جب صرف ضابطہ کی تنقید شروع کر دی جائے اور صرف راویوں پر جرح و تعدیل کو لے کر اس باب کے دیگر امور مہمہ کو نظر انداز کر ڈالا جائے تو پھر نقد کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا- اس تشدد و افراط کا ثمرہ گو وقتی طور پر کچھ مفید ہو تو ہو لیکن دوسری طرف اس کا نقصان بھی ضرور ہوتا ہے اور وقتی فتنے ختم ہو جانے کے بعد آئندہ امت کی نظروں میں یہ اختلاف اچھی حدیثوں میں بھی شک و تردد کا موجب بن جاتا ہے- یہاں جب آپ خارجی عوارض اور ماحول کے خاص حالات سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے اس موضوع کی احادیث پر نظر فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک ہمیشہ بڑی اہمیت کے ساتھ ہوتا رہا ہے-

محقق ابن خلدون کے کلام کو جہاں تک ہم نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ تین باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) جرح و تعدیل میں جرح کو ترجیح ہے- (۲) امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں- (۳) اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں-

فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں کیونکہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلافِ واقع ہے چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس کا تنبہ ہوا کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہوئی جاتی ہیں تو اس کا جواب انہوں نے صرف یہ دے دیا ہے کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلّم ہو چکی ہیں اس لیے وہ مجروح نہیں کہی جا سکتیں مگر سوال تو یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلّم ہی کیوں ہوئیں؟

رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں مذکور نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں نے جتنی صحیح حدیثیں ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کیں اسی لیے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں- اب رہی تیسری بات تو یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے- کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی و ابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح و حسن کہا ہے صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں- دوم یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے اگر وہاں ایسے قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی ہو جاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے- سوم یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ ہونا اور ایسی خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول روایت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے شخص میں بھی نہ تھیں ثابت ہے تو بس اہل سنت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اگر چہ

سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے میں مقدر ہے یہ ایسا سمجھئے جیسا دجال کا لفظ حدیثوں میں ستر مدعیان نبوت کو دجال کہا گیا ہے مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا - ہاں اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں - محقق موصوف کی پوری بحث پڑھنے کے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ محقق موصوف کی اصل نظر اسی فتنہ کی طرف ہے - اور وہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں سے کسی ایسے مہدی کا وجود ثابت نہ ہو جس پر ایمان وقرآن کا دارومدار ہو' اور جیسا کہ نقد وتبصرہ کے وقت ہر شخص اپنے طبعی اور علمی تاثرات سے بمشکل بری رہ سکتا ہے اسی طرح محقق موصوف بھی یہاں اس سے بچ نہیں سکے اور فن تاریخ کی سب سے کٹھن منزل یہی ہے - یہی وجہ ہے کہ احادیث پر کلام کرتے ہوئے بڑے بڑے علماء کی توثیق نقل کرنے کے بعد بھی ان کا رجحان طبع انہیں علماء کی جانب رہا ہے جنہوں نے کوئی نہ جرح ان حدیثوں میں نکال کھڑی کی ہے اور صرف جرح کے مقدم ہونے کو ایک قاعدہ کلیہ بنا کر بس اسی سے کام لیا ہے - اگر محقق موصوف جرح کے اسباب ومراتب پر غور فرما لیتے تو شاید ہر مقام پر ان کا رجحان اس طرف نہ رہتا -

❀ ❀ ❀

اسم المهدى ونسبه وحليته الشريفة

امام مہدی کا نام ونسب اوران کا حلیہ شریف

(۱۵۶۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ.

(۱۵۶۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوگا - جب کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب پر حاکم نہ ہو جو میرے ہم نام ہوگا - (ترمذی شریف)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ وَ فِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَ اُمِّ سَلَمَةَ وَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قُلْتُ وَ اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ وَ سَكَتَ عَنْهُ هُوَ وَ الْمُنْذِرِيُّ وَ ابْنُ الْقَيِّمِ وَ قَالَ الْحَاكِمُ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَ شُعْبَةُ وَ زَائِدَةُ وَغَيْرُهُمْ مِّنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ وَ طُرُقُ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ)

(۱۵۶۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمًا لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَلِيَ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

(۱۵۶۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اور دراز فرما دے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا حاکم ہو کر رہے گا - (ترمذی شریف)

(۱۵۶۸) عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَ نَظَرَ اِلٰى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْبِهُهٗ فِي الْخُلُقِ وَ لَا يُشْبِهُهٗ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا.

(۱۵۶۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا یہ فرزند سید ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے اور اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہوگا وہ عادات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوگا لیکن صورت میں مشابہ نہ ہوگا - اس کے بعد ان کے عدل و انصاف کا حال ذکر فرمایا - (ابوداؤد)

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ فِيْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ لَا بَاْسَ بِهٖ فِيْ حَدِيْثِهٖ خَطَاٌ قَالَ الذَّهَبِيُّ صَدُوْقٌ لَهٗ اَوْهَامٌ وَ اَمَّا اَبُوْ اِسْحٰقَ السَّبِيْعِيُّ فَرِوَايَتُهٗ عَنْ عَلِيٍّ مُنْقَطِعَةٌ)

(۱۵۶۹) عَنْ عَلِيٍّؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَمْلَؤُهَا قِسْطًا وَّ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا.

(۱۵۶۹) حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے "اگر قیامت میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ضرور ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے پھر اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ اس سے قبل ظلم سے بھر چکی ہوگی - (ابوداؤد)

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَ فِيْ اِسْنَادِهٖ فِطْرُ بْنُ خَلِيْفَةَ الْكُوْفِيُّ وَ ثَّقَهٗ اَحْمَدُ وَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ نِ الْقَطَّانُ وَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَ النَّسَائِيُّ وَ الْعِجْلِيُّ وَ ابْنُ سَعْدٍ وَ السَّاجِيُّ وَ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ صَالِحُ الْحَدِيْثِ وَ اَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ فَالْحَدِيْثُ قَوِيٌّ)

(۱۵۷۰) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِيَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَةَؓ.

(۱۵۷۰) سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس حاضر تھے۔ ہم نے امام مہدی کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ امام مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِيْهِ عَلِيُّ بْنُ النُّفَيْلِيُّ الْمَهْدِيُّ، قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَا بَاْسَ بِهِ اَخْرَجَ لَهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ كَذَا فِي الْاِذَاعَةِ)

(۱۵۷۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ وُلْدُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ سَادَةُ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَنَا وَ حَمْزَةُ وَ عَلِيٌّ وَ جَعْفَرٌ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ الْمَهْدِيُّ.

(۱۵۷۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میںؐ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مہدی علیہ السلام۔ (ابن ماجہ)

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِي الزَّوَائِدِ وَ فِيْ اِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَ عَلِيُّ بْنُ زِيَادٍ لَمْ اَرَ مَنْ وَّثَّقَهُ وَ لَا مَنْ جَرَحَ وَ بَاقِيْ رِجَالِ اِسْنَادِهِ مُوَثَّقُوْنَ وَ رَاجِعْ لَهُ الْاِذَاعَةَ)

(۱۵۷۲) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا وَ يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ.

(۱۵۷۲) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا جس کی پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی اور جو دنیا کو عدل و انصاف سے پھر بھر دے گا۔ جب کہ اس وقت وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی ان کی حکومت سات سال تک رہے گی۔ (ابوداؤد)

(رواہ ابوداؤد قال المنذری فی اسنادہ عمران القطان و ھو ابو العوام عمران بن داور القطان البصری استشھدبه البخاری و و ثقه عفان بن مسلم و احسن عیه الثناء یحیی بن سعید القطان)

(۱۵۷۳) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ بُعُوْثٌ كَثِيْرَةٌ فَكُوْنُوْا فِيْ بَعْثِ خُرَاسَانَ رَوَاهُ بْنُ عَدِيٍّ وَ ابْنُ عَسَاكِرٍ وَ السُّيُوْطِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ.

(۱۵۷۳) بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بہت سے لشکر ہوں گے تم اس لشکر میں شامل ہونا جو خراسان سے آئے گا۔ (ابن عدی)

(۱۵۷۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

(۱۵۷۴) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

(۱۵۷۴) ✱ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے وہ نہیں ہیں جو ایک مرتبہ ابومسلم خراسانی لے کر آیا تھا جس نے بنو امیہ کا ملک چھین لیا تھا بلکہ یہ دوسرے ہیں جو امام مہدی کے عہد میں ظاہر ہوں گے کذا فی الحاوی ج ۲ ص ۶۰ نعیم بن حماد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ یہ جھنڈے چھوٹے چھوٹے ہوں گے۔ (حاوی ج ۲ ص ۶۸، ۶۹)

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَاْیَاتٌ سُوْدٌ لَا یَرُدُّھَا شَیْءٌ حَتّٰی تُنْصَبَ بِاِیْلِیَاءَ. (رواہ الترمذی)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خراسان کی طرف سے سیاہ سیاہ جھنڈے آئیں گے کوئی طاقت ان کو واپس نہیں کر سکے گی یہاں تک کہ وہ بیت مقدس میں نصب کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

(۱۵۷۵) عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ مِنَ الْمَشْرِقِ رَاْیَاتٌ سُوْدٌ لِبَنِی الْعَبَّاسِ ثُمَّ یَمْکُثُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ تَخْرُجُ رَاْیَاتٌ صِغَارٌ تُقَاتِلُ رَجُلًا مِنْ وُلْدِاَبِیْ سُفْیَانَ وَ اَصْحَابِہٖ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ یُؤَدُّوْنَ الطَّاعَۃَ لِلْمَھْدِیِّ.

(۱۵۷۵) سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق کی سمت ایک مرتبہ بنو العباس سیاہ جھنڈے لے کر نکلیں گے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا رہیں گے اس کے بعد پھر چھوٹے چھوٹے جھنڈے نمودار ہوں گے جو ابو سفیان کی اولاد اور اس کے رفقاء کے ساتھ جنگ کریں گے اور مہدی علیہ السلام کی تابعداری کریں گے۔

(کذافی الحاوی ج ۲ ص ۶۹ وَ فِیْہِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّۃِ قَالَ تَخْرُجُ رَاْیَاتٌ سُوْدٌ لِبَنِی الْعَبَّاسِ ثُمَّ تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ اُخْرٰی سُوْدٌ قَلَانِسُھُمْ وَ ثِیَابُھُمْ بِیْضٌ عَلٰی مُقَدَّمَتِہِمْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ شُعَیْبُ بْنُ صَالِحٍ مِنْ تَمِیْمٍ یَھْزِمُوْنَ اَصْحَابَ السُّفْیَانِیِّ الخ. (ج ۲ ص ۶۸)

ظهور المهدی و مبايعة اهل مكة اياه بين الركن و المقام

امام مہدی کا ظہور اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل مکہ کی ان سے بیعت کرنا

(۱۵۷۶) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَۃٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ھَارِبًا اِلٰی مَکَّۃَ فَیَاْتِیْہِ نَاسٌ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ فَیُخْرِجُوْنَہٗ وَ ھُوَ کَارِہٌ فَیُبَایِعُوْنَہٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَ الْمَقَامِ وَ یُبْعَثُ اِلَیْہِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِھِمْ بِالْبَیْدَاءِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَ الْمَدِیْنَۃِ فَاِذَارَاَ النَّاسُ ذَالِکَ اَتَاہُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَ عَصَائِبُ اَھْلِ الْعِرَاقِ

(۱۵۷۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف رونما ہوگا اس وقت ایک شخص مدینہ کا باشندہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آئے گا' مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو مجبور کر کے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کرلیں گے پھر شام سے اس کے مقابلے کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا جب لوگ ان کی یہ کرامت دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں بھی آ آ کر ان سے بیعت کریں گی اس کے بعد پھر

(۱۵۷۶) * ابوداؤد نے اس روایت کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور امام ترمذی نے جب امام مہدی کی حدیث روایت کرنے والے صحابہؓ کے اسماء شمار کرائے ہیں تو انہوں نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے نیز اس باب کی دوسری حدیثوں پر نظر کر کے یہ جزم حاصل ہو جاتا ہے کہ اس روایت میں اگرچہ اس شخص کا نام مذکور نہیں مگر یقیناً وہ امام مہدی ہی ہیں کیونکہ مجموعی لحاظ سے یہ وہی اوصاف ہیں جو امام مہدی میں ہوں گے اور اسی وجہ سے ابوداؤد نے اس حدیث کو امام مہدی کی حدیثوں کے باب میں درج فرمایا ہے۔ ابن خلدون بھی اس پر کوئی خاص حرج نہ کر سکا صرف یہ کہہ سکا کہ اس روایت میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں۔

فَيَبَايِعُوْنَهٗ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَخْوَالُهٗ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ اِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَ ذَالِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَ الْخَيْبَةُ لِمَنْ لَّمْ يَشْهَدْ غَنِيْمَةَ كَلْبٍ فَيَقْسِمُ الْمَالَ وَ يَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَ يُلْقِي الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِي الْاَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يَتَوَفّٰى وَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ.

قریش میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے ماموں قبیلہ کلب کے ہوں گے وہ ظاہر ہوکران کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کو (امام مہدی کو) ان کے اوپر غالب فرمائے گا اور یہ بنو کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو اس قبیلہ کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو' کامیابی کے بعد وہی شخص اس مال کو تقسیم کرے گا اور سنت کے مطابق لوگوں سے عمل کرائے گا اور اس کے عہد میں تمام روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا اور سات برس تک وہ زندہ رہے گا اس کے بعد اس کی وفات ہوجائے گی اور مسلمان اس کی نماز پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

(رواہ ابوداؤد والحدیث اَدْخَلَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ فِيْ بَابِ الْمَهْدِيِّ وَ اَشَارَ اِلَيْهِ التِّرْمِذِيُّ بِمَا "فِي الْبَابِ" وَ الْحَدِيْثُ سَكَتَ عَنْهُ اَبُوْدَاؤُدَ ثُمَّ الْمُنْذِرِيُّ وَ ابْنُ الْقَيِّمِ. وَ فِي الْاِذَاعَةِ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصحيحين لَا مَطْعَنَ فِيْهِمْ وَ لَا مَغْمَزَ. العون ج ٤ ص ١٧٦)

(۱۵۷۷) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلَاءً يُّصِيْبُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ حَتّٰى لَا يَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَأً يَلْجَأُ اِلَيْهِ مِنَ الظُّلْمِ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ رَجُلًا مِنْ عِتْرَتِيْ وَ اَهْلِ بَيْتِيْ فَيَمْلَأُ بِهِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا يَرْضٰى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَ سَاكِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ مِدْرَارًا وَ لَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَيْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ حَتّٰى يَتَمَنَّى الْاَحْيَاءُ الْاَمْوَاتَ يَعِيْشُ فِيْ ذَالِكَ سَبْعَ سِنِيْنَ اَوْ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِيْنَ.

(رواہ الحاکم فی مستدرکہ کما فی المشکوٰۃ)

(۱۵۷۷) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پھر ویسا ہی بھر دے گا جیسا وہ پہلے ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے باشندے سب اس سے راضی ہوں گے' آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی وظلم کی حالت میں گذر گئے ہیں کاش وہ بھی اس سماں کو دیکھتے اسی برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہے گا۔

(مستدرک حاکم)

(۱۵۷۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ فَلَمَّا رَاٰهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرٰى فِيْ وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهٗ فَقَالَ اِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ اِخْتَارَ اللّٰهُ لَنَا الْاٰخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَ اِنَّ اَهْلَ بَيْتِيْ سَيَلْقَوْنَ

(۱۵۷۸) عبداللہ بیان فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آپ کے سامنے آئے جب آپ نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبا گئیں اور آپ کا رنگ بدل گیا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی کیا بات ہے ہم آپؐ کے چہرۂ مبارک پر وہ آثارِ غم دیکھتے ہیں جس سے ہمارا دل آزردہ ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا ہمارے گھرانوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بجائے آخرت عنایت فرمائی ہے' میرے بعد میرے اہل بیت کو بڑی آزمائشوں کا سابقہ

بَعْدِیْ بَلَاءً وَ تَشْدِیْدًا اَوْ تَطْرِیْدًا حَتّٰی یَاْتِیَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَایَاتٌ سُوْدٌ فَیَسْاَلُوْنَ الْخَیْرَ فَلَا یُعْطُوْنَهُ فَیُقَاتِلُوْنَ فَیُنْصَرُوْنَ فَیُعْطَوْنَ مَاسَاَلُوْا فَلَا یَقْبَلُوْنَهُ حَتّٰی یَدْفَعُوْهَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَئُوْهَا قِسْطًا کَمَا مَلَئُوْهَا جَوْرًا فَمَنْ اَدْرَکَ ذَالِکَ مِنْکُمْ فَلْیَاْتِهِمْ وَ لَوْحَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ قَالَ السِّنْدِهِیْ اَلظَّاهِرُ اَنَّهٗ اِشَارَةٌ اِلَی الْمَهْدِیِّ الْمَوْعُوْدِ وَ لِذَالِکَ ذَکَرَ الْمُصَنِّفُ هٰذَا الْحَدِیْثَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. (وَفِی الزَّوَائِدِ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ لِضُعْفِ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ زِیَادٍ الْکُوْفِیْ لٰکِنْ لَمْ یَنْفَرِدْ یَزِیْدُ ابْنُ اَبِیْ زِیَادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فَقَدْ رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ مِنْ طَرِیْقِ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قُلْتُ وَ رَوَاهُ السُّیُوْطِیُّ فِی الْحَاوِی ص ۶۰ بِرِوَایَةِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ نُعَیْمِ بْنِ حَمَّادٍ وَ اَبِیْ نُعَیْمٍ وَ فِیْ اٰخِرِهٖ فَاِنَّهُ الْمَهْدِیُّ)

پڑے گا ہر طرف سے بھگائے اور نکالے جائیں گے یہاں تک کہ ایک قوم مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے لیے ہوئے آئے گی میرے اہل بیت ان سے طالب خیر ہوں گے لیکن وہ ان کو نہیں دیں گے اس پر سخت جنگ ہو گی آخر وہ شکست کھائیں گے اور جوان سے طلب کیا تھا پیش کریں گے مگر وہ اس کو قبول نہ کر سکیں گے آخر کار وہ ان جھنڈوں کو ایک ایسے شخص کے حوالہ کریں گے جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے پھر اسی طرح بھر دے گا جیسا لوگوں نے اس سے قبل ظلم و تعدی سے بھر دیا ہوگا لہٰذا تم میں سے جس کو اس کا زمانہ ملے وہ ضرور اس کے ساتھ ہو جائے اگر چہ اس کو برف پر گھسٹ کر چلنا پڑے۔

(ابن ماجہ)

(۱۵۷۹) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقْتَلُ عِنْدَ کِبَرِکُمْ ثَلَاثَةٌ کُلُّهُمْ ابْنُ خَلِیْفَةٍ ثُمَّ لَا یَصِیْرُ اِلٰی وَاحِدٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّایَاتُ السُّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَیَقْتُلُوْنَکُمْ قَتْلًا لَمْ یَقْتُلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَکَرَ شَیْئًا لَا اَحْفَظُهٗ فَقَالَ اِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَبَایِعُوْهُ وَ لَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ.

(رواه ابن ماجه) قَالَ السِّنْدِهِیْ اَخْرَجَهٗ اَبُوالْحَسَنِ بْنُ سُفْیَانَ فِیْ مُسْنَدِهٖ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِیْ کِتَابِ الْمَهْدِیِّ مِنْ طَرِیْقِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سُوَیْدٍ الشَّامِیْ. فِی الزَّوَائِدِ هٰذَا اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَ رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ)

(۱۵۷۹) ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بڑھاپے میں تین آدمی خلفاء کی اولاد میں سے قتل ہوں گے پھر ان کے خاندان میں کسی کو امارت نہیں ملے گی پھر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے نمایاں ہوں گے اور تم کو اس بری طرح سے قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح قتل عام نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اور بیان فرمایا جو مجھ کو یاد نہیں ہے پھر فرمایا جب اس شخص کو تم دیکھو تو اس سے بیعت کر لینا اگر چہ برف کے اوپر گھسٹ کر چلنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ (ابن ماجہ)

(۱۵۸۰) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ

(۱۵۸۰) ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آ رہے ہیں تو ان میں

فَأْتُوْهَا وَ لَوْحَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ وَ سَنَدُهُ صَحِيْحٌ كَذَا فِي الْإِذَاعَةِ. (ص ٦٨)

شامل ہو جانا اگر چہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چلنا ہی کیوں نہ پڑے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

(احمد و بیہقی)

(۱۵۸۱) عَنْ أَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ إِنْ قَصُرَ فَسَبْعٌ وَّ إِلَّا فَتِسْعٌ تَنْعَمُ أُمَّتِيْ فِيْهِ نِعْمَةً لَمْ يَنْعَمُوْا مِثْلَهَا قَطُّ. تُؤْتِي الْأَرْضُ أُكُلَهَا لَا تَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا. وَ الْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدَاسٌ. يَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَامَهْدِيُّ أَعْطِنِيْ فَيَقُوْلُ خُذْ.

(۱۵۸۱) ابوالصدیق ناجی بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نو سال تک رہے گا۔ ان کے زمانے میں میری امت اتنی خوش حال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوش حال نہ ہوئی ہوگی۔ زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار ان کے لیے نکال کر رکھ دے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اس زمانے میں کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح پڑا ہوگا حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔ وہ فرمائیں گے (جتنا مرضی میں آئے) اُٹھا لے۔ (مستدرک)

(رواه الحاكم في المستدرك و اخرج حديث ابي سعيد من طرق متعددة و حكم على بعضها بانه على شرط الشيخين و رواه ابن ماجة و فيه زيد العمي ج ٤ ص ٥٥٨)

(۱۵۸۲) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَشِيْنَا أَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ نَبِيِّنَا حَدَثٌ فَسَأَلْنَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِيْ أُمَّتِي الْمَهْدِيَّ يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ تِسْعًا زَيْدُ نِ الشَّاكُّ قَالَ قُلْنَا وَ مَا ذَاكَ قَالَ سِنِيْنَ قَالَ فَيَجِيْءُ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِيْ أَعْطِنِيْ قَالَ فَيَحْثِيْ لَهُ فِيْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ أَنْ يَّحْمِلَهُ.

(۱۵۸۲) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقوع حوادث کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو تک حکومت کرے گا (زید راویٔ حدیث کو ٹھیک مدت میں شک ہے) میں نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا ''سال'' ان کا زمانہ ایسی خیر و برکت کا ہوگا کہ ایک شخص ان سے آکر سوال کرے گا اور کہے گا کہ اے مہدی! مجھ کو کچھ دیجئے مجھ کو کچھ دیجئے۔ یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی ہاتھ بھر بھر کر اس کو اتنا مال دے دیں گے جتنا اس سے اٹھ سکے گا۔ (ترمذی)

(رواه الترمذي و قال هذا حديث حسن و قدروى من غير وجه عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم و ابو الصديق الناجي اسمه بكر بن عمرو و يقال بكر بن قيس. و في اسناده زيد العمي و روى البزار نحوه و رجاله ثقات كما في الاذاعة (ترمذي ج ٢ ص ٤٦)

(۱۵۸۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

(۱۵۸۳) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ اُمَّتِی الْمَھْدِیُّ. یَسْقِیْہِ اللّٰہُ الْغَیْثَ وَ تَخْرُجُ الْاَرْضُ نَبَاتَھَا وَ یُعْطِی الْمَالَ صِحَاحًا وَ تَکْثُرُ الْمَاشِیَۃُ وَ تَعْظُمُ الْاُمَّۃُ وَ یَعِیْشُ سَبْعًا اَوْ ثَمَانِیًا یَعْنِیْ حِجَجًا.

علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک شخص مہدی ظاہر ہوگا جس کے دور میں اللہ تعالیٰ خوب بارش نازل فرمائے گا اور زمین کی پیداوار بھی خوب ہوگی اور مال حصہ رسد سب کو برابر تقسیم کرے گا اور مویشیوں کی کثرت ہو جائے گی اور امت کو بہت عظمت حاصل ہوگی سات یا آٹھ سال تک اسی فراوانی سے رہے گا۔ راوی کہتا ہے کہ سات یا آٹھ سے آپ کی مراد ''سال'' تھے۔

(اخرجه الحاكم في المستدرك و فيه سيمان بن عبيد ذكره ابن حبان في الثقات و لم يروان احد اتكلم فيه. كذا في الاذاعة)

(۱۵۸۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُبَشِّرُکُمْ بِالْمَھْدِیِّ یُبْعَثُ عَلٰی اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ وَ زَلَازِلَ فَیَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّ ظُلْمًا. یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَاءِ وَ سَاکِنُ الْاَرْضِ یَقْسِمُ الْمَالَ صِحَاحًا قِیْلَ مَا صِحَاحًا؟ قَالَ بِالسَّوِیَّۃِ بَیْنَ النَّاسِ وَ یَمْلَأُ قُلُوْبَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) غِنًی وَ یَسَعُھُمْ عَدْلُہٗ حَتّٰی یَاْمُرَ مُنَادِیًا یُنَادِیْ مَنْ لَہٗ فِیْ مَالٍ حَاجَۃٌ ؟ فَمَا یَقُوْمُ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ. فَیَکُوْنُ کَذَالِکَ سَبْعَ سِنِیْنَ.

(۱۵۸۴) ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ''میں تم کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو ایسے زمانے میں ظاہر ہوں گے جب کہ لوگوں میں بڑا اختلاف ہوگا اور بڑے زلزلے آئیں گے وہ آکر پھر زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جیسا کہ وہ ان کی آمد سے قبل ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ آسمان کے فرشتے اور زمین کے باشندے سب اس سے راضی ہوں گے اور مال تقسیم کریں گے صحاحاً۔ سوال کیا گیا صحاح کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ سب میں برابر (مال تقسیم کریں گے) اور امت محمدیہؐ کے دل غنا سے بھر دیں گے اس کا انصاف بلاتخصیص سب میں عام ہوگا (اس کے زمانے میں فراغت کا یہ عالم ہوگا کہ) وہ ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیں گے وہ اعلان کرے گا' کسی کو مال کی ضرورت باقی ہے؟ تو صرف ایک شخص کھڑا ہوگا اسی حالت پر سات سال کا عرصہ گزرے گا۔ (احمد' ابو یعلی)

(قال السيوطي في الحاوي رواه احمد في مسنده و ابو يعلى بسند جيد. وفي الاذاعة رجالهما ثقات)

(۱۵۸۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ خَلِیْلِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ عَلَیْھِمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَیَضْرِبُھُمْ حَتّٰی یَرْجِعُوْا اِلَی الْحَقِّ قَالَ قُلْتُ وَ کَمْ یَمْلِکُ قَالَ خَمْسًا وَّ اثْنَیْنِ قَالَ قُلْتُ وَمَا خَمْسًا وَّاثْنَیْنِ. قَالَ لَا اَدْرِیْ. (اخرجه ابو يعلى و فيه الرجا

(۱۵۸۵) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے خلیل ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر نہ ہو۔ وہ اہل دنیا کو زبردستی راہ حق پر قائم کرے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا اس کی حکومت کتنے دن قائم رہے گی انہوں نے فرمایا پانچ اور دو (یعنی سات) یہ کہتے ہیں میں نے پوچھا

ابن الرجا. و ثقه ابوزرعة. وضعفه ابن معين. و بقية رجاله ثقات. قاله الشوكاني كذا في الاذاعة)

(۱۵۸۶) عَنْ يُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ هَاجَتْ رِيْحٌ حَمْرَاءُ بِالْكُوْفَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ هِجِّيْرَى اِلَّا يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ جَاءَتِ السَّاعَةُ قَالَ فَقَعَدَ وَ كَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَ لَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَنَحَّاهَا نَحْوَ الشَّامِ فَقَالَ عَدُوٌّ يَجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الشَّامِ وَ يَجْمَعُ لَهُمْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ قُلْتُ الرُّوْمَ تَعْنِيْ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ يَكُوْنُ عِنْدَ ذَاكُمُ الْقِتَالُ رِدَّةً شَدِيْدَةً فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَاتَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَ هٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَ تَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَاتَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَ هٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَ تَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَ هٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَ تَفْنَى الشُّرْطَةُ فَاِذَا كَانَ الْيَوْمُ الرَّابِعُ نَهَدَ اِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَةً اِمَّا قَالَ لَا يُرٰى مِثْلُهَا وَ اِمَّا قَالَ لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى اَنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَمَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ مَيْتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ كَانُوْا مِائَةً فَلَا يَجِدُوْنَهٗ بَقِيَ مِنْهُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَيِّ غَنِيْمَةٍ يُفْرَحُ اَوْاَيُّ

۵ اور ۲ کیا؟ انہوں نے کہا یہ میں نہیں جانتا (کہ مراد سات سال تھے یا مہینے' گزشتہ روایات سے یہ واضح ہو چکا ہے یہاں سال ہی مراد ہیں)۔ (مسند ابو یعلی)

(۱۵۸۶) یسیر بن جابر سے روایت ہے ایک بار کوفہ میں لال آندھی آئی ایک شخص آیا جس کا تکیہ کلام یہی تھا اے عبداللہ بن مسعودؓ قیامت آ ئی' یہ سن کر عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھ گئے اور پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہو گی۔ یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مال غنیمت سے کچھ خوشی نہ ہو گی (کیونکہ جب کوئی وارث ہی نہ رہے گا تو ترکہ کون بانٹے گا اور جب کوئی لڑائی سے زندہ نہ بچے گا تو مال غنیمت کی کیا خوشی ہو گی) پھر شام کے ملک کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا (نصاریٰ) دشمن مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لیے جمع ہوں گے میں نے کہا دشمن سے آپ کی مراد نصاریٰ ہیں؟ انہوں نے فرمایا "ہاں" اور اس وقت لڑائی شروع ہو گی مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے جو مرنے کی شرط لگا کر آگے بڑھے گا یعنی اس قصد سے لڑے گا کہ یا مر جائیں گے یا فتح کر کے آئیں گے پھر دونوں لشکروں میں جنگ ہو گی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائے گی کسی کو غلبہ نہ ہو گا اور جو لشکر لڑائی کے لیے بڑھا تھا وہ بالکل فنا ہو جائے گا (یعنی سب مارا جائے گا) دوسرے دن پھر مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے جو مرنے کے لیے اور غالب ہونے کے لیے جائے گا اور لڑائی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہو گا جو لشکر آگے بڑھا تھا وہ فنا ہو جائے گا پھر تیسرے دن مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے' مرنے یا غالب ہونے کی نیت سے اور شام تک لڑائی رہے گی پھر دونوں کی طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہو گا اور وہ لشکر بھی فنا ہو جائے گا۔ جب چوتھا دن ہو گا تو جتنے مسلمان باقی رہ جائیں گے وہ سب آگے بڑھیں گے' اس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دے گا اور ایسی لڑائی ہو گی کہ ویسی کوئی نہ دیکھے گا یا ویسی لڑائی کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔ (راوی کو لفظ میں شک ہے) یہاں تک کہ پرندہ ان کے اوپر یا ان کی نعشوں سے پرواز کرے گا پر آگے نہیں بڑھے گا کہ وہ مردہ ہو کر گر جائے گا (یعنی اس کثرت کے ساتھ لاشیں ہی لاشیں ہو جائیں گی)

مِيْرَاثٌ يُقَاسَمُ فَيْنَاهُمْ كَذٰلِكَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَأْسٍ هُوَ اَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمُ الصَّرِيْخُ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِيْ ذَرَارِيْهِمْ فَيَرْفُضُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَ يُقْبِلُوْنَ فَيَبْعَثُوْنَ عَشْرَ فَوَارِسَ طَلِيْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَ هُمْ وَ اَسْمَاءَ اٰبَاءِ هِمْ وَ اَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ.

(رواہ مسلم)

اور جب ایک دادا کی اولاد کی مردم شماری کی جائے گی تو ۹۹ فیصدی آدمی مارے جا چکے ہوں گے اور صرف ایک بچا ہوگا ایسی حالت میں کون سے مال غنیمت سے خوشی ہوگی اور کون سا ترکہ تقسیم ہوگا - پھر مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک اور بڑی آفت کی خبر سنیں گے اور وہ یہ کہ شور مچے گا کہ ان کے بال بچوں میں دجال آ گیا ہے یہ سنتے ہی جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہوگا سب چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے اور دس سواروں کو لین ڈوری کے طور پر روانہ کریں گے (تا کہ دجال کی خبر کی تحقیق کر کے لائیں) رسول اللہؐ نے فرمایا میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی جانتا ہوں وہ اس وقت تمام روئے زمین کے بہتر سوار ہوں گے یا بہتر سواروں میں سے ہوں گے- (مسلم)

(۱۵۸۷) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِى الْبَرِّ وَ جَانِبٌ مِّنْهَا فِى الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ بَنِىْ اِسْحَاقَ فَاِذَا جَاءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْ بِسِلَاحٍ وَ لَمْ يَرْمُوْا

(۱۵۷۸) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری جانب سمندر میں ہے؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سنا ہے- آپؐ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ بنو اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس پر چڑھائی نہ کریں جب وہ اس شہر کے پاس جا کر اتریں گے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑیں گے نہ کوئی تیر چلائیں گے بلکہ ایک نعرہ

(۱۵۸۷) * دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کا ہے- یہاں نعرۂ تکبیر سے شہر کے فتح ہو جانے پر تعجب کرنے والے مسلمان ذرا غور وفکر کے ساتھ ایک بار اپنی گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ اس قسم کے عجائبات سے معمور ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر اس قسم کی غیبی امدادیں ان کے ساتھ نہ ہوتیں تو اس زمانے میں جب کہ نہ دخانی جہاز تھے نہ فضائی طیارے اور نہ موٹر پھر ربع مسکوں میں اسلام کو پھیلا دینا یہ کیسے ممکن تھا آج جب کہ مادی طاقتوں نے سیر وسیاحت کا مسئلہ بالکل آسان کر دیا ہے جس حصہ زمین میں ہم پہنچتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا - علاء بن حضرمی صحابی اور ابو مسلم خولانی کا مع اپنی فوج کے سمندر کو خشکی کی طرح عبور کر جانا تاریخ کا واقعہ ہے' خالد بن ولید کے سامنے مقام حیرہ میں زہر کا پیالہ پیش ہونا اور ان کا بسم اللہ کہہ کر نوش کر لینا اور اس کا نقصان نہ کرنا بھی تاریخ کی ایک حقیقت ہے- سفینہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا نام ہے) کا روم میں ایک جگہ گم ہو جانا اور ایک شیر کا گردن جھکا کر ان کو لشکر تک پہنچانا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ میں منبر پر اپنے جنرل ساریہ کو آواز دینا اور مقام نہاوند میں ان کا سن لینا - اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط سے دریائے نیل کا جاری ہو جانا یہ تمام تاریخ کے مستند حقائق ہیں ان واقعات کے سوا جو بسلسلہ سند ثابت ہیں ہندوستان کے بہت سے عجیب واقعات ایسے بھی ثابت ہیں جن میں سے کسی کسی کی شہادت تو انگریزوں کی زبان سے بھی ثابت ہے-

بَينَهُم قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُ ابْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِيُ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّانِيَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَغْنِمُوْنَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَاءَ هُمُ الصَّرِيْخُ اَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُوْنَ. (رواہ مسلم)

تکبیر لگائیں گے جس کی برکت سے شہر کی ایک جانب گر پڑے گی تو ابن یزید جو اس حدیث کا ایک راوی ہے کہتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے مجھ سے بیان کرنے والے نے اس جانب کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ وہ جانب سمندر کے رخ والی ہوگی اس کے بعد پھر دوبارہ نعرۂ تکبیر لگائیں گے تو اس کی دوسری جانب بھی گر جائے گی' اس کے بعد جب تیسری بار نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو دروازہ کھل جائے گا اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے۔ اس درمیان میں کہ وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ آواز آئے گی دیکھو وہ دجال نکل پڑا' یہ سنتے ہی وہ سب مال و متاع چھوڑ کر لوٹ پڑیں گے۔ (مسلم)

(۱۵۸۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخِيْسُ الرُّوْمُ عَلٰى وَالٍ مِنْ عِتْرَتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ فَيَقْتَتِلُوْنَ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ الْعَمَاقُ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُقْتَلُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الثُّلُثُ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقْتَتِلُوْنَ الْيَوْمَ الْاٰخَرَ فَيُقْتَلُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ نَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقْتَتِلُوْنَ الثَّالِثَ فَيَكِرُّوْنَ اَهْلَ الرُّوْمِ فَلَا يَزَالُوْنَ حَتّٰى يَفْتَحُوْنَ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ فِيْهَا بِالْاَتْرَاسِ اِذْ اَتَاهُمْ صَارِخٌ اَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ ذَرَارِيْكُمْ.

(۱۵۸۸) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رومی میرے خاندان کے ایک والی سے عہد شکنی کریں گے جس کا نام میرے ہی نام کی طرح ہوگا پھر وہ عماق نامی جگہ پر جنگ کریں گے اور مسلمانوں کا تہائی لشکر یا تقریباً اتنا ہی شہید کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے دن جنگ کریں گے اور اتنی ہی مقدار شہید کر دی جائے گی پھر تیسرے دن جنگ کریں گے اور مسلمان پلٹ کر رومیوں پر حملہ آور ہوں گے اور جنگ کا یہ سلسلہ قائم رہے گا حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ فتح کر لیں گے پھر اس دوران میں کہ وہ ڈھالیں بھر بھر کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ ایک آواز لگانے والا یہ آواز لگائے گا کہ دجال تمہاری اولاد کے پیچھے لگ گیا ہے۔

(اخرجه الخطيب في المتفق و المفترق كذا في الاذاعة ص ٦٢)

(۱۵۸۹) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ مَرْفُوْعًا قَالَ سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الرُّوْمِ اَرْبَعُ هُدَنٍ يَوْمُ الرَّابِعَةِ عَلٰى يَدِ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ هَارُوْنَ يَدُوْمُ سَبْعَ سِنِيْنَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اِمَامُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ قَالَ مِنْ وُلْدِيْ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً كَاَنَّ وَجْهَهٗ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ فِيْ خَدِّهِ الْاَ

(۱۵۸۹) ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آل ہارون سے ہوگا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا جس کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی

يَمَنِ خَالٌ اَسْوَدُ عَلَيْهِ عَبَايَتَانِ قَطْوَانِيَّتَانِ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ بَنِي اِسْرَائِيلَ يَمْلِكُ عَشْرَ سِنِيْنَ يَسْتَخْرِجُ الْكُنُوْزَ وَ يَفْتَحُ مَدَائِنَ الشِّرْكِ.

(رواه الطبراني كما في الكنز ج ٧ ص ١٨٧)

طرح چمکدار ہوگا' اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا' اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا' بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص' دس سال حکومت کرے گا' زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔

(طبرانی شریف)

(۱۵۹۰) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَ هُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ. مَوْتِي. ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَأْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ. ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَأْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (رواه البخاری)

(۱۵۹۰) عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ باتیں گن رکھو سب سے پہلے میری وفات' پھر بیت المقدس کی فتح پھر تم میں عام موت ظاہر ہوگی جس طرح کہ بکریوں میں وبائی مرض پھیل جائے (اور ان کی تباہی کا باعث بن جائے) پھر مال کی بہتات ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص کو سو سو دینار دیئے جائیں گے اور وہ خوش نہ ہوگا پھر فتنہ وفساد پھیل پڑے گا اور عرب کا کوئی گھر اس سے خالی نہ رہے گا پھر صلح کی زندگی ہوگی اور یہ تمہارے اور بنی الاصفر (رومیوں) کے درمیان قائم رہے گی پھر وہ تم سے عہد شکنی کریں گے اور اسی جھنڈوں کے ساتھ تم چڑھائی کریں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔

(۱۵۹۰) * اس حدیث میں قیامت سے قبل چھ علامات کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تعیین میں اگرچہ بہت کچھ اختلافات ہیں اور ان کے ابہام کی وجہ سے ہونے بھی چاہئیں لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث مذکور کے بعض الفاظ حضرت امام مہدی کے خروج کی علامات سے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اگر ان کو ادھر ہی اشارہ قرار دے دیا جائے تو ایک قریبی احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے اس لیے اس حدیث کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بحث میں لکھ دیا گیا ہے' یہ لحاظ کیے بغیر کہ محقق ابن خلدون اور ان کے اذناب اس کے معتقد ہیں یا نہیں۔

تنبیہ: یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ علماء کے نزدیک مفہوم عدد معتبر نہیں ہے اس لیے مجھ کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت سے قبل اس کے ظہور کی چھ علامات ہیں یا بیش وکم. یہ وقت اور علامات کی حیثیت شمار کرنے سے مختلف ہوسکتی ہیں ان کا کسی حیثیت سے چھ ہونا بھی ممکن ہے اور کسی لحاظ سے وہ کم اور زیادہ بھی ہوسکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وقتی لحاظ سے جن علامات کو آپؐ نے یہاں شمار کرایا ہے ان کا عدد کسی خصوصیت پر مشتمل ہو۔ یہ بات صرف یہاں نہیں بلکہ دیگر حدیثوں کے موضوع میں بھی اگر آپ کے پیش نظر رہے تو بہت سی مشکلات کے لیے موجب حل ہوسکتی ہے جیسا کہ فضل اعمال کی حدیثوں میں اختلاف ملتا ہے اور اس کو بہت پیچیدگیوں میں ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہ اختلاف بھی صرف وقتی اور شخصی اختلاف کے لحاظ سے پیدا ہو جانا بہت قرین قیاس ہے۔ مگر کیا کہا جائے منطقی عادات نے ہماری ذہنی ساخت کو بدل دیا ہے۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند.

(۱۵۹۱) عَنْ ذِیْ مخبر (هو ابن اخی النجاشی خادم رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَ هُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَائِکُمْ فَتُنْصَرُوْنَ وَ تَغْنِمُوْنَ حَتّٰی تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَیَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ النَّصْرَانِیَّةِ الصَّلِیْبَ فَیَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِیْبُ فَیَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَدُقُّهٗ فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَغْدُرُ الرُّوْمُ وَ تَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ. (رواہ ابوداؤد)

(۱۵۹۱) ذی مخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ تم روم سے صلح کرو گے پوری صلح اور دونوں مل کر اپنے دشمن سے جنگ کرو گے اور تم کو کامیابی ہوگی اور مال غنیمت ملے گا یہاں تک کہ جب ایک زمین پر آ کر لشکر اترے گا جس میں ٹیلے ہوں گے اور سبزہ ہوگا تو ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب اونچی کر کے کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا' اس پر ایک مسلمان کو غصہ آ جائے گا وہ اس صلیب کو لے کر توڑ ڈالے گا اور اس وقت نصاریٰ غداری کریں گے اور جنگ عظیم کے لیے سب ایک محاذ پر جمع ہو جائیں گے۔

(ابوداؤد)

(۱۵۹۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ. (رواہ الشیخان) وَ فِی لفظ لمسلم فَاَمَّکُمْ و فی لفظته اخری فامکم منکم.

(۱۵۹۲) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے اندر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام وہ شخص ہوگا جو خود تم میں سے ہوگا۔ (بخاری و مسلم) مسلم کے ایک لفظ میں ہے کہ ایک شخص جو تم ہی میں سے ہوگا اور اس وقت کی نماز میں تمہارا امام وہی ہوگا۔

(۱۵۹۲) * حدیث مذکور میں "وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ" کی شرح بعض علماء نے یہ بیان کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ شریعت محمدیہ ہی پر عمل فرمائیں گے اس لحاظ سے گویا وہ ہم ہی میں سے ہوں گے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد امام مہدی ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے زمانے میں نازل ہوں گے جب کہ ہمارا امام خود ہم ہی میں کا ایک شخص ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں امامت سے مراد امامتِ کبریٰ یعنی امیر و خلیفہ ہے۔

اس مضمون کے ساتھ صحیح مسلم میں فَیَقُوْلُ اَمِیْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا کا دوسرا مضمون بھی آیا ہے یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو نماز کا وقت ہوگا اور امام مصلے پر جا چکا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ امام پیچھے ہٹنے کا ارادہ کرے گا اور عرض کرے گا آپ آگے تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی کو امامت کا حکم فرمائیں گے اور یہ نماز خود اسی کے پیچھے ادا فرمائیں گے یہاں امامت سے مراد امامت صغریٰ یعنی نماز کا امام مراد ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں مضمون بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح علیحدہ علیحدہ منقول ہوئے ہیں' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ "وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ" سے پہلا مضمون مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں مسلمانوں کا امیر ایک نیک شخص ہوگا جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں اس کی وضاحت آ چکی ہے ملاحظہ فرمائیے ترجمان السنہ ج ۳ ص ۵۸۶ اس میں وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کی بجائے وَاِمَامُکُمْ "رجل صالح" صاف موجود ہے یعنی تمہارا امام ایک مرد صالح ہوگا.....

(۱۵۹۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ الْمَهْدِیُّ یَنْزِلُ عَلَیْهِ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَ یُصَلِّیْ خَلْفَهٗ عِیْسٰی. (اخرجه نعیم بن حماد کذافی الحاوی ج ۲ ص ۷۸)

(۱۵۹۳) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام امام مہدی علیہ السلام کے بعد نازل ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پیچھے (ایک) نماز ادا فرمائیں گے۔
(ابونعیم)

(۱۵۹۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ (الْخُدْرِیِّ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَهٗ.
اخرجه ابو نعیم کذافی الحاوی ج۲ ص ٦٤.

(۱۵۹۴) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اقتداء فرمائیں گے۔
(ابونعیم)

(۱۵۹۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ تُقَاتِلُ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ یَنْزِلُ عَلَی الْمَهْدِیِّ فَیُقَالُ تَقَدَّمْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَصَلِّ بِنَا

(۱۵۹۵) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک طائفہ حق کے لیے ہمیشہ مقابلہ کرتا رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم امام مہدی کی موجودگی میں بیت مقدس میں طلوع فجر کے وقت اتریں گے ان سے عرض کیا جائے گا یا نبی اللہ آگے تشریف لائیے اور ہم کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے یہ امت خود ایک دوسرے

۔۔۔۔۔ ہوگا۔ اب بعد میں کسی راوی نے اس کو دوسری روایت پر حمل کر کے امام سے مراد امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت مراد لے لی ہے اور اس لیے اس کو بلفظ اَمَّکُمْ ادا کر دیا ہے اس کے بعد کسی نے اس کے ساتھ "مِنْکُمْ" کا لفظ اور اضافہ کر دیا ہے اور جب اَمَّکُمْ کے ساتھ لفظ مِنْکُمْ کی مراد واضح نہ ہو سکی تو پھر اس کی تاویل شروع ہو گئی ہے ورنہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کا اصل لفظ بالکل واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اجمال نہیں ہے۔ ابن ماجہ کی قوی حدیث نے اس کی پوری تشریح بھی کر دی ہے۔ لہٰذا جب صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں یہ متعین ہو گیا کہ امام سے امیر و خلیفہ مراد ہے تو اب بحث طلب بات صرف یہ رہتی ہے کہ یہ امام اور رجل صالح کیا وہی امام مہدی ہی ہیں یا کوئی دوسرا شخص ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دوسری روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس امام اور رجل صالح سے مراد وہی امام مہدی ہیں تو پھر امام مہدی کی آمد کا ثبوت خود صحیحین میں ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد اب آپ وہ روایات ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ مذکور ہے کہ یہاں امام سے مراد امام مہدی ہی ہیں۔ یہ واضح رہنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں کسی امام عادل کا موجود ہونا جب صحیحین سے ثابت ہے اور اس دعوے کے لیے کوئی ضعیف حدیث بھی موجود نہیں کہ وہ امام ''امام مہدی'' نہ ہوں گے بلکہ کوئی اور امام ہوگا تو اب اس امام کے امام مہدی ہونے کے انکار کے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے بالخصوص جب کہ دوسری روایات میں اس کے امام مہدی ہونے کی تصریح موجود ہے۔ اسی کے ساتھ جب صحیح مسلم کی حدیثوں میں اس امام کے صفات وہی ہیں جو حضرت امام مہدی کی صفات ہیں تو پھر ان حدیثوں کو بھی امام مہدی کی آمد کا ثبوت تسلیم کر لینا چاہیے۔ اس کے علاوہ حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جو اگرچہ بلحاظ اسناد ضعیف سہی لیکن صحیح و حسن حدیثوں کے ساتھ ملا کر وہ بھی امام مہدی کی آمد کی حجت کہا جا سکتا ہے۔

فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اُمَرَاءُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. (اخرجه ابو عمرالدانی فی سننه الحاوی ج ۲ ص ۸۳ و رواه مسلم ایضا و لکن فیه فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا. کما فی ترجمان السنه ج ۳ ص ۵۸۸)

کے لیے امیر ہے (اس لیے اس وقت کی نماز تو یہی پڑھائیں) یہ روایت صحیح مسلم میں بھی ہے مگر اس میں ''مہدی'' کی بجائے امیرھم کا لفظ یعنی مسلمانوں کا امیر عرض کرے گا کہ آپ ہم کو نماز پڑھا دیجئے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہی جواب مذکور ہے۔

(مسلم والحاوی)

(۱۵۹۶) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَفِتُ الْمَهْدِيُّ وَقَدْ نَزَلَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ كَاَنَّمَا يَقْطُرُ مِنْ شَعْرِهِ الْمَاءُ فَيَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ تَقَدَّمْ صَلِّ بِالنَّاسِ فَيَقُوْلُ عِيْسَى اِنَّمَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ لَكَ فَيُصَلِّيْ خَلْفَ رَجُلٍ مِّنْ وُّلْدِيْ. (اخرجه ابو عمر الدانی فی سننه کذافی الحاوی ج ۲ ص ۸۱)

(۱۵۹۶) حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتر چکے ہوں گے ان کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اس وقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہو کر عرض کریں گے تشریف لایئے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے اس نماز کی اقامت تو آپ کے لیے ہو چکی ہے اور نماز تو آپ ہی پڑھائیں چنانچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے۔

(۱۵۹۷) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمُ الْمَهْدِيُّ تَعَالَ صَلِّ بِنَا فَيَقُوْلُ وَ اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ.

(۱۵۹۷) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور لوگوں کے امیر مہدی فرمائیں گے کہ آیئے اور ہم کو نماز پڑھایئے وہ جواب دیں گے کہ تم ہی میں سے ایک دوسرے کا امیر ہے اور یہ اس امت کا اعزاز ہے۔

(اخرجه السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ٦٤ عن ابی نعیم)

(۱۵۹۸) عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ الْمَهْدِيُّ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ هُوَ الَّذِيْ يَؤُمُّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ.

(۱۵۹۸) ابن سیرین سے روایت ہے کہ مہدی اسی امت سے ہوں گے اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی امامت انجام دیں گے۔

(اخرجه ابن ابی شیبة کذا فی الحاوی ج ۲ ص ٦٥)

(۱۵۹۹) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ. وَ قَالَ فَتَنْفِي الْمَدِيْنَةُ الْخَبَثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَ يُدْعٰى ذٰلِكَ الْيَوْمُ يَوْمُ الْخَلَاصِ فَقَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ. قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ

(۱۵۹۹) ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ گندگی کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح کہ بھٹی لوہے کی گندگی کو دور کر دیتی ہے اور یہ دن یوم الخلاص (پاک اور ناپاک کی جدائی کا دن) کہلائے گا۔ ام شریک نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت ان کی تعداد کم ہوگی

قَلِيلٌ وَ جُلُّهُمْ بَيْتُ الْمُقَدَّسِ وَ اِمَامُهُمُ الْمَهْدِيُّ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَيْنَمَا اِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّيْ بِهِمُ الصُّبْحَ اِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرٰى لِيَتَقَدَّمَ عِيْسٰى فَيَضَعُ عِيْسٰى يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ تَقَدَّمْ فَاِنَّهَا لَكَ اُقِيْمَتْ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ اِمَامُهُمْ.

اور ان میں بیشتر بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کے امام ایک مرد صالح مہدی ہوں گے۔ وہ ایک نیک انسان ہوں گے، وہ ایک دن صبح کی نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے گا اور یہ امام (مہدی علیہ السلام) الٹے پاؤں لوٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام (امامت کے لیے) آگے بڑھیں پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے کہ آپ آگے بڑھیے اور یہ آپ ہی کے لیے اقامت کہی گئی ہے اور ان کے امام (مہدی علیہ السلام) نماز پڑھائیں گے۔

(اخرجه ابن ماجه و الرویانی و ابن خزیمة و ابو عوانة و الحاکم و ابو نعیم و اللفظ له کذافی الحاوی ج ۲ ص ٦٥)

(۱۶۰۰) عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الْعِرَاقِ اَنْ لَّا يَجِيْءَ اِلَيْهِمْ قَفِيْزٌ وَ لَا دِرْهَمٌ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ ذَاكَ فَقَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُوْنَ ذَاكَ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الشَّامِ اَنْ لَّا يَجِيْءَ اِلَيْهِمْ دِيْنَارٌ وَ لَا مُدْيٌ اَيُّ مُدٍّ قُلْنَا لَهٗ مِنْ اَيْنَ ذَاكَ فَقَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّوْمِ ثُمَّ سَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَ لَا يَعُدُّهٗ عَدًّا قِيْلَ لِاَبِيْ نَضْرَةَ وَ اَبِي الْعَلَاءِ اَتَرَيَانِ اَنَّهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ قَالَ لَا. (رواه مسلم)

(۱۶۰۰) ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ اہل عراق کو نہ غلہ ملے گا نہ پیسہ۔ ہم نے دریافت کیا یہ مصیبت کس کے سبب سے آئے گی انہوں نے فرمایا عجم کے سبب سے، وہ نہ غلہ آنے دیں گے نہ پیسہ، پھر فرمایا عنقریب ایک وقت آئے گا کہ اہل شام کو نہ دینار ملے گا نہ کسی قسم کا ذرا سا غلہ ہم نے ان سے پوچھا یہ مصیبت کدھر سے آئے گی؟ فرمایا روم کی جانب سے۔ یہ فرما کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ ابو نضرہ سے جو صحابی سے حدیث کا راوی ہے اور ابو العلاء سے پوچھا گیا آپ کا کیا خیال ہے کیا اس خلیفہ کا مصداق عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں؟ ان دونوں نے بالاتفاق جواب دیا: نہیں۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَ لَا يَعُدُّهٗ عَدًّا. (رواه مسلم)

(۱۶۰۱) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال دونوں ہاتھ بھر بھر کر دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

(مسلم شریف)

(۱۶۰۱) * صحیح مسلم کی مذکورہ بالا ہر دو حدیثوں میں ایک خلیفہ کے دور میں مال کی خاص بہتات کا تذکرہ ہے اور ابونضرہ کی ☜ .....

خروج السفیانی وهلاکه مع جنوده بالبیداء

سفیانی کا نکلنا اور مقام بیداء میں اپنی فوج کے ساتھ ہلاک ہونا

(۱۶۰۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ السُّفْیَانِیُّ فِیْ عُمْقِ دِمَشْقَ وَ عَامَّةُ مَنْ یَّتْبَعُهٗ مِنْ کَلْبٍ فَیَقْتُلُ حَتّٰی یَبْقُرَ بُطُوْنَ النِّسَاءِ وَ یَقْتُلُ الصِّبْیَانَ فَتَجْمَعُ لَهُمْ قَیْسٌ فَیَقْتُلُهَا حَتّٰی لَا یَمْنَعُ ذَنَبَ تَلْعَةٍ وَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فِی الْحَرَّةِ فَیَبْلُغُ السُّفْیَانِیَّ فَیَبْعَثُ اِلَیْهِ جُنْدًا مِنْ جُنْدِهٖ فَیَهْزِمُهُمْ فَیَسِیْرُ اِلَیْهِ السُّفْیَانِیُّ بِمَنْ مَّعَهٗ حَتّٰی اِذَا صَارَ بِبَیْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ فَلَا یَنْجُوْ مِنْهُمْ اِلَّا الْمُخْبِرُ عَنْهُمْ.

(رواه الحاکم کذافی الحاوی ج ۲ ص ٦٥)

(۱۶۰۲) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دمشق کی بستی پر ایک سفیانی شخص حملہ آور ہوگا جس کی عام طور پر اتباع کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور بچوں کو قتل کرے گا اس کے مقابلہ کے لیے قیس کے قبیلہ کے لوگ جمع ہوں گے پھر وہ ان کو قتل کرے گا حتیٰ کے کسی ٹیلے کی گھاٹی ان کو بچانہ سکے گی اور میرے اہل بیت میں سے سنگستان مدینہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا اس سفیانی کو اس کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنے لشکر میں سے ایک دستہ ان کے مقابلہ کے لیے روانہ کرے گا وہ شخص ان کو شکست دے گا اس پر سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لے کر خود ان کے مقابلہ کے لیے چلے گا یہاں تک کہ جب بیداء کے میدان میں پہنچے گا تو سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی نہ بچے گا مگر صرف ایک شخص جو ان لوگوں کی خبر اپنی جماعت کو جا کر دے گا۔ (حاکم)

(۱۶۰۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجَبُ اَنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ یَؤُمُّوْنَ الْبَیْتَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَیْتِ حَتّٰی کَانُوْا بِالْبَیْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ فِیْهِمُ الْمُسْتَنْفِرُ وَ الْمَجْبُوْرُ وَ ابْنُ السَّبِیْلِ یَهْلِکُوْنَ مَهْلَکًا وَاحِدًا وَ یَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰی نِیَّاتِهِمْ. (رواه مسلم)

(۱۶۰۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کی طرف ایسے قریشی شخص کے مقابلے کا قصد کریں گے جس نے بیت اللہ کی پناہ لے رکھی ہوگی اور میری امت ہی میں کے چند لوگ اس سے جنگ کا قصد کریں گے یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے ان میں اپنی خوشی سے آنے والے اور زبردستی سے آنے والے اور مسافر سب ہی قسم کے لوگ ہوں گے یہ سب ایک ہی جگہ ہلاک ہو جائے گے مگر محشر میں اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھیں گے۔ (مسلم شریف)

لـ ..... حدیث میں اس خلیفہ کے مصداق کے متعلق بھی کچھ بحث ہے مگر ابونضرہ راوی حدیث اور ابو العلاء کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا ضرب المثل عادل خلیفہ بھی نہیں بلکہ ان کے بعد کوئی اور خلیفہ ہے مگر جب امام ترمذی، امام احمد اور ابو یعلی کی صحیح حدیثوں میں مال کی یہی بہتات تقریباً ایک ہی الفاظ کے ساتھ امام مہدی کے عہد میں ان کے نام کے ساتھ مذکور ہے تو پھر صحیح مسلم میں جس خلیفہ کا تذکرہ موجود ہے اس کا امام مہدی ہونا قطعی نہیں تو کیا ظنی بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۶۰۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَیَخْرُجُ اِلَیْهِمْ جَیْشٌ مِّنَ الْمَدِیْنَةِ مِنْ خِیَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ فَاِذَا

(۱۶۰۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت نہ قائم ہو گی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اترے گا (یہ دونوں مقام حلب کے قریب ملک شام میں ہیں) تو مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت تمام روئے زمین میں افضل ہوگا۔ جب دونوں لشکر صف آرا ہو جائیں گے تو نصاریٰ کہیں گے تم ان مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ جنہوں

(۱۶۰۴) * سید برزنجیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی ہے جس سے اس باب کے واقعات کی ترتیب پر کافی روشنی پڑتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام رومیوں کے ساتھ مل کر پہلے ایک بار رومیوں کے کسی دشمن سے جنگ کریں گے جس کے نتیجہ میں ان کی فتح ہوگی اور دشمن سے حاصل شدہ مال یہ دونوں باہم تقسیم کرلیں گے اس کے بعد پھر یہ دونوں مل کر فارس سے جنگ کریں گے اور پھر ان ہی کو فتح ہوگی۔ رومی مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس طرح پہلی بار ہم نے مال غنیمت تقسیم کر کے تم کو دے دیا تھا اسی طرح اس بار تم بھی مال اور قیدی سب برابر تقسیم کر کے ہم کو دے دو۔ اس پر اہل اسلام حاصل شدہ مال اور مشرک قیدیوں کی تو تقسیم کرلیں گے مگر جو مسلمان قیدی ان کے پاس ہوں گے وہ تقسیم نہ کریں گے' رومی کہیں گے کہ ہم سے جنگ کرنے اور ہمارے بچوں کو قید کرنے کے یہ بھی مجرم ہیں اس لیے ان کو بھی ہمارے حوالہ کرو' مسلمان کہیں گے یہ نہیں ہوسکتا ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ رومی کہیں گے کہ یہ خلاف معاہدہ بات ہے آخر کار رومی صاحب رومیہ کے پاس یہ شکایت لے کر جائیں گے وہ اسی جھنڈے کا ایک بڑا لشکر سمندری راہ سے ان کے ہمراہ کردے گا جس کے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔ یہ لشکر شام کا تمام ملک فتح کر لے گا صرف دمشق اور معتق کا پہاڑ بچ رہے گا اور بیت مقدس کو برباد کر ڈالے گا۔ یہاں ایک سخت جنگ ہوگی مسلمانوں کے بچے معتق پہاڑ کے اوپر ہوں گے اور مسلمان نہر اریط پر صبح وشام ان سے نبرد آزما ہوں گے۔ جب شاہ قسطنطنیہ یہ نقشہ دیکھے گا تو وہ قنسرین کے پاس تین لاکھ فوج خشکی کی راہ سے روانہ کرے گا اور یمن کے ساتھ چالیس ہزار قبیلہ حمیر کے لوگ ان سے آملیں گے یہاں تک کہ بیت مقدس پہنچیں گے اور وہ بھی روم سے جنگ کریں گے آخر ان کو شکست دیں گے۔ ایک اور لشکر آزاد شدہ غلاموں کا بھی عرب کی مدد کے لیے آئے گا اور کہے گا کہ اے عرب تم تعصب کی بات چھوڑ دو ورنہ کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا اور پھر ان کی مشرکین سے جنگ ہوگی مگر مسلمانوں کے کسی لشکر کو فتح نصیب نہ ہوگی ایک تہائی مسلمان شہید ہو جائیں گے اور ایک تہائی بھاگ نکلیں اور ایک تہائی باقی رہ جائیں گے ان میں سے پھر ایک تہائی مرتد ہو کر روم سے جاملیں گے اور ایک تہائی عراق ویمن اور حجاز کی طرف بھاگ جائیں گے اور بقیہ ایک تہائی کہیں گے کہ واقعی اب عصبیت چھوڑ کر سب متفق ہو جاؤ اور سب مل کر دشمن سے جنگ کرو اور اب اس عزم کے ساتھ جنگ کریں گے کہ یا ہم فتح کرلیں گے ورنہ مر جائیں گے جب رومی لشکر مسلمانوں کی اس قلت کا احساس کرے گا تو ایک شخص صلیب لے کر کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا اس پر ایک مسلمان جھنڈا لے کر نعرہ لگائے گا کہ اللہ کے انصار کا غلبہ ہوا۔ رومیوں کے اس کلمہ پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آئے گا اور وہ مسلمانوں کی دو لاکھ فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائے گا اور مسلمانوں کو کامیاب کردے گا اس کے بعد مسلمان رومیوں کے ملک میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں کے لوگ ان سے امن طلب کر کے جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں گے پھر اردگرد کے رومی یہ افواہ اڑائیں گے کہ دجال نکل آیا مسلمان ادھر بھاگ پڑیں گے بعد میں ان کو معلوم ہوگا کہ یہ خبر غلط تھی ادھر باقی ماندہ مسلمانوں پر رومی ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو بیخ وبنیاد سے قتل کر ڈالیں گے یہاں تک ۱۲ .....

تَصَا فُوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ سَبُوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَ يُقْتَلُ ثُلُثٌ هُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَ يَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْصَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اَنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ

ہمارے بال بچے گرفتار کر لیے ہیں اور غلام بنا لیے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان کہیں گے نہیں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑ سکتے پھر لڑائی ہوگی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کرے گا اور تہائی لشکر شہید ہو جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں میں افضل ہوگا اور تہائی لشکر فتح یاب ہوگا وہ عمر بھر کبھی کسی فتنے اور بلا میں نہ پڑیں گے پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے جو اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں آ گیا ہوگا (اب تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں ہے) وہ مال غنیمت کی تقسیم میں ابھی مشغول ہوں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں میں لٹکا چکے ہوں گے اتنے میں شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں نکل آیا ہے

﴿بقیہ﴾ ..... کہ روم میں عرب کے زن و مرد میں سے کوئی نہ بچے گا - مسلمان واپس ہو کر جب یہ ماجرا دیکھیں گے تو پھر ان سے جنگ کریں گے اور جس قلعہ پر گذریں گے تین دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کر دے گا یہاں تک کہ جب خلیج کے پاس پہنچیں گے تو نصاریٰ کہیں گے مسیح ہمارا مددگار ہے اور صلیب کی برکت خلیج سمندر سے بچاؤ کے لیے ہماری مدد ہے - جب صبح ہوگی تو کیا دیکھیں گے کہ خلیج خشک ہوگئی ہے اور سمندر ہٹ چکا ہے بس فوراً اس میں اپنے خیمے لگا دیں گے ادھر مسلمان جمعہ کی شب میں کفر کے اس شہر کا محاصرہ کر لیں گے اور رات سے لے کر صبح تک حمد اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے نہ کوئی شخص سوئے گا اور نہ بیٹھے گا جب صبح ہوگی تو تمام مسلمان مل کر ایک بار اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے اسی وقت شہر کی ایک جانب گر پڑے گی اس پر حیران ہو کر روم کہیں گے کہ پہلے تو ہماری جنگ عرب سے تھی اب تو جنگ کرنی خود پروردگار عالم ہی سے جنگ معلوم ہوتی ہے دیکھو مسلمانوں کے لیے ہمارا شہر خود بخود گر کر برباد ہو گیا - اس کے بعد مال غنیمت کا سونا ڈھالوں میں بھر بھر کر تقسیم ہوگا اور عورتیں اس کثرت سے ہوں گی کہ ایک ایک شخص کے حصہ میں تین تین سو عورتیں آئیں گی اس کے بعد پھر دجال حقیقتاً نکل آئے گا اور قسطنطنیہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوگا جو زندہ و سلامت رہیں گے نہ بیمار پڑیں گے اور نہ کوئی مرض ان کو ستائے گا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے ہمراہ یہ جماعت دجال کے لشکر (یہود) کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگی - یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائی ہے -

بعض حدیثوں میں امام مہدی کے متعلق "یصلحه الله فی لیلة" کا لفظ بھی ملتا ہے جو ضابطہ حدیث کے اعتبار سے خواہ صحت کے درجہ پر نہ کہا جائے مگر ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب امام مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر ان کا تعارف، عوام و خواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے اس لیے مصائب و آلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا لیکن اس لفظ نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں لیکن ان وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیت الٰہیہ کے ماتحت او جھل رکھی جائے گی یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آ جائیں گی گویا یہ بھی ایک کرشمہ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی ﴿بقیہ﴾ .....

وَ ذٰلِکَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَیْنَمَا هُمْ یَعُدُّوْنَ لِلْقِتَالِ یُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَیَؤُمُّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهٗ لَانْذَابَ حَتّٰی یَهْلِکَ وَ لٰكِنْ یَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِیَدِهٖ فَیُرِیْهِمْ دَمَهٗ فِیْ حَرْبَتِهٖ. (رواہ مسلم)

یہ خبر سنتے ہی مسلمان وہاں سے چل پڑیں گے حالانکہ یہ افواہ غلط ہوگی جب شام کے ملک میں پہنچیں گے اس وقت دجال نکلے گا اور جب مسلمان جنگ کیلئے مستعد ہوں گے اور صف آرائی کررہے ہوں گے کہ نماز کا وقت آجائے گا اسی وقت عیسیٰ اتریں گے اور ان کی امامت کریں گے جب خدا کا دشمن دجال ان کو دیکھے تو مارے خوف کے اس طرح پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے اگر عیسیٰ اس کو یونہی چھوڑ دیں تو بھی وہ خود بخود گھل گھل کر ہلاک ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل عیسیٰ کے ہاتھ سے مقدر فرمایا ہے اسلئے وہ اس کو قتل فرمائیں گے اور اپنے نیزہ میں اسکے قتل کا خون دکھائیں گے۔ (مسلم شریف)

الدجال الاکبر

(۱۶۰۵) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ. (رواہ مسلم)

دجال اکبر

(۱۶۰۵) عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

☜ ..... شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرت الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کردے گی جن کے بعد ان کا امام مہدی ہونا ایک نابینا پر بھی منکشف ہو جائے گا۔ دیکھئے کہ دجال کا خروج احادیث صحیحہ سے کیسا ثابت ہے۔ لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت اس کے خروج سے پہلے پہلے کتنی مخفی ہے اور جب کہ یہ داستان دور فتن کی ہے تو اب امام مہدی کے ظہور اور دجال کے وجود میں انکشاف کا مطالبہ کرنا یا اس بحث میں پڑنا یہ مستقل خود ایک فتنہ ہے۔

اس قسم کے عجائبات کی مثالیں شریعت میں بہت ملتی ہیں۔ یوم جمعہ میں ساعت محمودہ کا ہونا تو یقینی ہے مگر وہ بھی اختلافات کے جھرمٹ میں ایسی مبہم ہو کر رہ گئی ہے کہ اس کا متعین کرنا اہل علم کو بھی مشکل پڑ گیا ہے یہی حال شب قدر میں ہے اور اس سے زیادہ ابہام دور فتن کی احادیث میں نظر آتا ہے غالباً یہ بھی مشیت الٰہیہ کا ایک سر ہے کہ فتنہ اپنے وقت پر ظاہر ہو پھر اس کا متعین کرنا مشکل ہو جائے۔ دجال کی حدیثوں میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں دجالیت کا ثبوت واضح سے واضح صورت میں موجود ہو گا لیکن اس پر بھی ایک جماعت ہوگی جو اس کو خدا اور رسول ماننے پر مجبور ہوگی کیونکہ اس کے ہمراہ دجالیت کے ثبوت کے ساتھ ساتھ ایسے شبہات کی دنیا ہوگی جن کا ظہور اسی کے ساتھ مخصوص ہے گو شبہات کسی کے دعوے کے ثبوت کے لیے کتنے ہی ناکافی ہوں مگر اس وقت کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اس کے ظہور کے لیے قدرت الٰہیہ نے وہ زمانہ مقرر فرمایا ہے جب کہ ایمانوں کی قوت مسلوب ہو چکی ہوگی اور یہی راز ہے کہ اس کا ظہور خیر القرون میں نہ ہو سکا اور نہ اولیاء کرام کی کثرت کے ساتھ موجودگی میں ہو سکتا ہے ہاں مسلمانوں کے ایسے دور میں ہوگا جب کہ وہ بھیڑوں کی شکل میں مارے مارے پھرتے ہوں گے اور یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے جس گوشہ میں ایمان کے پختہ لوگ بستے ہیں وہاں جناتی اثرات کا ظہور بہت مضمحل نظر آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۶۰۶) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّتُهُ وَ نَارُهُ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَ جَنَّتُهُ نَارٌ. (رواہ مسلم)

(۱۶۰۶) حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئے گی دراصل وہ دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہٰذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا اور جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا) (مسلم)

(۱۶۰۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِيٌّ قَوْمَهُ اِنَّهُ اَعْوَرُ وَ اِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهُ. (متفق علیہ)

(۱۶۰۷) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو۔ دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی۔ دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

(۱۶۰۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَ هُوَ يَحْسَبُ اَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ مَعَهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ. (رواہ ابوداؤد)

(۱۶۰۸) عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہیے کہ وہ اس سے دور ہی دور رہے بخدا کہ ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مؤمن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اس کے ساتھ ہوں گے وہ بھی پیچھے لگ جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۱۶۰۹) وَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَا تَعْقِلُوْا اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَ لَا حَجْرَاءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ. (رواہ ابوداؤد)

(۱۶۰۹) عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو، دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، یک چشم مگر ایک آنکھ بالکل پٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۶۱۰) وَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ

(۱۶۱۰) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

(۱۶۱۰) ✱ پیشگوئی میں اقسام کا ابہام رہ جاتا ہے اور وہ تکوینی امر ہے۔ دیکھئے یہاں پر لعله سیدرکہ بعض من رانی کے لفظ نے کتنا ابہام پیدا کردیا ہے۔ پھر او خیر میں یہ ابہام کہاں تک جا پہنچتا ہے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهٗ وَ اِنِّىْ اُنْذِرُ كُمُوْهُ فَوَصَفَهٗ لَنَا قَالَ لَعَلَّهٗ سَيُدْرِكُهٗ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِىْ اَوْ سَمِعَ كَلَامِىْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ فَقَالَ مِثْلُهَا يَعْنِى الْيَوْمَ اَوْ خَيْرٌ.

(رواه الترمذی و ابوداؤد)

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس کی صورت وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہوا اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پا سکے انہوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔ (ترمذی وابوداؤد)

(۱۶۱۱) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيْمَا يُحَدِّثُنَا بِهٖ اَنَّهٗ قَالَ يَاْتِى الدَّجَّالُ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِىْ تَلِى الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِىْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِى الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَ اللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّى الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ اَنْ يَقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

(رواه البخاری)

(۱۶۱۱) حضرت ابوسعید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک طویل حدیث دجال کے بارہ میں بیان فرمائی تو جو باتیں آپؐ نے ہم سے اس کے متعلق بتائیں ان میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال آئے گا مگر مدینہ کے راستوں میں گھس آنا اس کے لیے حرام اور ناممکن ہوگا تو وہ مدینہ کے آس پاس کی بنجر زمین میں کسی جگہ آ کر اترے گا تو اس کے مقابلہ کے لیے اس دن ایک شخص نکلے گا جو تمام انسانوں میں سب سے بہتر (یا بہتر انسانوں میں سے) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی بات ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی تھی تو دجال کہے گا لوگو! بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کر دوں اور پھر اسے زندہ کر دوں تب تو تم کو میرے معاملے میں کوئی شک شبہ باقی نہ رہے گا۔ وہ کہیں گے کہ نہیں۔ تو وہ ان کو قتل کر دے گا پھر ان کو زندہ کر دے گا تو وہ بزرگ کہیں گے خدا کی قسم اب تو مجھ کو تیرے بارہ میں اور بھی یقین اور بصیرت حاصل ہوگئی کہ آج سے زیادہ ایسی بصیرت پہلے نہ تھی تو دجال پھر ان کو قتل کرنا چاہے گا مگر اس کا قابو ان پر نہ چل سکے گا۔ (بخاری)

(۱۶۱۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ

(۱۶۱۲) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱۶۱۱) ✱ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مسئلہ بھی مستنبط ہوسکتا ہے جو اصل حدیث میں مندرج ہے اس کی تفصیل کا نہ یہاں موقعہ ہے نہ مناسب۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص عجب نہیں کہ خضر علیہ السلام ہوں واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال حدثنا میں جمع کے صیغہ میں بہت سے امور کی طرف اشارات ممکن ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيُّ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ تَرْجُفُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَ مُنَافِقٍ. (رواه البخاری و فی روايته عنده لا يدخل المدينة رعب المسيح الدجال و لها يومئذ سبعة ابواب علی كل باب ملكان و فی رواية علی انقاب المدينة ملائكة و فی رواية المدينة يأتيها الدجال فيجد الملائكة يحرسونها فلايقربها كنها فی البخاری)

وسلم نے فرمایا کہ دجال آئے گا یہاں تک کہ مدینہ کے ایک کنارے آ کر اترے گا تو تین بار زلزلے آئیں گے اس وقت جتنے کافر اور جتنے منافق ہوں گے سب نکل نکل کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ (بخاری)

(ان کی ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ کے اندر مسیح دجال کا رعب بھی نہ آنے پائے گا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے بڑے بڑے راستوں پر بہت سے فرشتے ہوں گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے پاس دجال آئے گا تو فرشتوں کو اس کی نگرانی کرتے پائے گا لہٰذا ان کے پاس بھی نہ پھٹک سکے گا)

(۱۶۱۳) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ هُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوْا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّيْ وَ اللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَ لَا لِرَهْبَةٍ وَ لٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ وَ اَسْلَمَ وَ حَدَّثَنِيْ حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِيْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَ جُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَاَرْفَأُوْا اِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِيْ اَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ

(۱۶۱۳) فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا وہ اعلان کر رہا تھا چلو نماز ہونے والی ہے''۔ میں نماز کے لیے نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ کی تقسیم کے لیے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کے لیے۔ بس صرف اس بات کے لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمہارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندروں میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے۔ سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ

اَهْلَبُ كَثِيْرَا لشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْا وَ يْلَكِ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِى الدَّيْرِ فَاِنَّهٗ اِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَاِذَا فِيْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَارَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَ اَشَدَّهٗ وِثَاقًا مَجْمُوْعَةٌ يَدَاهُ عَلٰى عُنُقِهٖ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَ يْلَكَ مَا اَنْتَ؟ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِىْ فَاَخْبِرُوْنِىْ مَا اَنْتُمْ؟ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِىْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِعْمَدُوْا اِلٰى هٰذَا فِى الدَّيْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَيْكَ سِرَاعًا فَقَالَ اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ؟ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَا تُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيْهَا مَاءٌ؟ قُلْنَا هِىَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ قَالَ اِنَّ مَاءَهَا يُوْشِكُ اَنْ يَّذْهَبَ قَالَ اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِى الْعَيْنِ مَاءٌ وَ هَلْ يَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِىَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ وَ اَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَائِهَا قَالَ اَخْبِرُوْنِىْ عَنْ نَبِىِّ الْاُمِّيِّيْنَ مَافَعَلَ؟ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَ نَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَ اَطَاعُوْهُ قَالَ اَمَا اِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ

ان میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے۔لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے میں چلو وہاں ایک شخص ہے جس کو تمہارا بڑا انتظار لگ رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ کوئی جن نہ ہو۔ ہم لپک کر گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم عرب کے باشندے ہیں۔ ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا۔ اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے۔ اس لیے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آ گئے۔ اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اس میں پھل نہ آئیں۔ پھر اس نے پوچھا اچھا ''بحیرۂ طبریہ'' کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے۔ اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جب کہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اپنی کھیتیوں کو اس کا پانی دیتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے اور بستی والے اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا ''نبی الامیین'' کا کچھ حال سناؤ ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا کیا عرب کے لوگوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے۔ ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا؟ ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گرد و نواح پر تو غالب آ چکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ اس نے کہا سن لو

لَهُمْ اَنْ يُطِيْعُوْهُ وَ اِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَ اِنِّيْ يُوْشِكُ اَنْ يُؤْذَنَ لِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجُ فَاَسِيْرُ فِي الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِيْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَ طَيْبَةَ مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَا هُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اِسْتَقْبَلَنِيْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِيْ عَنْهَا وَ اِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ طَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِيْ مَدِيْنَةَ اَلَاهَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اَلَا اِنَّهٗ فِيْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَابَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْ مَا بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ.

ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کر لیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتا تا ہوں- میں مسیح دجال ہوں' اور وہ وقت قریب ہے جب کہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین پر گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں گا بجز مکہ اور طیبہ کے' کہ ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے سامنے سے آ کر مجھ کو داخل ہونے سے روک دے گا اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے- یہ جملہ تین بار فرمایا- دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی- لوگوں نے کہا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی- اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا- (مسلم شریف)

(رواہ مسلم) وَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ مُخْتَصَرًا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ عِنْدَ شَرْحِ حَدِيْثِ جَابِرٍ مِنْ كِتَابِ الْاِعْتِصَامِ وَ قَدْ تَوَهَّمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ غَرِيْبٌ فَرْدٌ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَقَدْ رَوَاهُ مَعَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَبُوْهُرَيْرَةَ كَمَا عِنْدَ اَحْمَدَ وَ اَبِيْ يَعْلٰى وَ عَائِشَةَ كَمَا عِنْدَ اَحْمَدَ وَ جَابِرٌ كَمَا عِنْدَ اَبِيْ دَاؤُدَ ج ۱۳ ص ۲۷۷ فَتْحُ الْبَارِيْ وَ ذَكَرَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ اِنَّمَا لَمْ يُخَرِّجْهُ لِشِدَّةِ الْتِبَاسِ الْاَمْرِ فِيْ ذٰلِكَ فَتَنَبَّهْ.

ابن صياد و اسمه و حليته و حلية ابيه و ما فيه من صفاته الغريبة

ابن صیاد کا نام اس کا اور اس کے باپ کا حلیہ اور اس کی عجیب و غریب صفات کا بیان

(۱۶۱۴) وَ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبُو الدَّجَّالِ ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ

(۱۶۱۴) ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے باپ کے گھر تیس سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا پھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی ایک آنکھ خراب' ایک دانت باہر نکلا ہوا ہوگا وہ بالکل نکما ہوگا'

(۱۶۱۳) * امام قرطبی نے اپنی مشہور کتاب التذکرہ میں لکھا ہے کہ دجال کی بابت جن سوالات کے تفصیلی جوابات حدیث میں آ چکے ہیں وہ یہ ہیں: اس کی حقیقت' سبب خروج' محل خروج' وقت خروج' شکل وصورت' ساحرانہ کرشمے' اس کا دعویٰ' اس کے قاتل اور وقت قتل کی تعیین اور یہ بحث بھی کہ وہ ابن صیاد ہے یا کوئی اور' اس بحث سے اس مسئلہ کا فیصلہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں- (دیکھو فتح الباری)

(۱۶۱۴) * جزری کہتے ہیں کہ روایت مذکورہ میں لفظ "اضرس" کاتب کی تصحیف ہے اصل میں "اضرشیء" ہے جیسا کہ ﷺ .....

لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَ اَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَ لَا يَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اَبَوَيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُ طِوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَاَنَّ اَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَ اُمُّهُ اِمْرَأَةٌ فَرْضَا خِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الثَّدْيَيْنِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِي الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ فَذَهَبْتُ اَنَا وَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبَوَيْهِ فَاِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَّكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَنَا وَ لَدٌ ثُمَّ وُلِدَلَنَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَ اَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَ لَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَاِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِيْ قَطِيْفَةٍ وَ لَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا؟ قُلْنَا وَ هَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا؟ قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَ لَا يَنَامُ قَلْبِيْ. (رواہ الترمذی)

سوتے میں اگر چہ اس کی آنکھیں بند ہوں گی مگر اس کا دل ہوشیار رہے گا- اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کا نقشہ بیان فرمایا کہ اس کا باپ لانبا' چھریرے جسم والا' چونچ کی طرح اس کی ناک ہو گی- اس کی ماں کے دونوں پستان بڑے بڑے لٹکے ہوئے- ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ میں یہود کے گھر اسی قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش سنی تو میں اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے دیکھنے کے لیے گئے- جب اس کے ماں باپ کے پاس پہنچے دیکھا تو وہ ٹھیک اسی صورت کے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیان فرمائی تھی- ہم نے پوچھا تمہارے کوئی بچہ ہے؟ انہوں نے کہا تمیں سال تک تو ہمارے کوئی بچہ نہیں تھا اس کے بعد اب ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کی ایک آنکھ خراب ہے اس کا ایک دانت باہر نکلا ہوا ہے وہ بالکل نکما ہے اس کی آنکھیں سوتی ہیں مگر اس کا دل خبردار رہتا ہے- ہم جوان کے گھر سے باہر نکلے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دھوپ میں اپنی چادر میں لپٹا ہوا کچھ گنگنا رہا ہے اس نے اپنا سر کھول کر کہا تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ ہم نے کہا کیا تو نے ہماری باتیں سن لیں؟ وہ بولا ہاں میری آنکھیں ہی سوتی ہیں ورنہ میرا دل جاگتا رہتا ہے- (ترمذی شریف)

لله ..... ترمذی کی روایت میں موجود ہے اس بنا پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ سرتاپا مضرت ہی مضرت اور نقصان ہی نقصان ہے- احقر کا خیال ہے کہ "ضرس" لغت میں اگر چہ ڈاڑھ کو کہتے ہیں مگر توسعاً اس سے کیلہ یعنی کنارے کا لمبا نوکیلا دانت مراد ہو سکتا ہے اور اضرس کا ترجمہ لمبے کیلے والا ہو سکتا ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں لفظ "طالعة نابه" موجود ہے اس کا ترجمہ بھی یہی ہے کہ اس کا ایک کیلہ باہر کی جانب نکلا ہوا ہوگا اس بنا پر تصحیف کہنے کی ضرورت نہ ہوگی-

ابن صیاد کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ "تنام عيناه" ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دل کی بیداری محمود صفت بھی ہے اور مذموم بھی- جس کا علاقہ عالم ملکوت سے قائم ہوتا ہے وہ تو اس بیداری کی وجہ سے عالم علوی یعنی عالم ملکوت سے وابستہ رہتا ہے اور جس کا علاقہ شیاطین اور جنوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ عالم سفلی یعنی عالم شیاطین سے وابستہ رہتا ہے اور اس طرح مرکز ہدایت اور مرکز ضلالت دونوں کو اپنے اپنے عالموں سے مدد پہنچتی رہتی ہے:

﴿ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۰)

روایتِ مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال اور اس کے ماں باپ کا نقشہ اور حلیہ بھی بیان فرما دیا تھا لله .....

(۱۶۱۵) عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَيَّادٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا اَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتّٰى مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى حَفْصَةَ وَ قَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضِبُهَا.

(رواہ مسلم)

(۱۶۱۵) نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کی کسی گلی میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ابن صیاد سے مڈھ بھیڑ ہوگئی تو انہوں نے اسے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے اسے غصہ آ گیا تو وہ پھولنے لگا اور ایسا پھولا کہ ساری گلی اس سے بھر گئی اس کے بعد ابن عمرؓ اپنی ہمشیرہ حضرت سیدہ حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو کہیں یہ قصہ پہلے ہی پہنچ چکا تھا انہوں نے فرمایا اے ابن عمرؓ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم نے اسے فضول چھیڑا تمہارا کیا مطلب تھا؟ کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ دجال جب نکلے گا تو کسی بات پر غضب ناک ہونے کی وجہ ہی سے نکلے گا۔ (مسلم)

(۱۶۱۶) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ وَ اللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ.

(رواہ ابوداؤد والبیھقی فی کتاب البعث والنشور)

(۱۶۱۶) نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ مجھ کو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسیح دجال وہ ابن صیاد ہی ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۶۱۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدْ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ. (رواہ ابوداؤد)

(۱۶۱۷) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ حرہ ہوئی تھی اس دن کے بعد سے ہم کو ابن صیاد کا پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ چلا کہاں گیا؟ ۔ (ابوداؤد)

لله ..... اور چونکہ وہ ابن صیاد اور اس کے ماں باپ میں بھی موجود تھا اس لیے ابن صیاد کا معاملہ شروع میں باعث تحیر بن گیا تھا کہ کہیں یہ وہی دجال تو نہیں کیونکہ جلد اول کی ختم نبوت کی بحث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے دجال اکبر کے علاوہ تیس سے ستر دجالوں تک کی اور خبر دی ہے جو اسی امت میں پیدا ہوں گے اور دعوے نبوت کریں گے بہر حال چونکہ اس بچہ میں دجال کا اور اس کے ماں باپ میں دجال کے ماں باپ کا اکثر نقشہ موجود تھا اس لیے اس کے دجال ہونے میں خائف قلوب کو تردد پیدا ہو جانا ایک بالکل فطری اور معقول بات تھی۔

(۱۶۱۵) * اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد میں بعض باتیں غیر معمولی بھی تھیں مثلاً پھول کر کپہ ہونا تو ایک مجاز اور اردو کا محاورہ ہے مگر وہ حقیقتاً اس طرح پھول جاتا تھا کہ ساری گلی اس سے بھر جائے یہ جنات کے خواص میں سے ہے اس کے بعد ابن عمرؓ کی جو گفتگو حضرت حفصہؓ سے ہوئی اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر دجال یہی ابن صیاد ہے تو بھی اس کے خروج کا وقت یہ نہیں ہے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہی ابن صیاد کن کن حالات سے گذرے گا اور پھر اپنے وقت مقرر پر ان فتنہ سامانیوں کے ساتھ ظاہر ہوگا جو احادیث میں مذکور ہیں۔

(۱۶۱۶) * مذکورہ بالا حالات کی بنا پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایسا یقین کر لینا کچھ بعید نہیں ہے مگر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اتنی بات سے بقیہ تفصیلات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ابن صیاد کا دجال ہونا پھر اپنے وقت پر اس کا ظاہر ہونا بہت آسان ہے اور یہ مختلف نقول اور آئندہ بھی جو آپ کے سامنے پیش ہوں گی ان کا ابہام اس کے فتنہ در فتنہ ہونے کا سبب بن گیا ہے۔

(۱۶۱۷) * ابن صیاد کے حالات زندگی جتنے گونا گوں اختلافات اور ابہام میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں اتنے ہی اس کے حالات سے گم گشتگی بھی ہے حتیٰ کہ کوئی تو اس کا گم ہونا نقل کرتا ہے اور کوئی اس کی موت بھی بیان کرتا ہے بہر حال یہ تمام بیانات آپ کے لله .....

(۱۶۱۸) وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَیَّادٍ اِلٰی مَکَّۃَ فَقَالَ لِیْ مَا لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ اَنِّی الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یُوْلَدُلَہٗ وَ قَدْ وُلِدَلِیْ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ ھُوَ کَافِرٌ وَ اَنَا مُسْلِمٌ اَوَ لَیْسَ قَدْ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ وَ لَا مَکَّۃَ وَ قَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَ اَنَا اُرِیْدُ مَکَّۃَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِہٖ اَمَا وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَہٗ وَ مَکَانَہٗ وَ اَیْنَ ھُوَ وَ اَعْرِفُ اَبَاہُ وَ اُمَّہٗ قَالَ فَلَبَّسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَہٗ تَبًّالَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَ قِیْلَ لَہٗ اَیَسُرُّکَ اَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَاکَرِھْتُ. (رواہ مسلم)

(۱۶۱۸) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں میرا اور ابن صیاد کا ساتھ ہوگیا تو وہ مجھ سے کہنے لگا لوگوں سے مجھ کو کتنی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ دجال میں ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ اس کے اولاد نہ ہوگی اور میرے تو اولاد ہے' کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا اور میں تو مسلمان ہوں' کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نہ مدینہ میں داخل ہو سکے گا نہ مکہ میں' اور دیکھو میں مدینہ سے تو آ ہی رہا ہوں اور اب مکہ مکرمہ جا رہا ہوں' یہ سب کچھ کہہ سن کر آخر میں کہنے لگا خدا کی قسم البتہ میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا؟ اور اب وہ کہاں ہے؟ اور میں اس کے ماں باپ کو بھی خوب پہچانتا ہوں۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ دورخی باتیں بنا کر اس نے مجھ کو شبہ میں ڈال دیا۔ میں نے اس سے کہا خدا تجھے ہلاک کرے۔ پھر کسی نے اس سے کہا کہ اگر وہ دجال تو ہی ہو تو کیا یہ بات تجھے پسند ہوگی اس پر وہ بولا اگر مجھ کو دجال بنا دیا جائے تو مجھے کچھ برا ابھی نہیں معلوم ہوگا۔ (مسلم)

ﷺ..... بعد ہی کے ہیں۔ ان تمام اختلافات کو بھی آپؐ کے سر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کے بارہ میں ابتدائی تردد کے جو اسباب تھے اس کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے بعد پھر جو آخری بات ہے وہ آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

(۱۶۱۸) * ابن صیاد کے یہ عجیب حالات سب حدیثوں سے ثابت ہیں اور ان سب سے ابہام کے سوا کوئی صاف نتیجہ برآمد نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس نے خود جو بیان اپنی صفائی کے لیے پیش کیا تھا اس کو پھر خود ہی اپنی آخر گفتگو سے مبہم بنا دیا حتیٰ کہ ابوسعیدؓ کے دل میں اس کی طرف سے اس کی پہلی تقریر سے جو قدرے اطمینان پیدا ہو گیا تھا وہ پھر جاتا رہا پس جب کہ اس کی ذات اور اس کے اقوال میں خود اس درجہ ابہام کے سامان موجود ہیں کہ اس کی موجودگی میں بھی اس کی طرف سے اطمینان حاصل ہونا مشکل مسئلہ بن رہا ہے تو بعد میں اگر روایات کے اختلافات سے اس ابہام کو کچھ اور مدد مل گئی ہو تو اندازہ فرمالیجئے کہ اب اس کا معاملہ کتنا پیچیدہ ہو جانا چاہیے۔ انسان کے سامنے جزم و یقین کی حالت میں بھی جب کوئی خوفناک منظر آ جاتا ہے تو اس کی طبیعت غیر اختیاری طور پر ہراساں ہونے لگتی ہے۔

دیکھئے قیامت کا آنا جتنی یقینی بات ہے اتنی ہی یقینی یہ بات بھی ہے کہ قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نہیں آئے گی لیکن اس کے باوجود جب دنیا کے معمول کے مطابق سورج کو گہن لگتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قیامت کا نقشہ گھومنے لگتا تھا۔ اسی طرح جب آسمان پر سیاہ بادل منڈلاتے نظر آتے تو آپ کے سامنے قوموں کی ہلاکت کا سماں بندھ جاتا اور آپ پر کرب و بےچینی کا یہ عالم اس وقت تک برابر رہتا جب تک کہ بارش ہو کر بادل صاف نہ ہو جائے۔ پس خوف کے مقامات میں جو غیر اختیاری تردد لاحق ہونا انسانی فطرت ہے اس کو جزم و یقین کے خلاف سمجھنا خود بڑی نافہمی ہے۔ اسی طرح ابن صیاد کے حالات تھے۔ آپ پڑھ چکے ہیں ﷺ.....

(۱۶۱۹) وَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهُ طَالِعَةً نَابُهُ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالَ فَوَجَدَهُ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهُ فَقَالَتْ يَاعَبْدَاللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۱۶۱۹) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی عورت کے لڑکا پیدا ہوا جس کی ایک آنکھ صاف تھی اور جس کا کیلہ باہر کو نکلا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں یہ وہی دجال نہ ہو- پھر ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک چادر میں لپٹا ہوا دیکھا کہ اس میں پڑا کچھ گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر) اس کو خبر دار کر دیا کہ اے عبداللہ! دیکھو یہ ابوالقاسم آ گئے ہیں پس وہ اپنی چادر سے باہر نکل آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا ناس کرے اگر یہ

للہ ..... کہ اس کے حالات دجال اکبر سے کتنے ملتے جلتے تھے اس کے معاملہ میں آپ سے ابتداءً غیر اختیاری تردد کے جو الفاظ منقول ہیں ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں سمجھنا چاہیے- جو ابھی ہم نے آپ سے بیان کی ہے- یہاں جن کو ابھی تک یہ تمام حقائق رام کہانیاں معلوم ہوتی ہیں جن کو خسوف شمس جیسے معمولی تغیر سے قیامت اور بادلوں کی آمد سے عذاب کا خطرہ بھی لاحق نہیں ہو سکتا- وہ ان حقائق کا نام تاویلات ہی رکھیں گے- ان کو کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ دجالی فتنہ کتنا عظیم فتنہ ہوگا اور ابن صیاد کے عجیب وغریب حالات کتنے تردد اور کتنے غور وفکر کا سامان بن سکتے ہیں- اصل یہ ہے کہ جب دل میں ایمان ہی کمزور ہو تو ہر موقعہ پر عقائد کا پلہ اسی جانب جھکنے لگتا ہے جو دین سے بعید تر ہوتی ہے- وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ.

(۱۶۱۹) * دجال کا فتنہ چونکہ اپنی نوعیت میں سب سے بڑا فتنہ تھا اس لیے قدرتی لحاظ سے اس میں راویوں کے بیان سے ایک ابہام یہ اور پیدا ہو گیا ہے کہ وہ ابن صیاد تھا یا کوئی دوسرا شخص- اس کو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں- احادیث سے بعض دوسرے مقامات میں بھی ہم کو اس کی نظیر ملتی ہے مثلاً شب قدر' ساعت محمودہ- صلوٰۃ وسطیٰ وغیرہ' ان سب کے بارہ میں وثوق کے ساتھ تعیین کا کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا- اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان امور میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی ابہام موجود تھا بلکہ آپ نے تو ان کو بیان فرما دیا تھا پھر کسی وجہ سے راویوں کے بیان میں اختلاف ہوا اور اس طرح آخر امت کے لیے اصل معاملہ تکوینا مبہم بن گیا- اب جو جدوجہد کرنے والے افراد تھے انہوں نے شب قدر' ساعۃ محمودہ اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تلاش میں اپنی مساعی تیز کر دیں اور جو جو بھی ان کا مصداق بن سکتا تھا کسی تحقیق اور تفصیل کے بغیر ان سب مبہم ساعات میں وہی کوشش صرف کر ڈالی جو کسی ایک ساعت کے معین ہونے کی صورت میں کی جا سکتی تھی اور اس طرح یہ تکوینی ابہام ان کے حق میں ایک رحمت بن گیا- اسی طرح ابن صیاد کا معاملہ بھی روایات کے اختلافات کی وجہ سے گو مبہم رہا مگر یہ ابہام بھی سعید طبائع کے لیے رحمت بن گیا کیونکہ اس ابہام کا ثمرہ اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ وہ دجال اکبر تھا یا نہیں- اس سے زیادہ اس ابہام کا دیگر تفصیلات پر کوئی اثر نہیں ہے پس اگر ہم کو معین طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا تو اس کا اقتضا یہی ہے کہ اب ہم کو اور زیادہ احتیاط لازم ہو گئی' دیکھیے اگر اس روایت کی بنا پر ابن صیاد ہی دجال اکبر ہو تو اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا اثر بقیہ تفصیلات پر اور کچھ نہیں ہے چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ نے صاف فرما دیا کہ دجال اکبر کے قاتل ازل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرر ہو چکے ہیں اور جب یہ ہے تو نہ اللہ تعالیٰ کا علم بدل سکتا ہے اور نہ تم اس کو قتل کر سکتے ہو- لہٰذا اس ابہام کو لے کر بقیہ سارے معاملات کو مبہم بنا ڈالنا کج فہمی اور کجروی کے سوا کچھ نہیں- اس حدیث کے بقیہ مباحث کی تفصیل تقدیر کے باب میں گزر چکی ہے- آخر میں اتنا اور لکھ دینا کافی ہے للہ .....

وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْتَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَ اَنْ لَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَکَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اَنَّهٗ هُوَ الدَّجَّالُ. (رواه فی شرح السنة)

اس کو اطلاع نہ دیتی تو یہ اپنا معاملہ خود ہی بیان کر دیتا- پھر راوی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کا قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر دوں- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی دجال ہے تو تم اس کے قاتل نہیں ہو اس کو تو عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام قتل کریں گے اور اگر یہ وہ نہیں تو ایسے بچہ کا قتل کرنا خیر کی بات نہیں جو ہمارے عہد میں داخل ہے (یعنی ہماری ذمی رعایا ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق یہ خطرہ لگا ہی رہا کہ کہیں وہ دجال اکبر نہ ہو-

(١٦٢٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَ هُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَيَّادٍ قَبْلَ اَنْ يَرَاهُ وَ ابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهٗ فِيْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَیْ صَافِ وَ هُوَ اسْمُهٗ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(١٦٢٠) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس باغ کی طرف چلے جس میں ابن صیاد رہتا تھا- جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باغ کے اندر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپ چھپ کر یہ تدبیر کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی بات سن لیں- ادھر ابن صیاد اپنے بچھونے پر ایک چادر میں لپٹا ہوا اندر اندر کچھ گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے تنوں کی آڑ لے رہے ہیں تو فوراً اس نے کہا او صاف! (یہ اس کا نام تھا) ہوشیار- بس یہ سن کر ابن صیاد فوراً کھڑا ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کی ماں اس کو ہوشیار نہ کرتی تو یہ صاف بات کہہ گذرتا- سالم کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی

لله ..... کہ بہت سے امور مفزعہ کے پیش آنے پر آپ کے چہرے پر تردد اور خوف کا نمودار ہو جانا یہ کسی یقین کے مزاحم نہیں کہا جا سکتا' نہ ان کو کسی تردد کا باعث قرار دیا جا سکتا ہے (جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود پاک جو عالم کے لیے رحمت ہی رحمت تھا' اس کے موجود ہوتے ہوئے قیامت کا قائم ہو جانا کیسے ممکن تھا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ "ہذا اگر کوئی شخص صرف ان احادیث کو اٹھا کر قیامت کا انکار کر ڈالے یا اس کے وقوع کے تردد میں پڑ جائے تو یہ اس کی نافہمی اور قصور فہم کا سبب ہے اس کو حدیثوں کے سر رکھ دینا امور بدیہیہ سے ناواقفی ہے- (اسی طرح احادیث فتن میں اس قسم کے ابہامات پیش آ گئے ہیں کہ اپنی اپنی فہم کے مطابق علماء نے ان کی تعیین میں کسی قدر عجلت سے کام لیا ہے حالانکہ جب نہ حدیث میں ان کے ظہور کا وقت متعین ہے اور نہ ان کی تعیین مذکور ہے تو پھر اپنی جانب سے اس کی تعیین میں عجلت بازی سے کام لے کر اس کو حدیث کی طرف منسوب کر ڈالنا خلاف واقع ہے)

وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكْتُهُ بَيَّنَ وَ قَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُ كُمُوْهُ وَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَهٗ وَ لٰكِنْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ.

اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ دیا اور خدا کی شان کے مناسب حمد وثنا کی' اس کے بعد دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس کے فتنے سے اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اس سے اپنی قوم کو نہ ڈرایا ہو لیکن ایک بات میں تم کو ایسی صاف بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی وہ یہ کہ تم جان چکے ہو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر عیب سے بری ہے وہ کانا نہیں ہوسکتا- (بخاری شریف)

(روى البخارى هذا السياق فى باب كيف يعرض الاسلام على الصبى من كتاب الجهاد و اخرج فى باب الملائكة)

(١٦٢١) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَاءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَ الْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَ الثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَ الْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَ الثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا كُلَّهٗ وَ الْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهٗ فَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَ لَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِنَ الْبَهَائِمِ اِلَّا هَلَكَ وَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِي الْاَعْرَابِيَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى

(١٦٢١) اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے- ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی- دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آکر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کر دوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ضرور' اس کے بعد شیطان اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن

(١٦٢١) ✻ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ جب اس عظیم ترین فتنے کا ظہور قریب ہوگا تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے ظہور سے پہلے برکات (ارہاص) کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اسی طرح اس فتنے سے پہلے برکات کا خاتمہ ہونا شروع ہو جائے گا- بارش' غلہ اور اسی کے ساتھ سب حیوانات ختم ہو جائیں گے- اس بے سروسامانی میں وہ اس سازوسامان کے ساتھ آئے گا کہ ایک برباد شدہ کسان کے حیوانات زندہ کر دے گا اور ایک شخص سے اس کے باپ اور بھائی کے دوبارہ زندہ کر دینے کا وعدہ کرے گا- اب سوچئے کہ ضعیف انسان کی بے علمی اور اسی کے ساتھ جب افلاس کی سختی بھی یکجا جمع ہو جائے تو اس کی آزمائش کا میدان کتنا سخت ہو جائے گا- مردہ کا زندہ کرنا ہی کچھ کم بات نہیں پھر ایک کسان کے لیے اس کے جانور اور ان سے بڑھ کر اس کی اولاد اور اس کے ماں باپ اس سے زیادہ پیاری چیزیں اور کیا ہو سکتی ہیں.....

فَیَمَثَّلُ لَهُ الشَّیطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ کَاَحْسَنِ مَا یَکُوْنُ ضُرُوْعًا وَ اَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَ یَاْتِی الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ اَخُوْهُ وَ مَاتَ اَبُوْهُ فَیَقُوْلُ اَرَاَیْتَ اِنْ اَحْیَیْتُ لَکَ اَبَاکَ وَ اَخَاکَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَمَثَّلُ لَهُ الشَّیطَانُ نَحْوَ اَبِیْهِ وَ نَحْوَ اَخِیْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ وَ الْقَوْمُ فِیْ اِهْتِمَامٍ وَ غَمٍّ مِّمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلُحْمَتَیِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْیَمْ اَسْمَاءُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِکْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ یَخْرُجْ وَ اَنَا حَیٌّ فَاَنَا حَجِیْجُهٗ وَ اِلَّا فَاِنَّ رَبِّیْ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِیْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰی نَجُوْعَ فَکَیْفَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَئِذٍ قَالَ یُجْزِئُهُمْ مَا یُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَ التَّقْدِیْسِ.

(رواہ احمد و ابو داؤد و الطیالسی)

اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں- اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آکر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کردوں تو کیا تجھے پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا کیوں نہیں- بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آجائے گا- حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اس کے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپؐ کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر و غم میں پڑے ہوئے تھے- اسماءؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماءؓ کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپؐ نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا- ورنہ میرے بعد پھر ہر مؤمن کا نگہبان میرا رب ہے- میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکاسکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مؤمنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس- (احمد)

لله ..... ہیں؟ کون ہے جو اس فتنہ کا مقابلہ کرسکتا؟ اگر کہیں حدیث نے اس کی اعجوبہ نمائیوں کا راز فاش نہ کردیا ہوتا تو آج بھی بہت سے ضعیف الایمان تردد میں پڑ جاتے! مگر جب یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ سب کچھ شیطانی تصرفات اور شعبدے ہوں گے تو اب کوئی اشکال نہ رہا- ظاہر ہے کہ دجال جب خدائی کا مدعی ہو تو اس کو خدائی کا سامان بھی دکھانا ضروری ہے اس لیے اس کے ساتھ جنت دوزخ کا ہونا بھی ضروری ہے اور مردہ کو زندہ کرنے کا دعویٰ بھی ضروری ہے مگر حدیث کہتی ہے کہ یہ سب کچھ بازیگر کے تماشے سے زیادہ نہ ہوگا- چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر اس کو قتل کردیں گے تو اس کی خدائی کا یہ سارا ڈھونگ ایک بندہ کے ہاتھوں کھل ہی جائے گا-

شیاطین اور ان کے تصرفات کی تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گذریں گی- مگر اتنی بات اجمالاً یہاں بھی سن لیجئے کہ امور خیر کی تائید فرشتے اور شر کی شیاطین کرتے رہتے ہیں پھر جو طاقت جتنی بڑی مرکزی ہوتی ہے اسی قدر اس کی اعانت میں بھی قوت اور ضعف کا فرق ہو جاتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کی تائید میں سارا عالم ملکوت نظر آتا ہے اس کے بالمقابل دجال کی تائید لله .....

(۱۶۲۲) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا سَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَ اَنَّهُ قَالَ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَ نَهْرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

(متفق علیہ)

(۱۶۲۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ دجال کے متعلق جتنے سوالات میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں اتنے کسی اور شخص نے نہیں کئے آپؐ نے فرمایا کہ دجال بھلا تم کو کیا نقصان پہنچا سکے گا؟ میں نے عرض کی لوگ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی (یعنی قحط میں رزق کا پورا سامان ہوگا) آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر اور ذلیل تر ہے کہ اس کو یہ ساز و سامان ملے (جو ہوگا اس کی حقیقت صرف شعبدہ بازی اور نظر بندی سے زیادہ نہ ہوگی جیسے ساحرین فرعون کی رسیوں کی)

(۱۶۲۳) وَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقِيَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ يَعْنِيْ اِبْنَ صَيَّادٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ رُسُلِهِ مَا ذَا تَرٰى قَالَ اَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰى عَرْشَ اِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ قَالَ وَ مَا تَرٰى قَالَ اَرٰى صَادِقَيْنِ وَ كَاذِبًا اَوْ كَاذِبَيْنِ وَ صَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ فَدَعُوْهُ. (رواہ مسلم)

(۱۶۲۳) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کا اور ابن صیاد کا مدینہ کے کسی راستے میں کہیں آمنا سامنا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں یقینی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' اس پر وہ بد بخت بولا: اچھا کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں- اس کا یہ جملہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- میں تو اللہ تعالیٰ پر' اس کے فرشتوں پر اور سب رسولوں پر ایمان لا چکا- (اس کے بعد آپ نے اس سے پوچھا) بھلا تجھے نظر کیا آتا ہے؟ وہ بولا مجھ کو پانی پر عرش (ایک تخت) نظر آتا ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو عرش ابلیس ہے جو تجھ کو سمندر پر نظر آتا ہے- اچھا تجھ کو اور کیا نظر آتا ہے؟ وہ بولا میرے پاس دو سچے ایک جھوٹا' یا دو جھوٹے تو ایک سچا شخص نظر آتا ہے آپؐ نے فرمایا چھوڑو اس کو خود ہی اپنی حقیقت کا پتہ نہیں-

(مسلم شریف)

لله ..... میں سارا عالم شیاطین ہی ہونا چاہیے- جن کی نظر صرف ایک عالم مادی اور اس عالم کے بھی ایک مختصر اور محدود گوشہ میں محصور ہو کر رہ جائے- ان بے چاروں کے لیے ان حقائق کا سمجھنا بھی مشکل ہے-

(۱۶۲۳) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سب سے پہلے اس سے اپنی رسالت کے متعلق سوال کیا کہ مقبول یا مردود ہونے کا سب سے پہلا معیار یہی ہے مگر اس نے شروع ہی سے نامعقول بات شروع کی اور اپنے متعلق آپؐ سے یہی سوال کیا اس پر آپ کا جواب کتنا بلیغ تھا کہ آپ نے کسی بے اصل بات کو قابل تردید بھی نہیں سمجھا کیونکہ تردید بھی اسی بات کی کی جاتی ہے جس کا کوئی امکان بھی ہو لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کا اظہار کر کے اس کو صحیح جواب بھی دے دیا اور خاص اس کے سوال کے جواب لله .....

(۱۶۲۴) وَ عَنْهُ اَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ. (رواه مسلم)

(۱۶۲۴) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جنت کی مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ میدہ کی طرح سفید اور مشک خالص کی طرح خوشبودار ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۶۲۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَقِيْتُهُ وَ نَفَرَتْ عَيْنُهُ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا اَرٰى قَالَ لَا اَدْرِيْ قُلْتُ لَا تَدْرِيْ وَ هِيَ فِيْ رَأْسِكَ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِيْ عَصَاكَ قَالَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ. (رواه مسلم)

(۱۶۲۵) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ابن صیاد کو جب میں نے دیکھا تھا تو اس وقت اس کی آنکھ خراب ہو چکی تھی، میں نے پوچھا تیری یہ آنکھ کب خراب ہوئی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ میں نے کہا اچھا وہ تیرے سر میں ہے اور پھر بھی تجھ کو معلوم نہیں؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تیری لکڑی میں اسے پیدا فرما دے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک ایسی زور کی آواز نکالی جیسے گدھے کی زور کی چیخ ہوتی ہے۔

(۱۶۲۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ يَنْطِفُ اَوْ يُهْرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ جَسِيْمٌ اَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِئَةٌ قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ

(۱۶۲۶) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سو رہا تھا اور خواب میں طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہیں گندم گوں رنگ سیدھے سیدھے بال یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) پھر جو میری توجہ ذرا دوسری طرف گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا لمبا چوڑا آدمی سرخ رنگ سخت گھونگر والے بال آنکھ سے کانا ایک آنکھ ایسی تھی جیسا ابھرا ہوا انگور لوگوں نے بتایا یہ ہے دجال اکبر اس سے سب سے زیادہ مشابہ شخص دیکھنا

﴾..... سے اعراض بھی کر لیا۔ اس کے بعد جب آپ نے مزید تحقیق فرمائی تو اس نے ایک عرش دیکھنا بتایا۔ آپ نے وضاحت فرمادی کہ وہ تو عرش شیطان ہے اس نے بھی اپنے اعوان و انصار کے لیے ایک عرش بچھا رکھا ہے اس کے بعد جب آپؐ نے اس کے پاس خبریں لانے والے کے متعلق سوال کیا تو بات بالکل صاف ہوگئی کیونکہ نبی کو خبر دینے والے ہیں کاذب ہونے کا احتمال ہی نہیں ہوتا وہ صادق ہی صادق ہوتا ہے۔ جس کو دو سچی اور ایک جھوٹی یا اس کے برعکس خبریں معلوم ہوں تو یہ اُنہا کے کاہن ہونے کی دلیل ہے اس لیے اس کے بعد آپ نے اس سے اور کوئی سوال نہیں کیا اور بات صاف ہوگئی۔ اس حدیث میں ایک قابل غور بات یہ بھی نکلتی ہے کہ ابن صیاد میں دجالیت کی علامت میں تدریج بھی ہے جیسا کہ وقد نفرت عینه کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے اسی پر دوسری علامات کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۱۶۲۶) * دوسری حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ عروۃ بن مسعودؓ کے بہت مشابہ ہیں اس حدیث کی تشبیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان ہر دو افراد سے مراد خاص خاص اشخاص ہیں قوم انگریز یا وہ شخص مراد نہیں جو عیسیٰ ابن مریمؑ کی صفات یا ہیئت کا حامل نہ ہو جیسا کہ یہاں بعض مدعین کا دعویٰ ہے۔

قَطَنٍ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ. (رواه البخاری)

چاہو تو بس خزاعہ قبیلہ کا یہ عبدالعزیٰ ابن قطن ہے وہ ٹھیک اسی صورت کا تھا۔

(۱۶۲۷) عَنْ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ لِيْ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ فَبَكَيْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَخْرُجْ وَ اَنَا حَيٌّ كَفَيْتُكُمُوْهُ وَ اِنْ يَخْرُجِ الدَّجَّالُ بَعْدِيْ فَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اِنَّهُ يَخْرُجُ فِيْ يَهُوْدِيَّةِ اَصْفَهَانَ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَدِيْنَةَ فَيَنْزِلُ نَاحِيَتَهَا وَ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلَكَانِ فَيَخْرُجُ اِلَيْهَا شِرَارُ اَهْلِهَا حَتّٰى يَاْتِيَ الشَّامَ مَدِيْنَةَ بِفَلَسْطِيْنَ بِبَابِ لُدٍّ وَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ مَرَّةً حَتّٰى يَاْتِيَ فَلَسْطِيْنَ بِبَابِ لُدٍّ فَيَنْزِلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَمْكُثُ عِيْسٰى فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اِمَامًا عَدْلًا وَ حَكَمًا وَ مُقْسِطًا. (مسند احمد)

(۱۶۲۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہود ہوں گے' یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو یہاں ایک طرف آ کر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگران ہوں گے (جو اس کو اندر آنے سے مانع ہوں گے) مدینہ میں جو بداعمال لوگ آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اس کو قتل کریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

(۱۶۲۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَ يَمْكُثُ فِي النَّاسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً.

(۱۶۲۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور لوگوں میں چالیس سال تک رہیں گے۔ (طبرانی)

(اخرجه الطبرانی و بزهد احمد عنه مثله و زاد لو يقول لبطحاء سيبی عسلا لسالت (مرقات الصعود ص ۱۹۸)

(۱۶۲۹) عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ

(۱۶۲۹) ربعی بن حراشؒ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہ رضی

(۱۶۲۹) ٭ دجال کا فتنہ جتنا عظیم الشان ہے قدرت کی طرف سے اس کی شناسائی کے نشان اتنے ہی زیادہ ہیں الفاظ مسلم پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجئے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ عالم تقدیر بینا کو نابینا بنا سکتا ہے جب اپنے قلب کی آنکھیں خود نابینا ہوں تو ک ف ر کے الفاظ کیا نظر آئیں۔ لفظ بین عینیہ تقدیری کتابت کے لیے شاید کچھ مخصوص ہے اسی لیے یہی عمرو غیرہ کے لیے محل کتابت ہے۔ اور حضرت لله .....

بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَ نَارًا فَاَمَّا الَّذِىْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَ اَمَّا الَّذِىْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهٗ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ اَدْرَکَ ذَالِکَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِى الَّذِىْ يُرٰى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهٗ عَذْبٌ بَارِدٌ. (رواہ البخاری ج۱ ص ۴۹۰) وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَ اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ اَوْ غَيْرُ كَاتِبٍ وَفِىْ رِوَايَةٍ بَيْنَ عَيْنَيْهِ کـ . ف . ر . وَ فِىْ رِوَايَةٍ الكاف والالف والفاء و الراء.

اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے - انہوں نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہٰذا تم میں جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہیے کہ جو آگ معلوم ہو رہی میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آبِ خنک ہوگا - یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مؤمن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ - اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک - ف - ر - اور ایک روایت میں - کاف - الف - فا - را - ہوگا -

---

لله ..... داؤد علیہ السلام کی ازلی سعادت اسی مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کو شاید اسی لیے نظر آ گئی ہو - پہلے یہ سب تفصیلات گذر چکی ہیں عرفِ عام میں ہائے کہہ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارنا شاید اسی لیے رواج پا گیا ہوگا - صحیح مسلم کی یہ صحیح حدیث ہمارے اس بیان کے لیے شاہد ہے - مگر یاد رہے کہ اس میں گو پڑھے لکھے ہونے کی شرط نہ سہی مگر مومن ہونے کی قید موجود ہے عجب نہیں کہ یہی مومن کے ایمان کے تحفظ اور کافر کی محرومی کا سبب ہو اور یہی ایک اور عظیم فتنہ کا باعث بن جائے - یہ جملہ امور اگر چہ احادیث میں گو صراحۃً مذکور نہ ہوں مگر اس کی طرف صراحۃً اشارہ کے قریب ہے - انہی سطور میں دجال کی حقیقت کے ساتھ ابن صیاد کی احادیث کے ذکر نہ کرنے کی طرف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا لطیف بیان گذر چکا ہے اگر آپ فتن کی حقیقت سمجھتے ہیں اور ان کی احادیث کی طرف نظر رکھتے ہیں تو ایک ثابت شدہ حقیقت کے انکار سے دوسری ایک حقیقت کے انکار کی راہ نہ لیں گے یعنی فتنہ دجال کے خروج کے جتنے اسباب صراحت کے ساتھ ذکر میں آ چکے ہیں وہ ایک ابن صیاد کی حقیقت کے مبہم رہنے کی وجہ سے مفت میں ان کا انکار نہ فرمائیں گے - اگر احادیث میں کہیں ابن صیاد کے دجال ہونے میں آپ کو شبہ گزرتا ہے تو آپ کی نظروں میں نفسِ دجال کی غیر مشتبہ حقیقت کو مشتبہ نہ ہونا چاہیے - اس جگہ کم از کم ایک منصف کے لیے حقیقت یہ ہے کہ دجال اگر قوم کا لقب ہو تو ابن صیاد کے متعلق حدیثیں اس کی تردید کے لیے کافی ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ابن صیاد کسی قوم کا لقب تھا اور نہ اس کے وجود شخصی کے دیکھ لینے کے بعد اور اس کے والدین کے نام و نسب کی تحقیق کے بعد اس کی گنجائش نکل سکتی ہے پھر ابن صیاد کے دجال کہنے سے احادیثِ صحیحہ کے انکار کے سوا اور فائدہ کیا جب کہ احادیثِ صحیحہ میں یہ بیان موجود ہے کہ اس کا قاتل عمرؓ جیسا شخص بھی نہیں ہو سکتا بلکہ عیسیٰ ابن مریمؑ مقرر ہیں اور وہ بھی اس ثبوت کے لیے اپنے نیزہ میں اس کا خون دکھا دکھا کر یہ یقین دلائیں گے کہ میں جو عالم تقدیر میں اس کا قاتل مقرر ہو چکا ہوں وہ کوئی معنوی قتل نہیں ہے جو صرف کتابوں کے لکھ دینے سے پورا ہو جاتا بلکہ ایک حسی قتل ہے -

دجالی فتنہ

یہ واضح رہنا چاہیے کہ وہ ''دجالی فتنہ'' جس کا حدیثوں میں تذکرہ آتا ہے اور جس سے تحفظ کا علاج سورۂ کہف کی تلاوت کرنا قرار دیا گیا ہے وہ اسی کے دور میں ظہور پذیر ہوگا۔ جب کہ ایک طرف وہ خدائی کا دعویٰ اور اس سے پہلے رسالت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے ساتھ ایسے خارق عادات افعال بھی دکھلائے گا جو بظاہر اس کے دعوے کے مؤید نظر آئیں گے اور اس وجہ سے بہت سے لوگوں کے ایمان متزلزل ہو جائیں گے ہمارے زمانے میں مادی ترقیات خواہ کتنی بھی ہو جائیں وہ سب مادی قوانین کے تحت ہیں ان کو دجالی فتنہ سمجھنا بالکل بے محل بلکہ خلاف واقع بات ہے اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ زمانے میں جو جدید ایجادات سامنے آ رہی ہیں وہ عجیب سے عجیب تر ہیں لیکن موجودہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں سب ہی اس میں شریک ہیں اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے سے مسابقت میں خوب سرگرم ہیں اور ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس میدان کا ہیرو کون ہے اس لیے بھی ان میں سے کسی کو دجالی فتنہ قرار دینا قبل از وقت ہے' بلکہ ان کو اس کے مقدمات میں شمار کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس کا مقدمہ دینی جہل' ضعف ایمانی اور طغیانی طاقتوں کا ہمہ گیر اقتدار ہے۔

حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ دجال خود یہودی النسل ہوگا اور اس کے تمام متبعین بھی سب یہود ہی ہوں گے اور من حیث القوم وہی اس پر ایمان لائیں گے اس لیے دجالی فتنہ کا مرکز درحقیقت یہود ہیں اور اس لیے ہمارے زمانے میں یہودی مملکت کا قیام اور ان کی متفرق طاقتوں کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اسی جگہ ہونا جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور مقدر ہے اگر اس کو دجالی فتنہ کا مقدمہ کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اب رہے نصاریٰ تو وہ ابھی تک عیسائیت کے کم از کم دعوے دار ضرور ہیں' اور گو حیوانیت کے آخر نقطہ پر پہنچ چکے ہیں مگر ان کا زبانی دعویٰ اب بھی صلیب پرستی ہی کا ہے۔ ادھر روس گو مدعی الوہیت تو نہیں لیکن اس سے بڑھ کر خدائے برحق کا علی الاعلان منکر بھی کوئی نہیں۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد عیسائی تو ان پر ایمان لے آئیں گے جیسا کہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ﴾ (نساء:۱۵۹) کی تفسیر میں آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہودی ایک ایک کر کے قتل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپ کر پناہ لینا چاہے گا تو وہ درخت بول اٹھے گا: ''دیکھو میرے پیچھے یہ یہودی ہے اس کو بھی قتل کرو''۔ اس سوانح حیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ کا تمام تر تعلق یہود کے ساتھ ہوگا۔ ہمارے زمانے کی مادی ترقیات کے ساتھ اس کا تعلق کچھ نہیں ہے اور نہ ان اقوام میں سے خاص طور پر کسی ایک قوم کے ساتھ ہے جن کے ذریعہ یہ ترقیات سامنے آ رہی ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر سورۂ کہف کے اور اس فتنہ سے تحفظ کے درمیان ربط کیا ہے کہ اسی کی تلاوت کو اس سے تحفظ کا سبب قرار دیا گیا ہے تو اولاً اصولاً یہ سمجھ لیجئے کہ خوارق جس طرح خود سببیت اور مسببیت کے علاقہ سے باہر نظر آتے ہیں اسی طرح جو افعال ان کے مقابل ہیں وہ بھی سببیت کے علاقہ سے بالاتر ہوتے ہیں مثلاً ''نظر کا لگنا'' سب جانتے ہیں کہ یہ صحیح حقیقت ہے اور گو علماء اس کی معقولیت کے اسباب بھی لکھے ہیں مگر بظاہر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا اسی لیے بہت سے اشخاص تو اب تک اس کے قائل ہی نہیں اور اس کو صرف ایک وہم پرستی اور تخیل سمجھتے ہیں لیکن اس کے دفعیہ کے لیے جو صورتیں مجرب ہیں وہ بھی اکثر اسی طرح

غیر قیاسی ہیں۔ اسی طرح سمی جانوروں کے کاٹے کے جو منتر اور افسوں ہیں وہ اکثر یا تو بے معنی ہیں اور جن کے معنی کچھ مفہوم ہیں بھی ان میں سمیت دفع کرنے کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں بہت سی سورتوں کے خواص مذکور ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ کہ وہ بہت سے لاعلاج امراض کے لیے شفا ہے اب یہاں ہر جگہ اس مرض اور اس سورت کے مضامین میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملانا بیکار کی سعی ہے۔ پھر اس قسم کی ذہنی مناسبات انسانی دماغ ہر جگہ نکال سکتا ہے اس لیے ہمارے نزدیک اس کاوش میں پڑنا مفت کی دردسری ہے۔ لیکن بایں ہمہ اگر سورۂ کہف اور دجالی فتنہ کے درمیان کوئی تناسب معلوم کرنا ہی ناگزیر ہو تو پھر بالکل صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اصحابِ کہف بھی کفر وارتداد کے ایک زبردست فتنہ میں مبتلاء ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کے دل مضبوط رکھے اور اسلام پر ان کو ثابت قدم رکھا جیسا کہ اس سورت کے شروع ہی میں ارشاد ہے: ﴿وَ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا﴾ (الکہف: ۱۴)

پس جس طرح صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ محفوظ رہے تھے اسی طرح جب دجال کا سب سے زبردست ارتداد و کفر کا فتنہ نمودار ہوگا تو اس وقت بھی صرف امدادِ الٰہی ہی سے لوگوں کے ایمان مضبوط رہیں گے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول کفار کی فرمائش پر ہوا تھا' اس لیے یہ قصے ان کے جواب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور اس مناسبت کا یعنی فتنہ دجال اور سورۂ کہف سے اس سے تحفظ کا کہیں ذکر نہیں آتا صرف ایک قیاس آرائی اور قافیہ بندی ہی کہا جا سکتا ہے اور جس کو حدیث و قرآن سے کوئی مناسبت نہ ہو وہ ان بے تکی باتوں میں پڑ سکتا ہے۔ دجال سے قبل یہی چند نشانیاں نہیں بلکہ بہت سی علامات مذکور ہیں جن کے اور دجال کے درمیان جوڑ لگانا ایک بڑی دردسری ہے یہاں قرآن کریم نے اپنی صفات میں سے جہاں اپنا ''قیم'' ہونا ذکر فرمایا ہے اور عیسائیت کی تردید فرمائی ہے وہ قرآن کے عام مضامین میں سے ایک اہم مضمون ہے جو متعدد اسالیب سے متعدد سور میں مذکور ہے لیکن ان سور کی تلاوت کو کہیں یاد نہیں آتا کہ دجالی فتنے کے تحفظ کے لیے شمار کیا گیا ہو' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو اس سورۂ خاصہ میں کوئی سبب دوسرا ہوگا۔ ابھی آپ سن چکے ہیں کہ اس سورت کے اول میں چند اشخاص کے تحفظِ ایمان کی ایسی عجیب صورت مذکور ہے جس کو قرآن نے اپنے الفاظ میں یوں ادا فرمایا ہے: ﴿وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ﴾ (الکہف: ۱۸)

گو کہ یہ واقعہ قدرتِ الٰہیہ کے سامنے کچھ تعجب خیز نہ ہو لیکن ایک ضعیف البنیان انسان کے لیے ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر وہ اس کی نظروں میں تعجب خیز نظر آئے تو کچھ تعجب نہیں۔ اس واقعہ کو ذکر فرما کر قرآن کریم نے جو نتیجہ خود اخذ کیا ہے وہ اثباتِ قیامت ہے چنانچہ اس قصے کو پورا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا﴾ (الکہف: ۲۱) اور دجال کی طرف کہیں اشارہ تک یاد نہیں آتا۔ ہاں حدیث میں بے شک اس سورت کے اوائل کے ساتھ اس کے اواخر کا تذکرہ ملتا ہے۔ اب اگر اوائل میں کھینچا تانی کر کے عیسائیت کو دجال کا فتنہ قرار دے ڈالا جائے تو پھر اس کے اواخر کے متعلق کیا کہا جائے گا جن میں عیسائیت کی تردید پر کوئی زور نہیں دیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنے سے اور عیسائیت کی تردید سے یہاں کوئی تعلق نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس فتنے میں روس عیسائیوں سے دو قدم آگے نظر آتا ہے تو پھر یہ بے جوڑ بات کہنے کی ضرورت کیا اور عیسائیوں کے تقدم کو اس کی انتہائی شناعت کے باوجود دجالی فتنہ قرار دے ڈالنے سے

غرض کیا۔ اصل یہ ہے کہ بہت سی قومیں جب دجال کا ظہور نہ پاسکیں تو انہوں نے دجال کی احادیث کی پیش گوئیاں پورا کرنے کے لیے خواہ مخواہ کی یہ زحمت اٹھائی۔ یہ زحمت اس زحمت سے کم نہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اپنے زمانے میں نہ دیکھ کر خود عیسیٰ ابن مریم بننے کی سعی ناتمام کی' اگرچہ ان کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین شہر اور نام اور کام اور محل دفن وغیرہ کا اختلاف ہی کیوں نہ ہو مگر اس پر بھی آخر کار انہوں نے ایک عیسیٰ ابن مریم تجویز ہی کر لیا اور لاکھوں انسانوں نے ان کی اس بدیہی غلطی میں تقلید ہی کر ڈالی اسی طرح یہاں یہاں عیسائیوں کا جرم تو مسلم ہے مگر انہی کو دجالی فتنہ قرار دے ڈالنا پھر سورۂ کہف کی تلاوت کو اس سے تحفظ کا سبب سمجھ لینا یہ علمی غلطی ہے جس کا نہ احادیث سے کوئی پتہ لگتا ہے اور نہ تاریخ سے کوئی ثبوت۔ ہاں اگر صرف قیاس آرائی کافی ہو تو بات دوسری ہے' ورنہ عیسائیوں کو تو ان پر ایمان لانا ہے۔ ہاں یہودیوں کو ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جانا ہے اور اس طرح ان دونوں قوموں کا حشر آنکھوں کو نظر آتا ہے۔ پھر دجالی فتنے کو ان پر منطبق کرنا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟ کچھ گنجائش ہے؟ اور دجالی فتنے کو کسی فریق پر منطبق کرنا ہی ہے تو یہود کے حق میں اس کا کوئی امکان پیدا ہوسکتا ہے اور بس۔

والحمدللہ اولاً و اخرا

و صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و اصحابہ الذین فی اولھم نبیھم و اخرھم الامام المھدی علیہ السلام (و اما الدجال الاکبر فھو من الیھود لیس منا و لسنا منہ لعنہ اللہ لعناً کبیرًا)

چہار شنبہ ۱۲/محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲/مئی ۱۹۶۵ء

المدینۃ المنورہ

❁❁❁

الرسول الاعظم وشق صدره صلى الله عليه وسلم فى الطفولية

(۱۶۳۰) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَ هُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهٗ فَصَرَعَهٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهٗ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَهٗ وَ اَعَادَهٗ فِيْ مَكَانِهٖ وَ جَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلٰى اُمِّهٖ يَعْنِيْ ظِئْرَهٗ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَ هُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰى اَثَرَ الْمِخْيَطِ فِيْ صَدْرِهٖ.

(رواه مسلم)

بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کا شق ہونا

(۱۶۳۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے' اس حال میں کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا' اور آپ کو لٹا دیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو چیرا' اور اس سے ایک بستہ خون نکالا' اور کہا کہ یہ حصہ آپؐ میں شیطان کا تھا' پھر اس کو سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آب زم زم سے دھویا' پھر اس کو سی دیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا' لڑکے دوڑتے ہوئے آپؐ کی رضائی ماں کے پاس پہنچے یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلاتی تھیں اور ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو قتل کر ڈالے گئے' لوگ آپؐ کو دیکھنے کے لیے آئے' اور اس وقت آپ کا رنگ فق تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں سلائی کے نشان آپؐ کے سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم)

سقط النبیؐ مغشیا فی عهد الطفل بالتعری

(۱۶۳۱) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

بچپن میں عریانی کی وجہ سے آپؐ کا بے ہوش ہو جانا

(۱۶۳۱) عمر بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے خود سنا

(۱۶۳۰) * یہ بات تو مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عام انسانوں ہی کی طرح ماں باپ سے ہوئی' اور یہ مسلّم ہے کہ انسانی سلسلہ کے جو عادات وخواہشات اور داعیات ہوتے ہیں وہ ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتے رہتے ہیں پھر قدرت کا یہ دستور ہے کہ جو طریقہ کار اور اس کے اثرات اس نے طے کر دیئے ہیں' وہ عموماً کم وبیش طبعی طور پر سب میں پائے جاتے ہیں' اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ چیزیں ایسی ضروری ہوں گی' جو انسانی رشتہ سے آپؐ میں منتقل ہو کر آئی ہوں گی۔

بچپن میں شق صدر کے ذریعہ رب العزت نے اسی طرح کے جذبات وداعیات کو جو عموماً انسانوں میں ہوتے ہیں' نکال دینا چاہا' اور سینۂ انور کو دھل دھلا کر نکھار دینا' تاکہ آپ سراپا انوار وبرکات ہوں۔

(۱۶۳۱) * بچپن کی سادگی اور بھولا پن کا طبعی تقاضا تھا کہ چچا کا حکم فوراً بجالاتے' تاکہ انسانی طبیعت کا مظاہرہ ہو جائے' مگر ادھر قدرت کے آگے چل کر چونکہ آپ کو نبوت کی دولت سے نوازنا چاہتی تھی' اس لیے اسے بھی برداشت نہیں کیا گیا' کہ عام بچوں کی طرح آپ ننگے پھریں' چنانچہ فوراً بے ہوشی طاری کر دی گئی' اور غیبی آواز نے متنبہ کیا' کہ تمہاری شان یہ نہیں ہونی چاہیے' گویا اللہ تعالیٰ بچپن سے آپ کی تربیت فرما رہا تھا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْقُلُ مَعَھُمُ الْحِجَارَۃَ لِلْکَعْبَۃِ وَ عَلَیْہِ اِزَارُہٗ فَقَالَ لَہُ الْعَبَّاسُ عَمُّہٗ یَا ابْنَ اَخِیْ لَوْ حَلَلْتَ اِزَارَکَ فَجَعَلْتَہٗ عَلٰی مَنْکِبَیْکَ دُوْنَ الْحِجَارَۃِ قَالَ فَحَلَّہٗ فَجَعَلَہٗ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ فَسَقَطَ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ فَمَا رُاِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ عُرْیَانًا. (رواہ البخاری فی باب کراھیۃ التعری و فی باب بنیان الکعبہ)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ کے لیے اور لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند باندھ رکھا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا اے عزیز بھتیجے! اگر تم اپنا تہبند کھول کر اپنے کندھوں پر پتھر کے نیچے رکھ لیتے' تو سہولت رہتی' چنانچہ آپ نے تہبند کھول کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا' لیکن اسی وقت بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر اس کے بعد کبھی آپ کو ننگا نہ دیکھا گیا۔

(بخاری شریف)

الرسول الاعظم و ابتلاع الارض فضلا ته صلی الله علیه وسلم

زمین کا فضلۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نگل جانا

(۱۶۳۲) عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرَاکَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ ثُمَّ یَجِیْءُ الَّذِیْ بَعْدَکَ فَلَا یَرٰی لِمَا یَخْرُجُ مِنْکَ اَثَرًا فَقَالَ یَا عَائِشَۃُؓ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْاَرْضَ اَنْ تَبْتَلِعَ مَا خَرَجَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ.

(رواہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ)

(۱۶۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بیت الخلاء میں جاتے ہیں' پھر آپ کے بعد جو شخص جاتا ہے وہ آپؐ کے فضلہ کا کوئی نشان نہیں پاتا ہے' آپ نے فرمایا' اے عائشہ! کیا تو نہیں جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کرام سے جو فضلہ نکلے اسے وہ نگل جائے۔

(خصائص کبریٰ)

الرسول الاعظم ورویته من وراء ظهره

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت کی جانب سے دیکھنا

(۱۶۳۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَ تَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ.

(رواہ البخاری)

(۱۶۳۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کھڑی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی اپنی صفوں کو سیدھی کر لو اور مل مل کر کھڑے ہو' اس لیے کہ میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف)

(۱۶۳۳) ☆ سامنے سے تو ہر آنکھ والا انسان دیکھتا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں اور بہت ساری خصوصیات تھیں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ آگے کی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتے تھے' آگ میں جلانے کی تاثیر ہے' مگر یہی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بجائے جلانے کے باعث راحت بن گئی' پھر اس میں کیا حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوت بینائی آپ کی پشت کی طرف بھی رکھ دی ہو' خرق عادات کے طور پر جہاں اور باتیں حاصل تھیں' یہ چیز بھی آپ کو حاصل تھی۔ ..... ☆

الرسول الاعظم وفتح اسماع الصحابة فی منازلهم

(۱۶۳۴) عَنْ عبدالرحمن بن مُعَاذِ التَّيمِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنٰى فَفُتِحَتْ اَسْمَاعُنَا وَ فِيْ لَفْظٍ فَفَتَحَ اللّٰهُ اَسْمَاعَنَا حَتّٰى اَنْ كُنَّا لَنَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ وَ نَحْنُ فِيْ مَنَازِلِنَا. (رواه ابن سعد كما في الخصائص)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا تمام خیموں میں سنا جانا

(۱۶۳۴) حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان منیٰ میں ہمیں خطبہ دیا- اس کے سننے کے لیے ہمارے کان کھول دیئے گئے' اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کانوں کو اس کے سننے کے لیے اس طرح کھول دیا کہ اپنی اپنی منزلوں میں تھے اور وہیں سن رہے تھے- (خصائص)

الرسول الاعظم و سلام الجبل و الشجر علیہ

(۱۶۳۵) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَ هُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

(رواه الترمذي ج ۲ ص ۲۰۳)

پہاڑ اور درخت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا

(۱۶۳۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' چنانچہ ہم جب کبھی مکہ کے اطراف میں نکلتے تو جو پہاڑ یا درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑتا' وہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور کہتا السلام علیک یا رسول اللہ - (گویا یہ آواز پتھر اور درخت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آتی تھی) (ترمذی شریف)

ﷺ ..... صاف باطن جو لوگ ہوتے ہیں' ان کے متعلق آپ نے بھی سنا ہوگا کہ ذرا گردن جھکائی اور دور دراز کی بات بتادی کہ یہ ہو رہا ہے' اور نبی بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف باطنی کس درجہ کی تھی دنیا پر ظاہر ہے' لہٰذا پشت کی طرف کے احوال کا آپ پر منکشف ہونا کوئی تعجب خیز نہیں-

(۱۶۳۴) ✱ آواز پہنچنے کا بڑی حد تک دارومدار ظاہری اسباب میں دور و نزدیک' ہوا کی موافقت و مخالفت' اور خود آواز کی پستی و بلندی پر ہے' باقی انبیاء کرام اور رسل عظام کی جہاں اور خصوصیات ہیں' ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کی آواز میں سب سے زیادہ تاثیر اور قوت ہوتی ہے- اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پھیلاؤ بھی ممتاز ہوتا ہے- صحابہ کرامؓ کا انداز بیان بتا رہا ہے کہ یہ بات خرق عادت کے طور پر تھی- جو جہاں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس طرح سن رہا تھا گویا یہیں کھڑے آپؐ خطبہ دے رہے ہیں- تاریخ بتاتی ہے کہ امت کے ممتاز افراد بھی کبھی کبھی اس نعمت سے نوازے گئے ہیں' اب نئی ایجادات نے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے اور کسی کے لیے اچنبھے کی بات نہیں' گو دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے کہ ایک آلات و مشین کی محتاج ہے اور دوسری آواز کسی آلہ کی قطعاً محتاج نہیں اور نہ ظاہری آلات کو وہاں کوئی دخل ہے-

الرسول الاعظم وسلام الحجر عليه قبل بعثته صلى الله عليه وسلم

(۱۶۳۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّىْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ. (رواہ مسلم)

بعثت سے پہلے پتھر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا

(۱۶۳۶) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ بے شک اب بھی میں اس کو پہچانتا ہوں۔

(مسلم شریف)

الرسول الاعظم و قصة اسراءه صلى الله عليه وسلم

(۱۶۳۷) عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَ رُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَابَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ اِيْمَانًا فَغَسَلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدُوْا فِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنَ بِمَاءِ زَمْ زَمْ ثُمَّ مُلِيءَ اِيْمَانًا وَ حِكْمَةً ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَ فَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کی تفصیل

(۱۶۳۷) حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کرام سے اس رات کا واقعہ جس رات آپ کو معراج ہوئی اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور بسا اوقات آپؐ نے حجر کا نام لیا کہ دفعۃً ایک آنے والا میرے پاس آیا، اور اس نے یہاں سے یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا، یعنی سینہ سے لے کر ناف تک، اور میرا دل نکالا، پھر ایک طشت لایا گیا، جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس فرشتہ نے میرا دل دھویا، پھر اسے دوبارہ بھر دیا گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ ماءِ زم زم سے دھو کر ایمان و حکمت سے بھرا گیا، پھر ایک چوپایہ لایا گیا، جو خچر سے چھوٹا اور گدھا سے بڑا سفید رنگ کا تھا، جس کو ''براق'' کہا جاتا ہے، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی، یعنی بہت تیز رفتار تھا، اس جانور پر مجھے سوار کیا گیا، میرے ساتھ جبرئیل چلے، یہاں تک کہ اس دنیا کے آسمان پر پہنچے، تو انھوں نے دروازہ کھلوایا، ان سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے جبرئیل نے کہا میں ہوں کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے، انھوں نے کہا محمدؐ ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان کو معراج ہوئی ہے؟ کہا ہاں! اس پر آپ کو خوش آمدید کہا گیا، اور کہا کہ کیا ہی بہتر آپؐ کی تشریف آوری ہے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا، جب میں دروازہ کے اندر گیا تو دفعۃً وہاں آدم علیہ السلام نظر آئے، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے پدر بزرگوار آدم علیہ

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا
بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ
حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ
هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ
مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ
مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا
خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ هُمَا ابْنَا خَالَةٍ
قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَ هٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا
فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ
وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ
الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ
قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ
اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ
الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ
قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ
الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ
فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ
مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ
نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ
فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ
مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ
صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ
فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ
مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ

السلام ہیں انھیں سلام کیجئے' چنانچہ آپ نے سلام کیا' آپ نے سلام کا
جواب دیا' پھر فرمایا صالح فرزند اور نیک نبی خوش آمدید مبارک ہو' پھر مجھ کو
لے کر جبرئیل اور اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے' دوسرے آسمان
پر پہنچے' تو انھوں نے دروازہ کھلوایا' ان سے پوچھا کہ گیا یہ کون ہے؟ جبرئیل
نے کہا میں جبرائیل ہوں کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں- ان سے پوچھا گیا کہ ان کو معراج ہوئی ہے؟ انہوں کہا
نے ہاں! اس کے بعد فرشتوں نے خوش آمدید کہا اور تشریف آوری پر
مبارک باد پیش کی' پھر دروازہ کھول دیا' چنانچہ جب میں اندر داخل ہوا تو
دفعۃً دیکھا کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تشریف فرما ہیں' یہ
دونوں خالہ زاد بھائی تھے' حضرت جبرئیل نے بتایا یہ یحییٰ علیہ السلام ہیں اور
یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' میں نے ان کو
سلام کیا' دونوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد انہوں نے میرا استقبال
کرتے ہوئے فرمایا- مرحبا مرحبا آیئے برادر صالح- آیئے نبی صالح' پھر
حضرت جبرئیل مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف بڑھے' دروازہ کھلوایا'
وہاں بھی پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا گیا جبرئیل' سوال ہوا' آپ کے ساتھ
کون ہیں؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟
حضرت جبرئیل نے کہا جی ہاں! مرحبا مرحبا کی صدا آئی' اور خوش آمدید کہا گیا'
اور دروازہ کھول دیا آگے بڑھا تو دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما
ہیں' حضرت جبرئیل نے بتایا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' ان کو سلام کیجئے'
میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے مرحبا بالاخ
الصالح و النبی الصالح کے کے الفاظ سے خوش آمدید کہا' پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر کر چوتھے آسمان کے پاس پہنچے پوچھا گیا' کون
ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں' کہا گیا کہ آپ کے ساتھ کون
بزرگ ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا' کیا ان کو
معراج ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مرحبا مرحبا اور خوش آمدید کے الفاظ
کے ساتھ استقبال ہوا' اور دروازہ کھول دیا' میں اندر بڑھا تو حضرت ادریس

قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعَتْ اِلٰى سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَ اِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيْلَةِ قَالَ هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَ اَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَ

کو موجود پایا' انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجئے حضرت جبرئیلؑ کے اس تعارف کے بعد میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا' پھر حضرت ادریسؑ نے مرحبا مرحبا اخ صالح نبی صالح کہہ کر استقبال فرمایا پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لے کر آگے بڑھے' پانچویں آسمان پر پہنچے وہاں سوال ہوا کون؟ کہا' جبرئیلؑ ہوں' پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا' محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں' انہوں نے کہا خوش آمدید' بہت خوب تشریف آوری ہوئی' یہ کہہ کر دروازہ کھولا' میں اندر پہنچا تو حضرت ہارونؑ نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے بتایا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا' پھر انہوں نے مبارک باد پیش کی پھر یہاں سے مجھے لے کر حضرت جبرئیل چھٹے آسمان پر پہنچے' دروازہ کھولنے کی درخواست کی' پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا جبرئیل امینؑ سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پوچھا کیا ان کو معراج کی دولت نصیب ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں مرحبا اور خوش آمدید کہا اور دروازہ کھول دیا' میں اندر داخل ہوا تو دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں' حضرت جبرئیل نے بتایا یہ حضرت موسیٰؑ ہیں۔ سلام کیجئے' میں نے سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا انہوں نے بھی مجھے مبارک باد پیش کی۔ میں جب آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے' پوچھا گیا کیوں رو رہے ہیں' آپ نے فرمایا اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں' ان کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لے کر اوپر چڑھے اور ساتویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا' پوچھا آپ کون؟ انہوں نے کہا جبرئیل امینؑ پوچھا آپ کے ساتھ کون؟ انہوں نے جواب میں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' پوچھا کیا ان کو معراج ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! مرحبا' خوش آمدید جب میں آگے بڑھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ انہوں نے بتایا یہ حضرت ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا' انہوں نے کہا مرحبا اے ابن صالح خوش آمدید اے نبی صالح' پھر میری طرف

2

الْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ اِلَیَّ الْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِیْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَ اِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ وَ اِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِیَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَیْهَا وَ اُمَّتُکَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِیْنَ صَلٰوةً کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً کُلَّ یَوْمٍ وَ اِنِّیْ وَ اللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَ عَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ وَ اِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَ عَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَ لٰکِنِّیْ اَرْضٰی

سدرۃ المنتہیٰ لایا گیا' میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مشکوں کے برابر تھے' اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر' حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے' وہاں مجھے چار نہریں نظر آئیں' دو اندر کی جانب' اور دو باہر کی جانب' میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ دونوں نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جو نہریں اندر جارہی ہیں' یہ جنت کی نہریں ہیں' اور جو باہر کی جانب ہیں' یہ نیل وفرات ہیں پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا اس کے بعد میرے پاس تین برتن لائے گئے' ایک میں شراب تھی' دوسرے میں دودھ' اور تیسرے میں شہد' میں نے دودھ والا برتن اٹھالیا' جبرئیلؑ نے کہا کہ یہی فطرت ہے' اور آپ اسی پر ہوں گے اور آپ کی امت بھی' پھر مجھ پر ہر دن پچاس نماز فرض کی گئیں' لوٹتے ہوئے' میں موسیٰؑ کے پاس سے گذرا- انہوں نے پوچھا کہ کیا حکم کیا گیا؟ میں نے بتایا کہ ہر دن پچاس وقتوں کی نماز کا حکم ملا ہے' انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کی امت ہر دن پچاس نماز ادا کرنے میں قادر نہ ہو سکے گی' خدا کی قسم آپ سے پہلے میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ زور آزمائی کر چکا ہوں' آپؐ اپنے رب کے پاس واپس ہوں اور تخفیف کی درخواست کریں' میں پلٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں- میں جب اس کے بعد موسیٰؑ کے پاس آیا' تو انہوں نے پھر ویسی ہی بات کی' چنانچہ میں پھر واپس ہوا' اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں' مگر جب پھر موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر پہلے جیسی بات فرمائی' اب میں پھر پلٹ کر گیا' اور اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کر دیں' لوٹ کر جب موسیٰؑ کے پاس آیا' انہوں نے پھر وہی بات کہی' چنانچہ پھر میں واپس گیا' اور اللہ تعالیٰ نے دس اور کم کیں اور اب ہر دن میں صرف دس وقتوں کی نماز کا حکم دیا گیا' لوٹ کر موسیٰؑ کے پاس آیا' اب کی مرتبہ پھر انہوں نے وہی بات دہرائی' چنانچہ پھر واپس گیا' چنانچہ پانچ نمازوں کا روزانہ حکم دیا گیا- حضرت موسیٰؑ نے فرمایا آپ کی امت کو اس پانچ وقت کے نباہنے کی بھی استطاعت نہ ہوگی- چنانچہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے معاملہ میں کافی محنت اٹھا چکا ہوں لہٰذا پھر آپؐ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں- آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بار بار اپنے رب سے درخواست کی

وَ اَسْلَمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ. (متفق عليه)

'اب مزید جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔لہٰذا میں اب اس پر راضی ہوں اور خوش ہوں' اس کے بعد فرمایا کہ جب میں آگے بڑھا' تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی۔کہ میں اپنا فریضہ نافذ کر چکا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر چکا۔

الرسول الاعظم وشانه عند نزول الوحي

نزولِ وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

(۱۶۳۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ لَمْ يَسْتَطِعْ اَحَدٌ مِنَّا يَرْفَعُ طَرْفَهُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَنْقَضِيَ الْوَحْيُ. (اخرجه مسلم)

(۱۶۳۸) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو ہم میں سے کسی کو قدرت نہیں ہوتی تھی کہ وہ آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھے' جب تک کہ وحی کا نزول ختم نہ ہو جاتا تھا۔ (مسلم شریف)

المصارعة بين النبي صلى الله عليه وسلم و ركانة بن عبد يزيد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکانہ نامی پہلوان کا کشتی میں ہار جانا

(۱۶۳۹) عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ وَ كَانَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غُنَيْمَةٍ لِاَبِيْ طَالِبٍ نَرْعَاهَا فِيْ اَوَّلِ مَا رَأَى' اِذْ قَالَ لِيْ ذَاتَ يَوْمٍ هَلْ لَكَ اَنْ تُصَارِعَنِيْ قُلْتُ لَهُ اَنْتَ قَالَ اَنَا فَقُلْتُ عَلٰى مَاذَا قَالَ عَلٰى شَاةٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَصَارَعْتُهُ فَصَرَعَنِيْ فَاَخَذَ مِنِّيْ شَاةً ثُمَّ قَالَ لِيْ هَلْ لَكَ فِي الثَّانِيَةِ قُلْتُ نَعَمْ فَصَارَعْتُهُ

(۱۶۳۹) رکانہ سے روایت ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ مضبوط تھے' کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی چند بکریاں چرا رہے تھے' یہ بات شروع کی ہے' آپ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کیا تم مجھ سے کشتی لڑتے ہو؟ میں نے کہا آپؐ سے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں مجھ ہی سے' میں نے کہا کس شرط پر؟ آپ نے فرمایا' ایک بکری پر چنانچہ میں نے آپ سے کشتی لڑی' لیکن آپؐ نے مجھے پچھاڑ دیا' اور مجھ سے ایک بکری لے لی آپ نے فرمایا کیا پھر دوبارہ کشتی لڑو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لڑوں گا' میں نے دوبارہ کشتی لڑی مگر اس دفعہ بھی آپؐ نے مجھے پچھاڑ دیا' اور مجھ سے ایک بکری لے لی' میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی آدمی مجھے دیکھ تو

(۱۶۳۹) * رکانہ عرب کا مانا ہوا پہلوان تھا' بار بار کے تجربہ سے اس کو اپنے فن پر ناز تھا اور بجا ناز تھا' قاعدہ ہے کہ جو جس فن میں یکتا مان لیا جاتا ہے' اس میں ناز پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لیے رکانہ اپنی شکست پر حیرت زدہ تھا' ایسا جیسے یہ خواب کی بات ہو' تین دفعہ کشتی ہوتی ہے' اور ہر دفعہ وہ ہار جاتا ہے اب اس کے دل میں یہ بات پیوست ہو جاتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ جیت جسمانی طاقت کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے کیونکہ جسمانی طاقت تو مجھ میں زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبوت کی جونہی شہرت ہوتی ہے۔اس کا دل حق کے آگے جھک جاتا ہے' اور اس وقت وہ اعتراف کرتا ہے کہ یقین مجھے اپنی کشتی ہی کے دن ہو چکا تھا' کہ کوئی غیبی طاقت ہے۔جو اس کی مدد کر رہی ہے۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فراخ حوصلگی سے بکریوں کا واپس کر دینا بتاتا ہے کہ آپ کا مقصد ہار جیت سے بکریاں حاصل کرنا نہ تھا' اور نہ اپنی طاقت کا مظاہرہ تھا' بلکہ ایک ماہر فن پر ظاہر کرنا تھا' کہ ایک غیبی طاقت ہے' جو مجھے ہر جگہ کامران بناتی ہے' اور قدرت کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔

فَصَرَعَنِیْ فَاَخَذَ مِنِّیْ شَاةً فَجَعَلْتُ اَلْتَفِتُ هَلْ یَرَانِیْ اِنسَانٌ فَقَالَ مَالَکَ قُلْتُ لَایَرَانِیْ بَعْضُ الرُّعَاةِ فَیَجْتَرِءُ وْنَ عَلَیَّ وَ اَنَا مِنْ اَشَدِّهِمْ قَالَ هَلْ لَکَ فِی الصِّرَاعِ الثَّالِثَةِ وَ لَکَ شَاةٌ قُلْتُ نَعَمْ فَصَارَعْتُهُ فَصَرَعَنِیْ وَ اَخَذَ مِنِّیْ شَاةً فَقَعَدْتُ کَئِیْبًا حَزِیْنًا فَقَالَ مَالَکَ قُلْتُ اِنِّیْ اَرْجِعُ اِلٰی عَبْدِ یَزِیْدَ وَ قَدْ اَعْطَیْتُ ثَلَاثًا مِّنْ غَنَمِهِ وَ الثَّانِیَةُ اَنِّیْ کُنْتُ اَظُنُّ اَنِّی اَشَدُّ قُرَیْشٍ فَقَالَ هَلْ لَکَ فِی الرَّابِعَةِ فَقُلْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ اَمَّا قَوْلُکَ فِی الْغَنَمِ فَاِنِّیْ اَرُدُّهَا عَلَیْکَ فَرَدَّ عَلَیَّ فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ ظَهَرَ اَمْرُهُ فَاَتَیْتُهُ فَاَسْلَمْتُ فَکَانَ مِمَّا هَدَانِیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنِّیْ عَلِمْتُ اَنَّهُ لَمْ یُصْرِعْنِیْ یَوْمَئِذٍ بِقُوَّتِه وَ لَمْ یُصْرِعْنِیْ یَوْمَئِذٍ اِلَّا بِقُوَّةِ غَیْرِہٖ.

نہیں رہا ہے' آپ نے فرمایا کیا ہے' جو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ دیکھ رہا ہوں کہ کہیں کسی چرواہے نے مجھے پچھڑتے ہوئے تو نہیں دیکھ لیا' کہ کبھی اس کو میرے مقابلہ کی جرأت ہو جائے' حالانکہ میں ان میں تمام سے زیادہ قوی مشہور ہوں' آپ نے فرمایا کیا تم تیسری مرتبہ لڑو گے اور تمہارے لئے ایک بکری ہے' میں نے کہا جی ہاں لڑوں گا' پھر کشتی ہوئی' پھر آپؐ نے مجھے پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک بکری لے لی' اب میں اداس اور رنجیدہ ہو کر بیٹھ گیا' آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا' میں نے کہا عبد یزید یعنی اپنے باپ کے پاس اس حال میں تو لوٹوں گا کہ میں اپنی تین بکریاں کھو چکا ہوں گا' دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام قریش میں سب سے زیادہ مضبوط شمار ہوتا تھا' (مگر وہ بات آج جاتی رہی) آپ نے فرمایا اچھا چوتھی مرتبہ کشتی کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ تین دفعہ ہارنے کے بعد بھی؟ آپؐ نے فرمایا کہ بہر حال تیری گفتگو بکریوں کے سلسلہ میں تو میں وہ تمہیں واپس کر دوں گا چنانچہ آپ نے واپس کر دیں۔ اس واقعہ کو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ آپ کی نبوت کی بات مشہور ہوئی' چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور دولت ایمان سے سرفراز ہوا' جس چیز سے مجھے ہدایت ہوئی' وہ یہی تھی' مجھے یقین ہو گیا تھا کہ انہوں نے اپنی قوت سے اس دن مجھے زیر نہیں کیا تھا' بلکہ کسی اور کی طاقت سے مجھے پچھاڑا تھا۔ (بیہقی وغیرہ)

الرسول الاعظم ودعائه علی یدحفصةؓ ثم شفائها بدعائه صلی الله علیه وسلم

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں کا ٹیڑھا ہونا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے شفا پانا

(۱۶۴۰) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰی حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَجُلًا وَ قَالَ لَهَا اِحْتَفِظِیْ بِه فَغَفَلَتْ حَفْصَةُ وَ مَضَی الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا حَفْصَةُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ قَالَتْ غَفَلْتُ عَنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ اللّٰهُ یَدَکِ فَقَالَتْ بِیَدِهَا هٰکَذَا

(۱۶۴۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ کیا اور ان سے فرمایا کہ تم اس کی حفاظت کرو' حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے غافل ہو گئیں اور وہ نکل بھاگا' جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے حفصہؓ! وہ شخص کہاں گیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے ذرا غافل ہوئی اور وہ نکل بھاگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا ہاتھ قطع کرے' انہوں نے کہا کہ اسی وقت وہ ہاتھ ایسے (ٹیڑھے) ہو گئے' اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئے تو فرمایا اے حفصہؓ! تیرا کیا

فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأنُكِ يَا حَفْصَةُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ قَبْلُ كَذَا وَ كَذَا قَالَ ضَعِيْ يَدَكِ فَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَيُّمَا اِنْسَانٍ مِنْ اُمَّتِيْ دَعَوْتُ عَلَيْهِ اَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ مَغْفِرَةً.

حال ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ابھی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنا ہاتھ نیچے ڈال دے میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اپنی امت میں سے جس کے لیے میری زبان سے بد دعا نکل جائے اِس کو تو اُس کے لیے باعثِ مغفرت بنا دے۔

الرسول الاعظم و عقوبة عدوه صلى الله عليه وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کا انجام

(۱۶۴۱) عَنْ عَبْدِالرحمنِ بنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ قَالَ كَانَ فُلَانٌ يَجْلِسُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَلَجَ بِوَجْهِهٖ فقال النَّبِيُّ كُنْ كَذٰلِكَ فَلَمْ يَزَلْ يَخْتَلِجُ حَتّٰى مَاتَ. (رواه الحاكم فی صحيحه)

(۱۶۴۱) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو وہ بطور استہزاء اپنا منہ بگاڑا کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسا ہی ہو جا' چنانچہ وہ ایسا ہی منہ بناتا رہا' حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (حاکم)

الرسولُ الاعظم وطيب عرقه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو

(۱۶۴۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَ جَاءَتْ اُمِّيْ بِقَارُوْرَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلِتُ الْعَرَقَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ قَالَتْ هٰذَا عَرَقٌ نَجْعَلُهٗ لِطِيْبِنَا وَ هُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ .رواه مسلم فی رواية قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْا بَرَكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ. (روی البخاری نحوه)

(۱۶۴۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے۔ دوپہر میں یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا تو میری ماں ایک شیشی لے آئیں' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ پونچھ پونچھ کر شیشی میں ڈالنے لگی' اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے' اور پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے' اسے ہم اپنی عطروں میں ملا لیتے ہیں جس کی وجہ سے تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو ہو جاتا ہے (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ ہمیں امید ہے کہ اس کی برکت ہمارے بچوں کو بھی حاصل ہوگی۔ آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

(۱۶۴۲) * مختلف حدیث میں متعدد راویوں سے یہ بات نقل کی گئی ہے' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس پر اتفاق سا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ معطر ہوا کرتا تھا' انبیاء کرام کو رب العزت نے جن خصوصیات سے نوازا ہے' ان کا تقاضا بھی ہے کہ آپ ہر اعتبار سے ممتاز ہوں۔

الرسول الاعظم و اخبار الراهب عن النبوة وعلاماتها قبل بعثته صلی اللہ علیہ وسلم

بحیرا راہب کی پیش گوئی اور تفصیلی قصہ

(۱۶۴۳) عَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ خَرَجَ اَبُوْ طَالِبٍ اِلَی الشَّامِ وَ خَرَجَ مَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَشْیَاخٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَلَمَّا اَشْرَفُوْا عَلَی الرَّاهِبِ هَبَطُوْا فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ اِلَیْهِمِ الرَّاهِبُ وَ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ یَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا یَخْرُجُ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَلْتَفِتُ قَالَ فَهُمْ یَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ یَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰی جَاءَ فَاَخَذَ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ فَقَالَ لَهٗ اَشْیَاخٌ مِنْ قُرَیْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ اِنَّكُمْ حِیْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَ لَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَ لَا یَسْجُدُوْنَ اِلَّا لِنَبِیٍّ وَ اِنِّیْ اَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ اَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ وَ كَانَ هُوَ فِیْ رَعْیَةِ الْاِبِلِ

(۱۶۴۳) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کا بیان ہے کہ ابو طالب شام کے لیے نکلے' اس سفر میں ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے' اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی جب یہ سب کے سب راہب کے پاس پہنچے' یہاں قیام کیا اور اپنے اپنے کجاوے کھول دیئے' اس مرتبہ راہب ان کے پاس آنے لگا حالانکہ اس سے پہلے قافلہ جب بھی اس کے پاس سے گذرتا تھا' تو راہب کبھی ان کے پاس نہیں آتا تھا' اور نہ کوئی توجہ دیتا تھا' راوی کا بیان ہے کہ ابھی قافلہ والے اپنے کجاوے کھول ہی رہے تھے' کہ راہب ان کے پاس آ گیا اور کچھ ٹٹولنے لگا' چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا' اور کہنے لگا' یہ نوجوان جہان والوں کا سردار ہے' یہ رب العالمین کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے' قریش کے شیوخ نے اس راہب سے پوچھا' تم کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا جس وقت تم لوگ اس گھاٹی کے قریب آئے' اس وقت کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا باقی نہ رہا' جو سر کے بل نہ گر گیا ہو' اور یہ اشیاء سوائے نبی کے کسی کو سجدہ نہیں کرتی ہیں' اور میں خود بھی نبوت کی مہر سے ان کو پہچانتا ہوں' جو آپؐ کے مونڈھے (کندھے) کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے' یہ کہہ کر وہ واپس لوٹا' اور ان تمام لوگوں کے لیے کھانا بنوایا۔ جس وقت وہ ان کے پاس کھانا لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرا رہے تھے' اس نے کہا ان کو بلانے

(۱۶۴۳) ✱ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ اہل کتاب کے متدین علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اس وقت شہادت دی جب کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ نبوت ملی اور نہ اس کا دور دور تک لوگوں کو کوئی وہم ہے' اور یہی نہیں کہ راہب بے دلیل بات کہہ رہا ہو' بلکہ وہ ثبوت پیش کرتا ہے' کہ ایک نبی کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں' وہ سب پائی جارہی ہیں' لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں' پھر مہر نبوت جو سب سے بڑا ثبوت ہے' اس کو وہ پیش کر رہا ہے' اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں' قدرتی طور پر نبی کے احترام میں قبل از عطاء نبوت شجر' حجر سجدے کر رہے ہیں' درخت اپنا سایہ خصوصی طور پر ان پر ڈالتا ہے' اور اس طرح کہ قریش بچشم خود معائنہ کر رہے ہیں کہ درخت کا سایہ آپ کے آتے ہی ادھر سے اُدھر ہو جاتا ہے' بادل آپ کے سر پر سایہ فگن ہے کہ دھوپ کی تمازت آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ ✿ .....

فَقَالَ اَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاَقْبَلَ وَ عَلَیْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنٰی مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ اِلٰی فَیْیِٔ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَیْءُ الشَّجَرَةِ عَلَیْهِ فَقَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی فَیْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَیْهِ قَالَ فَبَیْنَمَا هُوَ قَائِمٌ عَلَیْهِمْ یُنَاشِدُهُمْ اَنْ لَّا یَذْهَبُوْا بِهٖ اِلَی الرُّوْمِ فَاِنَّ الرُّوْمَ اِنْ رَاَوْهُ عَرَفُوْهُ بِالصِّفَةِ فَیَقْتُلُوْنَهٗ فَالْتَفَتَ فَاِذَا بِسَبْعَةٍ قَدْ اَقْبَلُوْا مِنَ الرُّوْمِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ الرَّاهِبُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِکُمْ قَالُوْا جِئْنَا لِاَنَّ هٰذَا النَّبِیَّ خَارِجٌ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ فَلَمْ یَبْقَ طَرِیْقٌ اِلَّا بُعِثَ اِلَیْهِ بِاُنَاسٍ وَ اِنَّا قَدْ اُخْبِرْنَا خَبَرَهٗ بِطَرِیْقِکَ هٰذِهٖ فَقَالَ اَرَاَیْتُمْ اَمْرًا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّقْضِیَهٗ هَلْ یَسْتَطِیْعُ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ رَدَّهٗ قَالُوْا فَبَایَعُوْهُ وَ اَقَامُوْا مَعَهٗ قَالَ اُنْشِدُکُمْ یَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ اَیُّکُمْ وَلِیُّهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اَنَا فَلَمْ یَزَلْ یُنَاشِدُهٗ حَتّٰی رَدَّهٗ اَبُوْ طَالِبٍ وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْکَعْکِ وَ الزَّیْتِ وَ بَعَثَ مَعَهٗ اَبُوْبَکْرٍ بِلَالًا. (قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب لانعرفه الا من هذا الوجه)

کو بھیجو‘ آپ تشریف لائے اس طرح کہ بادل آپ کے اوپر سایہ فگن تھا‘ جب آپ قوم کے بالکل قریب آ گئے‘ تو آپ نے ان کو دیکھا کہ وہ سب سبقت کر کے درخت کے سایہ میں پہنچ چکے تھے‘ جب آپ آ کر بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکا‘ اس راہب نے کہا درخت کے سایہ کو دیکھو کہ وہ اس (نوجوان) پر جھک پڑا ہے‘ ابھی وہ راہب کھڑا ان سے کہہ ہی رہا تھا کہ ان کو روم آپ لوگ نہ لے جائیں‘ اس لیے کہ اہل روم اگر ان کو دیکھ لیں گے اور ان کو ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے تو پھر دشمنی میں قتل کر ڈالیں گے اتنے میں اس نے پلٹ کر دیکھا‘ تو کیا دیکھتا ہے کہ دفعۃً سات آدمی روم سے آ رہے ہیں‘ راہب نے ان کا استقبال کیا‘ اور پوچھا کہ آپ لوگ کیوں آئے؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ وہ نبی اس مہینہ میں نکلنے والا ہے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا گیا ہے جس پر کچھ لوگ نہ بھیجے گئے ہوں‘ ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ نبی آپ کے اس راستہ پر ہے‘ راہب نے کہا‘ تم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جس امر کا ارادہ فرما لیا ہے کہ وہ اسے پورا کرے گا - پھر کیا کسی کو قدرت ہے کہ وہ اسے رد کر دے‘ انہوں نے اس سے بیعت کر لی - اور کچھ دنوں اس کے ساتھ قیام کیا‘ راہب نے کہا کہ اے اہل عرب! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم بتاؤ کہ اس کا ولی تم میں سے کون ہے؟ ابو طالب نے کہا‘ میں اس کا ولی ہوں‘ وہ راہب برابر قسم دیتا رہا - چنانچہ ابو طالبؓ نے آپ کو مکہ واپس کر دیا - واپسی کے وقت راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زاد راہ کے لیے چپاتیاں اور زیتون کا تیل پیش کیا‘ اور حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ کو کر دیا -

---

ﷲ ..... راہب اہل روم کی عداوت بیان کر کے شیوخ قریش سے التجا کرتا ہے کہ ان کو روم نے لے جائیں‘ اور اتنے میں روم کے چند افراد تلاش میں سرگرداں نظر بھی آتے ہیں اور ان کی زبان پر بھی یہی کلمات ہیں کہ ”وہ نبی اپنے وطن سے اس مہینہ میں نکلنے والا ہے اور ہم نے تمام راستوں پر آدمی دوڑا دیئے ہیں اور ہمیں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ وہ نبی آپ کے اسی راستے پر ہے -

دنیاداروں کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے‘ باقی اس حدیث کے سلسلہ میں دوسرے اعتراضات‘ تو ان کا مفصل اور تشفی بخش جواب مولانا بدر عالم صاحبؒ کے قلم سے تیسری جلد ص ۱۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں - جہاں انہوں نے اسے نقل کیا ہے -

الرسول الاعظم و اخبار هرقل بمبعثه صلى الله عليه وسلم

(۱۶۴۴) وَ كَانَ اِبْنُ النَّاطُورِ صَاحِبُ اِيْلِيَاءَ وَ هِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَ كَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ اِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَانُهُمْ وَ اكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهٗ هِرَقْلُ قَالَ اِذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ هُوَ اَمْ لَا فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَهٗ بِرُوْمِيَةَ وَ كَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ وَ سَارَ هِرَقْلُ اِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَ الرُّشْدِ وَاَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا

علم نجوم کے ذریعے ہرقل اور شاہ غسان کے فرستادہ کا یقین کہ آپ سچے نبی ہیں

(۱۶۴۴) ابن الناطور ایلیا کا حاکم تھا' اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا مذہبی سردار تھا' بیان کیا جاتا ہے' کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا' تو وہ ایک صبح بہت پریشان خاطر نظر آ رہا تھا اس کے بعض خواص نے عرض کی کہ ہم آپ کو بدلا ہوا پار ہے ہیں- ابن الناطور کا بیان ہے کہ ہرقل کاہن تھا اور علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا' اس نے ان لوگوں کے پوچھنے پر بتایا' کہ رات جس وقت میں ستاروں کو غور سے دیکھ رہا تھا' تو اس سے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ پیدا ہو چکا ہے (پھر پوچھا) اس قوم میں کون ختنہ کرتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہود کے سوا اور کوئی ختنہ نہیں کرتا' لہٰذا ان کی وجہ سے آپ فکرمند نہ ہوں' اور اپنی حکومت کے تمام شہروں کو لکھ دیں کہ ان میں جو بھی یہود ہیں ان سب کو وہ قتل کر ڈالیں' وہ ابھی یہی بات چیت کر رہے تھے کہ ہرقل کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا' جس کو شاہ غسان نے بھیجا تھا' اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دے رہا تھا ہرقل جب اس سے حالات پوچھ چکا' تو اپنے لوگوں سے اس نے کہا' تم جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہیں یا نہیں؟ (حسب الحکم) ان لوگوں نے تحقیق کی اور بتایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہیں' پھر ہرقل نے عرب کے متعلق دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا کہ وہ سب ختنہ کیا کرتے ہیں' یہ سن کر ہرقل نے کہا کہ اس امت کا یہی بادشاہ ہے' جو پیدا ہو چکا ہے' پھر اس نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو لکھا' اور وہ بھی اس علم میں اسی کے پایہ کا تھا- اور خود ہرقل حمص چلا گیا' وہ ابھی حمص سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اس کو اپنے اس دوست کا خط ملا' جس میں اس نے ہرقل کی رائے سے نبی کریمؐ کے پیدا ہونے کے باب میں موافقت کی تھی اور اس کی بھی کہ آپ واقعی نبی ہیں' اس کے بعد ہرقل نے روم کے سرداروں کو جو حمص کے اندر اس کے لشکر میں تھے- طلب کیا' پھر اس نے حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دیے جائیں' چنانچہ وہ بند کر دیے گئے- اس کے بعد ہرقل سامنے آیا اور اس نے کہا کہ اے باشندگانِ روم کیا تمہارے لیے رشد وفلاح میں کوئی حصہ ہے' اور کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری حکومت برقرار رہے' اگر یہ رائے ہے تو تم سب اس (پیدا ہونے والے) نبی کے ہاتھ پر بیعت کر لو' یہ سنتے ہی وہ وحشی گدھوں

النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَ اَيِسَ مِنَ الْاِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَ قَالَ اِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ اٰنِفًا اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ كَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَانِ هِرَقْلَ. (بخاری شریف)

کی طرح دروازوں کی طرف بھاگ پڑے لیکن انہوں نے ان کو بند پایا- ہرقل نے جب ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو میرے پاس واپس لاؤ' چنانچہ وہ لائے گئے' ہرقل نے ان سے کہا کہ ابھی میں نے جو بات کی اس سے میرا منشا یہ تھا کہ میں امتحان کروں کہ تم اپنے دین پر کتنے مضبوط ہو چنانچہ میں نے تم میں یہ بات دیکھی' یہ سن کر سبھوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور سب اس سے خوش ہو گئے پھر ہرقل آخیر تک اسی حال پر قائم رہا-

الرسول الاعظم و نصرته بالرعب مسيرة شهر

ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب طاری ہونا

(۱۶۴۵) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَ اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

(رواه الخمسة الا ابا داؤد)

(۱۶۴۵) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں خصوصیت سے ایسی عطا کی گئی ہیں' جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں (۱) میری مدد ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر رعب ڈال کر کی گئی (۲) میرے لیے تمام زمین نماز کی جگہ اور پاک بنائی گئی' لہٰذا میری امت میں جس کسی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے' اسے نماز پڑھ لینی چاہیے (۳) میرے لیے مال غنیمت جائز قرار دیا گیا' جو میرے سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) مجھے شفاعت کبریٰ کا حق بخشا گیا (۵) مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کے لیے ہوتے تھے اور میں قیامت تک کے لیے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا-

---

(۱۶۴۵) * رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ان ہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں' بلکہ بہت سی دوسری اور خصوصیات ہیں' جس کے لیے حافظ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ دیکھی جا سکتی ہے ان پانچ کا تذکرہ ان کے نمایاں کرنے کے لیے ہے-

سروسامان' لاؤ لشکر' اور بے انتہاء تعداد سے مرعوب ہونا' تو انسان کا طبعی تقاضا ہے' لیکن جب بے سروسامانی بھی ظاہر ہو' تعداد بھی برائے نام ہو' دولت وثروت کا دور دور تک نام نشان تک نہ ہو' اور ہتھیار سے مسلح بھی نہ ہوں اور پھر بھی دوسری قوم لرزہ براندام ہو جائے تو یہ بڑی ہی خصوصی اہمیت ہے' مسافت کی تخصیص سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ عام طور پر انسانی آبادی میں اتنی ہی مسافت میں ہوا تھا- پہلی امتوں کے لیے گرجا و کلیسہ کی تخصیص تھی' یہ آزادی حاصل نہ تھی کہ جہاں وقت ہوا ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور فرائض ادا کر لیے' مگر الحمد للہ اس امت کو یہ آزادی حاصل ہے کہ جہاں وقت ہو جائے یہ نماز ادا کر لے-

شهادة زيد بن خارجة بعد موته ان محمدا رسول الله و خاتم الانبياء

(۱۶۴۷) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ مِنْ سَرَاةِ الْاَنْصَارِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَمْشِيْ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ اِذْخَرَّ فَتُوُفِّيَ فَاُعْلِمَتْ بِهِ الْاَنْصَارُ فَاَتَوْهُ فَاحْتَمَلُوْهُ اِلٰى بَيْتِهٖ وَ سَجَّوْهُ كِسَاءً وَ بُرْدَيْنِ وَ فِي الْبَيْتِ نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ وَ رِجَالٌ مِّنْ رِجَالِهِمْ فَمَكَثَ عَلٰى حَالِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ اِذْ سَمِعُوْا صَوْتَ قَائِلٍ يَقُوْلُ اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا فَنَظَرُوْا فَاِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ فَحَسَرُوْا عَنْ وَجْهِهٖ وَ صَدْرِهٖ فَاِذَا الْقَائِلُ يَقُوْلُ عَلٰى لِسَانِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْاَوَّلِ صَدَقَ صَدَقَ.

بعد وفات زید بن خارجہ کی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور آخری نبی ہیں

(۱۶۴۷) نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ زید بن خارجہ جو انصار کے سرداروں میں تھے' ایک دن وہ مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے ظہر وعصر کے درمیانی وقت میں گذر رہے تھے' کہ دفعۃً وہ گر گئے اور وہیں ان کی موت واقع ہوگئی' انصار کو اس حادثہ کی خبر دی گئی' وہ سب آئے اور ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے' اور ایک کمبل اور دو چادروں میں ان کو ڈھانک دیا گھر میں انصار کی عورتیں اور کچھ مرد ان پر رونے لگے' یہ گریہ وزاری جاری ہی تھا کہ عشاء ومغرب کا درمیانی وقت آ گیا' کہ دفعۃً ان سبھوں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے' چپ رہو' چپ رہو' وہ دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے' معلوم ہوا کہ انہیں کپڑوں کے نیچے سے آ رہی ہے' جو مردے پر پڑے ہوئے ہیں' لوگوں نے میت کا چہرہ اور سینہ کھولا' کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غیبی شخص ان کی زبان سے یہ کہہ رہا ہے' کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی اور امی ہیں' خاتم النبیین ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا' یہ پہلی کتاب تورات وانجیل میں موجود ہے کہ اس نے سچ کہا' سچ کہا۔

الرسول الاعظم و شهادة الضب برسالته صلى الله عليه وسلم

(۱۶۴۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ حَدِيْثٍ

گوہ کی شہادت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں

(۱۶۴۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لمبی حدیث میں یہ

(۱۶۴۷) ✱ مردہ کا گویا ہونا' خوارق عادات میں سے ہے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں' جب گوہ بول سکتی ہے' کنکری سے آواز آ سکتی ہے' تو مردہ کے بولنے میں کون سی ایسی بات ہے۔ جو سمجھ میں آنے والی نہیں ہے' مگر یہاں بتایا گیا ہے کہ آواز تو مردہ کی زبان سے آ رہی تھی' مگر بولنے والا کوئی فرشتہ تھا' اور منشا یہ ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں یہ عقیدہ پیوست ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری سچے نبی ہیں' اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے' نبوت کا دروازہ آپ کے بعد قطعاً بند کر دیا گیا ہے۔ اب یہی شریعت محمدی قیامت تک چلے گی' اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

آپ کے بعد جتنے لوگوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹے اور لاغی (بے حیثیت) ہیں' اور ان کے ماننے والے کافر و مرتد ہیں' ان کے شر سے بچنا' ہر مسلمان کا فرض ہے۔

طَوِيْلٍ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ لَا اٰمَنْتُ بِکَ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِکَ ھٰذَا الضَّبُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ اَنَا یَا ضَبُّ فَقَالَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ یَفْھَمُہُ الْقَوْمُ جَمِیْعًا لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ مَنْ تَعْبُدُ فَقَالَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ وَ فِی الْاَرْضِ سُلْطَانُہٗ وَ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ وَ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ وَ فِی النَّارِ عَذَابُہٗ قَالَ فَمَنْ اَنَا قَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ۔ الحدیث. (اخرجه الطبرانی فی الاوسط و الصغیر و ابن عدی و الحاکم فی المعجزات و البیهقی و ابو نعیم و ابن عساکر و لیس فی اسناده من ینظر فی حاله سوی محمد بن علی بن الولید البصری السلمی شیخ الطبرانی و ابن عدی و قال السیوطی فی الخصائص قت لحدیث عمر طریق آخر لیس فیه محمد بن علی بن الولید اخرجه ابو نعیم و روی عن عائشه وابی هریرة و علی رضی الله تعالٰی عنهم مثله کما فی الخصائص ج ۲ ص ۶۵)

بیان ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو اسلام کی دعوت دی) اس نے کہا' میں اس وقت تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لاسکتا ہوں جب تک یہ گوہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہ لے آئے' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا' اے گوہ! بتا میں کون ہوں؟ گوہ نے فصیح عربی میں جواب دیا' جسے تمام لوگوں نے بخوبی سمجھا اس نے کہا اے رب العالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتا تو کس کی پوجا کرتی ہے؟ اس نے کہا اس ذات کی' جس کا عرش آسمان پر ہے' اور جس کی حکومت زمین پر' اور جس نے سمندر میں راستہ بنایا' اور جنت میں جس کی رحمت کارفرما ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا' دنیا جہاں کے پروردگار کے بھیجے ہوئے سچے اور آخری نبی ہیں' طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط اور معجم صغیر میں' اور ابن عدی اور حاکم نے اس کو معجزات میں نقل کیا ہے

الرسول الاعظم وشهادة النخلة انه رسول الله صلى الله عليه وسلم

کھجور کے خوشہ کی گواہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں

(۱۶۴۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّکَ نَبِیٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ ھٰذَا

(۱۶۴۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور کہا کس بات سے میں یہ جانوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۶۴۹) ✽ ایک گنوار دیہاتی کے لیے سب سے زیادہ اسی طرح کی چیزوں میں صداقت کی کشش ہوتی ہے' اور وہ اسی کو کسی کا کمال تصور کرتا ہے چنانچہ اس کی فرمائش کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ دکھایا' کہ ایک خوشہ کھجور کے درخت سے اتر کر آیا' اور پھر واپس ہوگیا' چنانچہ اس سادہ دل انسان نے فوراً اسلام کی دولت قبول کی اور جنتی بن گیا۔ آپ معجزات کی اس جلد میں اس سے بھی عجیب و غریب واقعات پڑھ چکے ہیں' یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ایک خوشہ پیغمبر اسلام کی تعمیل حکم میں آیا اور گیا۔

الْعِذْقِ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ. (رواه الترمذی و صحیحه)

نے فرمایا کہ اگر میں کھجور کے خوشہ کو بلاؤں تو وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آواز دی پس وہ کھجور کے درخت سے نیچے آنے لگا' یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر گرا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ' وہ واپس ہو گیا' یہ دیکھ کر دیہاتی مسلمان ہوگیا- (ترمذی)

الرسول الاعظم و المطر بوسيلته

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کی برکت سے بارش

(۱۶۵۰) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْا. (رواه البخاری)

(۱۶۵۰) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب قحط پڑتا اور لوگ خشک سالی میں مبتلا ہوتے' تو حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے' اور کہتے' اے اللہ! پہلے ہم اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور تو ہمیں بارش کی نعمت سے سیراب کرتا تھا' اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کر رہے ہیں' تو ہمیں بارش سے سیراب کر دے' چنانچہ بارش ہو جاتی تھی' اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے-

الرسول الاعظم و اليقين في عمرؓ باخذه يده

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے آن واحد میں حضرت عمرؓ میں یقین

(۱۶۵۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ

(۱۶۵۱) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے

(۱۶۵۰) ✱ اس حدیث میں صراحت ہے کہ جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور لوگ پانی کی کمی کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بناتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت باراں کے لیے دعا کرتے تھے چنانچہ آپ کی برکت سے بارش ہو جاتی تھی اور اس طرح مخلوق خدا امساک باراں کی مصیبت سے نجات پاتی تھی-

شرح مواہب لدنیہ میں ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا' تو لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں آئے اور پریشانی پیش کی' انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی چھت اس قدر کھول دی جائے کہ آسمان اس سے نظر آنے لگے' لوگوں نے ایسا ہی کیا' یہ بھی ایک طرح کا آپ کی ذات سے توسل کا طریقہ تھا' چنانچہ بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ ہر جگہ سبزہ زار اگ آئے' اور اس طرح خدا کی مخلوق نے اطمینان کا سانس لیا-

(۱۶۵۱) ✱ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک طبعی دوسری عقلی' ماں باپ' بیٹا بیٹی اور بیوی کی محبت طبعی ہے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' محبت عقلی ہے- اور کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ عقل طبیعت پر غالب آ جائے' چنانچہ عہد صحابہؓ سے لے کر اب تک عام مسلمانوں میں یہی دیکھا گیا ہے کہ محبت رسول کے آگے ماں باپ اور اولاد کی طبعی محبت کو وہ خاطر میں نہیں لائے- حضرت عمرؓ صحابہ کبار ......

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ عُمَرُ فَاِنَّكَ الْاٰنَ وَ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ الْاٰنَ يَا عُمَرُ. (رواه البخاری فی الایمان و النذور)

تھے' حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! بلاشبہ مجھے اپنی جان کے سوا آپ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں' آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی' جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ بن جاؤں' تم مؤمن نہیں ہو (آپ کے اس جملہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے دل کی کیفیت بدل گئی) چنانچہ انہوں نے کہا کہ بخدا اب آپ یقیناً اپنی جان سے بھی مجھے زیادہ عزیز ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اب اے عمر تم پکے مؤمن ہو- اس حدیث کو بخاری نے کتاب الایمان والنذور میں نقل کیا ہے-

الرسول الاعظم ومسجده اخر المساجد

مسجد نبوی کا مساجد انبیاء میں آخری ہونا

(۱۶۵۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ. (رواه مسلم و النسائی و لفظه خاتم الانبياء و خاتم المساجد)

(۱۶۵۲) عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء کرام کے آخیر میں ہوں' اور میری مسجد بھی تمام مساجد انبیاء کے بعد ہے اور آخری ہے- اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی' مگر اس میں ''آخرالانبیاء'' کی جگہ ''خاتم الانبیاء'' اور آخرالمساجد کی جگہ ''خاتم المساجد'' کا لفظ آیا ہے-

---

لہ ..... اور خلفائے راشدین میں ہیں' اس وقت ان کے دل میں جو کیفیت تھی بے کم و کاست انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھول کر رکھ دی آپ نے یہ سن کر اپنا جملہ کچھ اس انداز میں فرمایا کہ وہ بجلی کی سی تیزی سے حضرت عمرؓ کے رگ و ریشہ میں پیوست ہوگیا اور نگاہ نبوی نے سیکنڈوں میں ان کی کائنات دل میں انقلاب بپا کر دیا' اور انہوں نے دفعۃً اپنے دل کی کیفیت بالکل بدلی ہوئی پائی - اور برملا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے' اور اس طرح کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تصرف بھی ایک معجزہ ہے-

اللہ تعالیٰ نے محبت عقلی کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے- ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (مجادلہ: ۲۲)

(۱۶۵۲) ✱ منشاء نبوی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے' نبوت کا دروازہ آپ کے بعد بند ہو چکا ہے اور مسجدیں جو کسی نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں' ان میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے اب نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ اس کی طرف منسوب ہو کر کوئی مسجد تعمیر ہوگی' چنانچہ دوسری حدیث میں صراحت ہے ''مسجدی خاتم مساجد الانبياء'' یعنی میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں آخری مسجد ہے-

الرسول الاعظم و مخافة عدوه بعظمته صلی الله علیه وسلم

(۱۶۵۳) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَامَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَ نِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَ اِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَ اَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَ هُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَ لَمْ يُعَاقِبْهُ وَ جَلَسَ. (متفق علیه) و فی روایة ابی بکر الا سمعیلی فی صحیحه فقال من یمنعک منی قال الله فسقط السیف من یده فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم السیف فقال من یمنعک منی فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا

ہیبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمن کے ہاتھ سے تلوار کا گر پڑنا

(۱۶۵۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں نکلے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے- وہ بھی آپ کے ساتھ ہی واپس ہو گئے' اور دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہنچے' جہاں بہت سی خاردار جھاڑیاں تھیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول اجلال فرمایا' اور درختوں کے سایہ کی طلب میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی' اور ہم لوگ بے خبر سو گئے' کہ دفعتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو آواز دی' دیکھا ایک دیہاتی آپ کے پاس موجود ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر میری تلوار کھینچ لی' اور میں سویا ہوا تھا' کہ اچانک میری آنکھ کھلی' دیکھا اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی تلوار موجود تھی' اس نے مجھ سے کہا بتاؤ مجھ سے تم کو کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ' تین دفعہ فرمایا' اور آپؐ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ بیٹھ گئے' (متفق علیہ) ابوبکر اسمٰعیلی نے اس کو اپنی صحیح میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اس گنوار دیہاتی نے جب کہا تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ' یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھالیا اور آپؐ نے فرمایا اب کہو تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا تلوار لینے والوں میں بہتر آپ ہی بن جائیں' آپؐ نے فرمایا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول

(۱۶۵۳) * اس گنوار دیہاتی حملہ آور کا نام غورث بن الحارث بتایا گیا ہے' اور قسطلانی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اس وقت گو مسلمان نہ ہوا' مگر اپنی قوم میں پہنچ کر مسلمان ہو گیا' اور اس کی وجہ سے اس کی قوم کے دوسرے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہوئے-

ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالی پر یقین واعتماد ملاحظہ فرمائیں' اور دوسری طرف یہ غور کریں کہ قدرت پاکر بھی آپ نے دشمن سے کس طرح درگذر فرمایا' اور جانی دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا' بے شک آپ نے تبلیغ حق فرمایا کہ یہ آپ کا فریضہ تھا' مگر کیا کہیں سے کسی جبر واکراہ کی بو محسوس ہوتی ہے؟ اس کے باوجود دشمنان اسلام کا یہ کہنا کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا کس قدر غلط ہے-

اللّٰهُ وَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَ لٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَ لَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ. (هكذا في كتاب الحميدى و في الرياض مشكوٰة)

ہوں اس نے کہا نہیں، لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے جنگ کریں گے، آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا کہ میں لوگوں میں جو بہترین شخص ہیں ان کے پاس سے آیا ہوں۔

(کتاب الحمیدی وغیرہ)

الرسول الاعظم و موت الرجل لمخالفة امره صلى الله عليه وسلم

ہدایتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کا نتیجہ

(۱۶۵۴) عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ مَسِيْرٍ اِنَّا مُدْلِجُوْنَ اللَّيْلَةَ فَلَا يَرْحَلَنَّ مَعَنَا مُضْعَفٌ وَ لَا مُصْعَبٌ فَارْتَحَلَ رَجُلٌ عَلٰى نَاقَةٍ لَهٗ صَعْبَةٍ فَسَقَطَ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهٗ فَمَاتَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُدْفَنَ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى اَنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ لِعَاصٍ. (رواه الحاكم في المستدرك في كتاب قسمته الفيء و لم يتعقبه الذهبي)

(۱۶۵۴) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں فرمایا کہ ہم لوگ آج رات میں اندھیرے ہی میں چل پڑیں گے، لہٰذا ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہ کرے جس کی اونٹنی کمزور یا سخت مزاج ہو، لیکن ایک شخص اپنی سخت مزاج اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑا، چنانچہ وہ اس سے گرا، اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، اور اور وہ مر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کو دفن کر دیا جائے پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ پکار کر یہ کہہ دیں کہ جنت نافرمان کے لیے نہیں ہے۔

(مستدرک)

الرسول الاعظم و اخباره بمقصد العباس و علي قبل دخولهما

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مقصد کی اطلاع ان کی آمد سے پہلے

(۱۶۵۵) عَنْ اُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِذْ جَاءَ عَلِيٌّ وَ الْعَبَّاسُ يَسْتَأْذِنَانِ فَقَالَا لِاُسَامَةَ اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَ الْعَبَّاسُ

(۱۶۵۵) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، کہ اچانک حضرت علیؓ اور عباسؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور شرفِ ملاقات کی اجازت طلب کی، اور دونوں بزرگوار نے حضرت اسامہؓ سے کہا، کہ تم ہمارے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر لو، حضرت

(۱۶۵۵) * اس حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "لکنی ادری"، لیکن میں ان کے آنے کا مقصد جانتا ہوں، چنانچہ پہلے سوال کا آپ نے جواب اس انداز میں دیا، کہ یہ جو سوال دل میں لے کر آئے ہیں نہ پوچھیں اور اسی سے سمجھ جائیں کہ آپ کو ان دونوں میں زیادہ عزیز کون ہیں، لیکن چونکہ یہ دونوں بزرگوار طے کر کے ﷺ .....

یَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَاجَاءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا قَالَ لٰكِنِّیْ اَدْرِیْ اِئْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْئَلُكَ اَیُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ قَالَ مَاجِئْنَاكَ نَسْئَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اِلَیَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ.

(رواہ الترمذی)

اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے درخواست کی یارسول اللہ! حضرت علی اور عباسؓ آئے ہوئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں' آپؐ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں' اچھا انہیں اجازت دے دو' چنانچہ دونوں آ گئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے معلوم کریں' کہ اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ فرمایا اپنی لخت جگر فاطمہؓ سے' انہوں نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے' اور ان گھر والوں کے بارے میں ہمارا سوال نہیں ہے' آپ نے فرمایا تو پھر اسامہؓ بن زید سے' جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور پھر میں نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دی' اور میں نے آزاد کیا) انہوں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب' یہ سن کر حضرت عباسؓ بولے! یارسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو ان سب کے اخیر میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے' اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

الرسول الاعظم و اعتراف اليهود برسالته صلى الله عليه وسلم

جواب سننے کے بعد یہود کا اعتراف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں

(۱۶۵۶) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُوْدِیٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِیِّ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِیٌّ اِنَّهٗ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهٗ اَرْبَعُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا تَسْرِقُوْا وَ لَا تَزْنُوْا وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا

(۱۶۵۶) حضرت صفوان بن عسال راوی ہیں' کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو' اس نے اپنے ساتھی سے کہا'' نبی'' نہ کہو' اگر وہ اس لفظ کو سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی یعنی بہت خوش ہوگا' پھر وہ دونوں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے' اور آیات بینات کے متعلق آپ سے سوال کیا' اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' چوری نہ کرو' زنا نہ کرو' اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم بنایا ہے' مگر حق کے سلسلہ میں اور کسی بے قصور کو

ﷺ ..... آئے تھے' اس لیے خاموش کیسے رہتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے کہلوانا چاہتے تھے' اس لیے دوبارہ پوچھا اور اس کے بعد پھر پوچھا' جب آپ نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا کہ حضرت علیؓ سے زیادہ محبت ہے' اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی' اس جواب کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تشفی ہوگئی۔

یہ بھی آپؐ کا ایک طرح کا معجزہ ہی تھا' کہ کہنے سے پہلے آپ کو معلوم ہوگیا' کہ یہ دونوں کیوں آئے ہیں' اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام میں محبت کا مدار ایمان اور ایثار و قربانی پر ہے رشتہ سے زیادہ عظمت دین کو حاصل ہے اور دراصل وہی سرمایہ افتخار بھی ہے۔

تَمْشُوا بِبَرِیءٍ اِلٰی ذِیْ سُلْطَانٍ لِیَقْتُلَهُ وَ لَا تَسْحَرُوْا وَ لَا تَاْكُلُوا الرِّبَا وَ لَا تَقْذِفُوْا مُحْصِنَةً وَ لَا تَوَلَّوْا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَ عَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْدُ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ وَ قَالَا نَشْهَدُ اِنَّكَ نَبِیٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا اَنْ تَتَّبِعَانِیْ قَالَا اِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهٗ اَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِیٌّ وَ اِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاكَ اَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ.

(رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و النسائی)

صاحب اقتدار کے پاس نہ لیجاؤ کہ وہ اسے قتل کر ڈالے' جادو نہ کرو' سود نہ کھاؤ' کسی پارسا عورت کو تہمت نہ لگاؤ' اور جہاد سے پیٹھ نہ پھیرو' اور اے یہود تمہارے لیے ایک خاص حکم یہ ہے کہ شنبہ کے دن زیادتی نہ کرو' راوی نے کہا کہ پھر ان دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں' آپؐ نے فرمایا پھر کیا بات مانع ہے کہ تم میری پیروی کرو' انہوں نے (جھوٹ) کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعاء کی تھی کہ ہمیشہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو' اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم نے آپؐ کا اتباع کیا تو یہود ہمیں قتل کر ڈالیں گے اس حدیث کو احمد' ترمذی ابوداؤد' اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

الرسول الاعظم و عصمته فی ابان شباب

عہد شباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منجانب اللہ لغویات سے حفاظت

(۱۶۵۷) عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا هَمَمْتُ بِقَبِيْحٍ مِمَّا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَهُمُّوْنَ بِهٖ اِلَّا مَرَّتَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ كِلْتَاهُمَا يَعْصِمُنِی اللّٰهُ مِنْهُمَا قُلْتُ لِفَتًى كَانَ مَعِیْ مِنْ قُرَيْشٍ بِاَعْلٰى مَكَّةَ فِیْ اَغْنَامٍ لَهَا تَرْعٰى اَبْصِرْلِیْ غَنَمِیْ حَتّٰى اَسْمُرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ بِمَكَّةَ كَمَا يَسْمُرُ الْفِتْيَانُ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَرَجْتُ فَجِئْتُ اَدْنٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ مَكَّةَ سَمِعْتُ غِنَاءً وَ صَوْتَ دُفُوْفٍ وَ زَمِيْرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالُوْا فُلَانٌ تَزَوَّجَ فُلَانَةَ لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَهَوْتُ بِذَالِكَ الْغِنَاءِ وَ بِذَالِكَ الصَّوْتِ حَتّٰى غَلَبَتْنِیْ عَيْنِیْ فَمَا اَيْقَظَنِیْ اِلَّا مَسُّ الشَّمْسِ فَرَجَعْتُ اِلٰى صَاحِبِیْ فَقَالَ لِیْ مَا فَعَلْتَ فَاَخْبَرْتُهٗ ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى مِثْلَ ذَالِكَ

(۱۶۵۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان ناشائستہ حرکتوں کا میرے دل میں دو مرتبہ کے سوا کبھی خطرہ نہیں گزرا جن کا جاہلیت کے لوگ عام طور پر ارتکاب کرتے تھے' لیکن دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لغویات سے محفوظ رکھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنے قریشی نوجوان ساتھی سے کہا' جو مکہ مکرمہ کی بالائی حصہ میں بکریاں چرارہا تھا' کہ تم ذرا میری بکریوں کی بھی دیکھ بھال رکھنا' تاکہ میں آج کی رات مکہ مکرمہ جا کر قصہ گوئی کی مجلس میں شرکت کرسکوں جیسا عموماً نوجوان کیا کرتے ہیں' اس نے کہا اچھی بات ہے میں نگرانی رکھوں گا۔ چنانچہ جب میں چلا اور مکہ کی آبادی کے قریب ایک گھر کے پاس پہنچا' تو میں نے گانے بجانے اور باجہ کی آواز سنی' میں نے پوچھا یہ کیا ہورہا ہے' لوگوں نے بتایا کہ فلاں قریشی کی فلاں عورت سے شادی ہوئی ہے' میں اس گانے بجانے کے قصہ میں ایسا پڑا' کہ قصہ گوئی کی محفل کا خیال جاتا رہا' اور ایسی نیند آئی کہ جب تک آفتاب نکل کر تیز نہ ہوگیا میری آنکھ نہ کھلی' میں واپس اپنے ساتھی کے پاس پہنچا' اس نے دریافت کیا کہ بتاؤ کیا کیا' میں نے پورا ماجرا کہہ سنایا' پھر ایک دوسری رات میں نے اپنے ساتھی سے ایسا ہی کہا' وہ مان گیا لیکن جب میں نکلا' تو پھر میں نے آج بھی ایسی

فَفَعَلَ فَخَرَجْتُ فَسَمِعْتُ مِثْلَ ذَالِکَ فَقِیْلَ لِیْ مِثْلَ مَا قِیْلَ لِیْ فَلَهَوْتُ بِمَا سَمِعْتُ حَتّٰی غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ فَمَا اَیْقَظَنِیْ اِلَّا مَسُّ الشَّمْسِ فَرَجَعْتُ اِلٰی صَاحِبِیْ فَقَالَ لِیْ مَا فَعَلْتَ قُلْتُ، مَا فَعَلْتُ شَیْئًا فَوَاللّٰهِ مَا هَمَمْتُ بَعْدَهَا بِسُوْءٍ مِمَّا یَعْمَلُ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ حَتّٰی اَکْرَمَنِی اللّٰهُ بِنُبُوَّتِهٖ.

ہی آواز راستہ میں سنی جیسی پہلی مرتبہ سنی تھی' پوچھنے پر وہی تفصیل بتائی گئی' چنانچہ میں اسی میں الجھ کر رہ گیا اور پھر نیند کا ایسا زور ہوا کہ سو گیا اور دھوپ کی تپش نے مجھے بیدار کیا' میں لوٹ کر ساتھی کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم نے کیا کیا' میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا' خدا کی قسم اس کے بعد پھر کبھی میں نے اس طرح کی حرکت کا ارادہ نہیں کیا' جس کے جاہلیت والے عادی اور شائق تھے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا- (خصائص کبریٰ)

(رواہ ابن راھویہ فی مسندہ و ابن اسحاق و البزار و البیھقی و ابو نعیم و ابن عساکر قال ابن حجر اسنادہ حسن متصل و رجالہ ثقات کذافی الخصائص)

الرسول الاعظمؐ و اثر کلماتہ

آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کا اثر

(۱۶۵۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَسِیْرٍ فَلَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَذَهَبَ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ الْاَسِیْرُ قَالَتْ لَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَخَرَجَ فَقَالَ مَالَکِ قَطَعَ اللّٰهُ یَدَکِ اَوْ یَدَیْکِ فَخَرَجَ فَاٰذَنَ بِهِ النَّاسَ فَطَلَبُوْهُ فَجِیْءَ بِهٖ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَیَّ وَ اَنَا اُقَلِّبُ یَدَیَّ فَقَالَ اُجُنِنْتِ قُلْتُ دَعَوْتَ وَ انا اقلب یَدَیَّ اَنْظُرُ اَیُّهُمَا تُقْطَعَانِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ، ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بَشَرٌ اَغْضِبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٌ اَوْ مُؤْمِنَةٌ دَعَوْتُ عَلَیْهِ فَاجْعَلْهُ لَهٗ زَکٰوةً وَ طَهُوْرًا.

(رواہ احمد)

(۱۶۵۸) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی لے کر گھر میں داخل ہوئے' میں عورتوں سے بات چیت میں اس قیدی سے غافل ہو گئی' اور وہ نکل بھاگا دوبارہ نبی کریمؐ تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا کہ قیدی نے کیا کیا' انہوں نے کہا میں عورتوں سے بات چیت میں اس سے غافل ہو گئی تھی' وہ موقع پا کر چل دیا' آپؐ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا اللہ تیرا ہاتھ کاٹے' یہ کہہ کر آپؐ باہر تشریف لے گئے' لوگوں کو صورت حال بتائی' انہوں نے تلاش شروع کر دی' اور اس کو پکڑ لائے- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی- یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا یہ کیا پاگل جیسی حرکت کر رہی ہو' میں نے عرض کی کہ جب سے آپؐ کی زبان مبارک سے کاٹنے کے الفاظ نکلے ہیں' میں ایسی ہی الٹ پلٹ کر رہی ہوں- میں دیکھتی ہوں کہ ان میں سے کون کاٹا جاتا ہے' اس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پھیلا دیئے اور دعا کی' اے اللہ میں بشر ہوں' اور آدمیوں کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے' لہٰذا جس مسلمان مرد و عورت پر مجھ سے کلمات بددعا نکلے ہوں' تو اس کو ان کے لیے پاکی اور صفائی کا ذریعہ بنا دے- (احمد)

(۱۶۵۸) * سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات بہر حال اثر رکھتے ہیں' ادھر کلمات نکلے' ادھر حضرت عائشہؓ پر اثر ہوا' قربان جایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت امت پر' آپ کو جونہی احساس ہوا' تمام کے حق میں دعا فرمائی کہ اگر کبھی غصہ میں کوئی جملہ ایسا زبان پر آ جائے' جو امت کے کسی فرد کے لیے مضر ہو سکتا ہو' تو اسے اس کے لیے موجب صفائی و پاکی بنا دے-
لوگوں کو اس سے یہ سبق بھی لینا چاہیے کہ حتی الوسع زبان پر بددعا کے کلمات نہ لائے جائیں-

27

الرسول الاعظمؐ و تاثیر کلامه

(۱۶۵۹) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ.

(رواہ مسلم)(ریاض الصالحین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہاتھ کا شل ہو جانا

(۱۶۵۹) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ' اس نے جواب دیا' مجھے اس کی قدرت نہیں ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو قدرت نہ رکھے' حالانکہ اس کو سوائے تکبر کے اور کسی چیز نے دائیں ہاتھ سے کھانے سے نہیں روکا تھا' پھر وہ اس کو اپنے منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔ (مسلم شریف)

الرسول الاعظم و تاثير ضربه في صدر ابى بن كعبؓ

(۱۶۶۰) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَاَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَاَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَاَمَرَ هُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ اَفَحَسَّنَ شَانَهُمَا فَسُقِطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَ لَا اِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِيْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرُدَّ اِلَيَّ الثَّالِثَةَ اِقْرَاْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَ لَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْئَلَةٌ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی ضرب کا اثر

(۱۶۶۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا' اس نے ایسی قراءت کی جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی' پھر دوسرا آیا' اس نے اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں قراءت شروع کی' ہم لوگ جب نماز ادا کر چکے' تو سب مل کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے' میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے ایسی قراءت کی ہے جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی' دوسرا شخص آیا اور وہ اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں پڑھنے لگا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں نے سنایا' سن کر آپ نے دونوں کی قراءت کی تحسین فرمائی' یہ سن کر میرے دل میں آپ کی تکذیب پیدا ہوئی اور اس طرح کہ جاہلیت میں بھی یہ کیفیت نہ تھی' مگر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس کیفیت کو محسوس فرمایا جس نے مجھ کو ڈھانپ لیا تھا' تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں میں پسینہ پسینہ ہو گیا' اور خوف کی یہ حالت ہو گئی' گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں' پھر مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابی! میرے پاس پہلے ہی وحی آئی تھی کہ میں قرآن ایک ڈھنگ سے پڑھوں' لیکن میں نے بار بار درخواست کی کہ میری امت کے لیے آسانی فرما دے' تیسری دفعہ مجھے جواب ملا کہ تم اسے سات طرح سے پڑھو' اور تم کو اپنی ہر درخواست کے بدلے میں ایک دعا کا حق ہے' جس کی آپ مانگ کر سکتے ہیں' پس میں نے دوبار دعا کی

تَسْـاَلُنِيهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِي وَ اَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
(رواه مسلم)

اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما دیجئے' اے اللہ میری امت کو بخش دیجئے اور تیسری دعا اس دن کے لیے رکھ چھوڑی ہے' جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کے ساتھ آئے گی' یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔
(اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

الرسول الاعظمؐ و اسلام عبداللہ بن سلام

عبداللہ بن سلامؓ کے سوالات کے جوابات اور ان کا مشرف باسلام ہونا

(۱۶۶۱) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ فِي اَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَ مَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيهِ وَ اُمِّهِ قَالَ اَخْبَرَ بِهِنَّ جِبْرَئِيلُ اٰنِفًا' اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَ اَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَاكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَ اِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَ اِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَ اِنَّهُمْ اِنْ يَعْلَمُوْا بِاِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ اَنْ تَسْاَلَهُمْ

(۱۶۶۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی' اس وقت وہ ایک کھیت میں پھل توڑ رہے تھے' پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ میں آپؐ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں' جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائیے قیامت کی علامت میں سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ اور بچہ اپنے باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ابھی حضرت جبرئیلؑ نے ان کے متعلق خبر دی ہے' قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جا کر جمع کر دے گی اور پہلا کھانا جسے جنتی کھائیں گے پس وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا' اب رہی تیسری بات تو جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یارسول اللہ! یہود ایک بہتان طراز قوم ہے' اس لیے اگر ان کو میرے اسلام کا حال اس سے پہلے معلوم ہوگیا' کہ آپ ان سے میرے متعلق دریافت کرلیں' تو پھر وہ ضرور مجھ پر بہتان باندھیں گے' (اس لیے

(۱۶۶۱) ✽ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم جن کے دلوں میں کج و پیچ نہیں ہوتا' وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں اور یہ پہچاننے میں انہیں ذرا بھی تاخیر نہیں ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں' ساتھ ہی یہود قوم کی فطرت آشکارا ہوتی ہے' کہ من حیث القوم ان کے اعمال و اخلاق کس قدر پست ہوتے ہیں' اور آن کی آن میں کیسے پلٹ جاتے ہیں۔

يَبْهَتُونَنِیْ فَجَاءَ تِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُاللّٰهِ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَ ابْنُ خَيْرِنَا وَ سَيِّدُنَا وَ ابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ اَرَأَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَ ابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(رواه البخاری)

آپ پہلے ان سے میرا حال معلوم کر لیں پھر ان کو اس کی خبر دیں) چنانچہ جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا' تم میں عبداللہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سے ایک بہترین شخص ہیں اور بہترین شخص کے لڑکے ہیں' اور ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے لڑکے ہیں' آپ نے فرمایا تم بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کر لیں (تو کیا سمجھو گے) انہوں نے کہا اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے' اس کے بعد عبداللہ نکلے اور پڑھا اشهد ان لا الٰه الا الله و ان محمدا رسول الله یہ سن کر یہود کہنے لگے ہم میں سے بدترین شخص کا لڑکا ہے اور وہ عیب لگانے لگے' عبداللہ بن سلامؓ نے کہا یہی بات تھی یا رسول اللہ جس سے میں ڈر رہا تھا۔ (بخاری)

الرسول الاعظمؐ و القاء النعاس علی الصحابة عند غسله

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت صحابہ کرام پر نیند طاری ہونا اور ایک غیبی آواز کا سننا

(١٦٦٢) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا اَرَادُوْا غَسْلَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَ اللّٰهِ مَا نَدْرِیْ اَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا اَمْ نَغْسِلُهٗ وَ عَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَ ذَقْنُهٗ فِیْ صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ اَنِ اغْسِلُوا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ ثِيَابُهٗ.

(١٦٦٢) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا' وہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کپڑے اتار ڈالیں جس طرح ہم اپنے دوسرے مردوں کے ساتھ کرتے ہیں' یا ہم کپڑے کے ساتھ ہی آپؐ کو غسل دے دیں' جب اس مسئلہ میں ان کے اندر اختلاف ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی' حتیٰ کہ ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس کو نیند نہ آئی ہو اور اس کی ٹھوڑی[1] اس کے سینہ پر نہ جھک گئی ہو' پھر گھر کے ایک کونے سے ایک کہنے والے نے کہا جس کے متعلق لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ کون تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تم کپڑوں سمیت غسل دو۔

(١٦٦٢) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن رات پیش آنے والی باتیں ایک ایک کر کے بتائی تھیں' عام دستور یہی تھا کہ مردہ سے کپڑے اتار کر پردہ والے حصہ کو ڈھک کر غسل دیا کرتے تھے۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو حیات ابدی حاصل تھی' وفات کے بعد آپ کو کس طرح غسل دیا جائے صحابہ کرام کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی' ایک طرف ادب و احترام' دوسری طرف آپ کا خصوصی مرتبہ اور آپ کی امتیازی شان' اجتہاد میں ہر ایک اپنی سمجھ پر عمل کا مکلف ہے' اس لیے باہم صحابہ کا اختلاف ناگزیر تھا' مگر قدرت نہیں چاہتی تھی کہ یہاں کوئی اختلافی شکل باقی رکھی جائے' چنانچہ ہاتف غیبی کے ذریعے فیصلہ کر دیا گیا۔

[1] انسان کے جبڑے کا سب سے نچلا حصہ۔ ٹھوڑی بھی کہتے ہیں۔

الرسول الاعظمؐ و ریح المسک فی یدالماس بعد وفاته

(۱۶۶۳) عَنْ اُمِّ سَلْمَةَؓ قَالَتْ وَضَعْتُ یَدِیْ عَلٰی صَدْرِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ مَاتَ فَمَرَّ بِیْ جُمَعٌ اٰکُلُ وَ اَتَوَضَّأُ مَا یَذْهَبُ رِیْحُ الْمِسْکِ مِنْ یَدِیْ.

(اخرجه البیهقی کما فی الخصائص)

وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جسم مبارک پر ہاتھ رکھنے سے اس میں مشک کی پائیدار خوشبو

(۱۶۶۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی' اس کے بعد مجھ پر کئی جمعے گذر چکے' کھاتی بھی ہوں اور وضو بھی کرتی ہوں' مگر میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہیں جاتی -

(بیہقی شریف)

الرسول الاعظم و تعزیة الملائکة علی اهل بیته صلی الله علیه وسلم

(۱۶۶۴) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَزَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ یَسْمَعُوْنَ الْحِسَّ وَ لَا یَرَوْنَ الشَّخْصَ فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ اِنَّ فِی اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ کُلِّ مُصِیْبَةٍ وَ خَلَفًا مِّنْ کُلِّ فَائِتَةٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَ اِیَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ. (خصائص کبریٰ)

اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت فرشتوں کی طرف سے

(۱۶۶۴) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی' تو فرشتوں نے بھی آپ کے گھر والوں کی تعزیت کی' وہ آواز سنتے تھے اور کسی شخص کو دیکھتے نہ تھے' وہ آواز یہ تھی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ الخ" اے رسول خدا کے اہل بیت تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں' ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی ذات باعث صبر ہے اور ہر نکل جانے والی چیز کا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانشین ہے' پس اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو' محروم وہ ہے' جو ثواب سے محروم کیا گیا (تم کو صبر کا ثواب مل کر رہے گا- تم محروموں میں نہیں) وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ.

(۱۶۶۳) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف طور پر نوازا تھا' آپ کے پسینہ کے متعلق مختلف روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں کہ مشک سے زیادہ خوشبو ہوتی تھی' اور صحابہ عطر میں ملا کر خوشبو میں تیزی پیدا فرماتے تھے' سوچئے کہ پسینہ میں یہ خوشبو کیوں تھی' آخر جسم مبارک کا ہی تو اثر تھا-

وفات کے بعد اس دنیا سے جو معمولی رشتہ تھا وہ بھی منقطع ہوگیا لہٰذا نورانیت پورے طور پر ابھر آئی' خوشبو اضعافا مضاعفا ہوگئی' اور ہونی ہی چاہیے-

(۱۶۶۴) * عام انسانوں کی تعزیت آدمی کرتے ہیں' یہ ایک فطری جذبہ ہے' مگر انبیاء کرام کا گھرانہ ایسا ہوتا ہے کہ فرشتوں کو اس سے کسی نہ کسی درجہ میں لگاؤ ہوتا ہے' نزول وحی کے موقع سے فرشتے آتے رہتے ہیں' جس نبی سے فرشتوں کو لگاؤ ہوگا یقیناً اس کے گھر والوں سے کچھ نہ کچھ تعلق خاطر ہوگا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یقیناً ایک حادثہ عظیم تھا' جس سے بھی متاثر ہوئے لیکن آپ کے اہل بیت کا زیادہ غمگین ہونا قدرتی تھا اور وہ واقعۃً تعزیت کے مستحق تھے بھی' اس لیے فرشتوں نے صبر کی تلقین کی مگر اس طرح یہ تعزیت ہوئی کہ وہ مجسم ہوکر سامنے نہیں آئے-

الرسول الاعظم و عدم بلاء جسده بعد الوفات

جسم اطہر صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد وفات کوئی تغیر نہ ہونا

(۱۶۶۵) عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمْعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَ فِيْهِ قُبِضَ وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ. (رواه ابوداؤد و النسائی)

(۱۶۶۵) اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افضل ایام میں جمعہ کا دن ہے- کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے' اور اسی دن ان کی وفات ہوئی' اور اسی دن صور پھونکا جائے گا- اور اسی دن سارے لوگ بے ہوش ہوں گے' لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو' اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جاتا ہے' حالانکہ آپ کا جسم مبارک تو مٹی میں مل چکا ہوگا' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے وہ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی ہے- (ابوداؤد- نسائی)

الرسول الاعظم و اخباره ان يكن فى امتى احد محدثا فانه عمرؓ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں محدثیت کی بشارت

(۱۶۶۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۶۶۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱۶۶۵) * انبیاء کرام علیہم السلام روح جسم' ملکات فاضلہ اور خواہشات ہر اعتبار سے عام اعتبار سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں' اسی لیے آپ پڑھتے ہیں کہ ان کی نیند کی کیفیت عام انسانوں سے الگ ہوتی تھی- ان کا پسینہ عام انسانوں سے الگ ہوتا تھا اور ان کا ادراک عام انسانوں سے الگ تھا اس لیے اگر ان کے اجسام بعد وفات صحیح و سالم رہتے ہیں اور زمین ان میں تصرف نہیں کرتی' تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے-

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام' شہداء اسلام' اور بعض اولیاء کے اجسام بھی جوں کے توں محفوظ ہوتے ہیں اس مسئلہ کی تفصیل جلد ۳ ص ۲۸۱ میں ملاحظہ فرمائیں-

(۱۶۶۶) * بعض طرق میں محدثون کی جگہ ''ملھون'' اور بعض میں ''الملھم بالصواب'' کا لفظ آیا ہے- ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''محدث'' کیسا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ فرشتے ان کی زبان سے بولتے ہیں' اس کا ماحصل یہ بیان کیا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کا خیال اکثر درست ہوتا ہے' یعنی فرشتوں کی جانب سے اس کے دل میں کوئی بات اس طرح ڈال دی جائے کہ گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے کہ یہی ٹھیک ہے- بعض محدث کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ اس کی زبان سے صدق و صواب بلا قصد نکلے' بہر حال وہ نبی تو نہیں ہوتا ہے' مگر اس کی زبان سے عموماً درست باتیں ہی نکلتی ہیں' اس طرح جیسے معلوم ہوتا ہو کہ اس کو الہام ہو رہا ہے-

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ. وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْھُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ. (متفق علیہ)

وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے- اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں' اور ایک روایت یہ ہے کہ البتہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے مگر ان سے غیبی باتیں کی جاتی تھیں' اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمر ہیں' اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے-

الرسول الاعظمؐ وظھور البرکۃ فی الطعام بدعائہ

دُعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر کھانے میں

(۱۶۶۷) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَ ھُمْ شِبَاعٌ وَ النَّاسُ جِیَاعٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَلَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَنُطْعِمُھَا النَّاسَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَابَلْ یَجِیْءُ کُلُّ رَجُلٍ مِنْکُمْ بِمَا فِیْ رَحْلِہٖ وَ فِیْ لَفْظٍ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ طَعَامٍ فَلْیَجِیْءُ بِہٖ وَ بَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ بِالْمُدِّ وَ الصَّاعِ وَ اَکْثَرَ وَ اَقَلَّ فَکَانَ جَمِیْعُ مَا فِی الْجَیْشِ بِضْعًا وَّ عِشْرِیْنَ صَاعًا فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی جَنْبِہٖ وَ دَعَا بِالْبَرَکَۃِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ خُذُوْا وَ لَا تَنْتَھِبُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَاْخُذُ فِیْ جِرَابِہٖ وَ فِیْ غِرَارَتِہٖ وَ اَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِھِمْ حَتّٰی اَنَّ الرَّجُلَ لَیَرْبِطُ کُمَّ قَمِیْصِہٖ فَیَمْلَاہُ فَفَرَغُوْا وَ الطَّعَامُ کَمَا ھُوَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَاْتِیْ بِھِمَا عَبْدٌ

(۱۶۶۷) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھے' کہ ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا' ہم نے درخواست کی یا رسول اللہ! دشمن ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہ آسودہ ہیں' اور ہمارا یہ حال ہے کہ بھوک سے بے تاب ہیں- چنانچہ انصار نے کہا' کیا ہم ایسا نہ کریں کہ ہم اپنی اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں اور لوگوں کو کھلا دیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایسا نہ کرو' بلکہ ہر شخص کے کجاوہ میں جو کچھ ہو لے آئے یا یہ فرمایا کہ جو کچھ کھانے کا سامان بچا ہوا اس کو لے آئے' ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دینے کے بعد چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا' پس لوگ کھانا بچا کھچا لانے لگے کوئی ایک مد لایا اور کوئی ایک صاع' اور کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم' پس تمام لشکر سے جو سامان آیا' وہ کل کچھ اوپر بیس صاع ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کھانے کے پہلو میں بیٹھ گئے' اور برکت کی دعا فرمائی' پھر لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ سب اپنی اپنی ضرورت کے مطابق لیتے جاؤ' اور لوٹ نہ مچاؤ' پھر تو لوگ اپنے توشہ دانوں' بوریوں' اور برتنوں میں بھرنے لگے' یہاں تک کہ بعضوں نے اپنی قمیص کی آستینوں کا منہ باندھ لیا' اور اس کو بھر لیا' اس طرح تمام فوج نے فراغت حاصل کر لی' اور کھانا جوں کا توں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں' جو بندہ بھی ان دو چیز کی گواہی سچے دل سے دے گا'

مُحِقٌّ اِلَّا وَ قَاهُ اللّٰهُ حَرَّ النَّارِ. (اخرجه ابن راهويه و العدنی و ابو یعلی و الحاکم و غیرهم)

اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے بچا لے گا - اسے حاکم وغیرہ نے روایت کیا-

(۱۶۶۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسِیْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ حَتّٰی هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ جَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْجَمَعْتَ مَابَقِیَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَیْهِ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَ ذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهٖ قَالَ وَ قَالَ مُجَاهِدٌ وَ ذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰی قَالَ کَانُوْا یَمُصُّوْنَهٗ وَ یَشْرَبُوْنَ عَلَیْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَیْهَا قَالَ حَتّٰی مَلَأَ الْقَوْمُ اَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا یَلْقَی اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاکٍّ فِیْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(رواه مسلم)

(۱۶۶۸) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ لوگوں کا زادِراہ ختم ہو گیا' انہوں نے کہا کہ حال یہ ہو گیا تھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی سواری کی اونٹنیاں ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا' راوی نے کہا کہ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کاش ایسا ہوتا' کہ آپ لوگوں کے مابقیہ زادِراہ کو جمع کر کے اس پر دعا فرما دیتے' راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے ایسا ہی کیا- چنانچہ جس کے پاس گیہوں تھا' وہ گیہوں لے آیا' جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجور لے آیا' مجاہد کہتے ہیں کہ حتیٰ کہ جس کے پاس کھجور کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں لے آیا- میں نے کہا کہ وہ گٹھلیاں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ان کو اس لیے رکھتے تھے کہ ان کو چوس لیتے تھے اور اس پر پانی پی لیتے تھے' راوی کا بیان ہے کہ جب سب چیزیں جمع ہو چکیں تو آنحضرتؐ نے ان پر دعائے برکت فرمائی' پھر اتنی برکت ہوئی کہ بقول راوی لوگوں نے اپنے اپنے ناشتہ دان بھر لیے' اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں' کوئی ان دو کلمات کے اقرار کے ساتھ جب اللہ سے ملے گا اس طرح کہ اس کو اس میں کوئی تردد و شک باقی نہ رہا ہو' تو بلاشبہ وہ جنت میں داخل ہوگا- (مسلم)

الرسول الاعظم وایمان ام ابی هریرة بدعائه صلی الله علیه وسلم

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسلام قبول کرنا

(۱۶۶۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ هِیَ کَارِهَةٌ فَدَعَوْتُهَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَبْکِیْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ

(۱۶۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو برابر اسلام کی دعوت دیتا رہا' اور وہ نفرت کا اظہار کرتی رہیں' ایک دن میں نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں سنائیں' جو مجھے بہت ناگوار گزریں' میں روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا- اور عرض کیا کہ یارسول اللہ!

(۱۶۶۸) * یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے' اور برکت کے اس طرح کے واقعات حدیث میں متعدد مذکور ہیں-

اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّهْدِىَ اُمَّ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِىْ هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ اِلَى الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّىْ خَشْفَ قَدَمَىَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ وَ سَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَ عَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَبْكِىْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ قَالَ خَيْرًا. (رواه مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا فرما دیں کہ وہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش خوش نکلا' جب میں دروازے کے پاس آیا تو دیکھا دروازہ بند ہے' میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سن لی' اندر سے انہوں نے کہا ابو ہریرہ وہیں ذرا ٹھہرنا۔ اور میں پانی کے گرنے کی آواز سن رہا تھا' انہوں نے غسل کیا' پھر اپنی قمیص پہنی اور جلدی میں اپنی اوڑھنی سر پر ڈالنی رہ گئی' اور اسی حال میں آکر انہوں نے دروازہ کھولا' پھر بولیں اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح پلٹا کہ خوشی سے آنسو نکل رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔

الرسول الاعظم ونظرعلي علي منكبه صلي الله عليه وسلم المناظر العجيبة

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب منظر دیکھنا

(۱۶۷۰) عَنْ عَلِىٍّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِىْ اِجْلِسْ وَ صَعِدَ عَلٰى مَنْكِبِىْ فَذَهَبْتُ لَا نْتَهِضَ بِهٖ فَرَاٰى مِنِّىْ ضُعْفًا فَنَزَلَ وَ جَلَسَ لِىْ نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ لِىْ اِصْعَدْ عَلٰى

(۱۶۷۰) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساتھ چلے (بیت اللہ کے اندر جا کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شانوں پر چڑھ گئے' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اٹھنے لگا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کمزور محسوس کیا' لہٰذا اتر گئے' اور خود بیٹھ گئے' اور مجھ سے فرمایا میرے

(۱۶۷۰) * رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خلاصۂ کائنات کہی جاتی ہے' اور یقیناً آپ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے' اس لیے اگر حضرت علیؓ نے آپؐ کے شانوں پر چڑھ کر یہ محسوس کیا کہ وہ آسمان کے کناروں کو پا سکتے ہیں' تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے' آخر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ (علیہما السلام) جس پتھر پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ رہے تھے وہ بھی جتنی ضرورت ہوتی' خود بخود اونچا ہو جاتا تھا' لیکن حضرت علیؓ تو حضرت انسان تھے' اور تمام مخلوقات اور تمام انسانوں سے افضل کے شانہ مقدس پر چڑھے ہوئے تھے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو منظر بتوں سے صفائی کے موقع پر نظر آیا' وہ نظر آنا ہی چاہیے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ توحید دیکھئے کہ خود اپنے شانہ مبارک پر آدمی کو چڑھا کر اس کی صفائی فرما رہے تھے اور اس میں قطعاً عار محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

مَنْكِبَيَّ فَصَعِدْتُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ قَالَ فَنَهَضَ بِيْ فَاِنَّهٗ يُخَيَّلُ اِلَيَّ اَنِّيْ لَوْشِئْتُ لَنِلْتُ اُفُقَ السَّمَاءِ حَتّٰى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ وَ عَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ اَوْ نُحَاسٍ اُنَاوِلُهٗ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ حَتّٰى اِسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْذِفْ بِهٖ فَانْكَسَرَ كَمَا يَنْكَسِرُ الْقَوَارِيْرُ ثُمَّ نَزَلْتُ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتّٰى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوْتِ خَشْيَةَ اَنْ يَلْقَانَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ. (رواہ احمد)

مونڈھوں پر چڑھ جا' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر چڑھ گیا- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو لے کر اٹھے' اس وقت میں ایسا محسوس کرنے لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو پالوں' یہاں تک کہ میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اور اس پر پیتل اور تانبے کی مورتیاں بنی رکھی تھیں' میں ان کو اپنے دائیں' بائیں' سامنے اور پیچھے سے اٹھانے لگا تا آنکہ میں نے سب اٹھا لیے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو پھینک دے (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) وہ شیشہ کی طرح گر کر چور چور ہو گئے پھر میں اترا' اور میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ جلدی جلدی چلے اور گھروں کی دیواروں میں چھپتے چھپاتے واپس آ گئے' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہمیں دیکھ لے-

شهادة شجر السلمة ان محمدًا رسول الله

درخت کیکر کی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں

(۱۶۷۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا اَتٰى قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ وَ مَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلْمَةُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ

(۱۶۷۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ سامنے سے ایک دیہاتی آتا نظر آیا' جب وہ مجلس نبوی میں پہنچا' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا' تو اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ایک ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں' اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں' اس نے کہا کہ اور کون ہے جو اس کی گواہی دے جس کو آپ فرما رہے ہیں' آپؐ نے فرمایا یہ کیکر کا درخت' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا' وہ وادی کے کنارے کھڑا تھا' زمین پھاڑتا ہوا وہ چلا' اور آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا آپؐ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی' اس نے

(۱۶۷۲) * بے علم لوگوں میں اسی طرح کی باتوں سے یقین پیدا ہوتا ہے' اس نے اپنی آنکھوں سے جب دیکھا کہ بظاہر ایک بے جان کیکر کا درخت ایک شخص کی اس طرح اطاعت کرتا ہے' اور اس کی صداقت پر شہادت پیش کرتا ہے' تو اس خون و گوشت اور ہڈی سے بنے ہوئے انسان کو شرم محسوس ہوئی کہ یہ اس کے بعد بھی کفر و شرک میں ملوث رہے- چنانچہ اس نے اسلام قبول کر کے انسانیت کی لاج رکھ لی-

خدا کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں' اب تو آپ دیکھتے ہیں کہ لوہے کے پرزے (روبوٹ وغیرہ) انسان کی طرح بات کرتے ہیں' اور انسانوں کی گفتگو محفوظ کر لیتے ہیں پھر اس کے آنے اور گفتگو کرنے میں کیا اشکال رہ جاتا ہے-

فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبِتِهَا. (رواه الدارمي)

تینوں دفعہ گواہی دی کہ بات ویسی ہے جیسا آپ نے فرمایا' پھر وہ جہاں کھڑا تھا چلا گیا- (دارمی)

الرسول الاعظم ﷺ وسجود البهائم له

بہائم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا

(۱۶۷۳) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِىْ نَفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' تَسْجُدُلَكَ الْبَهَائِمُ وَ الشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ اَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَ لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَ لَوْاَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَ مِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِىْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ.

(۱۶۷۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے' ایک اونٹ آیا' اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا' صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں' پس ہم تو بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پروردگار کی پرستش کرو' اور اپنے بھائی کی عزت کرو' اگر میں کسی انسان کو اس کی اجازت دیتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں' اگر اس کا شوہر یہ حکم دے کہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی جگہ اور سیاہ کو زرد کی جگہ رکھ دے' تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا کرنے کو آمادہ ہو جائے-

(رواه احمد و روى الترمذى قوله صلى الله عليه وسلم لو كنت امر رجلا الخ عن ابى هريرة)

الرسول الاعظم و تصديقه بتكلم البهائم بقدرة الله تعالى

بیل اور بھیڑیئے کا عبرت آموز کلام کرنا

(۱۶۷۴) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱۶۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص ایک

(۱۶۷۳) ✽ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کا مرتبہ جانور اور درخت سے بہت اونچا ہے اس کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ وہ جانور اور درخت کی پیروی کرے' غیر مکلف کی پیروی مکلف کے لیے کسی حال میں درست نہیں ہے-
باقی جانور اور درخت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یہ آپ کا ان کی طرف سے احترام تھا' انسان کا اظہار احترام یہ ہے کہ وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہو-

(۱۶۷۴) ✽ بیل اور بھیڑیا کا اپنی زبان میں کلام کرنا تو مشہور بات ہے' جانور بولتے ہیں' اور مشاہدہ ہے کہ جانور ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی ہیں' حیرت جو کچھ ہے وہ انسانوں کی زبان میں بولنے پر ہے' مگر یہ بھی کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خود بھی تصدیق فرمائی' اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف سے بھی تصدیق کی گو وہ موجود نہ تھے' مگر آپ کو ان دونوں کے ایمان و ایقان پر اعتماد تھا' قیامت جس قدر قریب آتی جائے گی عالم غیب سے پردہ اٹھتا جائے گا' اور خلاف عادت باتیں بکثرت ظاہر ہوتی چلی جائیں گی' چنانچہ بہت ساری ایسی باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے- وہ زمانہ جلد ہی آنے والا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا بھی لوگ خود مشاہدہ کریں گے' اور جانوروں کی بولیاں چیستان ہی نہیں رہیں گی-

عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً إِذْ اَعْيٰى فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِهٖ اَنَا وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَ مَا هُمَا ثَمَّ وَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمٍ لَهٗ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أُؤْمِنُ بِهٖ اَنَا وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَ مَا هُمَا ثَمَّ. (متفق علیه)

بیل ہانکے جا رہا تھا' کہ اچانک وہ تھک گیا اور اس پر سوار ہو گیا (اس بیل کو قدرت نے گویائی عطا فرمائی) وہ بول پڑا' کہ ہم اس کام کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہیں' ہماری تخلیق زمین کے جوتنے کے لیے ہوئی ہے' لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرنے لگا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں' اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی' حالانکہ اس وقت دونوں موجود نہیں تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ دفعتہً بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا' اس کے مالک نے بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس بکری کو چھڑا لیا' بھیڑیا بولا کہ اس دن کون چھڑانے آئے گا جس دن درندوں ہی کا راج ہو گا اور میرے سوا کوئی اس کا دوسرا چرواہا نہ ہو گا' یہ سن کر لوگوں نے کہا' سبحان اللہ! بھیڑیا اور باتیں کرے' آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں (کہ ایسا ہوا ہو گا) اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی' حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ (مسلم و بخاری)

الرسول الاعظمؐ و بشارته للامة ان العدو لا يستبيح بيضتهم

امت کو بشارت کہ عام قحط اور دشمن ان کا استیصال نہ کر سکیں گے

(١٦٧٥) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا وَ إِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَ اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَ الْاَبْيَضَ وَ إِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ

(١٦٧٥) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے روئے زمین کو سکیڑ دیا' پس میں نے اس کے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا' اور یقیناً میری امت کا ملک اس حصہ تک پہنچ کر رہے گا' جو حصہ زمین میرے لیے سکیڑ دیا گیا تھا' اور مجھے دو خزانے بھی دیے گئے' ایک سرخ اور ایک سفید' اور میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے درخواست کی کہ وہ اس کو عام قحط میں مبتلا کر کے

(١٦٧٥) ✽ اللہ تعالیٰ نے اپنے لاڈلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساری زمین سکیڑ دی اور اسے سامنے کر دیا' تا کہ آپ اجمالی طور پر سب کو ایک نظر دیکھ لیں' اور اس دیکھنے کے بعد آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری امت ان حصوں تک پہنچ کر رہے گی' پوری دنیا ایک مختصر سے نقشہ میں آ جاتی ہے اور آپ بیٹھ کر اپنی جگہ دیکھ لیتے ہیں' کہ فلاں ملک یہاں ہے اور فلاں یہاں' تمام ممالک کے سمت بھی معلوم ہو جاتے ہیں' مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری دنیا کے ممالک کی آپ نے سیر کر لی۔ اور تمام جزئیات سے واقف ہو گئے۔

وَ اَنْ لَّا يُسَلِّطَهَا عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحُ بَيْضَتَهُمْ وَ اِنَّ رَبِّيْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَا يُرَدُّ وَ اِنِّيْ اَعْطَيْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَّا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَ اَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَ لَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَ يَسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (رواه مسلم)

ہلاک نہ کرے' اور یہ کہ ان پر ایسے دشمن کو تسلط کا موقع نہ دے' جو ان کے انڈے بچے سب کو بیخ و بن سے تباہ کر ڈالے' میرے رب نے فرمایا اے محمدؐ! جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر وہ رد نہیں ہوتا ہے' اور میں بلاشبہ تجھ کو تیری امت کے باب میں یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ میں نہ تو ان کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک کروں گا۔ اور نہ ان کے کسی ایسے دشمن کو ان پر تسلط دوں گا' جو ان کے انڈے بچے کو تباہ کر ڈالے' اگرچہ تمام روئے زمین کے دشمن اکٹھے ہو جائیں' تا آنکہ خود ان کے بعض بعض کو ہلاک اور قید نہ کرنے لگیں۔ (مسلم شریف)

الرسول الاعظم و اخباره ان فلانا في النار

ظاہر اعمال کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کہ فلاں جہنمی ہے

(١٦٧٦) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. (رواه البخاری)

(١٦٧٦) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی نگرانی میں ایک شخص مقرر تھا' جس کا نام کرکرہ تھا اور لوگ اس کو اسی نام سے پکارتے تھے' وہ مر گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی آگ میں ہے' چنانچہ لوگوں کو حیرت ہوئی اور وہ تلاش کرنے لگے کہ کیا بات ہے' انہوں نے ایک عبا اس کے پاس پائی' جس کو اس نے مال غنیمت سے چرا لیا تھا۔ (بخاری شریف)

ایک جانباز کے دوزخی ہونے کی پیش گوئی

(١٦٧٧) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ

(١٦٧٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخیوں میں ہے' لیکن جب جنگ شروع ہوئی' تو اس شخص نے بڑی بڑی جوانمردی سے

(١٦٧٧) * عام لوگ ظاہر کے دیکھنے کے عادی ہیں اور اسی پر حکم لگاتے ہیں اور سچ پوچھئے تو عوام ظاہر بیں کا منصب بھی یہی ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ حضرات کو علم نبوت سے نوازا ہے' اور جن کے پاس وحی آتی رہتی ہے۔ ان کی نگاہ میں بڑی وسعت اور دور بینی عطا کی گئی ہے' اور یقیناً ان کا منصب بھی عام مسلمانوں سے بہت اونچا ہوتا ہے' یہ حضرات انسان اور خدا کے درمیان کی ایک مضبوط کڑی ہوتے ہیں' اس لیے ان کا ان باتوں کو قبل از وقت دیکھ لینا جن کو عام نگاہیں نہیں دیکھ سکتی ہیں' قطعاً حیرت انگیز نہیں۔ ـ۔۔۔۔

النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَاَتَيْتُهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ يَرْتَابُ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهٖ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ. (رواه البخاری ۹۷۷)

جنگ کی' اس طرح کہ زخم سے اس کا بدن چور چور ہو گیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک صحابی آئے' اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے' اس نے جنگ میں بڑی بہادری اور جانفشانی سے جنگ کی ہے' اس طرح کہ زخموں سے اس کا جسم بھر گیا ہے' یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو کہ وہ دوزخی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملے سے بعض شبہ میں پڑ گئے (کہ یہ کیا فرما رہے ہیں) ابھی لوگ اسی حیص بیص میں تھے کہ اس مجاہد نے زخم کی تکلیف اس طرح محسوس کی کہ اس نے اپنا ہاتھ تیر دان کی طرف بڑھایا' اور اس سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے سینہ کے پار کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) یہ دیکھ کر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول! اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچ کر دی' فلاں نے خودکشی کر لی' اور خود تیر لگا لیا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مؤمن کے کوئی داخل نہیں ہو گا اور بلا شک اللہ تعالیٰ اس دین کی بدکار آدمی سے بھی تائید کرا لیتا ہے۔ (بخاری شریف)

ایک مجاہد کے دوزخی ہونے کی اطلاع

(۱۶۷۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ

(۱۶۷۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' آپؓ نے کہا کہ جس دن خیبر کی جنگ تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک ٹولی آئی اور کہنے لگی'

لله ..... دوسرا اصول یہ بھی مسلّم ہے کہ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" انسانوں کے عمل کا فیصلہ ان کی نیتوں کے پیش نظر ہوتا ہے' رب العلمین ظاہر اجسام کو نہیں دیکھتا' بلکہ وہ انسانوں کے دلوں کو دیکھتا ہے' اس لیے ظاہری عمل خواہ کتنا ہی شاندار ہو' اگر نیت میں نیکی نہیں ہے تو بیکار ہے۔ اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اعتبار خاتمہ کا ہوا کرتا ہے' اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اور پھر اس کے مطابق جو کچھ پیش آیا' یہ عقل کے مطابق ہے۔

رہی دینی خدمت تو یہ رب العالمین بلا شبہ کبھی کبھی فاجر بندے سے بھی لے لیتا ہے۔

شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّمَا رَأَيْتُهٗ فِى النَّارِ. فِىْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِذْهَبْ فَنَادِ فِى النَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ اَلَا اِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا. (رواہ مسلم)

کہ فلاں شہید ہوگیا' یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گذرے' تو دیکھ کر کہا کہ فلاں بھی شہید ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہرگز نہیں' میں نے تو اس کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے' اس چادر کی وجہ سے یا عبا کی وجہ سے جس کو اس نے مال غنیمت سے چرالیا تھا' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا' اے ابن الخطاب! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوں گے' تین مرتبہ یہ اعلان کرو' حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نکل کر گیا اور میں نے پکار کر کہہ دیا کہ سن لو کہ جنت میں مؤمن کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا' یہ تین مرتبہ میں نے کہا-

ایک مسلمان کے دوزخی ہونے کی خبر

(۱۶۷۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَهٗ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَ الَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِىْ اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ تَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ. (متفق علیہ)

(۱۶۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک غلام پیش کیا' جس کو ''مدعم'' کے نام سے پکارا جاتا تھا' وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے ایک کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک اس کے ایک تیز تیر آکر لگا' جس سے وہ مرگیا' یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ جنت اس کو مبارک ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے' بے شک وہ اونی چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت سے لی تھی اور وہ اس کے حصہ میں نہیں آئی تھی' اس پر آگ بھڑک رہی ہے لوگوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی' ایک شخص ایک یا دو تسمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں-

ایک صحابی کے متعلق پیش گوئی اور اس کی صداقت

(۱۶۸۰) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ

(۱۶۸۰) یزید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا

(۱۶۷۹) * یہ غلام ہدیہ میں آیا تھا- رفاعہ بن زید نے یہ پیشکش کی تھی' ابھی چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ یہ غزوہ سامنے آگیا اور اسی میں یہ شہید ہوگیا' گویا اس نے فیض صحبت کا موقع ابھی نہیں پایا تھا-

اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ یَوْمَ خَیْبَرَ فَذَکَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ فَتَغَیَّرَتْ وُجُوْہُ النَّاسِ لِذٰلِکَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ قَدْ غَلَّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَہٗ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ یَھُوْدَ لَا یُسَاوِیْ دِرْھَمَیْنِ۔ (رواہ مالک و ابوداؤد و النسائی)

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے خیبر کے دن ایک شخص کی وفات ہو گئی' لوگوں نے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو (خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت نہیں کی' اس سے) لوگوں کے چہرے بدل گئے' پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو ہم نے یہود کے منکوں میں ایک منکا پایا جو دو درہم کا بھی نہ تھا۔

الرسول الاعظم و اخبارہ الصحابۃ انکم تبتلون

صحابہ کرام کو مصائب کی قبل از وقت اطلاع دینا

(۱۶۸۱) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْصُوْا لِیْ کَمْ یَلْفِظُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَخَافُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ مَا بَیْنَ السِّتِّ مِائَۃِ اِلَی السَّبْعِ مِائَۃِ قَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّکُمْ اَنْ تُبْتَلُوْا قَالَ فَابْتُلِیْنَا حَتّٰی جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا یُصَلِّیْ اِلَّا سِرًّا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

(۱۶۸۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' آپؐ نے فرمایا مجھے گن کر کے بتاؤ کہ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے کتنے ہیں' ان کا بیان ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو ہمارے بارے میں خطرہ ہے' اور ہم اس وقت چھ سو سے سات سو تک ہیں آپ نے فرمایا' بے شک تم نہیں جانتے ہو' ہو سکتا ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ' حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں' کہ ایسا ہی ہوا' ہم لوگ آزمائش میں ڈالے گئے' یہاں تک کہ ہم میں کے کچھ لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

الرسول الاعظم و اخبارہ مصارع المقتولین فی غزوۃ بدر

غزوۂ بدر کے مشرک مقتولین کی نام بنام نشان دہی

(۱۶۸۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ اَصْحَابَہٗ حِیْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِیْ

(۱۶۸۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت ابوسفیان کے لشکر کی خبر ملی' آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ

(۱۶۸۱) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات فرمائیں یا کسی اندیشہ کا اظہار کریں اور وہ پیش نہ آئے کیسے ممکن ہے سینکڑوں واقعات دحقائق ہیں کہ آپؐ نے جو فرمایا اور جیسا فرمایا وہی سامنے آیا' اور ایک نبی کی یہی شان ہوتی ہے' اور آپ تو افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔
باقی خوف و ہراس اور جان کا جب خطرہ درپیش ہو' یا اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ کا ظن غالب ہو' اس وقت عبادات کے چھپ کر انجام دینے کی اجازت کوئی حیرت انگیز بات نہیں' اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے' اور اس میں ہر پہلو کی رعایت ہے' مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بزدلی کا قائل ہے' دور اندیشی اور عاقبت اندیشی بوقت ضرورت کوئی ناگوار چیز نہیں۔

سُفْيَانَ وَ قَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَا خَضْنَا هَا وَ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه مسلم)

کیا، حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم ہے، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپؐ حکم دیں گے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں، تو یقیناً ہم اسے سمندر میں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم فرمائیں گے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو برک الغماد تک لے جائیں، تو ہم ایسا ہی کریں گے، راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے چلنے کو کہا، پس وہ سب چل پڑے، تا آنکہ وہ سب مقام بدر پر آ کر اترے، یہاں پہنچنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ رکھ رکھ کر بتا یا کہ یہ فلاں کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ ہے اور یہاں فلاں قتل ہو کر گرے گا، راوی کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہیں ہٹا جو آپؐ نے ہاتھ رکھ کر بتائی تھی (ٹھیک اسی جگہ پر ہر ایک مقتول پایا گیا) (مسلم)

الرسول الاعظمؐ و قتل رجل فی سبیل الله لقوله رحمه الله

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی کے متعلق ''رحمہ اللہ'' کہنا اور ان کا شہید ہو جانا

(۱۶۸۳) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيَّاتِكَ فَحَدَابِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ

(۱۶۸۳) حضرت سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر کے لیے نکلے، ان میں سے ایک شخص نے کہا اے عامر! تم اپنے کچھ اشعار ہم لوگوں کو سناؤ، وہ گا گا کر سنانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو حدی پڑھ کر اونٹوں کو تیز تیز ہنکار رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا عامر ہیں، آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

(۱۶۸۳) * صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تجربہ سے یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کے متعلق ''رحمہ اللہ'' فرما دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ انہیں دولت شہادت سے نوازتا تھا، چنانچہ حضرت عامرؓ کے باب میں جب آپ نے اس جملہ کا استعمال کیا، تو وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی اس نعمت سے سرفراز کیے جائیں گے، اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ جس قدر بھی ان سے مستفید ہوا جا سکتا ہے ہو لینا چاہیے، اور یہی وجہ ہوئی کہ صحابہؓ نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان سے لطف اندوز ہونے کا کاش کچھ اور موقع مل جاتا۔

صحابہ کرام کو اچھی موت بہت عزیز تھی اور ہر مسلمان کو ہونی چاہیے۔ اس لیے جب خود ان کی تلوار ان کے گھٹنے میں لگی، اور اسی زخم کے صدمے سے وہ شہید ہو گئے تو ان کو یہ دھیان ہوا، کہ کہیں یہ بھی خودکشی کے مرادف نہ قرار دے دی جائے، اور اسی وجہ سے کچھ صحابی عمل کے اکارت کی باتیں کرنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ الفاظ سنے تو آپ نے ان کی تردید ضروری سمجھی، تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے اور ایک صحابی کے متعلق یہ سوء ظن باقی نہ رہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّاهُ امْتَعْتَنَا بِهٖ فَاُصِيْبَ صَبِيْحَةَ لَيْلَتِهٖ فَقَالَ الْقَوْمُ حَبِطَ عَمَلُهٗ قَتَلَ نَفْسَهٗ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَ هُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهٗ فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهٗ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا اِنَّ لَهٗ لَاَجْرَيْنِ اِثْنَيْنِ اِنَّهٗ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَ اَيُّ قَتْلٍ يَزِيْدُهٗ عَلَيْهِ.

(رواہ البخاری)

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں ہمیں تھوڑی دیر اور ان سے لطف اندوز ہونے دیتے' اسی رات کی صبح میں ان کو اپنی ہی تلوار اچٹ کر لگی اور وہ شہید ہو گئے' لوگ کہنے لگے' ان کا عمل حبط ہو گیا' کہ انہوں نے خودکشی کر لی میں جب واپس ہوا' تو وہ لوگ یہی بات کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال حبط ہو گئے' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں' لوگوں کا خیال ہے کہ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نیکیاں اکارت گئیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا' غلط کہا' بے شک ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ وہ پکے مجاہد تھے' اس کے قتل سے بڑھ کر کون قتل ہو سکتا ہے۔

الرسول الاعظم و دعائه لامته فی بكورها

صبح سویرے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت اور اس کا اثر

(۱۶۸۴) عَنْ صَخْرِ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا قَالَ وَ كَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ قَالَ وَ كَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَ كَثُرَ مَالُهٗ.

(رواہ ابن ماجه)

(۱۶۸۴) صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی' اے اللہ! سویرا میں میری امت کے لیے برکت عطا فرما دے' چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر جہاد کے لیے روانہ فرماتے' تو صبح سویرے روانہ کرتے' کہتے ہیں کہ حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک تاجر آدمی تھے' وہ اپنا تجارتی مال ہمیشہ صبح سویرے بھیجا کرتے تھے' اس کی برکت سے وہ خوش حال اور سرمایہ دار ہو گئے۔

(ابن ماجہ)

الرسول الاعظم و دعائه لام قيس بطول عمرها

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے درازی عمر کی دعا اور اس کا اثر

(۱۶۸۵) عَنْ اُمِّ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُوُفِّيَ ابْنِيْ فَجَزِعْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لِلَّذِيْ يَغْسِلُهٗ لَا تَغْسِلِ بُنَيِّ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَتَقْتُلَهٗ فَانْطَلَقَ عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاَخْبَرَهٗ بِقَوْلِهَا فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا قَالَتْ طَالَ

(۱۶۸۵) حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا' اس حادثہ سے میں بہت گھبرائی (اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ہوش و حواس جاتا رہا) چنانچہ میں غسل دینے والے سے کہنے لگی کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو کہ وہ اس سے مر جائے گا' حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے جا کر یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی' کہ اس کا یہ

عُمُرُهَا فَلَا نَعْلَمُ امْرَأَةً عُمِّرَتْ. (رواه النسائی فی باب غسل المیت بالحمیم ج ۱ ص ۲۶۵)

حال ہے' آپ سن کر مسکرائے' پھر فرمایا جس نے ایسا کہا اس کی عمر دراز ہو' لوگوں کا بیان ہے ہمارے علم میں اتنی عمر کسی اور عورت کو نہیں ملی- (نسائی)

الرسول الاعظمؐ و بركة دعائه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائے ہدایت کی برکت

(۱۶۸۶) عَنْ عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّهُ اَسْلَمَ وَ اَبَتِ امْرَاَتُهُ اَنْ تُسْلِمَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِبْنَتِيْ وَ هِيَ فَطِيْمٌ اَوْ شِبْهُهُ وَ قَالَ رَافِعٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِبْنَتِيْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْعُدْ نَاحِيَةً وَ قَالَ لَهَا اُقْعُدِيْ نَاحِيَةً وَ اَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ اُدْعُوْهَا فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ اِلٰى اُمِّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهَا فَمَالَتْ اِلٰى اَبِيْهَا فَاَخَذَهَا.

(رواہ ابو داؤد فی کتاب الطلاق ج ۱ ص ۳۰۵)

(۱۶۸۶) عبدالحمید بن جعفر راوی ہیں کہ رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سنان نے بتایا کہ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا' وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری بچی ہے (مجھے ملنی چاہیے) اور وہ بچی دودھ چھوڑ چکی تھی' اور حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میری بچی ہے' ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کنارے میں تم بیٹھ جاؤ- اور ان کی بیوی سے کہا کہ دوسرے کنارے پر تو بیٹھ جا اور بچی کو دونوں کے درمیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بٹھا دیا- پھر فرمایا اس بچی کو بلاؤ' پہلے بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے اللہ! تو اس بچی کو ہدایت دے چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے باپ کی طرف آئی اور اس نے اسے اٹھا لیا-

(ابوداؤد)

الرسول العظيم و عصمته من تمثل الشيطان في صورته صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں شیطان کا متمثل نہ ہوسکنا

(۱۶۸۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَ لَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ وَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

(رواہ البخاری فی کتاب العلم)

(۱۶۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ نام رکھو' لیکن میری کنیت نہ رکھو' اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا' تو اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا' اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آتا ہے اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے-

(بخاری شریف)

(۱۶۸۷) * آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی تصرف سے محفوظ کر رکھا تھا' چنانچہ آپ کی شکل مبارک خواب کے اندر شیطان اختیار کرنے پر قادر نہیں ہے' اس سے یہ طاقت سلب کر لی گئی ہے' اور چاہیے بھی یہی کہ جو ہادی ہو' اس کی صورت شیطان کسی حال میں اختیار نہ کر سکے' اور جب خواب میں قادر نہیں ہے تو حالت بیداری میں تو بدرجہ اولیٰ قدرت نہیں ہو سکتی-
خواب میں خیالی زیارت کا امکان بھی ہے' اس کی نفی نہیں کی گئی ہے' تفصیل کے لیے دیکھئے ج ۳ ص ۳۶۰ ترجمان السنۃ-

الرسول الاعظمؐ و اذانه من روضته في ليالي الحرة

(۱۶۸۸) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ وَ مَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِيْ وَ مَا يَأْتِيْ وَقْتُ صَلٰوةٍ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ.

(رواه ابو نعيم كذافي الخصائص)

واقعہ حرہ میں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سننا

(۱۶۸۸) حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کی راتوں میں میں نے دیکھا اور اس دن میرے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اقدس میں کوئی اور نہ تھا' کہ جب جب نماز کا وقت آتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔ (خصائص)

الرسول الاعظمؐ و جوابه عن اسئلة الصحابة رضى الله عنهم

(۱۶۸۹) اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى لَهُمْ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَ ذَكَرَ اَنَّ قَبْلَهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَنِيْ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْنِيْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَاَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف سوالات کا جواب مرحمت فرمانا

(۱۶۸۹) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے' لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو چکے تو منبر پر کھڑے ہوئے' اور قیامت کا ذکر چھیڑا' اور اسی ضمن میں بیان فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے' پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے' وہ مجھ سے دریافت کرے' خدا کی قسم تم جو بھی مجھ سے سوال کرو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا' مگر اس وقت تک جب تک میں اس جگہ موجود ہوں' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو بہت روئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ جملہ فرما رہے تھے' تم پوچھو' آخر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پوچھا فرمایئے' یا رسول اللہ (صلی اللہ

(۱۶۸۸) ٭ حرہ ایک تاریخی واقعہ ہے' اس کی پیش گوئی حدیث میں مذکور تھی' چنانچہ یہ واقعہ بھی یزید کے زمانہ میں پیش آیا اور مدینہ منورہ میں سخت خون ریزی ہوئی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا' ہزاروں جانیں برباد ہوئیں ان حالات میں مسجد نبوی میں کس کو آنے کی ہمت تھی' جان کے لالے پڑ رہے تھے' اس وقت اور بھی جب کہ قتل عام کا بازار گرم ہو۔

سعید بن المسیب ان حالات میں بھی مسجد نبوی سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کے کان میں پنجوقتہ اذان کی آواز ٹھیک وقت پر روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے آتی تھی' اور اسی آواز پر آپ نماز ادا کرتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِىْ فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِىْ بَرَكَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حِيْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَىَّ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ اٰنِفًا فِىْ عَرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَكَا لْيَوْمِ فِى الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَتْ اُمُّ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ مَا سَمِعْتُ بِابْنٍ قَطُّ اَعَقَّ مِنْكَ اَ اَمِنْتَ اَنْ تَكُوْنَ اُمُّكَ قَدْ قَارَفَتْ بَعْضَ مَا تُقَارِفُ نِسَاءُ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَفْضَحَهَا عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ وَ اللّٰهِ لَوْ اَلْحَقَنِىْ بِعَبْدٍ اَسْوَدَ لَلَحِقْتُهٗ. (رواہ مسلم فی باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم و البخاری فی کتاب الاعتصام)

علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے' جب اس کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے' تم مجھ سے پوچھو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہم راضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کلمات سنے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ابھی مجھ پر جنت و دوزخ دونوں اس دیوار کی طرف پیش کیے گئے میں نے آج بھلائی اور برائی کا جو منظر دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا' ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھ سے بتایا' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا' تجھ جیسی نافرمان اولاد میں نے کبھی نہیں دیکھی تیرے پاس اس کی کیا ضمانت تھی کہ تیری ماں نے زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نازیبا حرکت نہ کی ہوگی' اگر ایسا ہوا ہوتا تو تم اس کو تمام لوگوں کے سامنے رسوا کیے ہوتے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کی قسم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی حبشی غلام کی اولاد قرار دیتے' تو بلاشبہ میں اپنے کو اسی کے ساتھ منسوب کرتا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

الاسئلة المختلفة من اليهود و اجوبتها من النبى الكريم صلى الله عليه وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود کے سوالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

(۱۶۹۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَضَرَتْ عِصَابَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يَوْمًا اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنَا عَنْ

(۱۶۹۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک دن یہود کی ایک جماعت حاضر ہوئی' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں'

(۱۶۹۰) ✱ اس حدیث میں ان سوالات کے جواب ہیں' جو یہود کی طرف سے کیے گئے ہیں جوابات میں کوئی تشکک نہیں ہے .....

خَلَالٍ نَسْئَلُکَ عَنْهَا لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا نَبِیٌّ فَقَالَ سَلُوْنِیْ مِمَّا شِئْتُمْ وَ لٰکِنِ اجْعَلُوْا لِیْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ مَا اَخَذَ یَعْقُوْبُ عَلٰی بَنِیْهِ اِنْ اَنَا حَدَّثْتُکُمْ بِشَیْءٍ تَعْرِفُوْنَهُ صِدْقًا لَتُتَابِعُوْنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ قَالُوْا لَکَ ذٰلِکَ قَالَ فَسْئَلُوْنِیْ مِمَّا شِئْتُمْ قَالُوْا اَخْبِرْنَا عَنْ اَرْبَعِ خَلَالٍ اَخْبِرْنَا عَنِ الطَّعَامِ الَّذِیْ حَرَّمَ اِسْرَائِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ وَ اَخْبِرْنَا عَنْ مَاءِ الرَّجُلِ کَیْفَ یَکُوْنُ الذَّکَرُ مِنْهُ حَتّٰی یَکُوْنَ ذَکَرًا وَ کَیْفَ یَکُوْنُ اُنْثٰی حَتّٰی یَکُوْنَ اُنْثٰی وَ اَخْبِرْنَا کَیْفَ هٰذَا النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ فِی التَّوْرَاةِ وَ مَنْ وَّلِیُّهٗ مِنَ الْمَلَائِکَةِ قَالَ فَعَلَیْکُمْ عَهْدُ اللّٰهِ وَ مِیْثَاقُهٗ لَئِنْ اَنَا حَدَّثْتُکُمْ لَتُتَابِعُوْنِیْ فَاَعْطَوْهُ مَاشَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَ مِیْثَاقٍ قَالَ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اِسْرَائِیْلَ مَرِضَ مَرَضًا شَدِیْدًا طَالَ سَقَمُهٗ فِیْهِ فَنَذَرَ لِلّٰهِ نَذْرًا لَئِنْ شَفَاهُ اللّٰهُ مِنْ سَقَمِهٖ لَیُحَرِّمَنَّ اَحَبَّ الشَّرَابِ وَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلَیْهِ وَ کَانَ اَحَبَّ الشَّرَابِ اِلَیْهِ اَلْبَانَ الْاِبِلِ وَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلَیْهِ لُحُوْمَ الْاِبِلِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ

ان کو آپؐ ہم سے بیان فرما دیجئے‘ کیونکہ ان باتوں کا جواب صرف نبی ہی جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا تم جن چیزوں کے متعلق چاہو مجھ سے سوال کرو‘ لیکن تم اس کا عہد کرو کہ اگر میں تم کو ایسا جواب دے دوں‘ جس کی صداقت تم کو بھی تسلیم ہو‘ تو تم اسلام قبول کرلو گے‘ اور اس بات کا بھی عہد کرو‘ جس کا عہد یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے لیا تھا یعنی یہ کہ تم خدا کی عبادت میں کسی کو ساجھی نہ گردانو گے‘ ان لوگوں نے کہا اس کا آپؐ سے عہد ہے- اب آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو انہوں نے کہا چار باتوں کا جواب دیجئے پہلی یہ کہ وہ کھانا کیا تھا‘ جس کو توریت کے نزول سے پہلے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا؟ دوسرے یہ بتائیے کہ مرد کی منی سے جب لڑکا بنتا ہے تو کیسے بنتا ہے‘ اور لڑکی بنتی ہے تو کیسے بنتی ہے؟ تیسرے یہ بیان فرمائیے کہ تورات میں اس نبی امی کی علامت کیا بیان کی گئی ہے؟ چوتھے یہ کہ فرشتوں میں سے کون سا فرشتہ آپ کا ولی بنا تھا؟ آپ نے فرمایا تم اپنے اوپر خدا کا یہ عہد لازم کرلو کہ اگر میں نے ان کا جواب دے دیا تو تم لوگ اسلام کے باب میں میری پیروی کرو گے‘ اس پر انہوں نے وعدے کیے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس خدائے پاک کی قسم دیتا ہوں‘ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی تھی‘ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل جب سخت بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا‘ تو انہوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دی تو وہ اپنے اوپر کھانے پینے کی اس چیز کو حرام کرلیں گے جو سب سے زیادہ پسندیدہ ہوگی‘ پینے کی چیزوں میں ان کو سب سے زیادہ پسند اونٹ کا دودھ تھا‘ اور کھانے میں اونٹ کا گوشت (بعد صحت انہوں نے ایسا ہی کیا) یہ جواب سن کر یہود نے کہا اے اللہ! بے شک یہی بات ہے‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس

ف..... نہ کوئی رو رعایت ہے- بے کم و کاست جو کچھ صحیح جواب ہے‘ آپؐ نے بیان فرما دیا ہے‘ اور ان یہود نے سب کی خود تصدیق کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالات کے جو جوابات مرحمت فرمائے ہیں‘ وہ بالکل درست اور صحیح ہیں- بات جہاں آ کر یہود کے خلاف ہوئی ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے‘ انہوں نے یہاں پہنچ کر اپنی دشمنی کا اظہار کیا‘ کہ وہ ہمارے دشمن ہیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حق بات کے سلسلے میں یہود سے کوئی ایسی بات پسند نہیں فرمائی‘ جس سے وہ محسوس کریں کہ حق گوئی اور حق پر جمے رہنے میں ہماری کیسی رعایت کی گئی- خدا کے دوست و دشمن میں میل ملاپ کی کوئی بات تک زبان پر لانا گوارا نہ ہوئی-

نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَ اَنَّ مَاءَ الْمَرْاَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَاَيُّهُمَا عَلَا كَانَ الْوَلَدُ وَ الشَّبَهُ لَهٗ بِاِذْنِ اللّٰهِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ قَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَنْزَلَ التَّوْرَاتَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ هٰذَا النَّبِىَّ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَ لَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ قَالُوْا اَنْتَ الْاٰنَ حَدِّثْنَا مَنْ وَلِيُّكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَعِنْدَهَا نُجَامِعُكَ اَوْنُفَارِقُكَ قَالَ وَ لِىَّ جِبْرَئِيْلُ ؑ وَ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ اِلَّا وَ هُوَ وَلِيُّهٗ قَالُوْا فَعِنْدَهَا نُفَارِقُكَ وَ لَوْ كَانَ غَيْرُهٗ لَا تَّبَعْنَاكَ وَ صَدَّقْنَاكَ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُصَدِّقُوْا بِهٖ قَالُوْا اِنَّهٗ عَدُوُّنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (رواہ ابوداؤد الطیالسی)

خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی' کیا تم یہ نہیں جانتے کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد پتلی ان میں جو غالب ہوتی ہے' بچہ اللہ کے حکم سے اسی کے مشابہ ہوتا ہے' یہ سن کر یہود بول اٹھے' اے اللہ بات بے شک یہی ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ' آپ ؐ نے فرمایا میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں' اور جس نے موسیٰ پر تورات اتاری' کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اس نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل بیدار رہتا ہے انہوں نے کہا بے شک یہی بات ہے آپ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہ' ان یہود نے کہا اب آپ یہ بیان فرمائیں کہ فرشتوں میں سے کون فرشتہ آپ کا رفیق کار ہے؟ اس کے بعد یا تو ہم آپ ؐ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ سے علیحدہ ہو جائیں گے- یہ ہمارا آخری سوال ہے- آپ نے فرمایا میرے ولی اور رفیق کار جبرئیل علیہ السلام ہیں- اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کسی نبی کو بھیجا یہی اس کے ولی اور رفیق ہوئے' یہود نے کہا بس اسی بات پر ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں' اگر ان کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا رفیق ہوتا' تو بلاشبہ ہم آپ کی پیروی کر لیتے' اور آپ کی تصدیق کرتے' آپ ؐ نے فرمایا ان کی تصدیق کرنے سے تم کو کیا چیز روکتی ہے' انہوں نے کہا فرشتوں میں یہ ہمارے دشمن ہیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ تک- (ابوداؤد طیالسی)

الرسول الاعظم واسئلة اليهود وجوابها

یہود کا روح کے متعلق سوال اور اس کا جواب

(۱۶۹۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا اَمْشِىْ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ حَرْثٍ اَوْ خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَ هُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَعَهٗ فَمَرَرْنَا عَلٰى نَفَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْاَلُوْهُ اَنْ يَجِيْءَ فِيْهِ

(۱۶۹۱) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے بعض کھیت یا ویرانے میں چل رہا تھا' اور آپ اس وقت ایک شاخ پر سہارا دے کر کھڑے ہوئے تھے' اتنے میں ہم یہود کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے' ان میں سے بعض نے اپنے بعض سے کہا کہ آپ ؐ سے روح کے متعلق سوال کرو' بعض نے کہا مت پوچھو' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ایسی بات پیدا ہو جائے' جس کو تم ناگوار سمجھو

بِشَیْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ وَ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْهِ فَقَالَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَ مَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا.

(رواہ البخاری)

بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے' چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا' اور اس نے کہا اے ابو القاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) روح کیا ہے؟ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' مجھے معلوم ہو گیا اب آپؐ پر وحی نازل ہو گی' پھر ان کے جواب میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی' يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے اور جو کچھ تم کو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری)

الرسول الاعظم و جوابه لقريش ماسئل عنه

علمائے یہود سے معلوم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ کا سوال کرنا اور جواب پانا

(۱۶۹۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَعَثَتْ قُرَيْشُ النَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَ عُقْبَةَ بْنَ أَبِيْ مُعَيْطٍ إِلَى أَحْبَارِ يَهُوْدَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالُوْا لَهُمْ اَسْأَلُوْهُمْ عَنْ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ صِفُوْا لَهُمْ صِفَتَهُ وَ أَخْبِرُ وَ هُمْ بِقَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ الْأَوَّلِ وَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ مَا لَيْسَ عِنْدَنَا مِنْ عِلْمِ الْأَنْبِيَاءِ فَخَرَجَا حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلُوْا أَحْبَارَ يَهُوْدَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وَصَفُوْا

(۱۶۹۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں' کہ قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابو معیط کو مدینہ منورہ یہودی علماء کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان علماء سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں پوچھو' اور ان سے ان کا حال بتاؤ' اور ان کو یہ بھی بتاؤ کہ وہ ہم کو قرآن سناتے ہیں' اس لیے وہ لوگ پہلی کتابوں کے جاننے والے ہیں اور ان کو انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو علم حاصل ہے وہ ہمیں حاصل نہیں' چنانچہ وہ دونوں چل کر مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں علماء یہود سے پوچھا' ان علماء یہود سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بھی بتائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال بھی نقل کیے'

(۱۶۹۲) * قریش کے سنجیدہ افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم کرنے کے لیے باضابطہ علماء یہود کے پاس اپنے نمائندے بھیجے کہ وہ جا کر ان سے نبوت کی علامت پر گفتگو کریں' جن سے خود اپنی تشفی ہو سکے اور کوئی ذہنی خلفشار باقی نہ رہنے پائے' چنانچہ وہ آ کر اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ ہم فیصلہ کن باتیں لے کر آئے ہیں' اور پھر وہ خدمت نبوی میں ان سوالات کو لے کر حاضر ہوتے ہیں' اور سوال کرتے ہیں' جواب میں وحی کا نزول ہوتا ہے اور آپ ان کے سامنے جوابات بیان کرتے ہیں' اور وہ اس سے مطمئن ہو کر واپس ہوتے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی سرعت اشاعت میں ان چیزوں کو بڑا دخل ہے' سمجھدار طبقہ جن میں ضد نہیں تھی' ان کے دلوں میں یہ بات پہلے جاگزیں ہو چکی تھی کہ یہ سچے نبی ہیں' کیونکہ وہ ہر پہلو سے جانچ چکے تھے' دیکھ چکے تھے اور اطمینان حاصل کر چکے تھے۔

لَهُمْ اَمْرَهٗ وَ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَ قَالَا اِنَّكُمْ اَهْلُ التَّوْرَاةِ وَ قَدْ جِئْنَاكُمْ لِتُخْبِرُوْنَا عَنْ صَاحِبِنَا هٰذَا قَالَ فَقَالَتْ لَهُمْ اَحْبَارُ يَهُوْدَ سَلُوْهُ عَنْ ثَلَاثٍ فَامُرُكُمْ بِهِنَّ فَاِنْ اَخْبَرَكُمْ بِهِنَّ فَهُوَ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ اِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَالرَّجُلُ مُتَقَوِّلٌ فَرَوْا فِيْهِ رَاْيَكُمْ سَلُوْهُ عَنْ فِتْيَةٍ ذَهَبُوْا فِي الدَّهْرِ الْاَوَّلِ مَا كَانَ مِنْ اَمْرِهِمْ فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ لَهُمْ حَدِيْثٌ عَجِيْبٌ وَ سَلُوْهُ عَنْ رَجُلٍ طَوَّافٍ بَلَغَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا مَا كَانَ نَبَاُهٗ وَ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ مَا هُوَ فَاِنْ اَخْبَرَكُمْ بِذٰلِكَ فَاِنَّهٗ نَبِيٌّ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اِنْ هُوَ لَمْ يَفْعَلْ فَهُوَ رَجُلٌ مُتَقَوِّلٌ فَاصْنَعُوْا فِيْ اَمْرِهٖ مَا بَدَالَكُمْ فَاَقْبَلَ النَّضْرُ وَ عُقْبَةُ حَتّٰى قَدِمَا مَكَّةَ عَلٰى قُرَيْشٍ فَقَالَا يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَدْ جِئْنَاكُمْ بِفَصْلٍ مَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَدْ اَمَرَنَا اَحْبَارُ يَهُوْدَ اَنْ نَسْاَلَهٗ عَنْ اُمُوْرٍ فَاَخْبَرُوْهُمْ بِهَا فَجَاءُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ خَبِّرْنَا فَسَاَلُوْهُ عَمَّا اَمَرُوْهُمْ بِهٖ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرُكُمْ وَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ مِنَ اللّٰهِ بِسُوْرَةِ الْكَهْفِ فِيْهَا خَبَرُ مَا سَاَلُوْهُ عَنْهُ مِنْ اَمْرِ الْفِتْيَةِ وَ الرَّجُلِ الطَّوَّافِ وَ قَوْلِ اللّٰهِ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ الخ ۔(ذکرہ محمد ابن اسحق کما فی الجواب الصحیح)

انہوں نے علماء یہود سے کہا کہ آپ حضرات تورات کے عالم ہیں' ہم اسی واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہم سے ہمارے اس ہم وطن کے متعلق بیان کریں' علماء یہود نے ان سے کہا کہ تم جا کر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے) تین باتیں پوچھو' اگر وہ یہ باتیں بتا دیں' تو بے شک وہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں' اور اگر نہ بتائیں تو سمجھنا کوئی افترا پرداز آدمی ہے' پھر جو سلوک تم مناسب سمجھنا کرنا (۱) ان جوانوں کے بارے میں پوچھنا جو پہلے زمانہ میں اپنے شہر سے باہر چلے گئے تھے' کہ ان کا معاملہ کیا ہے؟ کیونکہ ان کا قصہ عجیب قصہ ہے (۲) اور پھر تم اس آدمی کے متعلق سوال کرنا' جس نے زمین کے مشرقی و مغربی حصہ کی سیاحت کی تھی' کہ اس کا واقعہ کیا ہے۔ (۳) تیسرا سوال روح کے متعلق کرنا کہ وہ کیا ہے' اگر وہ ان چیزوں کے متعلق بتا دیں تو بلاشبہ وہ نبی ہیں' ان کی پیروی کرنا اور اگر وہ یہ نہ بتا سکیں تو سمجھ لینا کہ وہ ایک بات بنانے والے آدمی ہیں' پھر ان کے ساتھ جو سلوک چاہنا کرنا' نضر اور عقبہ علماء یہود کی یہ باتیں سن کر مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور یہاں پہنچ کر کہا' اے قریش! ہم تمہارے پاس ایک فیصلہ کن بات لے کر واپس ہوئے ہیں' جو تمہارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے' علماء یہود نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں پوچھیں' پھر انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی' چنانچہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان باتوں کے متعلق بتائیں' پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سوالات کیے جن کا علماء یہود نے ان کو حکم دیا تھا' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کا جواب دے رہا ہوں' اور اتنے میں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے جس میں ان نوجوانوں کا اور اس سیاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ آیت بھی نازل ہوئی ﴿یسئلونک عن الروح﴾ الخ (الجواب الصحیح)

الرسول الاعظم و اللحم المسموم

(۱۶۹۳) عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَ اَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ يُعَاقِبْهَا وَ تُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كاهله مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَ الشَّفْرَةِ وَ هُوَ مَوْلٰى لِبَنِيْ بَيَاضَةَ مِّنَ الْاَنْصَارِ۔

(رواه ابوداؤد و الدارمی)

بکری کے زہر آلود گوشت کی اطلاع کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے

(۱۶۹۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بکری کا گوشت زہر ڈال کر پکایا' اور پھر اس کا ایک دست بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا چنانچہ اسے آپ نے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض صحابہؓ نے کھانا شروع کیا' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی فرمایا' تم لوگ کھانے سے اپنے ہاتھ روک لو (چنانچہ انہوں نے ہاتھ روک لیا) آپ نے اس یہودی عورت کو بلا بھیجا' (وہ آئی تو) آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا کس نے آپؐ کو بتایا؟ آپؐ نے فرمایا گوشت کے اسی ٹکڑے نے جو میرے ہاتھ میں ہے' اس یہودیہ نے کہا جی ہاں! میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو یہ نقصان نہیں پہنچائے گا' اور اگر نبی نہ ہوں گے' تو ہم آپ سے اطمینان کا سانس لیں گے' آپ نے یہ سن کر اس کو معاف کر دیا' اور اس کو کوئی سزا نہیں دی' اور آپ کے جن صحابہ کرام نے وہ زہر آلود گوشت کھا لیا تھا' ان کا انتقال ہو گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر آلود گوشت کی وجہ سے اپنے شانوں کے درمیان پچھنا لگوایا کرتے تھے' پچھنا لگانے والا ابو ہند تھا' جو سینگ اور نشتر سے پچھنا لگایا کرتا تھا اور یہ انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

(ابوداؤد و دارمی)

الرسول الاعظمؐ واخباره ان هذا اللحم من شاة اخذت بغير اذن اهلها

(۱۶۹۴) عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتانا کہ یہ گوشت اس بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے

(۱۶۹۴) عاصم بن کلیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ایک

(۱۶۹۳) ✱ اللہ تعالیٰ جس کو رسالت و نبوت کی دولت سے نوازتے ہیں' اس کی قدر و منزلت انسان ناشکرے کے علاوہ ساری مخلوق اپنا فرض سمجھتی ہے اس لیے یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ گوشت کے ٹکڑے نے خبر دی' کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے' تاکہ خدا کے برگزیدہ رسول اس کے مہلک اثرات سے اپنے کو محفوظ رکھ سکیں۔

باقی جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے جو اثر رکھا ہے' وہ اثر بہر حال اپنا کام کرتا ہے' چنانچہ جس مقدار میں زہر نے جسموں میں اثر کیا' اپنا عمل دکھایا' حتیٰ کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس کا اثر ظاہر ہو کر رہا۔

رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِي الْحَافِرَ يَقُوْلُ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ اِسْتَقْبَلَ دَاعِيَ امْرَأَتِهٖ فَاَجَابَ وَ نَحْنُ مَعَهٗ فَجِيْءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهٗ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا فَنَظَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْكُ لُقْمَةً فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا فَاَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ تَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّقِيْعِ وَ هُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيْهِ الْغَنَمُ لِيُشْتَرٰى لِيْ شَاةٌ فَلَمْ تُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍ لِّيْ قَدِ اشْتَرٰى شَاةً اَنْ يُّرْسِلَ بِهَا اِلَيَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَأَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمِيْ هٰذَا الطَّعَامَ الْاَسْرٰى.

(رواہ ابوداؤد)

انصاری سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک جنازہ کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' میں نے رسول خداؐ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ قبر کے پاس تھے اور قبر کھودنے والے کو تاکید فرما رہے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف سے ذرا کشادہ کرنا' اور سرا ہنے کی طرف سے بھی کشادہ کرنا' جب آپ دفن کے بعد واپس ہوئے تو سامنے سے اس مرنے والے کی بیوی کی طرف سے ایک بلانے والا آیا' آپ نے اس کا بلاوا قبول فرما لیا اور اس کے ساتھ روانہ ہو گئے' چنانچہ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہو لیے- آپ کی خدمت میں کھانا لایا گیا' پہلے آپ نے شروع کیا' پھر قوم نے اور سبھوں نے کھایا' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک لقمہ منہ میں لے کر چبا رہے ہیں' پھر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے' جو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر پکڑ لی گئی ہے- مرنے والے کی بیوی نے کہلا بھیجا یا رسولؐ اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میں نے بازار نقیع میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں ایک آدمی بھیجا کہ وہ جا کر میرے لیے ایک بکری خرید لائے' اس کو بکری نہیں ملی' پھر میں نے اسے اپنے ایک پڑوسی کے پاس بھیجا' جس نے ایک بکری خرید رکھی تھی کہ قیمت لے کر وہ بکری مجھے بھیج دے' وہ بھی نہ ملا' پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا' چنانچہ اس کی بیوی نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو- (ابوداؤد)

الرسول الاعظم و اخباره باسلام عدی بن حاتم

عدیؓ بن حاتم کے اسلام کی پیش گوئی

(۱۶۹۵) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ

(۱۶۹۵) عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۶۹۴) * تلخ و شیریں اور نمکین و پھیکے کا احساس ہر باذوق بلکہ بے ذوق انسان بھی کر لیتا ہے' انبیاء و رسل کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسی طرح حلال و حرام کی تمیز بھی زبان پر رکھتے ہی کر لیتے ہیں' کہ یہ کھانا حرام ہے یا حلال' جائز ہے یا ناجائز' ان کا ذوق اس سلسلہ میں عمداً ہوتا ہے' کھانا زبان حال سے گویا ان سے خود کہتا ہے کہ میری نوعیت یہ ہے-

امت میں بھی بعض افراد ایسے ہوتے ہیں کہ کھانے کو گو وہ ناجائز کھانا دھوکہ میں کھا لیتے ہیں' مگر ان کو وہ ہضم نہیں ہوتا' قے کے ذریعہ وہ باہر نکل آتا ہے' اور کبھی ناجائز کھانے سے اندر سے طبیعت خود بخود اِبا کرتی ہے- باقی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان جو زبان رسالت کا فریضہ بھی انجام دیتی رہی' اس کو حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا احساس نہ ہوتا' تو پھر کس کو ہوتا-

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هٰذَا عَدِیٌّ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) وَ كُنْتُ جِئْتُ بِغَیْرِ اَمَانٍ وَّ لَا كِتَابٍ فَلَمَّا دُفِعْتُ اِلَیْهِ اَخَذَ بِیَدِیْ وَ قَدْ كَانَ بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ كَانَ قَالَ اِنِّیْ لَا رْجُوْاَنْ یَجْعَلَ اللّٰهُ یَدَهٗ فِیْ یَدِیْ قَالَ فَقَامَ لِیْ قَالَ فَلَقِیَتْهُ اِمْرَأَةٌ مَعَهَا صَبِیٌّ فَقَالَا اِنَّ لَنَا اِلَیْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهَا حَتّٰی قَضٰی حَاجَتَهُمَا ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ حَتّٰی اَتٰی دَارَهٗ فَاَلْقَتْ لَهُ الْوَلِیْدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَیْهَا وَ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا عَدِیُّ مَا یُعِزُّكَ مِنَ الْاِسْلَامِ اَنْ تَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ اِلٰهٍ سِوَی اللّٰهِ قُلْتُ لَا ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا تَفِرُّ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَهَلْ تَعْلَمُ شَیْئًا اَكْبَرُ مِنَ اللّٰهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ الْیَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَیْهِمْ وَ النَّصَارٰی ضُلَّالٌ قُلْتُ فَاِنِّیْ حَنِیْفٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَرَاَیْتُ وَجْهَهٗ تَبَسَّطَ فَرَحًا ثُمَّ اَمَرَبِیْ فَاُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَعَلْتُ اَغْشَاهُ اٰتِیْهِ طَرَفَیِ النَّهَارِ۔

(رواہ الترمذی)

کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے لوگوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا یہ عدی بن حاتم ہے' میں آپ کی خدمت میں اچانک آ یا تھا نہ میرے پاس امان نامہ تھا اور نہ کوئی تحریر تھی' جب میں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا' مجھے پہلے یہ خبر مل چکی تھی کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا' انہوں نے کہا چنانچہ آپؐ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے' انہوں نے کہا اتنے میں ایک عورت بچہ لیے ہوئے آئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھے آپؐ سے ایک ضرورت ہے' آپؐ یہ سنتے ہی اس کے ساتھ ہو لیے' یہاں تک کہ ان کی ضرورت پوری کی اور پھر آ کر میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا' اور اسی طرح مجھے اپنے گھر میں لائے لونڈی نے فوراً ایک گدا بچھا دیا' آپؐ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی' اور اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے عدی! کون سی چیز ہے جو تم کو اسلام سے روکتی ہے اور اس بات سے کہ تم کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ میں نے کہا نہیں' پھر ایک گھنٹہ مجھ سے بات کرتے رہے' پھر فرمایا کیا تم اس سے بھاگتے ہو کہ تم اللہ اکبر کہو' کیا تمہارے علم میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا نہیں' آپؐ نے فرمایا یہود پر اللہ کا غضب ہے اور نصاریٰ پرلے درجے کے گمراہ ہیں' میں نے عرض کی میں تو دین حنیف کا مطیع بنتا ہوں' عدی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل پڑا ہے' پھر میرے باب میں حکم فرمایا اور میں ایک انصاری کے یہاں مہمان بنا دیا گیا' پس میں صبح وشام خدمتِ اقدس میں حاضری دینے لگا۔ (ترمذی)

الرسول الاعظمؐ و اخباره عن قتل امية

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق امیہ کا بدر میں قتل کیا جانا

(۱۶۹۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ صَدِیْقًا لِاُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّ كَانَ اُمَیَّةُ اِذَا مَرَّ بِالْمَدِیْنَةِ نَزَلَ عَلٰی سَعْدٍ وَ كَانَ سَعْدٌ اِذَا مَرَّ

(۱۶۹۶) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے' چنانچہ جب امیہ بن خلف مدینہ منورہ سے گذرتا تھا تو وہ حضرت سعدؓ کے پاس قیام کرتا' اور سعدؓ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس ٹھہرتے'

بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اِنْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمَيَّةَ اُنْظُرْ لِيْ سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهٖ قَرِيْبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ مَنْ هٰذَا مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اَلَا اَرَاكَ تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَ قَدْ اٰوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَ تُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَ اللّٰهِ لَوْ لَا اَنَّكَ مَعَ اَبِيْ صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ وَ رَفَعَ صَوْتَهٗ عَلَيْهِ اَمَا وَ اللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ هٰذَا لَاَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ اَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيْقَكَ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ اُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ اُمَيَّةُ وَ اللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اِسْتَنْفَرَ اَبُوْ جَهْلٍ النَّاسَ قَالَ اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكَرِهَ اُمَيَّةُ اَنْ يَخْرُجَ فَاَتَاهُ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ اِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَ اَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ اَبُوْ جَهْلٍ حَتّٰى قَالَ اَمَّا اِذَا غَلَبْتَنِيْ فَوَاللّٰهِ لَاَشْتَرِيَنَّ اَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ اُمَيَّةُ يَا اُمَّ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سعدؓ عمرہ کے لیے مکہ آئے' چنانچہ آپ نے امیہ کے پاس قیام کیا' امیہ سے آپؓ نے کہا تم دیکھنا کہ ایک گھنٹہ فراغت کا مجھے مل جائے کہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں' چنانچہ دوپہر کے وقت امیہ حضرت سعدؓ کو لے کر طواف کے لیے چلے' راستہ میں ابوجہل کی ان دونوں سے ملاقات ہوگئی' اس نے پوچھا' ابوصفوان! (امیہ کی کنیت ہے) یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ امیہ نے جواب دیا یہ حضرت سعدؓ ہیں- ابوجہل نے حضرت سعدؓ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ طواف کررہے ہو حالانکہ تم نے ان بتوں سے رشتہ توڑنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد بھی کروگے اور ان کو قوت بھی پہنچاؤ گے' خدا کی قسم اگر تم اس وقت صفوان کے ساتھ نہ ہوتے- تو پھر صحیح سالم (زندہ) گھر نہیں لوٹ سکتے تھے یہ سن کر حضرت سعدؓ نے ابوجہل کو جواب دیا اور ان کی آواز تیز تھی' سنو خدا کی قسم! اگر تم مجھے اس طواف سے روکو گے تو میں تم کو ایسی بات سے روک دوں گا' جو تم پر اس سے بھی زیادہ شاق گذرے گی' یعنی اہل مدینہ کی طرف سے تیرا تجارتی راستہ بند کردوں گا- امیہ نے کہا اے سعدؓ! تم ان سے تیز ہو کر نہ بولو یہ ابوالحکم (کنیت ابو جہل) وادی کے سردار ہیں' اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا اے امیہ! تم رہنے دو' خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تم کو قتل کرڈالیں گے' امیہ نے پوچھا' مکہ میں؟ سعدؓ نے کہا یہ میں نہیں جانتا کہ کہاں- امیہ نے کہا خدا کی قسم میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا' چنانچہ جب کچھ دنوں بعد غزوہ بدر پیش آیا' تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا' اور ان سے کہا لوگو! تم اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو وہ روک لیا گیا ہے' اس موقع سے امیہ نکلنا پسند نہیں کرتا تھا' ابوجہل کو جب اس کا احساس ہوا' تو وہ خود اس کے پاس آ کر کہنے لگا' اے ابوصفوان! جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ہی پیچھے رہ گئے ہو' حالانکہ تم وادی کے سردار ہو تو وہ لوگ بھی پیچھے رہ جائیں گے' ابوجہل اس کو برابر یہ سمجھاتا رہا' یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جب تم مجھے نہیں چھوڑتے' تو میں خدا کی قسم مکہ میں جو سب سے عمدہ اونٹ ہے اس کو خریدتا ہوں' اس کے

صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِيْ فَقَالَتْ لَهُ يَا اَبَا صَفْوَانَ وَ قَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ مَعَهُمْ اِلَّا قَرِيْبًا فَلَمَّا خَرَجَ اُمَيَّةُ اَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا اِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ. (رواه البخاری فی باب من يقتل ببدر)

بعد اپنی بیوی ام صفوان سے امیہ نے کہا سامان سفر تیار کرو' اس کی بیوی نے ابو صفوان کو یاد دلایا کہ تم کیا وہ بات بھول گئے جو تمہارے یثربی دوست نے کہی تھی' ابوصفوان نے کہا بھولا نہیں ہوں' مگر صرف دو چار دن ان کے ساتھ رہوں گا چنانچہ جب امیہ نکلا' تو اس نے اس کا پورا اہتمام کیا کہ جس منزل پر قیام کرتا تھا' اپنا اونٹ اپنے پاس ہی باندھتا تھا (تاکہ موقع پر بھاگ سکے) وہ برابر ایسا ہی کرتا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدر میں ہلاک کر دیا- (بخاری)

الرسول الاعظم و اخباره ان داؤد عليه السلام يقرأالزبور قبل تسرج دوابه

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ خبر دینا کہ آپ آناً فاناً زبور ختم کر لیتے تھے

(۱۶۹۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِّفَ عَنْ دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ وَ كَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَ لَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ. (رواه البخاری)

(۱۶۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا بہت ہلکا کر دیا گیا تھا آپ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم فرماتے اور ادھر زبور پڑھنا شروع کرتے اور ابھی سواری پر زین کسا بھی نہیں جاتا تھا کہ آپ زبور پڑھ چکتے تھے' اور حضرت داؤد صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے-

الرسول الاعظم و اخباره ذهاب الحجر بثياب موسىٰ عليه السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے کا تذکرہ

(۱۶۹۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ

(۱۶۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بہت شرمیلے اور پردہ والے شخص تھے حیا کا اثر یہ تھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کھلا ہوا دیکھا نہیں جا سکتا تھا' بنی اسرائیل

(۱۶۹۷) * قدرت کے یہاں یہ بھی ایک خاص بات ہے کہ جب کوئی کسی عمل صالح پر مداومت کرتا ہے تو وہ اسے اس کے لیے بہت سہل کر دیتی ہے' اور اس میں ایسی برکت ہوتی ہے کہ وہ آن کی آن میں ہو جاتا ہے- ایسے بہت سے واقعات تاریخ میں موجود ہیں' اور جن لوگوں کو نیک کام کرنے کا تجربہ ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ عمل صالح کے خوگر سے یہ کام منٹوں میں ہو جاتے ہیں-

(۱۶۹۸) * اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالخصوص انبیاء کرام کے لیے' پتھر میں شعور کا پیدا ہو جانا' کوئی مستبعد چیز نہیں ہے' اور جب ایک پتھر باشعور انسان کا سا وطیرہ اختیار کرے تو اس کی تنبیہ بھی اسی طرح ہونی چاہیے' باقی مار سے نشانات کا پڑنا' کوئی حیرت انگیز بات سرے سے نہیں ہے' اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے' کہ جو واقعہ خرق عادت کے طور پر واقع ہوا' اسے دن رات کے واقعات پر قیاس کرنا اور اس نقطۂ نظر سے دیکھنا سرے سے غلط ہے' اگر زمین کا کرہ حرکت کر سکتا ہے تو پتھر کی حرکت پر تعجب کیوں کیجیے؟

اِسْتِحْيَاءً مِنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا السَّتْرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَ اِمَّا اُدْرَةٌ وَ اِمَّا اٰفَةٌ وَ اَنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُبَرِّأَهٗ مِمَّا قَالُوْا بِمُوْسٰى فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَاْخُذَهَا وَ اَنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰى عَصَاهُ وَ طَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَأٍ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَ اَبْرَأَهٗ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ وَ قَامَ حَجَرٌ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَلَبِسَهٗ وَ طَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا. (رواه البخاری)

میں سے جس کو ایذا پہنچانی تھی اس نے آپ کو ایذا پہنچائی' اور وہ کہنے لگے کہ آپ اتنا پردہ اس لیے کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو آپ کے جسم میں کوئی نہ کوئی عیب ہے' یا برص ہو' یا ورم خصیہ' یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری' اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ آپ کو ان عیوب سے بری کر دے' جو وہ لگاتے تھے' چنانچہ ایک دن آپ نے تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے' پھر غسل کرنے لگے جب غسل سے فارغ ہوئے' کپڑے کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس کو لے کر پہنیں' لیکن وہ پتھر کپڑے لے کر بھاگا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پتھر سے کپڑے کا مطالبہ کیا' اور فرمانے لگے' پتھر میرے کپڑے لاؤ' پتھر میرے کپڑے دو' اس کا پیچھا کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے ایک مجمع کے پاس پہنچ گئے' انہوں نے آپ کو ننگا دیکھا اور ان تمام عیوب سے پاک جو بنی اسرائیل (برص وغیرہ کا) لگاتے تھے' یہاں آ کر پتھر رک گیا' آپ نے اپنے کپڑے لیے اور پہنے اور پھر اپنی لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے' خدا کی قسم آپ کے ڈنڈے برسانے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشان پڑ گئے' اسی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے ﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا﴾ الخ

(بخاری شریف)

الرسول الاعظم و ذكر اختتان ابرهيم عليه السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کا ذکر فرمانا

(۱۶۹۹) عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُمِرَ اَنْ يَخْتَتِنَ وَ هُوَ حِيْنَئِذٍ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً فَعَجَّلَ وَ اخْتَتَنَ بِالْقَدُوْمِ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ فَدَعَا رَبَّهٗ فَاَوْحٰى اِلَيْهِ اَنَّكَ عَجِلْتَ قَبْلَ اَنْ نَاْمُرَكَ بِاٰلَتِهٖ قَالَ يَا رَبِّ كَرِهْتُ اَنْ اُؤَخِّرَ اَمْرَكَ.

(درمنثور ج ۱ ص ۱۱۵)

(۱۶۹۹) حضرت علی بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر جب اسی سال کی ہوئی تو آپ کو ختنہ کا حکم کیا گیا' حکم ملتے ہی آپ نے جلدی کی' اور بسولا لے کر اپنا ختنہ کر لیا' اس میں سخت تکلیف ہوئی' تو آپ علیہ السلام نے پروردگار سے دعا کی' وحی آئی' تو نے جلدی کی' آلہ کا ابھی میں نے حکم نہیں دیا تھا' انہوں نے کہا الٰہ العالمین! میں نے تاخیر پسند نہیں کی۔

(درمنثور ج ۱ ص ۱۱۵)

قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کلمات ابراھیم الثلاث التی قال

(۱۷۰۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ کَلِمَاتِ اِبْرَاهِیْمَ الثَّلَاثِ الَّتِیْ قَالَ مَا مِنْهَا کَلِمَةٌ اِلَّا مَاحَلَ بِهَا عَنْ دِیْنِ اللّٰهِ. (رواہ ابن ابی حاتم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تین باتوں کا ذکر فرمانا جن کی تعبیر کذب سے کی تھی

(۱۷۰۰) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین باتوں کے متعلق فرمایا کہ ان میں سے کوئی بات ایسی نہ تھی' جن سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی تائید نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

الرسول الاعظم و اخبارہ نفخ الوزغ فی النار التی القی فیھا ابراھیمؑ

(۱۷۰۱) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ امْرَاَةً دَخَلَتْ عَلٰی عَائِشَةَؓ فَاِذَا رُمْحٌ مَنْصُوْبٌ فَقَالَتْ مَا هٰذَا الرُّمْحُ فَقَالَتْ نَقْتُلُ بِهِ الْاَوْزَاغَ ثُمَّ حَدَّثَتْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَمَّا اُلْقِیَ فِی النَّارِ جَعَلَتِ الدَّوَابُّ کُلُّهَا تُطْفِیءُ عَنْهُ النَّارَ اِلَّا الْوَزَغَ فَاِنَّهٗ جَعَلَ یَنْفُخُهَا عَلَیْهِ.

آتش نمرود میں چھپکلی کے پھونک مارنے کا ذکر فرمانا

(۱۷۰۱) حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس نے دیکھا کہ ایک نیزہ رکھا ہوا ہے' اس نے پوچھا یہ کیسا نیزہ ہے' انہوں نے فرمایا کہ اس سے ہم چھپکلیاں مارتے ہیں' پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی' کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے تھے' تو تمام جانور آگ بجھانے کی فکر میں تھے' سوائے چھپکلی کے' کہ یہ اسے ہوا دیتی تھی یعنی پھونک مارتی تھی۔ (احمد)

(رواہ احمد من وجه آخر ایضا قال ابن کثیر تفرد به احمد من هذین الوجهین و قدرواہ ابن ماجه ایضا و اخرجه احمد باسنادہ ایضا)

(۱۷۰۰) * کذب اصطلاح میں ''جھوٹ'' کے معنی میں اس طرح ہمارے یہاں مشہور ہوگیا ہے' کہ سننے کے ساتھ فوراً ذہن اسی طرف جاتا ہے۔ حالانکہ کتاب و سنت میں کذب کا لفظ ''خطا'' ''غلطی'' اور ''خلاف واقعہ'' معنوں میں بکثرت مستعمل ہے' پھر اسے بھی سامنے رکھئے کہ انبیاء کرام کی شان بہت اونچی ہوتی ہے' اور بلند فطرت ہوتے ہیں' مخاطبوں کو چونکہ مراد کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی' اس لیے اسے کذب سے تعبیر کیا' حالانکہ وہ درحقیقت صدق تھا اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں باتوں کے متعلق وضاحت فرما دی کہ ہر طرح وہ صحیح تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو ترجمان السنۃ ج ۲ ص ۲۲۷ اور ج ۳ ص ۲۶۳۔

(۱۷۰۱) * طبیعت کی سلامتی و خباثت حیوانات اور انسان کے فطری خواص سے ہیں' کوئی ضروری نہیں ہے کہ سارا کام سوچ سمجھ کر ہی کیا جائے فطرت سے آدمی اور بعض جانور مجبور ہوتے ہیں' بچھو کا ڈسنا' زہریلے جانور کا کاٹنا' اسی طرح چھپکلی کا پھونک مارنا' یہ سب فطری خواص ہیں' یہاں بھی اس نے آگ میں پھونک ماری تو کچھ سوچ سمجھ کر نہیں' بلکہ اس کی فطرت نے اسے مجبور کیا' اور اس کو اسی میں مزہ آیا۔

الرسول الاعظم و اخباره ان المسيلمة و العنسی و المختار كذابون دجالون

مسیلمہ عنسی اور مختار کے مدعیانِ نبی ہونے کی پیش گوئی

(۱۷۰۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلٰثُوْنَ كَذَّابًا دَجَّالًا مِنْهُمُ الْمُسَيْلَمَةُ وَ الْعَنَسِيُّ وَ الْمُخْتَارُ. (ابو یعلی فتح الباری)

(۱۷۰۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آ سکتی ہے جب تک تیس جھوٹے دجال نہ پیدا ہو چکیں گے، جن میں مسیلمہ عنسی اور مختار بھی ہیں۔ (فتح الباری)

الرسول الاعظم و اخباره ان سيكون فی امتی كذابون ثلثون

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت کے متعلق پیش گوئی

(۱۷۰۳) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِیٌّ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ. (رواه مسلم)

(۱۷۰۳) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عن قریب میری امت میں تیس بہت بڑے جھوٹے ہوں گے، یہ سب کے سب اپنے متعلق خیال کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم)

الرسول الاعظم و ما اخبر من احوال الفتن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت تک کے بڑے بڑے واقعات کا بیان فرمانا

(۱۷۰۴) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ

(۱۷۰۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

(۱۷۰۲) ✽ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیش گوئیوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور مسیلمہ، اسود عنسی اور مختار نے جھوٹا دعوئے نبوت کیا اور اس طرح اپنے آپ کو مستحق جہنم بنایا۔

(۱۷۰۳) ✽ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صراحت کے باوجود کچھ لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اور اس طرح آپ کے قول کی تصدیق ہو کر رہی۔ اس میں قطعاً شبہ نہیں ہے کہ نبوت کا دروازہ آپ کے بعد ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے، کسی طرح کا کوئی نبی آپ کے بعد ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱۷۰۴) ✽ وحی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات معلوم ہوتی تھی، اور آپ اسے جب بھی موقع ملتا امت کے سامنے رکھ دیتے، اسی طرح کا واقعہ یہ تھا، آپ کو بتایا گیا ہو گا کہ قیامت تک یہ اہم واقعات رونما ہونے والے ہیں، کسی وعظ میں یہ مضمون آ گیا اور آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما دیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی بات چھوڑی ہی نہیں، اور ایک ایک جزئی بات بیان فرما دی، یہ ایک محاورہ ہے کہ جب تفصیل سے کوئی کسی بات کو بیان کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ ساری باتیں بیان کر دی گئیں، کوئی بات رہ نہ گئی۔

اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں آپؐ نے اہم چیزوں کی نشان دہی فرما دی تھی، تا کہ امت متنبہ ہو جائے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَقُوْمُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَ نَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰؤُلَاءِ وَ اِنَّہٗ لَیَکُوْنُ مِنْہُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیْتُہٗ فَاَرَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْہَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ۔ (متفق علیہ)

صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ میں ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو چیز ہونے والی تھی' ان میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا' سب کو بیان کر دیا' جس نے یاد رکھا' اس نے یاد رکھا' اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا' اور اس کو میرے تمام ساتھی جانتے ہیں اور یقیناً ایسا ہوتا رہتا ہے' کہ میں کوئی بات بھول جاتا ہوں' لیکن جب وہ کبھی سامنے آتی ہے' تو وہ بات اس طرح یاد آ جاتی ہے' جیسا کہ ایک دیکھا ہوا شخص جب غائب ہو جاتا ہے اور پھر جب کبھی وہ سامنے آتا ہے تو دیکھنے والا اسے پہچان لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

روساءِ فتن کے ناموں کی نشان دہی

(۱۷۰۵) عَنْ حُذَیْفَۃَؓ قَالَ وَ اللّٰہِ مَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَ اللّٰہِ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَعَہٗ ثَلٰثَ مِائَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَ اسْمِ اَبِیْہِ وَ اسْمِ قَبِیْلَتِہٖ۔ (رواہ ابو داؤد)

(۱۷۰۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میرے رفقاء واقعی فراموش کر گئے' یا وہ تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے خاتمہ تک کے ان تمام قائدین فتنہ کا نام اور ان کے باپ اور قبیلہ کا نام ہمیں بتا دیا ہے جن کی جماعت تین سو تک یا اس سے اوپر تک ہوگی۔ (ابوداؤد)

المنافقون فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقین

(۱۷۰۶) عَنْ قَیْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ اَرَاَیْتُمْ صَنِیْعَکُمْ ھٰذَا الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فِیْ اَمْرِ عَلِیٍّ اَرَاْیًا رَاَیْتُمُوْہُ اَوْ شَیْئًا عَھِدَہٗ اِلَیْکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَھِدَ اِلَیْنَا

(۱۷۰۶) حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمائیے آپ کی یہ روش جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں اختیار کی ہے' یہ آپ کی ذاتی رائے ہے جو آپ کی سمجھ میں آئی ہے' یا آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد تھا'

(۱۷۰۵) * مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جو بڑے بڑے فتنے ہونے والے تھے' اور ان کے جو قائدین تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پر روشنی ڈال دی' یہ منشا نہیں ہے کہ کوئی بات رہ نہ گئی' اور نہ یہ مسلم ہے کہ عہد نبوی سے لے کر قیامت تک کل کچھ اوپر تین سو ہی فتنے برپا نہیں ہوں گے ہزاروں لاکھوں فتنے تو شاید ہو چکے ہوں گے۔

باقی عالم الغیب ہونے کا دعویٰ اس سے ثابت کرنا یہ زبردستی والی بات ہوگی' عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی جو باتیں معلوم ہوتی تھیں' آپ ان میں وہ ساری باتیں جن کو مناسب سمجھتے' امت کے سامنے بیان فرما دیتے' اس کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو ترجمان السنۃ جلد دوم ص ۳۸۱ ملاحظہ فرمائیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَ لٰكِنْ حُذَيْفَةُ اَخْبَرَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَصْحَابِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيْهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِّنْهُمْ تَكْفِيْهِمُ الدُّبَيْلَةُ وَ اَرْبَعَةٌ لَمْ اَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيْهِمْ. (رواہ مسلم)

انہوں نے جواب میں کہا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات ہم سے ایسی نہیں کہی جو آپ نے عام مسلمانوں سے نہ فرمائی ہو' لیکن حضرت حذیفہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میری امت میں بارہ منافق ہوں گے' ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہ ہوں گے' جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے- ان کی پشت پر پھوڑا نکلے گا اور وہی ان کے لیے کافی ہو جائے گا' اور چار کے متعلق یاد نہیں رہا کہ شعبہ (راوی) نے ان کے متعلق کیا بیان کیا- (مسلم)

بارہ نقاب پوش منافقین کی نشاندہی

(۱۷۰۷) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ اٰخِذًا بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُوْدُ بِهٖ وَ عَمَّارٌ يَسُوْقُ النَّاقَةَ اَوْ اَنَا اَسُوْقُهُ وَ عَمَّارٌ يَقُوْدُهُ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْعَقَبَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِثْنَيْ عَشَرَ رَاكِبًا قَدْ اِعْتَرَضُوْهُ فِيْهَا قَالَ فَاَنْبَهْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ فَصَرَخَ بِهِمْ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَرَفْتُمُ الْقَوْمَ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانُوْا مُلْتَثِمِيْنَ وَ لٰكِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الرِّكَابَ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْمُنٰفِقُوْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا اَرَادُوْا قُلْنَا لَا قَالَ اَرَادُوْا اَنْ يُزَاحِمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَقَبَةِ فَيُلْقُوْهُ مِنْهَا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا تَبْعَثُ اِلٰى عَشَائِرِهِمْ حَتّٰى يَبْعَثَ اِلَيْكَ كُلُّ قَوْمٍ بِرَاْسِ صَاحِبِهِمْ قَالَ لَا اَكْرَهُ اَنْ يَتَحَدَّثَ الْعَرَبُ بَيْنَهَا اَنَّ مُحَمَّدًا قَاتَلَ بِقَوْمٍ

(۱۷۰۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کھینچ رہا تھا' اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پیچھے سے ہنکا رہے تھے' یا میں پیچھے سے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے سے کھینچ رہے تھے' جب ہم عقبہ میں پہنچے تو دفعۃً بارہ سوار ملے' جو سامنے سے آ رہے تھے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد سے مطلع کیا' تو آپ نے ان کو زور سے آواز دی' وہ سب آواز سنتے ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم نے ان سب کو پہچانا' ہم نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ' وہ سب تو منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے' البتہ ہم نے ان کے اونٹوں کو پہچان لیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب منافقین تھے' جو ہمیشہ تا قیامت منافقین ہی رہیں گے' تم جانتے ہو' ان کا ارادہ کیا تھا؟ ہم نے کہا نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس گھاٹی میں مزاحمت کر کے اس کو کھائی میں گرا دینا چاہتے تھے' ہم نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں نہ ہو کہ ہم ان کے قبیلہ کو اس کی اطلاع کر دیں' تاکہ وہ ان کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں یہ نہیں چاہتا- مجھے یہ ناگوار ہے کہ اہل عرب آپس میں یہ کہنا شروع کر دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک قوم سے جنگ

حَتّٰی اِذَا اَظْهَرَهُ اللّٰهُ بِهِمْ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِهِمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْمِهِمْ بِالدُّبَيْلَةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الدُّبَيْلَةُ؟ قَالَ شِهَابٌ مِنْ نَارٍ يَضَعُ عَلٰى نِيَاطِ قَلْبِ اَحَدِهِمْ فَيُهْلِكُ. (رواه البيهقي في كتاب دلائل النبوة و اخرجه ابن كثير في تفسير سورة البراءة)

کی' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا کر دی اور ان کو غالب کر دیا تو ان کو قتل کرنے لگے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی' اے اللہ! ان کو دبیلہ میں مبتلا کر دے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دبیلہ کیا ہے؟ فرمایا وہ زہریلا پھوڑا ہے' جو آگ کی طرح دل کو جلا ڈالتا ہے پس وہ اس سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (دلائل النبوۃ)

اپنے عہد کے منافقین کا تذکرہ

(۱۷۰۸) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (قَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) اِلَّا ثَلَاثَةٌ وَ لَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَا لَا نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَنْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَ يَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهٗ. (رواه البخاري في كتاب التفسير)

(۱۷۰۸) حضرت زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے فرمایا کہ آیت ﴿قَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ کے مصداق میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہ رہا' اور منافقین میں بھی بجز چار کے اور کوئی باقی نہ رہا' اس پر ایک دیہاتی نے کہا آپ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی بات بتاتے ہیں' جو ہم نہیں جانتے' ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں' اور ہمارے قیمتی مال چراتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بدکار لوگ ہیں' ہاں ان منافقوں میں سے بجز چار کے اب کوئی نہیں رہا' ایک بہت بڈھا ہے اتنا کہ اگر ٹھنڈا پانی پیے تو اسے اس کا بھی احساس نہ ہو۔ (بخاری)

ایک منافق کی موت کی خبر

(۱۷۰۹) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ تَكَادُ اَنْ تُدْفِنَ الرَّاكِبَ فَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا مُنَافِقٌ عَظِيْمٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْ مَاتَ. (رواه مسلم)

(۱۷۰۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس ہو رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچ چکے تھے کہ اس قدر تیز ہوا چلی کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوار کو مٹی میں دفن کر دے گی' راوی کا خیال ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک منافق کی موت کے لیے چلی ہے' چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں میں سے ایک بڑے منافق کی موت واقع ہوئی ہے۔

(مسلم شریف)

الرسول الاعظم و اخباره عن قصة ثلثة رجال من بني اسرائيل

(۱۷۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَ اَقْرَعَ وَ اَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَ جِلْدٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبَ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذَرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَ اُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَ جِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوِ الْبَقَرُ شَكَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ وَ الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَ قَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَ يَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذَرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَ اُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ اَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَ الِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْاِبِلِ وَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا تذکرہ فرمانا

(۱۷۱۰) ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص والا ایک گنجا اور ایک اندھا- اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا- پہلے وہ مبروص کے پاس گیا اور اس نے پوچھا کہئے! آپ کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے اس نے کہا خوب صورت رنگت اور خوب صورت کھال اور یہ بات کہ جس بدنما رنگ کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یہ جاتا رہے- فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بدنمائی ختم ہوگئی اس کا رنگ اور کھال دونوں خوشنما ہو گئے- اس کے بعد پوچھا کہئے آپ کو مال کون سا پسند ہے؟ اس نے اونٹ بتائے یا گائے- راوی حدیث اسحٰق کو اس بارے میں شک ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ ابرص اور گنجے میں ایک نے اونٹ بتائے تھے تو دوسرے نے گائے- غرض اس کو ایک ایسی اونٹنی مل گئی جس کے حمل کی دس ماہ کی مدت پوری ہوگئی تھی اور وہ بیانے والی تھی اس کے بعد اس فرشتے نے یہ دعا دی- جائیے اللہ تعالیٰ آپ کی اونٹنی میں برکت دے- اس کے بعد وہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا آپ کو کیا چیز سب سے زیادہ پیاری ہے اس نے کہا خوب صورت بال اور یہ بات کہ جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھے گندہ سمجھتے ہیں یہ بیماری جاتی رہے- اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بیماری جاتی رہی اور اس کے بال نہایت خوب صورت ہو گئے- اس کے بعد پوچھا کہئے آپ کو مال کون سا پسند ہے اس نے کہا گائے' اسے بھی ایک حاملہ گائے مل گئی- فرشتے نے اس کو بھی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی گائے میں برکت دے- اس کے بعد نابینا کے پاس آیا اور اس سے بھی پوچھا' کہئے صاحب آپ کو سب سے زیادہ کیا بات پسند ہے اس نے کہا' یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی پھر سے لوٹا دے اور میں لوگوں کو دیکھنے لگوں' فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی لوٹ آئی اس کے بعد پوچھا آپ کو کون سا مال مرغوب ہے وہ بولا بکریاں اسے بھی ایک جننے والی تیار بکری مل گئی کچھ دنوں بعد ہی وہ اونٹنی اور گائے بیا گئیں اور اس بکری کے بھی بچہ پیدا ہو گیا

لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَى الْاَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَ هَيْئَاتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ قَدْ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَ الْجِلْدَ الْحَسَنَ وَ الْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ بِهٖ فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ اِنَّهٗ كَاَنِّيْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذِرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ اِنَّمَا وُرِّثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ. قَالَ فَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَاقَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَارَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ. قَالَ وَ اَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ وَ هَيْئَاتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَ ابْنُ سَبِيْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْأَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَ دَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَ سُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.

(متفق عليه)

(اور ایسی برکت ہوئی) کہ ابرص کے پاس ایک وادی بھر کے اونٹ ہو گئے اور گنجے کہ پاس ایک وادی بھر کر گائیں اور اس نابینا کے پاس بھی ایک وادی بھر کر بکریاں ہو گئیں۔ اس کے بعد وہی فرشتہ اپنی اسی شکل میں مبروص کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین ہوں سفر کی حالت میں جتنے اسباب و ذرائع تھے سب ختم ہو چکے ہیں اب منزل مقصود تک رسائی کا ذریعہ کوئی نہیں رہا' سوائے اللہ تعالیٰ کے یا پھر بظاہر اسباب آپ کی ذات کے۔ میں آپ سے اس خدا کا واسطہ دے کر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے آپ کو یہ خوش نما رنگ اور یہ خوش نما کھال مرحمت فرمائی۔ اس نے کہا میری ذمہ داریاں بہت ہیں اس نے کہا مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا بھی ہوں۔ کہئے کیا آپ مبروص نہ تھے لوگ آپ سے نفرت کرتے تھے محتاج تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سارا مال و دولت بخشا اس نے کہا یہ مال تو میرے باپ دادا سے مجھے وراثت میں پہنچا ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی پہلی ہی شکل میں گنجے کے پاس پہنچے اور اور وہی سوال اس سے بھی کیا اس نے بھی وہی جواب دیا اس پر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ایسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی اسی صورت میں نابینا کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین مسافر ہوں سفر کی حالت میں میرا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہا۔ اب بجز اللہ تعالیٰ کے منزل مقصود تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا یا بظاہر اسباب پھر آپ کی ذات ہے۔ میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو بینائی عطا کی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے اس سفر کی ضروریات پوری کر لوں اس نے کہا بے شک میں نابینا تھا اور بے شک اللہ ہی نے مجھے پھر سے بینائی بخشی' جا تو ان بکریوں میں سے جتنی چاہے لے لے اور جتنی چاہے چھوڑ دے آج جتنی بکریاں تو اللہ کے نام کی لے لے گا میں تجھے بلا کسی مشقت کے بڑی خوشی سے دے دوں گا۔ فرشتے نے کہا جا اپنی بکریاں اپنے پاس رکھ اصل واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا امتحان منظور تھا تجھ سے تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔ (متفق علیہ)

الرسول الاعظمؐ و اخبارہ

(۱۷۱۱) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ اِبِلٌ لِلشَّيَاطِيْنِ وَ بُيُوْتٌ لِلشَّيَاطِيْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّيَاطِيْنِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا يَخْرُجُ اَحَدُكُمْ بِنَجِيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُوْا بَعِيْرًا مِنْهَا وَ يَمُرُّ بِاَخِيْهِ قَدْ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَ اَمَّا بُيُوْتُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِيْدٌ يَقُوْلُ لَا اَرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصَ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ.

(رواہ ابوداؤد)

ابلِ شیاطین اور بیوتِ شیاطین کی پیش گوئی

(۱۷۱۱) سعید بن ہند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اونٹ شیاطین کے لیے ہوں گے اور کچھ مکانات شیاطین کے ہوں گے۔ شیاطین کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں کہ تم میں سے ایک اپنے ساتھ عمدہ اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے۔ جس کو اس نے خوب فربہ بنا رکھا ہے' اور وہ ان میں سے کسی پر سوار نہیں ہوتا ہے' اپنے بھائی کے پاس سے گذرتا ہے جس کی سواری ہلاک ہو چکی ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس کو سوار نہیں کرتا ہے' باقی رہے شیاطین کے مکانات' تو میں نے اسے نہیں دیکھا' سعید کہتے تھے میرا خیال یہ ہے وہ یہ پنجرے سے کجاوہ ہوں گے' جن کو لوگ ریشم ڈال کر ڈھکتے ہیں۔

(ابوداؤد)

الرسول الاعظم و رفع الحجابات بينه و بين بيت المقدس عند سوال قريش

(۱۷۱۲) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ وَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فَسَالَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ فَجَلَّى اللّٰهُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ مَا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ.

قریش کے سوال پر بیت المقدس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ جانا

(۱۷۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' کہ مجھے جب قریش نے جھٹلایا تو اس وقت میں حجر میں تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مجھ سے (بیت المقدس کے متعلق) ایسے ایسے سوالات کئے' جو محفوظ نہ تھے' اس وقت مجھے ایسی پریشانی ہوئی' جیسی کبھی نہ ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری آنکھوں کے سامنے کر دیا' اور میں دیکھ دیکھ کر ان کو تمام سوالات کا جواب دینے لگا' اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے اس طرح اٹھا کر رکھ دیا کہ میں اس کو اچھی طرح دیکھ رہا تھا اور جو کچھ وہ سوال کرتے تھے میں ان کو جواب دیتا تھا۔

(۱۷۱۱) * نمائش کے طور پر جانور رکھنا کہ بوقت ضرورت وہ کسی کے کام نہ آئے' اس کو شیاطین کی سواری سے آپؐ نے تعبیر فرمایا' اور ان کجاووں کو جنہیں ریشم سے مزین کیا جائے آپؐ نے شیاطین کے گھر کا نام دیا' اب یہ باتیں عام طور پر پائی جانے لگی ہیں۔

(۱۷۱۲) * سرسری طور پر انسان اگر کسی عمارت یا شہر کو دیکھتا ہے تو اس کی تفصیل کبھی ذہن میں محفوظ کرنے کی سعی نہیں کرتا' ☜ .....

(۱۷۱۳) اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰى لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذَا لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَ كَيْفَ بِهٖ فَقِيْلَ لَهُ اِحْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَاِذَا فَقَدْتَّهُ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَ انْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَ حَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَ ضَعَا رُءُوْسَهُمَا وَ نَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَ كَانَ لِمُوْسٰى وَ فَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَ يَوْمِهِمَا فَلَمَّا اَصْبَحَ

(۱۷۱۳) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ نوف بکالی تو یہ کہتے ہیں کہ جن موسیٰ کی سرگزشت خضر علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہے وہ بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرے موسیٰ ان کے ہم نام شخص تھے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نوف خدا کے دشمن نے غلط کہا- ہم سے ابی بن کعبؓ نے خود بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے' تو ان سے سوال ہوا فرمایئے انسانوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا- سب سے بڑا عالم میں- اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا کہ انہوں نے اس بات کا علم خدا تعالیٰ کے حوالے کیوں نہ کیا اس لیے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی (اے موسیٰ) مجمع بحرین میں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے- موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار پھر اس سے ملاقات کیسے اور کہاں ہو؟ ارشاد ہوا تو یوں کرو کہ ایک زنبیل میں مچھلی اپنے ہمراہ لے لو اور جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں وہ ملے گا' موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہ ان کے رفیق یوشع بن نون روانہ ہو گئے اور (حسب ہدایت) اپنے ہمراہ زنبیل میں ایک مچھلی بھی

لله ..... لیکن جب قریش نے ازراہِ شکوک وشبہات سوالات کیے تو اب ان کی تشفی ضروری تھی' اور اس موقع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی فطری تھی' اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمۃ للعالمین کی اس پریشانی پر رحم کھایا اور بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا گیا اور اس طرح کہ آپ نے ایک ایک جز دیکھ کر جواب دینا شروع کیا-

(۱۷۱۳) ✱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی سرگذشت کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کا تفصیلی تذکرہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام سرگزشت کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذہن مبارک سے نکلا ہوا ایک ذرا سا کلمہ تھا جس کو اگر مخلوق کے دائرہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو سرتا سر صدق ہی صدق نظر آتا ہے- یعنی سائل بنی اسرائیل ہیں اور مخاطب نبی وقت موسیٰ علیہ السلام ہیں ادھر محاورات میں صیغہ تفضیل کا مطلقاً کہنا زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اب اس میں کیا شبہ تھا کہ نبی وقت پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی ان سے بڑھ کر علم میں اور کون شخص ہو سکتا تھا لیکن جب یہی معاملہ رسول اور خالق کے درمیان آیا تو اس صدق در صدق میں بھی خامی کا ایک پہلو نکل آیا اور وہ یہ کہ صیغہ تفضیل عرف عام میں خواہ کسی معنی میں مستعمل ہو لیکن بلحاظ لغت لله .....

قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَتَاہُ اٰتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا وَ لَمْ یَجِدْ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتّٰی جَاوَزَا مَکَانَ الَّذِیْ اُمِرَبِہٖ فَقَالَ لَہٗ فَتَاہُ اَرَأَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَۃِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَھَیَا اِلَی الصَّخْرَۃِ اِذَا رَجُلٌ مُسَجًّی بِثَوْبٍ اَوْ قَالَ تَسَجّٰی بِثَوْبِہٖ فَسَلَّمَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ الْخَضِرُ وَ اَنّٰی بِاَرْضِکَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰی فَقَالَ مُوْسٰی (عَلَیْہِ السَّلَامُ) بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ ھَلْ

لے لی چلتے چلتے جب ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے تو اپنا سر رکھ کر وہاں دونوں سو گئے ادھر مچھلی زنبیل سے نکل گئی اور اس طرح سمندر میں داخل ہوئی کہ اس کے داخل ہونے کی جگہ پر سرنگ کی شکل بن گئی اس پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق کو بعد میں بڑا تعجب ہوا۔ وہ آگے چل پڑے اور جب بقیہ ایک دن رات کی مسافت طے کر چکے اور صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا لاؤ بھی ذرا ہمارا ناشتہ تو نکالو آج کے سفر میں تو ہم کو کچھ تکان ہو گیا اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام کو سفر میں تکان محسوس نہیں ہوا تھا اور آج بھی تکان اس وقت محسوس ہوا جب کہ وہ اس جگہ سے آگے نکل چکے تھے جس کا ان کو پتہ دیا گیا تھا ان کے رفیق سفر نے عرض کی جی ہاں جہاں ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا مچھلی تو اس جگہ گم ہو گئی تھی مگر مجھ کو آپ سے اس کا ذکر کرنا یاد نہیں رہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی جگہ کی تو ہم کو تلاش تھی آخر پھر اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی راستے پر واپس ہوئے جب اس پتھر کے پاس پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص

ﷺ ..... اس میں اتنی وسعت ہے کہ اتنی وسعت اور اطلاق کا لفظ استعمال کرنا ایک نبی کی شان کے مناسب نہ تھا اس لیے جب سوال یہ ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو نبی کی شان کے مطابق جواب یہ ہونا چاہیے کہ اس عموم و اطلاق کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے چونکہ جواب میں ذرا سی خامی رہ گئی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے "اَنَا اَعْلَمُ" (میں سب سے بڑا عالم ہوں) کا لفظ نکل گیا اس لیے فوراً گرفت ہو گئی اور ارشاد ہوا کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اس پر جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کا پتہ دریافت کیا تو ان کے علمی نقصان کا ظہور تو یہیں سے شروع ہو گیا اور اس پہلے قدم پر ہی علم کا اتنا قصور واضح ہوا کہ جب ایسے بڑے علم والے شخص کے مقام کا بھی تم کو علم نہیں تو سوچو تمہارے علم کا مقام کیا ہے؟ پھر جب پتہ بتایا گیا ہو تو وہ بھی ایک ابہام کے ساتھ یعنی یہ کہ جہاں مچھلی گم ہو جائے اب کہاں؟ یہ معلوم نہیں۔ پھر جب سفر شروع ہوتا ہے تو موقعہ کی تلاش ہے مگر جب موقع سامنے آ جاتا ہے تو وہیں ذہول ہوتا ہے اور سفر کا قدم آگے بڑھ جاتا ہے آخر پھر واپس ہونا پڑتا ہے آخر جب خود کشش ربانی ہی کھینچ کر ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے تو معاہدہ کے وقت جو پہلی بات وہ سنتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو علم مجھ کو ہے وہ تم کو نہیں اور جو تم کو ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ علمی دنیا میں ہم دونوں ناقص در ناقص ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علمی قصور کی منزل ختم ہوئی تو اب خضر علیہ السلام کے علمی وفور کی منزل شروع ہوئی اور اس کا آغاز بھی ایک پرندہ کی آمد سے اس طرح ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارا اور تمہارا دونوں کا علم مل کر بھی کچھ نہیں ہے۔ آخر بڑے عہد و پیمان کے بعد سفر شروع ہوا اور قدم قدم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاعلمی اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کی برتری کا ظہور ہوتا چلا گیا۔ آخر جب واقعات سفر اور ان کے حکم سب بیان میں آ گئے تو کچھ اور عجائبات قدرت کے سننے کی تمنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں رہ گئی اور آپ نے بڑی حسرت کے انداز میں فرمایا کاش کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا اور صبر سے کام لیتے۔ ﷺ .....

اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا یَا مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَنِیْہِ لَا تَعْلَمُہٗ اَنْتَ وَ اَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَکَہُ اللّٰہُ لَا اَعْلَمُہٗ قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّ لَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا فَانْطَلَقَا

ہے جو چادر اوڑھے لیٹا ہے-موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا-اس پر خضر علیہ السلام نے کہا اس ملک میں سلام کہنے والا کہاں-- انہوں نے فرمایا میں موسیٰ ہوں-انہوں نے کہا کیا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں میں وہی موسیٰ ہوں-اس کے بعد فرمایا کیا میں آپ کے ہمراہ رہ سکتا ہوں تا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ مجھ کو بھی تعلیم فرمائیں-انہوں نے کہا آپ ہرگز صبر کے ساتھ اس کو حاصل نہیں کر سکتے' اے

﴿..... اس ایک واقعہ ہی سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کتنا نازک ہوتا ہے- یہاں صغائر و کبائر درکار ہیں یا حسنات میں کسی باریکی کی فروگزاشت بھی کافی ہے- ابھی آپ پڑھ چکے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کو جب ختنے کا حکم ہوا اور امتثال امر کی عجلت میں انہوں نے فوراً بسولہ لے کر ختنہ کر ڈالی- تو کیا اس سے بڑھ کر بھی وفاداری اور اطاعت شعاری کا مظاہرہ کچھ ہو سکتا تھا' مگر جب انہوں نے اپنی تکلیف کا اظہار فرمایا تو جواب یہ ملا کہ ختنہ کس طرح کرنا چاہیے یہ ہم سے پوچھا کیوں نہیں گویا اب اگر تکلیف ہوئی تو یہ تمہارا قصور ہے- سبحان اللہ! جو لوگ گرفت کی اس شدت کو نہیں جانتے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ "رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ" پر گرفت کا راز بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں- ادھر ہمارے متکلمین ہیں کہ وہ صرف تعبیرات کی شدت سے انبیاء علیہم السلام کی علی الاطلاق عصمت میں اختلاف کر رہے ہیں- اگر ان لغزشوں پر پھر اس کے نتائج پر غور سے نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لغزشیں حکم و اسرار کا ایک بحر بیکراں تھیں- حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش سب سے پہلے ہے مگر عالم کی آبادی کا سارا راز اسی ایک لغزش میں پنہاں تھا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دہن مبارک سے لغزش کا یہ کلمہ ضرور نکلا اور ان کو اس طویل سفر کی مشقت بھی جھیلنی پڑی مگر اس سفر میں کتنے اسرار حکمت کے دریا بہ نکلے اس کا اندازہ کچھ اسی سے فرما لیجئے کہ اس پورے سفر کو قرآن کریم نے کس تفصیل سے بیان کیا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مزے لے لے کر اس کو سنا آخر جب یہ طویل سفر ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بھی اس کی حسرت رہ گئی کاش کہ یہ سفر کچھ اور دراز ہو جاتا تو عجائبات قدرت کچھ اور بھی کھلتے-

اس سرگزشت میں نہ معلوم کتنے درس عبرت ہوں گے- ہم اپنے قصور علم اور وقت کی فرصت کے لحاظ سے چند اہم اسباق کی طرف اشارہ کرتے ہیں- ایک یہ کہ واقعات کی سطح اور اندرونی حکم ربانی کے درمیان مناسبتوں کا ادراک انسانی عقول کے احاطہ سے باہر ہے اور اسی لیے ان حکمتوں کے ادراک کے درپے ہوئے بغیر صبر کے ساتھ واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے مگر یہی صبر عقول انسانیہ کے لیے بڑا امتحان ہے- اسی کی طرف قرآن کریم کی اس آیۃ میں اشارہ فرمایا گیا ہے ﴿وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّکُمْ﴾ (البقرہ: ۲۱۶) اور یہ کہ خضر علیہ السلام کو جب واقعات و حکم کے اس غیر مدرک بالعقول ربط کا علم بخشا گیا تھا تو اسی کے ساتھ ان کو وہ قوت بھی عنایت فرما دی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک گرنے والی دیوار صرف ان کے ایک اشارہ سے سیدھی ہو گئی بلکہ اتنی مستحکم ہو گئی تھی کہ جب ﴿.....

يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُوْسٰى (عَلَيْهِ السَّلَامُ) مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَ عِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى لَوْحٍ مِنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَاْسِهٖ مِنْ اَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَاْسَهٗ بِيَدِهٖ

موسیٰ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں سے جو علم مجھ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ نہیں جانتے اور جو علم آپ کو بخشا ہے وہ میں نہیں جانتا' انہوں نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر دیکھیں گے اور کسی معاملہ میں میں آپ کے خلاف نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں سمندر کے کنارہ کنارہ روانہ ہو گئے کشتی ان کے پاس نہ تھی کہ دریا عبور کر سکتے۔ آخر ادھر سے ایک کشتی گزری تو انہوں نے اس کے ملاح سے گفتگو کی کہ ان کو بھی سوار کر لے اتفاق سے کسی نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کسی اجرت کے بغیر ان کو کشتی میں بٹھا لیا اتنے میں ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور آ کر کشتی کے کنارہ بیٹھ گئی اور سمندر میں ایک دو چونچیں ماریں۔ اس پر خضرؑ نے فرمایا اے موسیٰ میرا اور تمہارا علم مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنی نسبت بھی نہیں رکھتا جتنی کہ اس چڑیا کی چونچ کے پانی کی اس سمندر کے ساتھ ہے' اس کے بعد حضرت خضر اٹھے اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ پھینکا موسیٰ علیہ السلام فوراً بولے۔ یہ وہ شریف لوگ تھے جنہوں نے اجرت لیے بغیر ہم کو کشتی میں بٹھا لیا تھا' آپ نے یہ کیا کیا کہ لگے تو ان ہی کی کشتی کو توڑ ڈالا تاکہ سارے کشتی والوں کو ڈبو دیں' انہوں نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ نہیں رہ سکتے' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں بھول گیا' اور آپ بھولی بات پر مجھ سے گرفت نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بے صبری موسیٰ علیہ السلام سے از راہ نسیان سرزد ہوئی' آگے چلے تو ایک بچہ جو بچوں میں کھیل رہا تھا خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر گردن سے اکھاڑ ڈالا۔ موسیٰؑ

ﷺ ..... تک اس کے نیچے کے دفینہ کا مالک جوان نہ ہو لے وہ دیوار نہ گر سکے اور یہ کہ جب تک مصالح ربانیہ کا کسی کو قطعی علم حاصل نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ خود قطعی طور پر ان کا مامور بھی نہ ہو اس وقت تک شریعت میں وہ افعال جرم اور معصیت ہی کی فہرست میں شمار ہوں گے اور یہ کہ تکوینی امور کا راستہ تشریعی احکام سے الگ ہے اور ان کی تنفیذ کے لیے بھی تشریعی احکام کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندے مقرر ہیں مگر وہ اتنے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ان کا علم ضروری نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ ایسے افراد کو قدرت اس لیے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھتی ہے کہ ان کے اس قسم کے افعال شریعت کی زد میں آ کر اختلال نظم کا باعث نہ بنیں اور یہ کہ علم تشریعی کا درجہ علم تکوینی سے بلند ہے اور یہ کہ افضل کو اگر اس قسم کے جزئیات کا علم نہ ہو تو اس سے اس کے فضل و کمال میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور یہ کہ جن کو ان علوم کا حامل نہیں بنایا گیا ان کے کے لیے ان علوم کے حاملین کی نہ تلاش چاہیے اور نہ ان کی رفاقت ان کے لیے موجب کمال۔ اور اگر کہیں حسب الاتفاق ملاقات ہو جائے تو ان پر زبان طعن کھولنا بھی غلط ہے۔ ﷺ .....

فَقَالَ مُوسٰی أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَ هٰذَا أَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ نِ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهٖ فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسٰی لَوْ شِئْتَ لَا تَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰی لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا.

(رواہ البخاری)

نے فرمایا - آپ نے یہ کیا کیا ایک معصوم بچہ کو بے گناہ مار ڈالا - خضرؑ نے کہا میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ نہیں رہ سکتے - ابن عیینہ راوی حدیث کہتے ہیں یہاں لفظ "لک" (آپ سے) زیادہ تاکید کے لیے اضافہ فرمایا - آگے چلے تو ایک بستی سے گزرے اور ان سے مہمانی کی درخواست کی - انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا - وہاں ایک دیوار تھی جو بالکل ٹوٹنے والی تھی - حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ایک اشارے سے اس کو سیدھا کر دیا - موسیٰؑ نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت ان سے لے سکتے تھے - حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اچھا بس اس کے بعد اب ہماری آپ کی جدائی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری تمنا تھی کاش کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا اور صبر کر لیتے تاکہ ان کے کچھ واقعات ہم کو اور معلوم ہو جاتے -

(بخاری شریف)

..... اس روایت کے چند الفاظ کتاب التفسیر میں بھی دیکھ لیے جائیں -

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَ امسک الله عن الحوت جرية الماء فصار عليه مثل الطاق.

(دریا میں سرنگ پیدا ہونے کی صورت یہ ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے داخل ہونے کی جگہ سے پانی کا سیلان روک دیا تو وہاں ایک طاق کی سی شکل پیدا ہو گئی -

خذ نونا ميتا حتى ينفخ فيه الروح قال اما يكفيك ان التورات بيديك و ان الوحي ياتيك يا موسى ان لي علما لا ينبغي لك ان تعلمه و ان لك علما لا ينبغي لي ان اعلمه. و في اصل الصخرة عين يقال له الحياة لا يصيب من مائها شيء الاحيي فاصاب الحوت من ماء تلك العين قال فتحرك و انسل من المكتل فدخل البحر.

اے موسیٰ! ایک مردہ مچھلی ساتھ لے لو یہاں تک کہ اس میں روح پڑ جائے - (خضر علیہ السلام نے کہا) اے موسیٰ! کیا تم کو یہ تورات کافی نہیں - جو تمہارے ہاتھوں میں موجود ہے - اور کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ وحی الٰہی تم پر آتی ہے - اے موسیٰ! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم بخشا ہے جو آپ کے لیے مناسب نہیں اور آپ کو وہ علم دیا ہے جو میرے لیے مناسب نہیں - درخت کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جس کو آب حیات کہتے ہیں - اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی - وہ پانی کسی طرح اس مچھلی پر بھی پڑ گیا تو وہ زندہ ہو گئی تھی -

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ

(۱۷۱۴) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؓ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلُ اُمُّ اِسْمٰعِیْلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّیْ اَثَرَهَا عَلٰی سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِیْمُ وَ بِابْنِهَا اِسْمٰعِیْلَ وَ هِیَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰی وَ ضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَیْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِیْ اَعْلَی الْمَسْجِدِ وَ لَیْسَ بِمَکَّةَ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَ لَیْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِکَ وَ وَضَعَ عِنْدَ هُمَا جِرَابًا فِیْهِ تَمْرٌ وَ سِقَاءً فِیْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰی اِبْرَاهِیْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِیْلَ فَقَالَتْ یَا اِبْرَاهِیْمُ اَیْنَ تَذْهَبُ وَ تَتْرُکُنَا فِیْ هٰذَا الْوَادِی الَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ اَنِیْسٌ وَ لَا شَیْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِکَ مِرَارًا وَ جَعَلَ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْهَا فَقَالَتْ لَهٗ آللّٰهُ اَمَرَکَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذَنْ لَا یُضَیِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِیْمُ حَتّٰی اِذَا کَانَ عِنْدَ الثَّنِیَّةِ حَیْثُ لَا یَرَوْنَهٗ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَیْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعْوَاتِ وَ رَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰی بَلَغَ یَشْکُرُوْنَ جَعَلَتْ اُمُّ اِسْمٰعِیْلَ تَاْکُلُ التَّمْرَ مِنَ الْجِرَابِ وَ تَشْرَبُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَاءِ حَتّٰی اِذَا نَفِدَ مَا فِی السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَ عَطِشَ ابْنُهَا وَ جَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَیْهِ یَتَلَوّٰی وَ قَالَ یَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ کَرَاهِیَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَیْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِی الْاَرْضِ یَلِیْهَا فَقَامَتْ

(۱۷۱۴) حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ پہلی چیز جو عورتوں نے بنائی وہ منطق کا لباس ہے' اور اس کی موجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں' انھوں نے یہ لباس اس لئے بنایا تھا تا کہ یہ ان کے نشانِ قدم کو مٹا ڈالے اور حضرت سارہؓ کو نشان نہ ملے' پھر حضرت ابراہیم ان کو اور ان کے لڑکے اسماعیل علیہ السلام کو جو ابھی دودھ پی رہے تھے لائے اور بیت اللہ کے پاس ایک درخت کے نیچے زمزم کے نزدیک مسجد کے بالائی حصہ میں چھوڑ دیا' اس وقت مکہ میں نے کوئی آدمی تھا اور نہ کہیں پانی کا کا نام و نشان' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس ایک مشک پانی اور ایک تھیلا کھجور رکھ دیا' اور پھر رخ پھیر کر روانہ ہو گئے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں یہ کہتے ہوئے ان کے پیچھے لگ گئیں کہ اے ابراہیم آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں اس وادی میں چھوڑ رہے ہیں جہاں نہ کوئی غم گسار ہے اور نہ کوئی چیز یہ بار بار کہہ رہی تھیں مگر وہ ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے' انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں' انھوں نے کہا تو پھر وہ ہمیں برباد نہ ہونے دے گا' اور یہ کہہ کر وہ بچہ کی طرف پلٹ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے' جب وہ گھاٹی سے اتنی دور نکل آئے' جہاں سے وہ سب ان کو نہ دیکھ سکیں' تو قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی' اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد لا کر تیرے محترم گھر کے پاس ایسی وادی میں آباد کر دی ہے' جہاں کھیتی کا نام و نشان تک نہیں ہے' یَشْکُرُوْنَ تک کلمات آپ نے فرمائے' ادھر ام اسمٰعیل تھیلے سے کھجور' اور مشکیزہ سے پانی پیتی رہیں- تا آنکہ پانی ختم ہو گیا اور خود وہ اور ان کا بچہ پیاس سے بے چین ہوا' وہ دیکھ رہی تھیں کہ بچہ شدتِ پیاس سے لوٹ پوٹ کر رہا ہے' چنانچہ اس حالت بے تابی میں وہ بچے کے پاس سے چل پڑیں' ان سے بچہ کا حال نہ دیکھا گیا- انھوں نے سب سے قریب زمین کے پہاڑوں میں سے صفا کی پہاڑی دیکھی' وہ اس پر چڑھ کر وادی میں دیکھنے

عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى
اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ
الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ
الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ
اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى
اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ
عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهْ تُرِيْدُ
نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ
اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِا
لْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْ
قَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ
تُحَوِّضُهُ وَ تَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَ جَعَلَتْ
تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَ هُوَ يَفُوْرُ
بَعْدَمَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ
لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ
الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا قَالَ فَشَرِبَتْ
وَ اَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا
تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِيْ هٰذَا
الْغُلَامُ وَ اَبُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَهْلَهٗ وَ كَانَ
الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ
السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ فَكَانَتْ
كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ
اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ

لگیں کہ کہیں کوئی نظر تو نہیں آتا، لیکن کوئی نظر نہ آیا، آخر صفا کی پہاڑی سے
اتریں اور جب وادی میں پہنچیں، تو اپنا دامن اٹھا کر ایک پریشان حال
انسان کی طرح دوڑ پڑیں، یہاں تک کہ وادی سے آگے بڑھ گئیں اور مروہ کی
پہاڑی پر آئیں، اور اس پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ کوئی آدم نظر
آتا ہے یا نہیں، اسی طرح سات مرتبہ چکر لگایا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی کی یاد میں
لوگ صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔ آخیر میں جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انھوں
نے ایک آواز سنی، انھوں نے اپنے جی سے کہا، کہ تو خاموش رہ، پھر کان لگایا
تو پھر آواز آئی۔ انھوں نے کہا کہ تم نے اپنی آواز تو سنا دی، اب اگر تیرے
پاس میرے لئے کوئی مدد ہو تو وہ بھی کر دے چنانچہ دفعۃً ان کو زمزم کے پاس
ایک فرشتہ نظر آیا، اس نے اپنی ایڑ زمین پر لگائی یا اپنا بازو لگایا، یہاں تک کہ
پانی ابل آیا، وہ اس کو چاروں کناروں سے گھیرنے لگیں اور پانی چلو میں لے
لے کر مشکیزہ بھرنے لگیں، مگر پانی اس کے بعد بھی ابل ہی رہا تھا، عبداللہ بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مادر مہربان پر رحم فرمائیں، اگر وہ زمزم
کو اسی حال پر چھوڑ دیتیں یا فرمایا کہ چلو سے لے کر مشکیزہ میں نہ ڈالتیں، تو
زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ فرمایا کہ انھوں نے خود پانی پیا اور بچہ کو دودھ پلایا،
فرشتہ نے ان سے کہا کہ ہلاکت کا خطرہ محسوس نہ کرو، یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر
ہے، یہ بچہ اور اس کے والد محترم اس کو بنائیں گے، اور اللہ تعالیٰ یہاں والوں
کو برباد نہ ہونے دے گا، اور بیت اللہ عام زمین سے اونچا ایک ٹیلہ کی
صورت تھا، جب سیلاب آتا اس کے دائیں بائیں سے گذر جاتا، چنانچہ وہ
اس حال پر رہا یہاں تک کہ جرہم کا ایک قبیلہ یا قافلہ یہاں سے گذرا،
جو کداء کے راستے سے آ رہا تھا، وہ مکہ کے نشیبی علاقہ میں فروکش ہوا، انھوں
نے پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا، یہ دیکھ کر انھوں نے کہا معلوم ہوتا ہے
کہ یہ پرندے پانی پر منڈلا رہے ہیں، کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے، ہم اس وادی
سے گذر چکے ہیں، یہاں پانی نہ تھا، انھوں نے اپنے ایک یا دو تیز و چست

كَذَاءً فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا
فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلَى الْمَاءِ لَعَهْدُنَا
بِهٰذَا الْوَادِيْ وَ مَا فِيْهِ مَاءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ
جَرِيَّيْنِ فَاِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ
بِالْمَاءِ فَاَقْبَلُوْا قَالَ وَ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَ الْمَاءِ
فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ نَعَمْ وَ
لٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْفٰى
ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ وَ هِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ فَنَزَلُوْا
وَ اَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى اِذَا
كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَ شَبَّ الْغُلَامُ وَ تَعَلَّمَ
الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَ اَنْفَسَهُمْ وَ اَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ
فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ اِمْرَاَةً مِنْهُمْ وَ مَاتَتْ اُمُّ
اِسْمٰعِيْلَ فَجَاءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ اِسْمٰعِيْلُ
يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمٰعِيْلَ فَسَاَلَ اِمْرَاَتَهُ
عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ
عَيْشِهِمْ وَ هَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ
ضِيْقٍ وَ شِدَّةٍ فَشَكَتْ اِلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَاءَ
زَوْجُكِ اقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَ قُوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ
عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمٰعِيْلُ كَاَنَّهٗ اٰنَسَ شَيْئًا
فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا
الشَّيْخُ كَذَا وَ كَذَا فَسَاَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ وَ
سَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَ
شِدَّةٍ قَالَ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ
اَقْرَاَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ
قَالَ ذَاكِ اَبِيْ وَ قَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ

آدمیوں کو بھیجا' دفعۃً انھوں نے پانی دیکھا - پلٹ کر انھوں نے پانی کی خبر
دی' چنانچہ وہ سب ادھر چل پڑے' وہاں پہنچے تو دیکھا پانی کے پاس حضرت
اسماعیل علیہ السلام کی ماں بیٹھی ہوئی ہیں' انھوں نے ان سے کہا کہ کیا ہمیں
اس کی اجازت ہے کہ ہم یہیں آپ کے پاس قیام پزیر ہو جائیں - انھوں
نے کہا اجازت ہے' لیکن اس پانی میں آپ لوگوں کا کوئی حق نہ ہوگا انھوں
نے کہا بہتر ہے' حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ام اسماعیل تنہا تھیں' چاہتی تھیں کہ مانوس لوگ ہوں' چنانچہ وہ آبسے'
اور اپنے لوگوں کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بھی بلا لیا' اور وہ بھی آگئے جب
ان کے یہاں کئی گھر آباد ہو گئے اور ادھر حضرت اسماعیل جو بچے تھے جوان
ہو گئے اور ان سے عربی سیکھ لی اور وہ سب ان کو بھلے بھی معلوم ہوئے چنانچہ
جب یہ پورے جوان ہو گئے' قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک
خاتون سے ان کی شادی کر دی' کچھ دنوں بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی
والدہ وفات پا گئیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت
ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے کہ جن کو چھوڑ کر گئے' ان کا حال معلوم کریں'
حضرت اسماعیل کو موجود نہیں پایا ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت کیا'
کہ کہاں گئے' اس نے کہا ہمارے لئے رزق کی تلاش میں گئے ہیں پھر انھوں
نے پوچھا زندگی کیسی گذرتی ہے اور کیا حال ہے؟ اس نے کہا ہم برے حال
میں ہیں' تنگی میں ہیں' تکلیف میں ہیں' اس نے ان سے معاش کی شکایت کی'
آپ نے اس سے فرمایا جب تیرا شوہر آئے' تو میرا سلام پہنچانا' اور کہنا کہ وہ
اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو
انھوں نے گویا انس محسوس کیا' اور پوچھا کیا تمہارے یہاں کوئی آیا تھا' اس
نے کہا ہاں ایک شیخ تشریف لائے تھے' ان کی یہ ہیئت تھی' انھوں نے آپ
کے بارے پوچھا' میں نے انہیں بتایا' پھر گذر بسر کے متعلق سوال کیا' میں
نے کہا کہ مشقت اور تکلیف میں ہیں - انہوں پوچھا کہ وہ کچھ کہہ بھی گئے'
اس نے کہا ہاں فرما گئے کہ میں آپ کو ان کا سلام پہنچا دوں اور آپ سے فرما
گئے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں' آپ نے فرمایا وہ میرے پدر

الْحَقِی بِاَھْلِکِ فَطَلَّقَھَا وَ تَزَوَّجَ مِنْھُمْ اُخْرٰی فَلَبِثَ عَنْھُمْ اِبْرَاھِیْمُ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَتَاھُمْ بَعْدُ فَلَمْ یَجِدْہُ وَ دَخَلَ عَلٰی امْرَأَۃٍ فَسَأَلَھَا عَنْہُ فَقَالَتْ خَرَجَ یَبْتَغِیْ لَنَا قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ وَ سَأَلَھَا عَنْ عَیْشِھِمْ وَ ھَیْئَتِھِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَیْرٍ وَ سَعَۃٍ وَ اَثْنَتْ عَلَی اللّٰہِ قَالَ مَا طَعَامُکُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُکُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِی اللَّحْمِ وَ الْمَاءِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ یَکُنْ لَھُمْ یَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَ لَوْ کَانَ لَھُمْ دَعَا لَھُمْ فِیْہِ قَالَ فَھُمَا لَا یَخْلُوْ عَلَیْھِمَا اَحَدٌ بِغَیْرِ مَکَّۃَ اِلَّا لَمْ یُوَافِقَاہُ قَالَ فَاِذَا جَاءَ زَوْجُکِ فَاقْرِئِیْ عَلَیْہِ السَّلَامَ وَ مُرِیْہِ یُثْبِتُ عَتَبَۃَ بَابِہٖ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمٰعِیْلُ قَالَ ھَلْ اَتَاکُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ اَتَانَا شَیْخٌ حَسَنُ الْھَیْئَۃِ وَ اَثْنَتْ عَلَیْہِ فَسَأَلَنِیْ عَنْکَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَسَأَلَنِیْ کَیْفَ عَیْشُنَا فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّا بِخَیْرٍ قَالَ فَاَوْصَاکِ بِشَیْءٍ قَالَتْ نَعَمْ ھُوَ یَقْرَئُ عَلَیْکَ السَّلَامَ وَ یَأْمُرُکَ اَنْ تُثْبِتَ عَتَبَۃَ بَابِکَ قَالَ ذَاکِ اَبِیْ وَ اَنْتِ الْعَتَبَۃُ اَمَرَنِیْ اَنْ اُمْسِکَکِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْھُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَ اِسْمٰعِیْلُ یَبْرِیْ نَبْلًا لَہٗ تَحْتَ دَوْحَۃٍ قَرِیْبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰہُ قَامَ اِلَیْہِ فَصَنَعَا کَمَا یَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَ الْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ یَا اِسْمٰعِیْلُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ کَمَا اَمَرَکَ رَبُّکَ قَالَ

بزرگوار تھے اور وہ حکم فرما گئے کہ میں تم سے جدائی اختیار کرلوں' تو اپنے گھر والوں میں چلی جا' چنانچہ اس کو طلاق دے دی' اسی خاندان کی دوسری عورت سے شادی کرلی' پھر عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا نہ ہوا' پھر بعد میں آئے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہیں پایا - آپ کی بیوی کے پاس گئے' اور آپ کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں ہیں' اس نے کہا تلاش معاش میں گئے ہیں' انھوں نے پوچھا تم لوگ کس طرح رہتے سہتے ہو' اور گذر بسر کا کیا حال ہے' اس نے کہا ہم بعافیت ہیں' اور کشادہ حال ہیں' اس نے خدا کا بڑا شکر ادا کیا' انھوں نے پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے' اس نے بتایا گوشت' پوچھا پینا کیا ہے اس نے کہا پانی' انھوں نے دعا کی اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس زمانہ میں ان کے یہاں غلہ کا رواج نہ تھا' اگر وہ ہوتا تو اس کے لئے بھی دعا فرما دیتے اور اسی دعا کی برکت ہے کہ صرف گوشت پانی کی غذا مکہ کے سوا اور کہیں موافق نہیں آتی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چلتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اہلیہ سے فرمایا کہ جب تیرے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا' اور کہنا کہ دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیں' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام باہر سے واپس آئے انھوں نے بیوی سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا' اس نے کہا ہاں ایک شیخ صاحب تشریف لائے تھے جن کی ہیئت بہت عمدہ تھی اور ان کی تعریف کی' انھوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا میں نے ان کو بتایا کہ آپ کہاں گئے پھر انھوں نے ہمارے گذر بسر کے متعلق سوال کیا' میں نے بتایا کہ بخیر وخوبی سب کچھ چل رہا ہے آپ نے پوچھا کچھ فرما بھی گئے اس نے کہا ہاں وہ آپ کو سلام کہہ گئے اور حکم دے گئے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھیں' آپ نے فرمایا وہ میرے والد محترم تھے' اور تو چوکھٹ ہے' مجھے حکم دے گئے کہ میں تجھ کو باقی رکھوں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت دنوں جب تک اللہ نے چاہا نہ آئے - اس کے بعد تشریف لائے' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے لئے ایک درخت کے نیچے تیر بنا رہے تھے' جو زمزم کے قریب تھا' جونہی آپ علیہ السلام نے دیکھا فوراً لپک کر کھڑے ہو گئے اور دونوں نے باہم

وَ تُعِيْنُنِيْ قَالَ وَ اُعِيْنُکَ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَ اَشَارَ اِلٰی اَکَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰی مَاحَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ اِسْمٰعِيْلُ يَاْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَ اِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَ هُوَ يَبْنِيْ وَ اِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَ هُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰی يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَ هُمَا يَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

(رواہ البخاری)

اس تعلق ومحبت کا اظہار کیا جو بیٹے باپ کیا کرتے ہیں' پھر انھوں نے فرمایا اے اسماعیلؑ ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے' آپ نے کہا آپ کر گزریۓ' جیسا آپ کو آپ کے رب نے فرمایا ہے' انھوں نے فرمایا تم میری اعانت کرو گے' آپ نے عرض کیا میں ضرور آپ کی اعانت کروں گا انھوں نے فرمایا کہ رب العالمین نے مجھے حکم کیا ہے کہ ایک گھر تعمیر کروں اور اس ابھرے ہوۓ ٹیلہ کی طرف اشارہ فرمایا' اس کے بعد دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیاد اٹھائی' حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لگاتے جاتے تھے' جب دیوار بلند ہوگئی' تو اس مخصوص پتھر کو لاۓ اور اس کو رکھ دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوۓ اور بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں فرمارہے تھے- رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (بخاری شریف)

●●●

(۱۷۱۴) * واقعہ مذکورہ کے بعض مجمل الفاظ کی شرح اس تشریح کی روشنی میں سمجھ لینی چاہیے-

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں انشاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)